ماشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

دوسرا ایڈیشن ۱۴۲۸ھ

﴿عنایۃ الصلحاء﴾

شرح

سفینۃ البلغاء

— شارح —

حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب کھریاسنی

استاذ حدیث دار العلوم چھاپی (گجرات)

کمپوزنگ - ضیاء کمپیوٹرس

صفحات - ۴۷۰

طباعت -

قیمت - ۱۲۰ روپے

باہتمام - مولانا الیاس صاحب گڈھوی

(مدرس مدرسہ دعوۃ الایمان)

ملنے کا پتہ

(۱) نورانی کتب خانہ، چھاپی، تحصیل وڈگام،

ضلع بناس کانٹھا، گجرات

(۲) مولانا ساجد صاحب کھریاسی مدرس مدرسہ دعوۃ الایمان

مانک پور تکولی ضلع نوساری گجرات

فون- ۹۸۴۷۶۳۸۰۸۲
۹۹۷۹۱۱۶۲۲۳

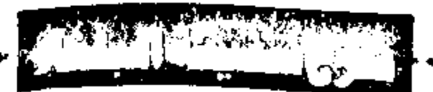
عرض مؤلف



الحمدلله الذی خلق الانسان وعلمه البیان ولهدایة الثقلین نزّل الفرقان تبیانًا لکل شیء وبرهان والصلوٰة والسلام علٰی سید بنی عدنان الذی اسمه أحمد فی الانجیل والفرقان وعلیٰ اٰله واصحابه الذین اتبعوهم باحسان ـــــ امابعد!

سفینة البلغاء فن بلاغت میں طرز جدید پر سہل انداز میں لکھی ہوئی ایک پرلطف کتاب ہے جس کو اکثر مدارس عربیہ میں مختصر المعانی سے پہلے پڑھایا جاتا ہے، اس کتاب میں بلاغت کے تینوں علوم (معانی، بیان اور بدیع) کوذکر کیا گیا ہیں اس لئے اس کو پڑھنے کے بعد طلبۂ عزیز کوفن بلاغت سے کافی مناسبت ہو جاتی ہے، اس کے بعد مختصر المعانی کا سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

لیکن چونکہ اس کتاب میں اسئلہ وتمارین کا بھی اضافہ ہے، نیز جابجا بطور استشہاد کے اشعار واقوالِ سلف بھی مذکور ہیں اس لئے بسا اوقات ان کے حل کرنے میں کافی دقت وپریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لئے ضرورت تھی کہ اردو زبان میں اس کی کوئی ایسی شرح ہو جس میں مکمل کتاب کی عبارت کوحل کرنے کے ساتھ ساتھ اسئلہ وتمارین کو بھی واضح کیا گیا ہو، چنانچہ اس ضرورت کے تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے بندۂ ناکارہ نے "توکلاً علی اللہ تعالیٰ" ارادہ کیا اور مختلف کتب کی مدد سے اس کی شرح کو ترتیب دینا شروع کیا، الحمدللہ یہ کام محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اختتام کو پہنچا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھ حقیر وبے علم کی یہ محنت محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرماوے اور مزید دینی خدمات کے مواقع کی توفیق عطا فرماویں (آمین)



کچھ سفینۃ البلغاء کے بارے میں

مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم سابق استاذ حدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل ارقام فرماتے ہیں کہ سفینۃ البلغاء چند مؤلفین کی مشترک تصنیف ہے، جن کے نام معلوم نہیں، شاید وہ عیسائی تھے، اس کتاب کا پرانا نسخہ مصر میں عیسائیوں کے مدرسہ کا چھپا ہوا تھا جو جامعہ ڈابھیل کے کتب خانہ میں تھا، یہ کتاب جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک گجرات الہند میں ۱۳۵۷ھ سے داخل نصاب نظر آرہی ہے جب کہ جامعہ کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس جناب مولانا شبیر احمد عثمانی" تھے، مدرسین میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب امروہی" اور مولانا بدرعالم میرٹھی" بھی نظر آرہے ہیں، یہ کتاب مولانا ادریس سکھروڈوی" کے زیر درس رہی (دیکھئے تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ص ۹۹) شاید اس وقت سے اب تک داخل نصاب ہے، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ہی نے اس کی دوبارہ طباعت بھی "المطبعۃ الاعظمیہ" مئو اعظم گڑھ سے کرائی ہے، افادیت کے پیش نظر مختصر المعانی سے قبل پڑھانے کے لئے داخل نصاب کی گئی ہو اور واقعۃً اگر اس کی تمرینات کو اچھی طرح حل کیا اور کرایا جائے تو بہت مفید کتاب معلوم ہوتی ہے۔

کچھ اس شرح کے متعلق:۔

اس شرح کو ترتیب دینے میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ کوئی عبارت بغیر حل کئے ہوئے نہ رہے، البتہ بعض اسئلہ کے جوابات بوجہ بدیہی و آسان ہونے کے ذکر نہیں کئے گئے ہیں، نیز ان تمارین میں جہاں قرائن کا مطالبہ ہے وہاں اکثر تو ہر جملہ کے ساتھ قرینہ بھی ذکر کر دیا ہے، البتہ بعض مواقع میں چار، پانچ جملے ذکر کرنے کے بعد اخیر میں قرینہ

کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تمام جملوں کا قرینہ ایک ہی تھا لہذا ہر جملہ کے ساتھ قرینہ کا اعادہ نہیں کیا گیا۔

ایک قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس شرح میں جہاں ایسی عبارت ہو کہ یہ بات مثلاً ص ۲۱ پر گذر چکی یا ص ۱۲۳ پر آرہی ہے تو اس سے مقصود نفس کتاب سفینۃ البلغاء کا صفحہ مراد ہوتا ہے۔

اخیر میں یہ بات بھی عرض کردوں کہ اس شرح میں جو بات بھی ذکر کی گئی ہے وہ مکمل تحقیق کے ساتھ مذکور ہے، سنی سنائی باتوں پر قطعاً اعتماد نہیں کیا گیا، لیکن ہر بات کا حوالہ ذکر نہیں کیا گیا، ہاں بعض جگہوں میں جہاں ضرورت محسوس ہوئی اس جگہ قارئین کی تسلی کے لئے حوالے بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

پھر بھی اگر کوئی کمی رہ گئی ہو یا تشریح طلب بات کی مکمل تشریح نہ کی گئی ہو تو یہ بندۂ بے علم کی بے علمی اور سہو کا نتیجہ ہوگا۔

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ بقول شیخ سعدیؒ ''الا اے خردمند فرخندہ خوی'' ہنر مند نشنیدہ ام عیب جوی'' اگر اس کتاب میں کوئی عیب نظر آوے تو اس کی طرف توجہ کے بجائے اس میں جو کچھ محاسن ہیں اسی کو قبول فرمالیں۔

فقط والسلام

العبد محمد عنایت اللہ عفی عنہ کھریاسی



رائے گرامی

جناب اقدس حضرت الحاج

مولانا غلام رسول صاحب خاموش دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم چھاپی (گجرات)

الحمدلله الذی علمنا حقائق المعانی ودقائق البیان وفهمنا اسرار البلاغة من آیات القرآن والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد سید ولد عدنان الذی اوتی جوامع الکلم ومعجزة البیان وعلیٰ اله واصحابه الذین رزقوا معانی القرآن ونشروا علوم الفرقان۔

سفینۃ البلغاء جس فن کی کتاب ہے وہ محتاج تعارف نہیں اور قرآن پاک کی تحدی کو سمجھنے کے لئے اس فن کی کتنی ضرورت ہے وہ محتاج بیان نہیں، احقر سے ایک مرتبہ دہلی میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہ نے فرمایا کہ قرآن کو سمجھنے کیلئے فن بلاغت کو سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے اس لئے کوشش کریں کہ طلبہ سمجھ کر پڑھیں۔

فن بلاغت میں بہت ساری کتب موجود ہیں، ان میں ابتدائی طلبہ کے لئے سفینۃ البلغاء بہت مناسب ہے لیکن اس کی کوئی خاطر خواہ شرح نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ واساتذہ کو کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، شارح مولانا عنایت اللہ صاحب استاذ حدیث دارالعلوم چھاپی کے ذمے پچھلے چند سالوں سے مذکور کتاب کا درس ہے، موصوف نے اس کمی کو شدت سے محسوس کیا اور بڑی عرق ریزی سے اس کی شرح لکھی ہے تاکہ اساتذہ وطلباء اس کتاب سے کما حقہ مستفید ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی سعی جمیل کو قبول فرمائے اور پڑھنے پڑھانے والوں کو بیش از بیش استفادہ کی توفیق عطا فرمادے کہ خیر الناس من ینفع الناس۔ (آمین)

خادم مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم چھاپی

(حضرت مولانا) غلام رسول خاموش (دامت برکاتہم)

تقریظ

جامع العلوم جناب اقدس حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی

دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ وتعالی

حامداً ومصلیاً مدرسہ دارالعلوم چھاپی میں ختم بخاری شریف کے موقعہ پر حاضری ہوئی، مدرسہ کے ایک لائق وفائق استاذ محترم مولانا عنایت اللہ صاحب مدظلہ العالی نے اپنی لکھی ہوئی سفینۃ البلغاء کی تشریح کے بارے میں بتلایا کہ اردو زبان میں طلباء کے سہولت کے پیش نظر اس طرح لکھی گئی ہے کہ گویا طلباء کو مخاطب کر کے سمجھایا جارہا ہے، کتاب کو دیکھنے کا موقع تو نہیں مل سکا لیکن وہاں کے اکابر اساتذہ نے بتلایا کہ کتاب نہایت ہی عمدہ اور کار آمد ہے، بناء علیہ اللہ تعالی کی ذات سے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب معلمین و متعلمین دونوں کے لئے مفید ثابت ہوگی، دعاء ہے کہ اللہ تعالی صاحب کتاب کے علم وعمل میں برکت عطا فرماوے اور اس کتاب کو قبولیت عامہ سے نوازے، نیز مؤلف موصوف کو دیگر دینی خدمات کے مواقع کی توفیق عطا فرماوے۔ (آمین)

ناکارہ

عبدالحق غفرلہ

خادم دارالعلوم دیوبند

۱۰/شعبان ۱۴۲۳ھ

جناب مولانا محمد فاروق صاحب بھاگلوی دامت برکاتہم،

استاذ حدیث والتفسیر، دارالعلوم چھاپی (گجرات)

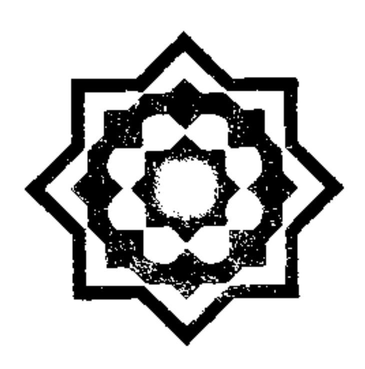
الحمدلله الذی خلق الانسان وعلمه البیان والصلوٰة والسلام علی رسوله الذی انزل علیه القرآن وعلیٰ آله واصحابه اجمعین اما بعد:

قرآن مجید کے الفاظ ومعانی ومطالب کو صحیح طور پر حاصل کرنے کے لئے ہمیں بہت سے علوم کی ضرورت پڑتی ہے، اور خصوصی طور پر قرآن پاک کے اعجاز کو سمجھنے کے لئے علوم ثلاثہ، معانی، بیان اور بدیع کی ضرورت پڑتی ہے، یہ تین علوم حاصل کئے بغیر قرآن پاک کی فصاحت وبلاغت اور اعجازی شان معلوم نہیں ہوسکتی، مقولہ مشہور ہے ''کلام الملوک ملوک الکلام'' تو یہ قرآن مجید تو مالک الملک والملوک کا کلام ہے ہم اسے کیسے حاصل کرسکتے ہیں، قرآن پاک کے اور علوم کی طرح اس کے اعجاز قرآنی سے بھی کچھ واقفیت اور تعلق ہوجاوے اس کے لئے ہر زمانے میں علماء نے قلم اٹھایا اور رات دن ایک کرکے اس پر کتابیں لکھیں ان میں سے بہت ساری کتابیں ہمارے برصغیر کے مدارس میں زیر تدریس ہیں، انہیں کتابوں میں سے ایک کتاب سفینۃ البلغاء ہے جو چند مؤلفین کی مشترک تصنیف ہے، بڑی پُرلطف کتاب ہے اس کو طلبہ کے سامنے آسان کرکے پیش کرسکے اس کے لئے بعض دوستوں نے ایک شرح لکھی لیکن وہ بھی ایک حد تک پوری طرح پیاس نہیں بجھاسکی تو ہمارے رفیق تدریس مولوی عنایت اللہ وفقہ اللہ ایضا لما یحب ویرضیٰ پر عنایت اللہ ہوئی اور ان کے ذمے تقریباً چند سالوں سے اس کا سبق بھی ہے اللہ تعالیٰ نے علمی استعداد وصلاحیت بھی عطا فرمائی ہے، اور افہام وتفہیم کا اچھا ملکہ بھی عطا فرمایا ہے، داعیہ پیدا ہوا کہ طلباء کے لئے یہ کتاب اور آسان ہوجاوے اور مہمانانِ رسول اپنے سینوں میں کافی حد تک اعجاز قرآن کو بھرلیوے اور قرآن پاک کی فصاحت وبلاغت کیا ہے اس کو جان لیوے جس فصاحت

وبلاغت کے سامنے عرب کے بڑے بڑے فصحاء وبلغاء نے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے تھے اوران کی زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا تھا لیس ھذا من طاقۃ البشر۔

موصوف نے اس کے پیچھے بڑی عرق ریزی کی ہے اللہ تعالیٰ موصوف کی کدوکاوش کو قبول فرماوے، بندہ نے مشتے نمونہ از خروارے چیدہ چیدہ مقامات پر نظر کی ہے ہوسکتا ہے کسی جگہ بھول ہوئی ہو اور یہ کوئی عیب نہیں ہے اس لئے کہ الانسان مرکب من الخطأ والنسیان اوراس بات سے بھی روشناس کردوں کہ یہ موصوف کی پہلی شرح ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی یہ محنت معلمین و متعلمین سب کے لئے سیرابی کا ذریعہ بناوے وماذلک علی اللہ بعزیز، وان اللہ لایضیع اجر المحسنین۔

(مولانا) محمد فاروق بھاگلوی (صاحب)



تقریظ

جناب مولانا ثناءاللہ صاحب رسول پوری مدظلہ العالی

استاذ حدیث دارالعلوم چھاپی (گجرات)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی النبی الفصیح المبین وعلی الہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین اما بعد!

قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے جس کو اس نے اپنے بندوں کے لئے کتاب ہدایت بنایا ہے، اس کتابِ ہدایت کے اللہ کی طرف سے ہونے کی واضح دلیل اس کی وہ فصاحت وبلاغت ہے جو حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے، اور نیز یہ کہ یہ کلامِ معجز بھی ایک نبی امی (روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا، چنانچہ قرآن کریم اپنی اسی معجزانہ شان کے ساتھ آج بھی ہمارے درمیان قائم ودائم اور محفوظ ہے۔

اسی لئے طلوعِ آفتاب نبوت سے آج تک لوگ اس کے اعجاز کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے، خصوصاً مدارس عربیہ میں قرآن کی شانِ فصاحت وبلاغت کو سمجھنے کے لئے اس فن کی مختلف کتابیں داخل نصاب رہی ہیں، جن کے ذریعہ طلبہ میں قرآن عظیم کی شان اعجاز کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے، اسی سلسلہ کی ایک کتاب سفینۃ البلغاء ہے جو مختلف مدارس عربیہ میں داخلِ نصاب ہے جس میں طلباء کی استعداد وصلاحیت بڑھانے کے لئے تمرینات واسئلہ کا ایک معتد بہ حصہ موجود ہے، نیز استشہاد کے

لئے کافی اشعار ذکر کئے گئے ہیں جن کے حل کے لئے کوئی ایسی شرح موجود نہیں تھی کہ جس کی طرف طلبہ رجوع کرسکیں، بلکہ اربابِ تدریس کو بھی بعضے مواقع حل کرنے کے لئے مختلف کتب کی طرف مراجعت کرنی پڑتی تھی۔

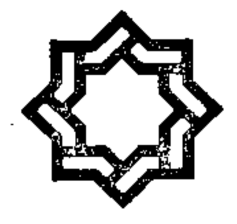
اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے رفیق محترم مولانا عنایت اللہ صاحب زید مجدھم استاذ حدیث دارالعلوم چھاپی کو، کہ انھوں نے مختلف کتب سے اخذ واستفادہ کے بعد مدرسین کرام وطلبہ عزیز کے لئے سفینۃ البلغاء کی قابل قدر شرح لکھ کر بڑی سہولت پیدا کردی، جس میں موصوف نے کتاب کی عبارت کی بہتر انداز میں تشریح کے ساتھ اشعار واسئلہ کو بھی اچھی طرح سے حل کردیا ہے، فجزاہ اللہ عنا احسن الجزاء۔

توقع ہے کہ یہ شرح تمام علم دوست حضرات کے لئے استفادہ کا بہترین ذریعہ اور شارح کے لئے عنداللہ مقبولیت کا سبب بنے گی۔

فقط

(جناب مولانا) ثناء اللہ رسول پوری (صاحب)

۱۰/شعبان ۱۴۲۳ھ



مقدمہ

حضرت الاستاذ جناب مولانا رفیق احمد صاحب اعظمی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث مدرسہ دار العلوم، چھاپی، (گجرات)



الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ الطیبین الطاہرین ۔ اما بعد:

خالق کائنات نے ساری مخلوقات میں حضرت انسان کو صفتِ نطق سے آراستہ وپیراستہ کرکے سب پر فوقیت وبرتری عنایت فرمائی اور اس کے اندر ایسی قوت وصلاحیت ودیعت فرمائی کہ اگر اس صلاحیت کو بروئے کار لاکر اپنے مفہوم کو مقتضاء حال کے مطابق اگر ادا کرنا چاہے تو بہترین پیرایہ میں ادا کرسکے اور سامنے والے پر اپنا اثر ڈال سکے۔ وہ مفہوم خواہ معنیٰ مرادی پر واضح طور پر دلالت کرنے کے لحاظ سے ہو یا بطور کنایہ کے۔ بطور مجاز کے ہو یا بطور تشبیہ کے۔ بہرکیف انتہائی فصیح بلیغ طور پر مؤثر پیرایہ میں اپنی مافی الضمیر کو ادا کرسکے، ہمارے آقا ومولا سرور کائنات فخر موجودات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر

یہ خوبی بدرجۂ اتم موجود تھی یہی وجہ ہے کہ خلعتِ رسالت سے سرفراز کئے جانے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام معجز بیان کو جو فصاحت وبلاغت کے اس بلند وبالا معیار پر ہے کہ اس کے سامنے سارے ادباء وشعراء، فصحاء وبلغاء آج تک اپنی عاجزی وبے بسی کا اعتراف کررہے ہیں، اپنے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ اگرچہ اصطلاحی طور پر امّی تھے، لیکن ''عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِیْ وَاَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ'' کی بنا پر سارے فصحاء وبلغاء میں افصح تھے، دنیا کی ساری زبانوں میں سے سب سے فصیح وبلیغ زبان جس کو عربی کہا جاتا ہے اس میں نازل فرما کر تحدی کردیا کہ اگر کسی کے اندر ایسا کلام پیش کرنے کا دعویٰ ہے تو فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِنْ مِثْلِهٖ بل بحديث مثله، پھر کہدیا ''وَلَا یَاْتُوْنَ بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا'' چنانچہ اس وقت سے لے کر تا ایں دم ساری دنیا کے فصحاء وبلغاء اس کا مثل پیش کرنے سے اپنے کو بے بس اور عاجز پارہے ہیں، ان کے اندر ہمت اور طاقت نہیں ہے کہ اس جیسا کوئی ایک جملہ ہی پیش کرسکیں پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اس کی وضاحت کی ذمہ داری بھی سونپی گئی اور فرمادیا گیا کہ ''وانزلنا اليک الذکر لتبين للناس ما نزل اليهم ولعلهم يتفكرون'' کیونکہ ''قدر زر زرگر بداند او بداند جوہری'' اللہ تبارک وتعالیٰ کے بلند وبالا کلام کی تشریح وتوضیح وہی کرسکتا ہے جس کے اندر اس کے سمجھنے کی صلاحیت واستعداد ہو، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر یہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی اور جس کے اندر یہ صلاحیت نہیں ہے وہ کسی طرح سے اس کی توضیح نہیں کرسکتا، چنانچہ اکثر صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین اہل لسان ہونے کے ساتھ

فصاحت و بلاغت کے میدان میں بھی ساری دنیا والوں سے آگے تھے، لیکن قرآن عزیز کو سمجھنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی تشریح کے محتاج تھے۔

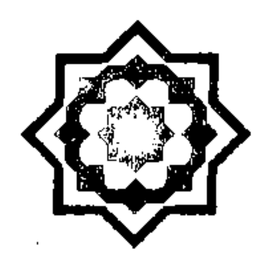
یہ کتاب **سفینۃ البلغاء** فن بلاغت کے اندر ہے جس میں بلاغت کے تینوں علوم کو ذکر کیا گیا ہے لیکن کتاب چونکہ پیچیدہ اور مغلق ہے، خصوصا جن اشعار سے استشہاد کیا گیا ہے وہ متقدمین کے کلام سے ماخوذ ہیں جن کو کما حقہ سمجھ کر مثل لہ کے ساتھ تطبیق دینے میں دشواری محسوس ہوتی ہے، اور اب تک اس کی کوئی معتد بہ شرح جس سے طلباء فائدہ اٹھا سکیں موجود نہیں تھی اس لئے ضرورت تھی کہ اس کی اردو زبان میں جو کہ عام فہم زبان ہے اس میں اس کی شرح لکھی جائے تا کہ طلباء کرام اور اساتذہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں، پھر ان علوم و معارف کو کما حقہ سمجھ سکیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام معجز بیان میں ودیعت فرمایا ہے اس لئے کہ قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے جہاں بہت سارے علوم کو سیکھنا ضروری ہے اسی میں سے ایک علم بیان و معانی و بدیع بھی ہیں، جس کو بلاغت سے تعبیر کرتے ہیں اس کا سیکھنا بھی لازم قرار دیا ہے، اس کے بغیر اشارات و کنایات، تشبیہات و تلمیحات اور دیگر بہت سے علوم جو اس سے متعلق ہیں ان کا سمجھنا مشکل ہے، قابل مبارک باد ہیں عزیز محترم جناب مولانا عنایت اللہ صاحب مدظلہ جن کو اس کتاب کی تدریس کا چند سالوں سے تجربہ ہے کہ انھوں نے طلباء کرام کی آسانی اور سہولت کے پیش نظر کتاب اور اس فن کے متعلقات کو سامنے رکھ کر انتہائی محنت و عرق ریزی کے ساتھ مختلف اہم کتابوں سے استفادہ کر کے آسان الفاظ میں سلیس اور شستہ عبارت کے ساتھ اس شرح کو ترتیب دیا ہے، امید ہے کہ طلباء اور

اساتذہ کرام میں سے ہر ایک کے لئے یہ شرح مفید رہے گی۔

سالانہ کے آخری وقت میں انہوں نے کتاب کو پیش کیا اس لئے وقت کی قلت کے پیشِ نظر پوری کتاب تو نہیں دیکھی جا سکی تاہم مختلف جگہوں سے دیکھا اور کچھ مضامین سنا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف اپنی کاوش میں ماشاء اللہ کامیاب ہیں، اخیر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت سے نوازے اور اس کے فائدے کو ہر ایک کے لئے عام وتام فرمائے۔ وماذلک علی اللہ بعزیز۔

(جناب مولانا) رفیق احمد الاعظمی (صاحب)

۷/شعبان ۱۴۲۳ھ



فاتحۃ الکتاب
کتاب کا آغاز

بسم اللہ الفتاح الھادی الی سبل النجاح

اس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں میں جو سب سے بڑھ کر کشادگی پیدا کرنے والا اور کامیابی کی راہوں کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔

الحمدُللهِ الَّذِیْ خلَقَ الْإنسانَ عَلٰی صُورَتِهٖ كمِثَالِهٖ وَزَیَّنَهٗ بِفَصَاحَةِ الْمَنْطِقِ وبَلاغةِ التِّبْيانِ وبَلَّغَ بِهٖ حَدَّ إِفْضَالِهٖ أمَّا بعدُ: فَهٰذا كُتَيِّبٌ فِي البَلاغَةِ جَمَعَ زُبْدَةَ عُلُوْمِهَا وَانْطَوىٰ علىٰ أُصُولِها وأُمَّهاتِ قَواعِدِهَا، وقَدْ جُرِّدَتْ فِيْهِ عَمَّا لا تَمَسُّ حَاجَةُ التَّلامِيْذِ إِلَيْهِ مِنْ زَوَائِدِهَا وَشَوَارِدِهَا حِرْصاً عَلٰى وَقْتِهِمُ النَّفِيْسِ وَابْتِغَاءَ الْفَائِدَةِ الْعَمَلِيَّةِ وَوُقُوفاً بِهِمْ عِنْدَ الحَدِّ الْمَطْلُوبِ فِي التَّدْرِيسِ

ترجمہ:- تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے انسان کو اپنی صورت پر اپنے جیسا بنایا اور اس کو گویائی کی فصاحت اور بیان کی بلاغت سے مزین کیا اور اس کے ذریعہ اس کو فضیلت کی حد تک پہنچایا، حمد باری تعالیٰ کے بعد یہ مختصر رسالہ ہے علم بلاغت میں جو اس کے خلاصۂ علوم کو جامع ہے اور اس کے قوانین اور اہم اہم قواعد کو شامل ہے اور اس کو بلاغت کے زوائد اور نادر باتوں سے خالی رکھا گیا ہے، جن کی طلبہ کو ضرورت نہیں پڑتی ہے، ان کے قیمتی وقت کا خیال کرتے ہوئے اور نتیجہ اور فائدہ کو طلب کرتے ہوئے اور ان کو درس وتدریس میں مقررہ حد تک پہنچانے کے لئے۔

وَلَمَّا كَانَ هٰذا الْكِتَابُ مُوَجَّهاً بِهٖ إِلَى الطَّلَبَةِ وَأَرْبَابِ

الْـمَدَارِسِ اُضِيفَ اِلٰی كُلِّ بَابٍ مِنْهُ بِضْعَةُ اَسْئِلَةٍ وَجُمْلَةُ تَمَارِيْنَ يَتَدَرَّبُ التِّلْمِيذُ بِحَلِّهَا وَيَرْتَاضُ فِيهَا لِكَيْ يَرْسَخَ فِي ذَاكِرَتِهٖ مَا يَتَعَلَّمُهُ مِنَ الْقَوَاعِدِ وَ تَطَّبِعَ قَرِيْحَتُهُ عَلٰی غِرَارِ الْبَلَاغَةِ وَقَدْ تَوَسَّعَ فِيْ بَعْضِ الْاَبْوَابِ تَوَسُّعاً زَهِيْداً عَمَّا كَانت عَلَيْهِ سَابِقاً اِيْضَاحاً لِلْاِبْهَامِ، وَتَسْهِيْلاً لِلْمُتَنَاوَلِ وَتَعْمِيْماً لِلْفَائِدَةِ -

ترجمہ:- اور چونکہ یہ کتاب طلبہ اور اہل مدارس کے لئے لکھی گئی ہے (اس لئے) اس کے ہر باب میں چند ایسے سوالات اور مشقی جملوں کا اضافہ کیا گیا جن کے حل کرنے کا طالب علم عادی بنے اور اس میں ماہر ہو جاوے تاکہ اس کے حافظے میں راسخ ہو جاوے، وہ قواعد جن کو وہ سیکھ رہا ہے اور اس کی طبیعت بلاغت کی روش پر ڈھل جاوے اور بعض ابواب میں تھوڑی سی وسعت کی گئی ہے اُس مقدار سے جس پر وہ پہلے تھے، ابہام کو واضح کرنے اور حاصل شدہ قواعد کو آسان کرنے اور فائدہ کو عام کرنے کے لئے۔

وَاُشِيْرَ فِي الْحَاشِيَةِ عِنْدَ الْاِقْتِضَاءِ اِشَارَةً مُوْجَزَةً اِلٰی ضُرُوْبِ الْمُحَسِّنَاتِ وَمُصْطَلَحَاتِ الْبَلَاغَةِ عِنْدَ الْاَفْرَنْجِ اِعْزَازاً لِشَأْنِ اللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ وَبَيَاناً لِّمَا بَلَغَتْهُ مِنَ الرِّفْعَةِ وَالسَّبْقِ فِيْ هٰذَا الْمِضْمَارِ فَضْلاً عَنِ اللِّحَاقِ بِاَكْمَلِ اللُّغَاتِ الْحَيَّةِ الرَّاقِيَةِ -

اور حاشیہ میں بوقت ضرورت محسنات کی قسموں اور بلاغت کی ان اصطلاحوں کی طرف مختصر اشارہ کیا گیا ہے جو اہل یورپ کے نزدیک ہے، لغت عربیہ کی شان کو بڑھانے کے لئے اور اس رفعت اور اولیت کو بیان کرنے کے لئے جس پر وہ اس میدانِ بلاغت میں پہنچی ہے، نہ صرف یہ کہ عربی زبان کامل ترین زندہ ترقی یافتہ زبانوں کے ساتھ لاحق ہے (اس لئے کہ اس میں تو کوئی شبہہ ہی نہیں)

واللهَ اَسْأَلُ أنْ يَنْفَعَ بِهِ النَّشأَ الاَعِزَّاءَ، فَيَجْنُوْ مِنْهُ اَضْعَافَ

مَا اَرْجُوْهُ لَهُمْ وَهُوَ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ وَمِنْهُ الْمَبْدَأُ وَاِلَيْهِ الْمَآبُ

ترجمہ:- اور اللہ ہی سے سوال کرتا ہوں کہ اس کے ذریعے عزیز طلبہ نفع لیوے اور فائدہ حاصل کرے اور وہ اس مختصر رسالہ کے ذریعے اس سے دگنا درد گنا جس کی میں ان سے امید رکھتا ہوں اور وہی درستگی کی توفیق دینے والا ہے اور اسی سے ابتداء ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

تشریح:- صاحب کتاب نے اس فاتحۃ الکتاب میں بسملہ اور حمد باری تعالیٰ کے بعد اپنی کتاب **سفینۃ البلغاء** اور اس میں ذکر کی جانے والی باتوں کا تعارف کرایا ہے جس سے اس کتاب کا طرز تالیف بھی معلوم ہو جاتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زیر نظر کتاب سفینۃ البلغاء علم بلاغت میں ہے جو دراصل تین علوم کے مجموعہ کا نام ہے اور اس میں فن کے اہم اہم قواعد اور قوانین کو فن کی زائد اور باریک باتوں سے بچتے ہوئے جمع کر دیا گیا ہے اور پھر ان قواعد کے حفظ وضبط کے لئے چند سوالات اور ان کی مشق کے لئے تمرین کے عنوان سے کچھ جملے بھی دیئے گئے ہیں اور اس کے بعض ابواب میں متقدمین کی کتابوں سے زائد افادہ اور توضیح کے خاطر تھوڑی سی تفصیل کی گئی ہے، مثلاً باب انشاء میں قسم ثانی انشاء غیر طلبی کو متقدمین کی کتابوں مثلاً تلخیص المفتاح، مفتاح العلوم وغیرہ میں ذکر نہیں کیا گیا ہے اور اس کتاب میں اس کو ذکر کیا گیا ہے، نیز سفینۃ البلغاء کے حاشیہ میں موقع بموقع اہل یورپ کی اصطلاحوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے، تاکہ اس میدان بلاغت میں لغت عربیہ کی رفعت و بلندی اور اولیت سامنے آجاوے اور کسی کو یہ خیال نہ ہو کہ عربی زبان صرف ایک ترقی یافتہ زندہ کامل زبان ہے اور اس کے علاوہ اس میں علوم وفنون کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ عربی زبان میں بھی ان علمی باتوں کو ذکر کیا گیا ہے جس کو اہل یورپ اپنی زبان میں الگ الگ ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔

فاتحۃ الکتاب میں غور کرنے سے ایک طالب علمانہ اشکال ہوسکتا ہے کہ صاحب

کتاب نے بسملہ اور حمدلہ کے بعد صلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں چھوڑ دیا؟ اس کا جواب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ زیر نظر کتاب سفینۃ البلغاء چند مصنفین کی مشترک تصنیف ہے جن کے نام معلوم نہیں لیکن جامعہ ڈابھیل کے کتب خانہ میں اس کتاب کا ایک پرانا نسخہ موجود ہے جو مصر میں عیسائیوں کے مدرسہ کا چھپا ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کتاب کے مؤلفین عیسائی تھے جن کے یہاں صلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ہی نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب......

حل لغات:- فاتحہ، کسی چیز کی ابتداء، سُبُل جمع ہے سَبِیْل کی بمعنی راستہ، فَصَاحۃ بمعنی واضح ہونا، بلاغت بمعنی کلام کا مقتضیٰ حال کے مطابق ہونا، تبیان ض ب تفعلیل کا مصدر ہے بمعنی ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا، زُبْدَۃٌ بمعنی مکھن خلاصہ جمع زُبَدٌ، انطویٰ ب انفعال کی ماضی بمعنی اکٹھا ہونا، شَوارِدُ جمع ہے شارِدۃٌ کی بمعنی نادر بات، موَجَّھًا ایک روش پر بنائی گئی چیز، غِرَار بمعنی روش جیسے بولتے ہیں ضرب علی غرارِہ یعنی وہ اس کی روش پر چلا۔ اِفْرَنْجٌ سے مراد وہ لوگ ہیں جو یورپ میں رہتے ہیں، نَشَا جمع ہے ناشی کی بمعنی قریب شباب، یا جمع ہے نشا کی بمعنی وہ چھوٹے بچے جو ابھی زیر تعلیم ہو۔ قَرِیحَۃٌ بمعنی طبیعت فطرت۔

تمہید:- اسم فاعل مُمَهِّدٌ کے معنی میں ہے بمعنی وہ کلام جو آگے آنے والی باتوں کو آسان کردے۔

يَتَنَاوَلُ عِلْمُ الْبَلَاغَةِ فِيْ مُصْطَلَحِ بَعْضِ الْأُدَبَاءِ ثَلَاثَةَ فُنُونٍ، الْأَوَّلُ مَا يُحْتَرَزُ بِهٖ عَنِ الْخَطَأِ فِيْ تَأْدِيَةِ الْمُرَادِ وَهُوَ عِلْمُ الْمَعَانِيْ وَالثَّانِيْ مَا يُحْتَرَزُ بِهٖ عَنِ التَّعْقِيْدِ الْمَعْنَوِيِّ وَهُوَ عِلْمُ الْبَيَانِ وَالثَّالِثُ مَا يُرَادُ بِهٖ تَحْسِيْنُ الْكَلَامِ وَهُوَ عِلْمُ الْبَدِيْعِ وَبَعْضُهُمْ يُطْلِقُ عِلْمَ الْبَيَانِ عَلٰى هٰذِهِ الْفُنُوْنِ الثَّلَاثَةِ وَيَخُصُّ

اَلْاِثْنَیْنِ الْاَوَّلَیْنِ بِعِلْمِ الْبَلَاغَةِ

ترجمہ:- بعض ادیبوں کی اصطلاح میں علم بلاغت تین فنون کو شامل ہے پہلا وہ فن جس کے ذریعہ معنی مرادی کے ادا کرنے میں غلطی سے بچا جاتا ہے اور وہ علم معانی ہے اور دوسرا وہ فن ہے جس کے ذریعہ تعقید معنوی سے بچا جاتا ہے اور وہ علم بیان ہے اور تیسرا وہ فن ہے جس کے ذریعہ کلام کو خوبصورت بنانے کا قصد اور ارادہ کیا جاتا ہے اور وہ علم بدیع ہے اور بعض ادباء علم بیان کا ان تین فنون پر اطلاق کرتے ہیں اور پہلے دو کو علم بلاغت کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

تشریح:- صاحب کتاب نے مذکورہ عبارت میں دو باتوں کا ذکر کیا ہے (۱) علم بلاغت کا تعارف (۲) اور اس کے علوم ثلاثہ کا طریقہ تعبیر کہ بلغاء کے یہاں ان تینوں علوم کو کیا کہا جاتا ہے، پہلی بات کی وضاحت یہ ہے کہ علم بلاغت تین علوم وفنون کے مجموعہ کا نام ہے، اس میں تین علوم کو ذکر کیا جاتا ہے (۱) علم معانی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے معنی مرادی کو ادا کرنے میں غلطی سے محفوظ رہتا ہے اور موقع اور مقام کے تقاضہ کو دیکھ کر کلام کرتا ہے (۲) دوسرا علم بیان ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان تعقید معنوی سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ بسا اوقات کلام میں ایسا ہوتا ہے کہ متکلم کلام میں ایسے مجازات اور کنایات بعیدہ کو استعمال کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کی مراد سمجھ میں نہیں آتی اور علم بیان کا ماہر چونکہ بلغاء کے درمیان مشہور مجازات وکنایات سے واقف ہوتا ہے اس لئے وہ اس معنوی پیچیدگی اور گنجلک سے محفوظ رہتا ہے۔ (۳) تیسرا علم بدیع ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے کلام میں مزید حسن وخوبی پیدا ہوتی ہے۔

اور دوسری بات یعنی علوم ثلاثہ کو تعبیر کرنے کا طریقہ جس کی وضاحت یہ ہے کہ ان علوم ثلاثہ کو علم بیان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تینوں علوم کو مجموعی طور پر علم بیان کہا جاتا ہے اور اول اور دوم یعنی علم معانی وبیان کو خصوصی طور پر علم بلاغت کہا جاتا ہے اور علم بدیع کو بلاغت

کے لفظ سے موسوم نہیں کیا جاتا بلکہ وہ علم معانی و بیان ۔کے تابع ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ علم معانی وعلم بیان کو بلاغت کے ساتھ گہرا تعلق ہے جو علم بدیع کو نہیں ہے کہ علم معانی و بیان کے بغیر بلاغت کا تحقق ہی نہیں ہوسکتا اور علم بدیع کے بغیر ہوسکتا ہے اور یہ متقدمین علامہ زمخشری وسکاکی وغیرہ کا قول ہے دوسرا قول جس کی طرف صاحب کتاب نے یتناول علم البلاغۃ سے اشارہ کیا ہے یہ ہے کہ علم بلاغت کا اطلاق تینوں فنون پر کیا جاتا ہے اور علم بدیع بھی معانی وبیان کی طرح علم بلاغت کا مستقل ایک فن ہے علم معانی و بیان کے تابع نہیں ہے اور یہ قول صاحب تلخیص المفتاح علامہ محمد بن عبدالرحمٰن قزوینی شافعی کا ہے اور صاحب حاشیہ الدسوقی نے اس کو حق قرار دیا ہے۔

ولا يُعْرَفُ بِالضَّبْطِ اَوَّلُ مَنْ اَلَّفَ فِيْ عِلْمِ الْمَعَانِيْ وَاِنَّمَا يُؤْثَرُ فِيْهِ نَبْذٌ عَنْ بَعْضِ الْبُلَغَاءِ كَالْجَاحِظِ وَابْنِ قُتَيْبَةَ وَلَمْ يَسْبِقْ اَحَدٌ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْمُثَنّٰى فِيْ تَدْوِيْنِ كِتَابٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِنْ عِلْمِ الْبَيَانِ وَلٰكِنَّنَا نَعْلَمُ بِالتَّدْقِيْقِ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ دَوَّنَ فِيْ عِلْمِ الْبَدِيْعِ هُوَ الْخَلِيْفَةُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُعْتَزِّ ثُمَّ صَنَّفَ فِيْ هٰذَا الْفَنِّ مُعَاصِرُهٗ قُدَامَةُ الْكَاتِبُ الْبَغْدَادِيُّ كِتَاباً اَسْمَاهُ نَقْدَ قُدَامَةَ۔

ترجمہ:- اور یقین کے ساتھ یہ بات معلوم نہیں ہے کہ سب سے پہلے علم معانی کو کس نے تالیف کیا البتہ اس کے بارے میں بعض بلغاء سے کچھ قواعد منقول ہیں جیسے جاحظ اور ابن قتیبہ اور علم بیان کے قواعد مدون کرنے میں کوئی ابوعبیدہ بن المثنٰی سے آگے نہیں بڑھا لیکن تحقیق کے ساتھ ہم جانتے ہیں کہ علم بدیع کو سب سے پہلے خلیفہ عبداللہ بن معتز نے مدون کیا پھر اس فن میں ان کے ہم زمانہ قدامہ کاتب بغدادی نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا انھوں نے نقد قدامہ نام رکھا۔

وَمَا زَالَتْ هٰذِهِ العلومُ تسيرُ فی طريق النموِّ حتی جمعَ

قواعدَها المبعثرةَ الامامُ عبدُ القاهر الجرجانيُّ ثم تلا من تقدَّم أبو يعقوب السكاكيُّ فجمع في القسم الثالث من المفتاح زُبدَةً ما كتبه الائمةُ قبله في هذه الفنون ورتَّبها أحسن ترتيب وبَسَطها أكمل بسْطٍ فلم يترك لِمَنْ جاء بعدَه زيادةً لمستزيدٍ واكتفىٰ من جاء بعد هؤلاء باختصارِ ما ألَّفه السكاكي او بشرحه او تَحْشِيَتِهٖ او في كتابٍ بَلَغَنا هو تلخيصُ المفتاح للقزويني۔

ترجمہ:- اور یہ علوم برابر ترقی کی راہوں میں بڑھتے رہے اور یہاں تک کہ ان کے منتشر قواعد کو امام عبدالقاہر جرجانی نے جمع فرمایا پھر ان متقدمین کے بعد ابو یعقوب سکاکی آئے پس انھوں نے مفتاح العلوم کی قسم ثالث میں ان کتابوں کا خلاصہ جمع کر دیا جو ان سے پہلے ائمہ نے ان فنون میں لکھی تھی اور اس کو بہترین ترتیب پر مرتب فرمایا اور اس کو مکمل طور پر پھیلایا پس انھوں نے اپنے بعد آنے والوں کے لئے زیادتی کے کسی طلبگار کے حق میں کوئی قابل اضافہ چیز نہیں چھوڑی اور ان حضرات کے بعد آنے والوں نے اس کتاب کے اختصار کرنے یا اس کی شرح کرنے یا اس پر حاشیہ لکھنے پر اکتفی کیا جس کو سکاکی نے تالیف کی (مفتاح العلوم) اور وہ سب سے کامل کتاب جو ہم تک پہنچی وہ قزوینی کی تلخیص المفتاح ہے۔

وجاء المعاصرون فطبَعُوا علىٰ غِرارِ من تقدَّمَ من تلخيصٍ وشرحٍ مع ميلٍ يسيرٍ الى مقتَضَياتِ النهضةِ الحاضرةِ وطُرُقِ التربيةِ والتعليمِ الجديدةِ وقد حاولَ بعضُ ادباء العصرِ توسيعَ دائرةِ فنونِ البلاغةِ المرسومةِ سابقاً اخذاً عن قدماءِ الكتّابِ واقتباساً من آداب الافرنج فأضافوا اليها عدةَ ابحاثٍ

فی صفاتِ المعانی وأسالیبها ومحاسنِ الانشاءِ ومعایبهٖ وطبقاته وفنونهٖ کما فَعَلَ الابُ لویس شیخوا لیسوعی فی کتابه علمِ الادَب وغیرُه من العلماء بَیْدَ أن طائفةً مِنَ الادباءِ لم یَرُقْهُمْ هذا التجدید فبَقَوْا محافظین علی القدیم ولعل الاحتکاکَ بالغربِ وتناوُلَ کثیرٍ من عاداته وأسالیبه الانشائیةِ تحدوُ بالمتأدّبین الی السیر بهذه الفنون خطوةً اِلی الأمامِ فأن الامورَ مرهونةٌ باوقاتها وکل آتٍ قریبٌ

ترجمہ:- پھر ہمارے ہم زمانہ آئے تو وہ بھی متقدمین کے نقش قدم پر چلے یعنی تلخیص اور اس کی شرح کرنے میں موجودہ ترقی کے تقاضوں اور تعلیم وتربیت کے نئے طریقوں کی طرف کچھ میلان کے ساتھ اور تحقیق کہ زمانہ کے بعض ادیبوں نے ماقبل کی لکھی ہوئی بلاغت کے فنون کے دائرے کو وسیع کرنے کا ارادہ کیا، قدیم مصنفین سے اخذ کرتے ہوئے اور اہل یورپ کے آداب سے استفادہ کرتے ہوئے، چنانچہ انھوں نے اس کے ساتھ معانی کے احوال اور اس کے اسلوبوں اور انشاء کی خوبیوں اور اس کے عیوب اور اس کے طبقات واقسام میں چند بحثوں کا اضافہ کردیا جیسا کہ پادری لویس شیخو یسوعی نے اپنی کتاب علم الادب میں اور ان کے علاوہ دیگر علمانے (اپنی اپنی کتابوں میں) کیا مگر ادیبوں کی ایک جماعت کو یہ نیا طریقہ پسند نہیں آیا، پس وہ پرانے طرز پر جمے رہے اور شاید کہ مغربی طرز کو لازم پکڑنا اور ان کی بہت سی عادتوں اور اور انشائی اسلوبوں کو اختیار کرنا ادب حاصل کرنے والوں کو ان فنون میں آگے بڑھنے کی طرف آمادہ کرے گا، اس لئے کہ تمام کا م اپنے اوقات کے ساتھ متعلق ہیں اور ہر آنے والا قریب ہے (یعنی بعید نہیں کہ ایسا عنقریب ہوجاوے)۔

تشریح:- ولا یعرف بالضبط الخ صاحب کتاب یہاں سے بلاغت کے علوم

ثلاثہ کی تدوین کا تذکرہ کررہے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ علم معانی کے مدون اول کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ کون ہے البتہ جاحظ اور ابن قتیبہ اور دیگر بلغاء سے علم معانی کے کچھ قواعد منقول ہیں لیکن تاریخ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مدون جعفر بن برمکی ہے انھوں نے سب سے پہلے علم معانی کے چند ابتدائی اصول لکھے تھے لہذا تحقیقی طور پر وہی اس علم کے مدوّن اول ہیں لیکن وہ اصول اور آ خذ محفوظ نہ رہ سکے اور نہ کسی مؤلف ومصنف نے ان کی طرف نشان دہی کی، ان کے بعد عمر بن بحر جو جاحظ سے مشہور ہے انھوں نے اس علم میں ''**البیان والتبیین**'' تصنیف کی جو فصاحت وبلاغت کی بے شمار عمدہ ابحاث پر مشتمل ہے، پھر ان کے بعد شیخ عبدالقاہر جرجانی نے اس علم کے منتشر قواعد کو جمع کر کے **دلائل الاعجاز** نامی کتاب تصنیف کی جس میں موصوف نے اس علم معانی کے تمام مباحث کو ایک جگہ جمع کر دیا اور علم بیان میں سب سے پہلے ابو عبیدہ معمر بن مثنی نے مجاز القرآن کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جس میں موصوف نے قرآنی اسلوبوں اور طریقوں کی انواع واقسام (مثلاً تشبیہ، کنایہ، استعارہ وغیرہ) کو حتی الامکان جمع کرنے کی کوشش کی ہے لہذا وہی یقینی طور پر اس کے مدون اول ہے، پھر ان کے بعد محمد بن حسن حاتمی نے ''**سر الصناعة واسرار البلاغة**'' اور ''**شمس المعانی**'' قابوس بن دشمگیر نے ''**کمال البلاغة**'' تصنیف کی پھر ان کے بعد محمد بن طاہر رضی نے اس علم میں دو کتابیں لکھیں پھر ان کے بعد عبد الملک بن محمد ثعلبی نے ''**سحر ابلاغة**'' ''**وسر البلاغة**'' لکھی۔ پھر ان کے بعد شیخ عبدالقاہر جرجانی نے اس علم کے منتشر قواعد کو جمع کر کے ''**اسرار البلاغة**'' نام کی کتاب تصنیف فرمائی جس میں موصوف نے اس علم کے تمام مباحث کو ایک جگہ جمع کر دیا اور علم البدیع میں سب سے پہلے امیر المومنین عبداللہ بن معتز نے ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب البدیع ہے اور خود موصوف ہی نے اس فن کو ایجاد کیا اور انہوں نے ہی اس علم کا یہ نام تجویز کیا اور خود موصوف نے کتاب کی ابتداء میں کہا ہے

وَمَا جَمَعَ قَبْلِیْ فُنُوْنَ الْبَدِیْعِ اَحَدٌ لہٰذا یہی اس علم کے مدن اول ہوئے، لیکن موصوف نے مذکورہ کتاب میں علم بدیع کی صرف سترہ انواع کا تذکرہ کیا پھر ان کے بعد ان کے ہم عصر قدامہ ابن جعفر بغدادی نے اس پر تیرہ اقسام کا اضافہ کر کے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام نقد قدامہ رکھا پھر بقول شاعر کے (میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا) اضافے در اضافے ہوتے رہے چنانچہ حسن بن عبداللہ عسکری نے اس پر سات انواع کا اضافہ کر کے **الصناعتین** نامی کتاب تصنیف فرمائی اور انواع بدیع کو ۳۷ تک پہنچایا، ان کے بعد حسن بن رشیق الازدی اور شرف الدین نیفاشی نے بدیع کے اقسام کو ۳۳ کا اضافہ کر کے ۷۰ تک پہنچایا اور ابن رشیق نے ایک کتاب "**العمدة فی محاسن الشعر و آدابه**" نامی کتاب تصنیف فرمائی اور اس کے بعد ابن الاصبع نے اس موضوع پر مستقل چالیس کتابوں کا مطالعہ کر کے مزید بیس انواع کو ایجاد کیا اور انواع بدیع کو نوے ۹۰ تک پہنچایا پھر ابن منقذ نے اپنی کتاب **التفریع فی البدیع** میں پانچ کا اضافہ کر کے ۹۵ انواع کو جمع کیا پھر ان تمام کے بعد علامہ ابو یعقوب یوسف سکاکی کی خدمت ان علوم ثلاثہ میں لائق تحسین ہے، چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب مفتاح العلوم کی قسم ثالث میں ان علوم ثلاثہ کی تصنیفات کا خلاصہ بہترین ترتیب پر جمع کیا یہاں تک کہ علماء نے اس کتاب کے بارے میں تعریف کرتے ہوئے فرمایا "لَم یُذَرَ مثلہ فِی الْاَوائل و الْاُواخرِ" اور اتنے عمدہ پیرایہ میں یہ کام کیا کہ ان کے بعد آنے والے علماء نے اسی پر حواشی و شروحات اور تلخیصات کی صورت میں ذوق آزمائی کی ان میں بہترین کتاب محمد ابن عبدالرحمٰن قزوینی کی تلخیص المفتاح ہے۔

پھر صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ہمارے ہم عصروں کا دور آیا تو وہ بھی متقدمین کے نقش قدم پر چلے۔ اور ان میں سے بعضوں نے ان علوم ثلاثہ کو مختصر انداز میں بیان کیا اور بعضوں نے وضاحت کے ساتھ لیکن انھوں نے اپنے اس کام میں طرز جدید کو جگہ دے دی

اور تعلیم وتربیت کے نئے طریقوں کو اپنایا اور بعض ادیبوں نے تو علوم ثلاثہ کے دائرے کو وسیع کرتے ہوئے نئی نئی ابحاث کا اضافہ کیا جیسے کہ لویس رزق اللہ شیخو نے اپنی کتاب علم الادب میں کیا، لیکن بہت سوں کو یہ طرز پسند نہ آیا اور وہ متقدمین کے طرز واسلوب پر جمے رہیں، لیکن چونکہ صاحب کتاب کا رجحان اصحاب طرز جدید کی طرف ہے، اس لئے وہ ان حضرات کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اہل مغرب کے اس طرز جدید اور ان کے ایجاد کردہ اسلوبوں کو اختیار کرنا طالبین علم بلاغت کو ترقی کی طرف لے جائیگا اور عنقریب ایسا ہوکر رہے گا، **فان الامور مرهونة باوقاتها و كل آت قريب والله تعالىٰ اعلم بالصواب ۔**

☆☆☆☆☆



مقدمۃ فی الفصاحۃ والبلاغۃ

یہ مقدمہ ہے فصاحت اور بلاغت کے بیان میں

صاحب کتاب یہاں سے بلاغت کے علوم ثلاثہ کو بیان کرنے سے پہلے ایک مقدمہ ذکر کر رہے ہیں، مقدمہ ماخوذ ہے مقدمۃ الجیش سے اور مقدمۃ الجیش لشکر کا وہ حصہ اور وہ جماعت ہے جو لشکر کے آگے آگے چلے، پس جس طرح مقدمۃ الجیش لشکر کے آگے آگے رہتا ہے اسی طرح مقدمۂ کتاب بھی کتاب سے پہلے اور آگے ہوتا ہے، اسی مناسبت کی وجہ سے اس مقدمہ کو مقدمۃ الجیش سے ماخوذ قرار دیا گیا ہے اور یہی مقدمۃ الکتاب یہاں پر مراد ہے کیونکہ مقدمۃ العلم تو ان معانی کو کہتے ہیں جن پر فن کے مسائل کو بصیرت کے ساتھ سمجھنا موقوف ہو، اور یہ تین امور ہیں (۱) فن کی تعریف (۲) موضوع۔ (۳) غرض وغایت اور صاحب کتاب نے "ان تینوں میں سے کسی کو بھی ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقدمۃ العلم نہیں ہے بلکہ مقدمۃ الکتاب ہے اور مقدمۃ الکتاب کلام کے ایسے مجموعہ کو کہتے ہیں جس کو کتاب کے اصل مضامین سے پہلے لایا جاوے اس کے ساتھ مقصود اور اصل مضامین کے ربط اور جوڑ کی وجہ سے اور مضامین کے سمجھنے میں اس سے مدد اور فائدہ حاصل ہونے کی وجہ سے صاحب کتاب نے بھی اس مقدمہ میں فصاحت وبلاغت کے معنی اور اقسام بیان کئے ہیں جن کا اصل مضامین سے جوڑ ظاہر ہے۔

فصلٌ فی الفصاحۃ

اَلفَصاحۃُ ھی الإبانۃُ والظُّھورُ وعندَ اَھْلِ البیانِ عبارۃٌ عن الالفاظِ البیِّنۃِ الظاھرَۃِ المتَبادِرَۃِ الی الفھم والمانوسۃِ

الاستعمالِ لمكانِ حُسْنِها وتكونُ وَصْفاً لِلْكَلِمَةِ والكلام والمتكلِّمِ۔

ترجمہ:- یہ فصل ہے فصاحت کے بیان میں، فصاحت کے معنی ظاہر کرنا اور ظاہر ہونا ہے اور اہل بیان کے نزدیک فصاحت ان الفاظ کا نام ہے جو صاف اور ظاہر اور فہم کی طرف جلدی سے سبقت کرنے والے ہوں اور ان کے عمدہ ہونے کی وجہ سے (ناثرین اور شاعرین کے درمیان) مانوس الاستعمال ہو، اور فصاحت، کلمہ، کلام اور متکلم تینوں کا وصف ہوتا ہے۔

تشریح:- اس فصل میں صاحب کتاب فصاحت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور اس کے اقسام کو ذکر کرنا چاہتے ہیں، یہاں ایک طالب علمانہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ صاحب کتاب نے فصاحت کو بلاغت پر مقدم کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بلاغت فصاحت پر موقوف ہے کیونکہ بلاغت کی تعریف میں فصاحت کا اعتبار اور لحاظ کیا گیا ہے، لہذا فصاحت موقوف علیہ ہوا اور بلاغت موقوف، اور موقف علیہ موقوف پر مقدم ہوا کرتا ہے، اس لئے صاحب کتاب نے فصاحت کو بلاغت پر مقدم کیا۔

اب اس کے بعد سمجھو کہ فصاحت کے لغوی معنی ابانت یعنی ظاہر کرنا اور ظہور یعنی ظاہر ہونا ہے، ان میں سے ابانت متعدی ہے اور ظہور لازم ہے، دونوں لاکر صاحب کتاب نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ فصاحت کا فعل لازم اور متعدی دونوں آسکتا ہے، یہ بات یاد رہے کہ فصاحت کے لغت کے اعتبار سے بہت سارے معانی ہیں مثلاً صبح کا روشن ہونا، زبان کا جاری ہونا، جھاگ کا چلا جانا اور نکل جانا وغیر ذلک لیکن چونکہ فصاحت کے جس قدر بھی معانی ہیں وہ سب لفظ ظہور اور ابانت پر دلالت التزامی کے طور پر دلالت کرتے ہیں مثلاً اوپر ذکر کردہ معانی پر غور کریں تو واضح ہوگا کہ جب صبح روشن ہوگی تو روشنی کا ظہور ہوگا اور جب زبان جاری ہوگی تو الفاظ کا ظہور ہوگا اور جب جھاگ چلا جائے گا اور نکل جائے گا تو اس کے

نیچے کی چیز ظاہر ہو جائے گی لہذا صاحب کتاب نے فصاحت کے جو معنی ابانت اور ظہور کے بیان کئے گویا معنی لغوی اور حقیقی نہیں بلکہ معنی لازمی ہے۔

اور فصاحت کی اصطلاحی تعریف یہ کی کہ فصاحت ان الفاظ کو کہتے ہیں جو تلفظ میں ہلکے پھلکے ہوں اور معنی پر دلالت کرنے میں واضح ہو اور ان سے معنی کی طرف ذہن سہولت کے ساتھ سبقت کرتا ہو اور ناثرین اور شاعرین کے کلام میں بکثرت استعمال ہوتے رہتے ہوں، ان کے عمدہ ہونے کی وجہ سے، یہ بات یاد رہے کہ صاحب کتاب کی ذکر کردہ یہ تعریف فصاحت کلمہ اور کلام پر تو صادق آتی ہے لیکن فصاحت متکلم پر صادق نہیں آتی جیسا کہ ظاہر ہے یہی وجہ ہے کہ متقدمین نے فصاحت کی اصطلاحی تعریف بیان نہیں کی بلکہ فصاحت کی ہر ہر قسم کی علحدہ علحدہ تعریف بیان کی کیونکہ فصاحت کی کوئی ایسی جامع تعریف نہیں ہے جو اس کے تمام اقسام کو شامل ہو۔

وتكون وصفاً الخ اس عبارت سے صاحب کتاب فصاحت کی تین قسموں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ فصاحت کی تین قسمیں (۱) فصاحت کلمہ (۲) فصاحت کلام (۳) اور فصاحت متکلم، اسی کو صاحب کتاب نے یوں تعبیر کیا کہ فصاحت کلمہ کی بھی صفت ہوتی ہے جیسے کلمۃ فصیحۃ بولا جاتا ہے اور کلام کی بھی صفت ہوتی ہے، جیسے کلام فصیح کہتے ہیں اور متکلم کی بھی صفت ہوتی ہے جیسے متکلم فصیح کہا جاتا ہے۔

مبحث في فصاحة المفرد

یہ بحث ہے فصاحت مفرد کے بارے میں

فصاحة الكلمة هي سلامتها : اولاً من تنافُرِ الحُروفِ وهوَ ثِقلٌ على اللّسانِ ناشِيءٌ من اجتماعِها بحيث يتعسَّرُ النُّطقُ بِهَا نحوُ مستشزِرٌ أى مفتولٌ وطشٌ أى خَشِنٌ۔

ترجمہ:- فصاحت کلمہ وہ کلمہ کا (تین چیزوں سے محفوظ رہنا ہے، پہلی چیز تنافر حروف ہے، اور وہ حروف کے اس طرح جمع ہو جانے سے زبان پر پیدا ہونے والا ثقل ہے جس سے اس کا تلفظ دشوار ہو جاوے جیسے مستشزر یعنی بٹا ہوا اور ظش یعنی کھردری جگہ۔

ثانیاً :- من مخالفةِ القیاسِ اللغویّ وھی أن تکونَ الکلمةُ غیرَ جاریةٍ علی القانونِ الصَّرفیّ کفکّ الا دغامِ فی قوله : الحمدللهِ العَلِیِّ الأجلَلِ الواحد الفردِ القدیمِ ا لاولِ۔

ترجمہ:- دوسری چیز مخالفت قیاس لغوی ہے اور وہ یہ ہے کہ کلمہ قانون صرفی پر جاری نہ ہو، جیسے فک ادغام شاعر کے اس قول میں تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو برتر بزرگ ہے اور یکتا اور یگانہ ہے، قدیم اور اول ہے۔

ثالثاً :- من الغرابة او الکراھة فی السمْعِ کأن تکونَ الکمةُ غیرَ ظاھرةِ المعنی أو تنبُو منھا الآذانُ کما تَنبُو عن سماعِ الاصواتِ المنکَرةِ نحوُ خَوْعَمٌ، احمق وعَشَنَّطٌ "طویل القامة" وعفنقش "لئیم" أو کما فی قَوله : قد قلت لما اطلخمّ الامر وانبعَثَتْ عشوا ؛ تالیةً غُبساً دھاریساً وکما فی قول الآخر، وأحمقٍ ممن یکرعُ الماءَ قال لی دع الخمر واشرَب من نُقاخٍ مبرَّدِ۔

ترجمہ:-تیسری چیز غرابت یا کراہت فی السمع ہے یعنی یہ کہ کلمۃ غیر ظاہر المعنیٰ ہو یا کان اس سے نفرت کرے جیسے کہ ناپسند آوازوں کے سننے سے نفرت کرتے ہیں جیسے خوعم بمعنی بے وقوف اور عشنطٌ یعنی لمبے قد والا، اور عفنقشٌ یعنی کمینہ یا جیسے شاعر کے اس قول میں میں نے کہا جبکہ معاملہ سخت ہو گیا اور تاریک رات چھا گئی اس حال میں کہ وہ سخت تاریکیوں اور مصیبتوں کے پیچھے آنے والی تھی اور جیسے دوسرے شاعر کے قول میں پانی کو منہ لگا کر پینے

والوں میں سے بہت سے بے وقوف نے مجھ سے کہا کہ شراب چھوڑ دے اور خمام میں ٹھنڈا پانی پی۔

تشریح:- صاحب کتاب اس بحث میں فصاحت کی قسم اول فصاحت مفرد کی تفصیل بیان کرتے ہیں صاحب کتاب نے فصاحت کلمہ کو فصاحت کلام و فصاحت متکلم پر اس لئے مقدم بیان کیا کہ فصاحت کلام و فصاحت متکلم دونوں فصاحت مفرد پر موقوف ہے اور فصاحت مفرد دونوں کے لئے موقوف علیہ ہے اور موقوف علیہ موقوف پر مقدم ہوتا ہے اس لئے فصاحت مفرد کو مقدم کیا، صاحب کتاب نے سب سے پہلے فصاحت مفرد کی تعریف بیان کی کہ فصاحت مفرد یہ ہے کہ کلمہ تین عیوب سے محفوظ ہو (ا) تنافر حروف سے ۲۔ مخالفت قیاس لغوی سے ۳۔ اور غرابت اور کراہت فی السمع سے حتی کہ ان میں سے کوئی ایک عیب بھی پایا جائے گا تو کلمہ فصیح نہ ہوگا، پھر تنافر حروف کی تعریف کی کہ تنافر حروف یہ ہے کہ کلمہ میں حروف اس طریقہ سے جمع ہو جاوے کہ کلمہ کا تلفظ زبان پر دشوار ہو جاوے، جیسے مستشزر کے اس میں شین اور زا کے جمع ہو جانے کی وجہ سے اس کی ادائیگی زبان پر دشوار معلوم ہوتی ہے اور جیسے ظش اس میں ظاء اور شین کے جمع ہو جانے سے اس کی ادائیگی دشوار معلوم ہوتی ہے صاحب کتاب نے دو مثالیں ذکر کر کے تنافر کی دو قسموں کی طرف اشارہ کر دیا ا۔ وہ تنافر جس کی وجہ سے کلمہ انتہائی دشوار ہو، جیسے ظش دوسری مثال ہعخع وہ گھاس جس کو اونٹ چرتا ہے ۲۔ وہ تنافر جو اس سے کم درجہ کا ہو جیسے مستشزر کہ اس کا تلفظ ظش کی بنسبت کم دشوار معلوم ہوتا ہے۔

تنبیہ:- علامہ ابن اثیر نے اپنی کتاب ''**المثل السائر**'' میں تنافر حروف کے پہچاننے کا ضابطہ یہ بیان کیا ہے کہ ذوق صحیح جس کلمہ کے تلفظ کو ثقیل اور دشوار قرار دے وہ کلمہ متنافر ہوگا، چاہے یہ ثقل قریب المخارج حروف کے جمع ہو جانے کی وجہ سے یا بعید المخارج حروف کے جمع ہو جانے کی وجہ سے پیدا ہو یا کسی اور وجہ سے پیدا ہو کیونکہ بہت سی مرتبہ کلمہ کا تلفظ قرب مخارج کے باوجود ثقیل نہیں ہوتا، جیسے بفمی اس میں با فا میم تینوں شفتین

سے اداء ہوتے ہیں اس کے باوجود تنافر نہیں ہے، نیز بعد مخرج کے باوجود بھی ثقل نہیں ہوتا، جیسے علم اس میں عین، لام اور میم کے مخارج میں بعد ہے اس کے باوجود اس میں تنافر نہیں ہے۔

پھر صاحب کتاب نے مخالفت قیاس لغوی کی تعریف کی کہ مخالفت قیاس لغوی یہ ہے کہ کلمہ قانون صرفی کے خلاف ہو جیسے کتاب میں ذکر کردہ مثال میں اجلل قانون صرفی کے خلاف ہے کیونکہ صرفیوں کے یہاں یہ قاعدہ ہے کہ جب دو حروف ایک جنس کے جمع ہوتو ان میں ادغام کیا جائے گا، حالانکہ **ابو النجم فضل بن قدامہ** شاعر نے بغیر ادغام کے ذکر کیا ہے، دوسری مثال **بوقات** قانونِ صرفی کے خلاف ہے کیونکہ یہ جمع ہے **بوق** کی اور صرف کا قاعدہ ہے کہ اجوف کلمہ کی جمع افعال کے وزن پر آتی ہے، جیسے ابواق، پس بوقات جمع لانے میں قیاس لغوی کی مخالفت ہے، بوق بمعنی صور جس میں بھونکا جاوے۔

تنبیہ:- اس سے وہ کلمات مستثنیٰ ہیں جو اسی ہیئت اور شکل وصورت پر استعمال کئے گئے ہوں جو واضعین سے ثابت ہے، ایسے کلموں کو قیاس لغوی کے مخالف نہیں کہا جائے گا جیسے **آلٌ، ماءٌ**، دونوں کلمات قانون صرفی کے خلاف ہے کیونکہ **آلٌ** اور **ماءٌ** میں ہاء کو ہمزہ سے بدلا گیا ہے اور یہ کوئی قانون صرفی نہیں ہے کہ یہ اصل میں اہل اور موہٌ تھے لیکن چونکہ واضعین سے اسی طرح ثابت ہے اس لئے یہ قیاس لغوی کے مخالف نہ ہوں گے اور فصیح شمار ہوں گے۔

پھر صاحب کتاب نے غرابت اور کراہت فی السمع کی تعریف کی، غرابت یہ ہے کہ کلمہ ظاہر المعنی نہ ہو یعنی ذہن اس کلمہ سے اس کے معنی موضوع لہٗ کی طرف سہولت کے ساتھ منتقل نہ ہوتا ہو یا کلمہ غیر مانوس الاستعمال ہو یعنی خالص عرب کے عرف میں اور ان کے مابین استعمال نہ ہو اول صورت میں اس کلمہ کا معنی معلوم کرنے کے لئے لغت کی بڑی بڑی کتابوں کو دیکھنا پڑے گا، اور دوسری صورت میں اس کے معنی کو سمجھنے کے لئے سبب بعید کی ضرورت ہوگی اور کتاب میں ذکر کردہ تمام مثالیں اور اشعار میں **اِطْلَخَمَّ** اور **دھاریس** اور

نقاخ پہلی صورت کی ہے کہ ان کے معانی لغت کی بڑی بڑی کتابوں میں کافی تتبع اور تلاش کے بعد ملے، اور دوسری صورت کی مثال کتاب میں مذکور نہیں ہے لیکن **مختصر المعانی** میں اس کی مثال میں لفظ **مُسَرَّج** کو پیش کیا ہے جو اہل عرب میں مستعمل نہ ہونے کی وجہ سے کتب لغت میں موجود ہی نہیں ہے لہذا اس کے معنی کو صحیح اور درست کرنے کے لئے دور کا سبب اختیار کرنا پڑا جس میں علماء کی بھی دو رائیں ہوگئی ہیں جس کی تفصیل حاشیہ الدسوقی ص ۹۴ ج ۱ پر موجود ہے اور چونکہ جو کلمہ غریب ہوگا وہ کریہ فی السمع ضرور ہوگا اور اس کا سننا ناگوار معلوم ہوگا کیونکہ کراہت فی السمع کا سبب غرابت ہی ہے لہذا اس عیب کو چاہئے غرابت سے تعبیر کردیا کراہت فی السمع سے۔

حل الفاظ:۔ **مَبْحَث** مصدر میمی ہے بمعنی بحث کرنا، تلاش کرنا، کھود کرید کرنا۔ **مُسْتَشْزِرٌ** بمعنی بٹا ہوا، قدیم وہ ذات جس پر کبھی عدم طاری نہ ہوا ہو، اول وہ ذات جس کی ابتدا معلوم نہ ہو۔ **خَوْعَمٌ** مشتق ہے **خَعَمَ** سے بمعنی بے وقوف۔ **عَشَنَّطٌ** مشتق ہے **عَشَطَ** سے بمعنی دراز قد۔ **عَفَنْقَشٌ** مشتق ہے **عَفَشَ** سے بمعنی کمینہ، بدعادت۔ **اِطْلَخَمَ يَطْلَخِمُ اِطْلِخْمَامًا** باب **افعلّال** سے جس کی مشہور مثال **اِقْشَعَرَّ** سے دی جاتی ہے، بمعنی سخت ہونا، **اَللَّيْلُ** رات کا تاریک ہونا۔ **اِنْبَعَثَ** باب انفعال سے بمعنی ظاہر ہونا، **عَشْوَاءُ** بمعنی تاریکی اور سیاہ، غُبْسٌ جمع ہے غَبْساء کی بمعنی سخت تاریک، دھاریس جمع ہے **دَهْرَسٌ** اور **دَهْرِيْسٌ** بمعنی مصیبت، **كَرَعَ** فتح سمع دونوں سے آتا ہے، بمعنی بغیر برتن اور ہاتھ کے منہ لگا کر پینا، **نُقَاخٌ** بمعنی خالص ٹھنڈا پانی، واحمق اس میں واو بمعنی رب کے ہے۔

مبحث فی فصاحة المرکب

یہ بحث ہے فصاحت مرکب کے بیان میں

فَصَاحَةُ الْكَلَامِ هِيَ سَلَامَتُهٗ مَعَ فَصَاحَةِ مُفْرَدَاتِهٖ اَوَّلًا مِنْ

تَنَافُرِ الْكَلِمَاتِ مُجْتَمِعَةً أَوْ مُكَرَّرَةً دُوْنَ تَحْسِيْنٍ أَوْ مِن تَتَابُعِ الْأَلْفَاظِ بِحَيْثُ يَكُوْنُ الْكَلَامُ ثَقِيْلًا عَلَى اللِّسَانِ يَتَعَسَّرُ النُّطْقُ بِهٖ كَقَوْلِهٖ وَقَبْرُ حَرْبٍ بِمَكَانٍ قَفْرٍ وَلَيْسَ قُرْبَ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرٌ وَقَوْلِ الْآخَرِ كَرِيْمٌ مَتٰى أَمْدَحْهُ أَمْدَحْهُ وَالْوَرٰى مَعِيْ وَإِذَا مَا لُمْتُهٗ لُمْتُهٗ وَحْدِيْ۔

ترجمہ:- فصاحت کلام وہ کلام کا (تین چیزوں سے) محفوظ رہنا ہے اس کے مفردات کے فصیح ہونے کے ساتھ ا۔پہلی چیز تنافر کلمات سے چاہے وہ تنافر کلمات کے جمع ہونے یا بغیر تحسین کی تکرار یا پے در پے الفاظ کی وجہ سے پیدا ہو اس طرح پر کہ کلام زبان پر ثقیل ہو اور ان کا تلفظ دشوار ہو جیسے شاعر کا قول اور حرب کی قبر چٹیل میدان میں ہے اور حرب کی قبر کے قریب کوئی قبر نہیں ہے اور دوسرے شاعر کا قول ممدوح ایسا کریم ہے کہ جب میں اس کی تعریف کرتا ہوں تو اس حال میں تعریف کرتا ہوں کہ مخلوق میرے ساتھ ہوتی ہے اور جب میں اس کی ملامت کرتا ہوں تو اکیلا ہی ملامت کرتا ہوں۔

تشریح:-صاحب کتاب اس بحث میں فصاحت کی باقی دو قسموں فصاحت کلام اور فصاحت متکلم کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ سب سے پہلے فصاحت کلام کی تعریف کی کہ فصاحت کلام یہ ہے کہ کلام تین عیوب سے خالی ہو،ا۔تنافر کلمات سے۲۔ضعف تالیف سے۳۔تعقید سے اور اس کلام کے تمام کلمات فصیح ہوں، تعریف میں مع فصاحة مفرداتہٖ کی قید قید احترازی ہے جس سے وہ تمام کلام خارج ہو گئے ہیں جو کہ ان تین عیوب سے خالی ہو لیکن اس کے تمام مفردات فصیح نہ ہو جیسے زید اَجْلَلُ شَعْرُهٗ مُسْتَشْزِرٌ ، انفهٗ مُسَرَّجٌ یہ تینوں کلام اگرچہ ان تین عیوب سے خالی ہے لیکن اس کے مفردات فصیح نہیں ہے کیونکہ پہلے کلام میں کلمۂ اجلل مخالفت قیاس لغوی کی وجہ سے فصیح نہیں ہے اور دوسرے کلام میں مستشزر تنافر حروف کی وجہ سے فصیح نہیں ہے اور تیسرے کلام مُسَرَّجٌ

غرابت کی وجہ سے فصیح نہیں ہے اس لئے یہ تینوں کلام غیر فصیح ہو گئے کیونکہ فصاحت کلام کے لئے ضروری ہے کہ اس کے تمام مفردات فصیح ہوں۔

پھر صاحب کتاب نے تنافر کلمات کی تعریف کی کہ کلام میں چند کلمات اس طرح جمع ہو جائے یا کثرت تکرار اس طرح آ جائے یا چند پے در پے الفاظ اس طرح آ جائے کہ کلام کا تلفظ زبان پر ثقیل اور دشوار معلوم ہو، اور کثرت تکرار کا مطلب صاحب مختصر نے یہ بیان کیا کہ ایک چیز کو کم از کم تین مرتبہ ذکر کیا جاوے تو یہ کثرت تکرار ہے، جیسے ص ۱۵ پر شعر نمبر بارہ میں نصر کی تکرار ہے، مصنف کا قول دون تحسین کا مطلب یہی کثرت تکرار ہے اس لئے کہ کثرت تکرار ہی کلام میں اچھی نہیں ہوتی ہے اور بغیر کثرت کے تکرار تو مخل بالفصاحت نہیں ہوتی بلکہ وہ کلام میں مستحسن ہے جیسے کہ تاکید لفظی نیز تنافر کلمات کی تعریف سے معلوم ہوا کہ کلمات کا جمع ہونا اور کثرت تکرار اور تتبع الفاظ تنافر کلمات کا سبب ہے لیکن یہ یاد رکھئے کہ یہ تینوں تنافر کلمات کا سبب اس وقت ہے جب کہ اس کی وجہ سے کلام کا تلفظ دشوار ہو جائے ورنہ یہ تین امور تنافر کا سبب نہ ہوں گے اور مخل بالفصاحت بھی نہ ہوں گے جیسے سورۃ والشمس میں **ھا** کی ضمیر کی تکرار پوری صورت میں ہے اس کے باوجود مخل بالفصاحت نہیں ہے۔

صاحب کتاب نے تنافر کلمات کی دو مثالیں بیان کی جس سے صاحب کتاب نے تنافر کی دو قسموں کی طرف اشارہ کیا کہ تنافر دو طرح کا ہوتا ہے، ا۔ ایک وہ تنافر جس میں انتہائی درجہ کا ثقل ہو، ۲۔ وہ تنافر جس میں اس سے کم درجہ کا ثقل ہو لہذا صاحب کتاب نے پہلی مثال ذکر کر کے پہلی قسم کی طرف اشارہ کیا کیونکہ پہلی مثال میں ثقل کا سبب نفس کلمات (قبر، حرب، قرب) کا جمع ہو جانا ہے جس کی وجہ سے شعر کے دوسرے مصرع کا تلفظ انتہائی دشوار معلوم ہوتا ہے اور دوسری مثال ذکر کر کے دوسری قسم کی طرف اشارہ کیا کیونکہ اس میں ثقل کا سبب دو کلموں کے حروف کا جمع ہو جانا ہے اور اس میں وہ حروف چار ہیں، ۲۔ دو **حا** اور دو **ھا**، مثلاً اَمـدَحـهُ اَمـدَحـهُ اور ظاہر ہے کہ حروف کا اجتماع کلمات کے اجتماع کے بنسبت

ثقل میں کم درجہ ہوتا ہے۔

حل الفاظ:۔ پہلے شعر کا کہنے والا ہاتف جو جن کی ایک قسم ہے ان میں سے کوئی جن ہے اور اس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ حرب بن امیہ نے ایک جن کو جو سانپ کی شکل میں آیا تھا اپنے جوتے سے روند کر مار ڈالا اس کے بدلے میں دوسرے جن نے چیخ مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا پھر اسی جن یا کسی دوسرے جن نے یہ شعر پڑھا، اور دوسرا ابوتمام حبیب بن اوس طائی کے ایک طویل قصیدہ کا ہے اور واقعہ یہ ہوا کہ ابوالغیث موسیٰ بن ابراہیم رافعی کو جب یہ خبر ملی کہ ابوتمام نے میری ہجو اور مذمت کی ہے تو اس نے اس پر عتاب کیا اس پر ابوتمام نے یہ قصیدہ کہا جس میں اس نے معذرت کی ہے اور ہجو کرنے سے برأت کی اور مذکورہ شعر کا مطلب یہ ہے کہ میرے ممدوح کے احسانات اس قدر عام ہیں کہ ساری مخلوق اس سے فائدہ اٹھاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر میں اس کی تعریف کرنے لگوں تو ساری مخلوق میری موافقت کرتی ہے اور سب ہی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوجاتے ہیں اور اگر میں مذمت کرنے لگوں تو چونکہ مذمت کا کوئی سبب موجود نہیں ہے اس لئے مذمت کرنے میں اکیلا ہی رہ جاتا ہوں اور کوئی میرا ساتھ نہیں دیتا، قَفْرٌ، ایسی جگہ جس میں گھاس اور پانی نہ ہو اور قرب، قبر حرب لیس کی خبر مقدم ہے اور قبر اس کا اسم مؤخر ہے، والوریٰ میں واو حالیہ ہے، کریم مبتدا محذوف **ھو** کی خبر ہے جو شاعر ابوتمام کے ممدوح ابوالغیث کی طرف راجع ہے۔

ثَانِياً :۔ مِنْ ضُعْفِ التَّأْلِيفِ وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ الْكَلَامُ غَيْرَ جَارٍ عَلَى الْقَانُوْنِ النَّحْوِيِّ الْمَشْهُوْرِ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ جَزٰى بَنُوْهُ اَبَا الْغَيْلَانِ عَنْ كِبَرٍ، وَحُسْنِ فِعْلٍ كَمَا يُجْزٰى سِنِمَّارُ .

ترجمہ:۔ دوسری چیز ضعف تالیف سے کلام خالی ہو اور وہ یہ ہے کہ کلام نحوی مشہور قاعدے پر جاری نہ ہو (یعنی نحو کے مشہور قاعدے کے خلاف ہو) جیسے شاعر کے اس قول میں ابوالغیلان کو اس کے بیٹوں نے بڑھاپے اور عمدہ کارنامے کے باوجود ایسا ہی بدلہ دیا جیسا

کہ سنمار کو دیا گیا۔

تشریح:- صاحب کتاب یہاں سے ضعف تالیف کی تعریف اور مثال ذکر کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا کہ دوسری چیز جس سے کلام کا خالی ہونا ضروری ہے وہ ضعف تالیف ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام نحو کے مشہور قاعدہ کے خلاف ہو جیسے ضمیر کا اپنے مرجع پر لفظاً اور رتبۃً مقدم ہونا نحو کے مشہور اور مسلم قاعدہ کے خلاف ہے لہٰذا ہر وہ کلام جو اس قسم کی ضمیر پر مشتمل ہو وہ فصیح نہ ہوگا، جیسے ضَرَبَ غُلَامُہٗ زَیداً اس میں غلامہ کی ضمیر اپنے مرجع زید پر ہر اعتبار سے مقدم ہے لفظاً بھی اور رتبۃً بھی، لفظاً مقدم ہونا تو ظاہر ہے اور رتبۃً اس لئے مقدم ہے کہ غلامہ فاعل ہے جس کا درجہ زید مفعول سے مقدم ہے، اسی طرح کتاب میں ذکر کردہ مثال کے اندر بھی بنوہ کی ہٗ ضمیر کو اپنے مرجع ابو الغیلان پر لفظاً اور رتبۃً مقدم کیا گیا ہے کیونکہ ابو الغیلان کا درجہ مفعول ہونے کی وجہ سے فاعل سے مؤخر ہوتا ہے، تعریف میں المشہور کی قید قیدِ احترازی ہے جس سے وہ کلام نکل گئے جو نحو کے غیر مشہور قواعد کے خلاف ہو یعنی اس میں نحو کے قاعدہ کی مخالفت تو ہو لیکن وہ قاعدہ مشہور بین النحاۃ نہ ہو، مثلاً کلام مثبت میں مِن کو زائد کرنا (جیسے جاءَنِی مِنْ اَحدٍ) تو ایسے کلام کو غیر فصیح نہیں کہا جائے گا بلکہ فصیح ہوگا نیز المشہور کی قید سے وہ کلام بھی نکل گئے جو نحو کے متفق علیہ قاعدہ کے خلاف ہو جیسے فاعل کو نصب دینا مفعول کو رفع دینا، ایسے کلام تو بالکل فاسد ہوں گے۔

فائدہ:- اس شعر کا شاعر ابو تمام ہے، ابو الغیلان بکسر الغین المعجمہ اور سِنِمَّار بکسر السین والنون اور میم کی تشدید کے ساتھ اور شعر میں کما یجزی سنمار سے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی وضاحت یہ ہے کہ سنمار ایک رومی باشندہ تھا اس نے کوفہ میں حیرہ کے بادشاہ نعمان بن امرأ القیس کے لئے ایک محل بنایا وہ اس کو پسند آیا اس نے اسے پوچھا کہ اس جیسا محل کسی اور کے لئے بنایا ہے؟ اس نے کہا نہیں تو نعمان بادشاہ نے اس کو محل سے گرا دیا تاکہ کسی اور کے لئے ایسا محل نہ بنا سکے اب یہ واقعہ بُرا بدلہ دینے کے لئے ضرب المثل بن گیا

اس محل کی خوبی یہ تھی کہ سنمار نے پورا محل ایک پتھر پر تعمیر کیا تھا اس طریقہ پر کہ اگر وہ پتھر گرا دیا جاوے تو محل گر جاوے۔

ثَالِثاً:— مِنَ التَّعْقِيدِ وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ الْكَلَامُ خَفِيَّ الدَّلَالَةِ عَلَى الْمَعْنىٰ الْمُرَادِ اِمَّا بِسَبَبِ تَقْدِيْمٍ اَوْ حَذْفٍ اَوْ اِضْمَارٍ اَوْ فَصْلٍ وَيُسَمّٰى تَعْقِيْداً لَفْظِيًّا كَقَوْلِهٖ جَفَخَتْ وَهُمْ لَا يَجْفَخُوْنَ بِهَا بِهِمْ، شِيَمٌ عَلَى الْحَسَبِ الْاَغَرِّ دَلَائِلُ، وَاِمَّا بِسَبَبِ اِسْتِعْمَالِ مَجَازَاتٍ وَكِنَايَاتٍ بَعِيْدَةٍ لَا يُفْهَمُ الْمُرَادُ بِهَا وَيُسَمّٰى تَعْقِيْداً مَعْنَوِيًّا نَحْوُ نَشَرَ الْمَلِكُ اَلْسِنَتَهٗ فِي الْمَدِيْنَةِ، مُرَادًا بِهَا جَوَاسِيْسَهٗ وَقَوْلِهٖ سَاَطْلُبُ بُعْدَ الدَّارِ عَنْكُمْ لِتَقْرَبُوْا، وَتَسْكُبُ عَيْنَايَ الدُّمُوْعَ لِتَجْمُدَا كَنىٰ بِالْجُمُوْدِ عَنِ السُّرُوْرِ وَالْمَعْرُوْفُ اَنَّ الْجُمُوْدَ يُكْنىٰ بِهٖ عَنِ الْبُخْلِ بِالدُّمُوْعِ وَقْتَ الْبُكَاءِ۔

ترجمہ:— تیسری چیز تعقید سے (کلام خالی ہو) اور وہ یہ ہے کہ کلام متکلم کے معنی مرادی پر خفی الدلالۃ ہو یا تو تقدیم کے سبب سے یا حذف یا اضمار یا فصل کے سبب سے اور اس کو تعقید لفظی کہا جاتا ہے جیسے شاعر کا قول فخر کرتی ہیں ان پر ایسی خصلتیں جو شریف نسب ہونے پر دلیلیں ہیں اور وہ لوگ ان خصلتوں پر فخر نہیں کرتے ہیں، اور یا تو ایسے مجازات اور کنایات بعیدہ کو استعمال کرنے کے سبب سے (کلام معنیٰ مرادی پر خفی الدلالۃ ہو) جس سے متکلم کی مراد نہ سمجھی جاتی ہو اور اس کو تعقید معنوی کہا جاتا ہے جیسے بادشاہ نے اپنی زبانوں کو شہر میں پھیلا دیا، اَلْسِنَۃٌ سے جواسیس کو مراد لیتے ہوئے، اور شاعر کا قول "میں تم سے گھر کی دوری طلب کرتا ہوں تا کہ تم قریب ہو جاؤ اور میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہے تا کہ وہ خشک ہو جاوے، شاعر نے جمود عین سے سرور اور خوشی کا کنایہ کیا (یعنی خوشی کو مراد لیا) حالانکہ مشہور (بلغاء کے درمیان) یہ ہے کہ جمود عین سے رونے کے وقت آنسوؤں سے بخل کا کنایہ

کیا جاوے۔

تشریح:۔ صاحب کتاب یہاں سے تعقید اور اس کے اقسام کو مع مثالوں کے ذکر کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا کہ تیسری چیز جس سے کلام کا خالی ہونا ضروری ہے وہ تعقید ہے اور تعقید یہ ہے کہ کلام کسی پیچیدگی کی وجہ سے متکلم کے معنی مرادی پر ظاہر الدلالۃ نہ ہو اور تعقید کی دو قسمیں ہیں ا۔ پہلی لفظی ۲۔ معنوی، تعقید لفظی یہ ہے کہ کلام کی ترکیب میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے کلام ظاہر الدلالۃ نہ ہو اور کلام کی ترکیب میں خلل پیدا ہونے کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں جس کو کتاب میں شمار کیا گیا ہے مثلاً الفاظ کو ان کے محل سے مقدم یا مؤخر کر دینا یا بلا کسی قرینہ کے کسی لفظ کو حذف کر دینا یا اسم ظاہر کی جگہ ضمیر ذکر کر دینا یا مبتدا خبر کے درمیان یا موصوف صفت کے درمیان یا بدل مبدل منہ کے درمیان یا فعل فاعل کے درمیان اجنبی کلمہ کا فصل لانا یعنی ایسے کلمۂ فاصلہ کا لانا جس کا ان سے تعلق نہ ہو، اس کی مثال متنبّی کا مذکورہ شعر ہے جس میں جَفَخَتْ فعل اور شِیَمٌ فاعل کے درمیان شِیَم موصوف اور دلائل صفت کے درمیان فصل کر دیا گیا ہے جس سے شاعر کی مراد سمجھنا دشوار ہو گیا کہ شاعر کیا کہنا چاہتا ہے اور اس شعر کی صحیح ترتیب یہ ہے جَفَخَتْ بِهِمْ شِيَمٌ دَلَائِلُ عَلَى الْحَسَبِ الْاَغَرِّ وَهُمْ لَا يَجْفَخُوْنَ بِهَا۔ اب اس صحیح ترتیب سے شاعر کی مراد سمجھنا آسان ہے، ۲۔ تعقید معنوی یہ ہے کہ کلام معنیٰ مرادی پر ظاہر الدلالۃ نہ ہو انتقالِ ذہن میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے اور انتقال ذہن میں خلل واقع ہونے کا سبب یہ ہے کہ متکلم کلام سے ایسے معنیٰ مجازی کو مراد لے جس کے درمیان اور معنیٰ حقیقی کے درمیان واسطے بہت زیادہ ہو اور معنیٰ مقصودی مجازی پر دلالت کرنے والے قرینے بھی خفی اور پوشیدہ ہو جس سے سامع کا ذہن اس کی طرف جلدی سے منتقل نہیں ہوتا، یہ بات یاد رہے کہ انتقال ذہن میں واقع ہونے والے اس خلل کا مدار قرائن کے پوشیدہ ہونے پر ہے، وسائط کے کثیر ہونے نہ ہونے پر نہیں ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وسائط تو بہت ہوتے ہیں لیکن قرائن کے ظاہر اور واضح ہونے کی وجہ سے معنیٰ مجازی کو

سمجھنا آسان ہوتا ہے اور سامع کا ذہن بآسانی اس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسے زَیْدٌ کَثِیْرُ الرَّمَادِ جود وسخا سے کنایا کرتے ہوئے کہ اس میں معنیٰ حقیقی بہت زیادہ راکھ والا ہونے اور معنیٰ مجازی جود وسخا کے درمیان چار واسطے ہیں، لیکن چونکہ یہ معنیٰ مجازی بلغاء کے اسلوبوں اور استعمالات میں بکثرت استعمال ہوتا رہتا ہے اس لئے اس میں قرائن واضح اور ظاہر ہے لہذا اس میں کوئی تعقید نہیں، تعقید معنوی کی مثالِ اول 'نَشَرَ الْمَلِکُ اَلْسِنَتَهٗ اس میں متکلم نے السنۃ سے معنیٰ مجازی جواسیس کو مراد لیا ہے لیکن یہ ایسا معنیٰ مجازی ہے جس میں واسطے تو اگرچہ کم ہیں لیکن چونکہ لفظِ السنۃ جواسیس کے معنیٰ میں بلغاء کے درمیان مستعمل نہیں ہے بلکہ لفظ عیون مستعمل ہے اس لئے قرائن کے مخفی ہونے کی وجہ سے سامع کا ذہن اس کی طرف بآسانی منتقل نہ ہوگا لہذا اس میں تعقید معنوی ہے، دوسری مثال عباس بن احنف کا شعر ہے جس میں شاعر نے دوسرے مصرعے کے اندر جمود عین سے فرحت اور خوشی کا کنایا کیا ہے اور اس کو مراد لیا ہے لیکن یہ معنیٰ کنائی ہے جس میں وسائط تو بہت زیادہ ہیں اس کے ساتھ ساتھ یہ معنیٰ کنائی بلغاء کے اسلوبوں اور استعمالوں میں واقع بھی نہیں ہے بلکہ بلغاء کے درمیان مشہور جمود عین کا معنیٰ کنائی یہ ہے کہ آنکھیں رونے کے وقت آنسو بہانے میں بخیل ہوگئی ہیں اور ظاہر ہے کہ انسان رنج وغم کے وقت ہی روتا ہے اور رونے کا ارادہ کرتا ہے لہذا جب شاعر کا معنیٰ کنائی بلغاء کے درمیان مشہور نہیں ہے اس لئے قرینہ مخفی ہوگیا ہے جس کی وجہ سے شاعر کا معنیٰ مرادی فرحت اور خوشی کی طرف بآسانی ذہن منتقل نہیں ہوتا، لہذا اس میں تعقید معنوی ہے اور جمود عین سے شاعر کا معنیٰ مرادی فرحت اور خوشی کی طرف کثرت وسائط کے ساتھ ذہن منتقل ہوسکتا ہے کہ جمود عین یعنی آنکھوں کا خشک ہونا، انتفاء دموع یعنی آنسوؤں کے ختم ہوجانے کے بعد ہوگا، اور انتفاء دموع ''انتفاء حزن'' رنج وغم کے ختم ہونے کے بعد ہوگا اور رنج وغم کا ختم ہونا فرحت وخوشی حاصل ہونے کے بعد ہوگا لیکن چونکہ اس معنیٰ کنائی کے بلغاء کے درمیان مشہور ومستعمل نہ ہونے کی وجہ سے قرینہ خفی اور پوشیدہ ہے اس

لئے ذہن جلدی اور آسانی کے ساتھ اس کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔

تشریح شعر:- تَفَخَّرُ نصر اور ضرب سے بمعنی فخر کرنا، شِیَم جمع ہے شِیمَۃ کی بمعنی خصلت، عادت۔ اَغَرُّ بمعنی واضح، شریف۔ دَلَائِل جمع ہے دلیل کی بمعنی دلیل اور علامت، اور شعر کا مطلب یہ ہے کہ متنبی اپنے ممدوح احمد بن عبداللہ الانطاقی کی تعریف کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ وہ ایسا با اخلاق ہے کہ اس کو اپنے اخلاق پر فخر کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اخلاق ہی اس پر فخر کرتے ہیں اور وہ اخلاق حسنہ خود ہی اس کے شریف النسب ہونے پر دلیل ہے، سَأَطْلُبُ میں سین استقبال کے لئے نہیں ہے بلکہ تاکید کے لئے زیادہ کی گئی ہے، تَسْکُبُ سَأَطْلُبُ پر معطوف ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اسی کو صاحب مختصر علامہ تفتازانی نے صحیح قرار دیا ہے، اور شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں آج ہی سے بعد مکانی تم سے اختیار کرکے اپنے نفس کو فراق اور جدائی پر راضی کروں گا اور اس کو رنج و غم برداشت کرنے کا اور ان احباب کی شدت اشتیاق کا عادی بناؤں گا اور ایسا رنج و غم برداشت کروں گا جو میری آنکھوں سے آنسو بہادے جس کے نتیجہ میں مجھ کو ہمیشہ کا قرب اور وصال اور فرحت اور سرور حاصل ہوجائے گا کیونکہ ہر تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے اور ہر ابتداء کی انتہا ہوتی ہے لہذا جو بعد اور فراق اور رنج و غم آیا ہے وہ انشاء اللہ ضرور ختم ہوجائے گا۔

وَفَصَاحَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيْرِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ بِكَلَامٍ فَصِيْحٍ فِيْ اَيِّ غَرَضٍ كَانَ وَالْمُرَادُ بِذٰلِكَ اَنَّهُ إِذَا رَاعَى شُرُوْطَ فَصَاحَةِ الْمُفْرَدِ وَفَصَاحَةِ الْمُرَكَّبِ الَّتِيْ مَرَّتْ اٰنِفاً وَ تَمَكَّنَ مِنَ التَّعْبِيْرِ عَلٰى مُوْجَبِهَا سُمِّيَ فَصِيْحاً۔

ترجمہ:- اور فصاحت متکلم ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے ہر مقصود اور اپنی غرض کو کلام فصیح کے ساتھ ادا کرنے پر قادر ہو اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان فصاحت مفرد اور فصاحت مرکب کی ان شروط کی رعایت کرے جو ابھی ابھی گذری اور ان

شروط کے تقاضوں کے مطابق تعبیر کرنے پر قادر ہو جائے تو اس کو فصیح کہا جائے گا۔

حل الفاظ:- ملکہ اس کیفیت کو کہتے ہیں جو نفس اور ذہن میں راسخ اور ثابت ہوگئی ہو جم گئی ہو جس کو مہارت تامہ کہا جاتا ہے، آنفا بمعنی ابھی مُوجَب بفتح الجیم بمعنی تقاضی۔

تشریح:- صاحب کتاب یہاں سے فصاحت متکلم کی تعریف اور اس کی وضاحت کر رہے ہیں چنانچہ سب سے پہلے فصاحت متکلم کی تعریف کی کہ فصاحت متکلم اس مہارت تامہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ انسان اپنے ہر مقصود اور غرض کو ادا کرنے پر قادر ہو جائے تو اس کو متکلم فصیح کہا جائے گا چاہے وہ اپنے مقصود کو فصیح الفاظ سے تعبیر اور ادا کرے یا نہ کرے، صاحب کتاب نے تعریف کے اندر لفظ ''ملکۃ'' لا کر اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے بغیر کیفیت راسخہ کے ایک آدھ بار اپنا مقصود فصیح الفاظ سے ادا کر دیا تو اس کو فصیح نہیں کہیں گے ہاں جب تک ادا کرنے کی یہ صفت اور کیفیت اس میں راسخ اور پیوست نہ ہو جاوے، اور لفظ یقتدر لا کر اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ فصیح ہونے کے لئے تعبیر اور ادا کرنا شرط نہیں ہے بلکہ قادر ہونا شرط ہے چاہے فصیح الفاظ سے مقصود کو تعبیر کرنا پایا جاوے یا نہ پایا جاوے، صاحب کتاب اپنی ذکر کردہ تعریف میں بجائے بکلام فصیح کے بلفظ فصیح اگر کہتے تو تعریف تمام مقاصد کو عام اور شامل ہو جاتی کیونکہ ہر مقصود کو کلام کے ذریعہ ادا نہیں کیا جاتا ہے بلکہ بعض مقاصد ایسے ہیں جن کو صرف مفرد کے ذریعہ ہی ادا کیا جا سکتا ہے اور بکلام فصیح کہنے سے ان مقاصد کو یہ تعریف شامل نہیں ہو رہی ہے بلکہ صرف ان مقاصد کو شامل ہے جن کو کلام اور مرکب کے ذریعہ ادا کیا جاتا ہے۔

أسئلة

(ا) عَرِّفِ الْفَصَاحَةَ لُغَةً وَاصْطِلَاحاً ؟ فصاحت کی لغوی واصطلاحی تعریف کرو؟

جواب:- فصاحت کے لغوی معنی ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا، اور اصطلاح میں فصاحت ان الفاظ کو

کہتے ہیں جو تلفظ میں ہلکے پھلکے ہوں، فہم کی طرف جلدی سے سبقت کرنے والے ہوں اور شاعرین اور ناثرین کے درمیان کثرت استعمال کی وجہ سے مانوس الاستعمال ہوں

(۲) بِمَاذا تُعَرِّفُ فَصَاحَةَ الْكَلَامِ؟ فصاحت کلام کی تم کیسے تعریف کروگے؟

جواب:- فصاحت کلام یہ ہے کہ کلام اپنے تمام مفردات کے فصیح ہونے کے ساتھ تنافر کلمات، ضعف تالیف، اور تعقید سے خالی ہو۔

(۳) مَتىٰ تَكُوْنُ الْكَلِمَةُ فَصِيْحَةً؟ کلمہ کب فصیح ہوتا ہے؟

جواب:- کلمہ اس وقت فصیح ہوتا ہے جبکہ وہ تین چیزوں سے خالی ہوں ۱۔ تنافر حروف سے ۲۔ غرابت سے ۳۔ مخالفت قیاس لغوی سے۔

(۴) مِمَّ يَتَأَتّٰى تَنَافُرُ الْكَلِمَاتِ؟ تنافر کلمات کن چیزوں سے پیدا ہوتا ہے؟

جواب:- تنافر کلمات تین چیزوں سے پیدا ہوتا ہے، ۱۔ کلمات کے جمع ہونے سے ۲۔ کثرت تکرار سے ۳۔ تتابع الفاظ سے جبکہ ان کی وجہ سے کلام کی ادائیگی زبان پر دشوار ہوجائے۔

(۵) مَتىٰ يُعَدُّ خُرُوْجُ الْكَلَامِ عَنِ الْمَشْهُوْرِ اِخْلَالاً بِالْفَصَاحَةِ؟ وَمَتىٰ يَكُوْنُ فَاسِداً لَا اعْتِبَارَ لَهٗ؟ کلام کا مشہور قانون سے نکلنا مخلِ فصاحت کب شمار کیا جائے گا اور کلام کب فاسد اور لا اعتبار ہوگا؟

جواب:- کلام کا نحو کے مشہور قانون سے نکلنا اور اس کے خلاف ہونا مخل فصاحت ہے اور جب کلام نحو کے متفق علیہ قانون کے خلاف ہو تو کلام فاسد اور لا اعتبار ہوگا۔

(۶) اُفْرُقْ بَيْنَ التَّعْقِيْدِ اللَّفْظِيِّ وَالْمَعْنَوِيِّ، تعقید لفظی اور معنوی کے درمیان فرق بیان کرو؟

جواب:- تعقید لفظی یہ ہے کہ کلام کی ترکیب میں تقدیم وتاخیر یا حذف واضمار وغیرہ کے سبب

پیدا ہونے والے خلل کی وجہ سے کلام اپنے معنی مرادی پر ظاہر الدلالۃ نہ ہو اور تعقید معنوی یہ ہے کہ کلام میں مجازات اور کنایات بعیدہ کو استعمال کرنے کے سبب انتقال ذہن میں پیدا ہونے والے خلل کی وجہ سے کلام ظاہر الدلالۃ نہ ہو۔

(۷) مَاذَا تَفْهَمُ بِفَصَاحَةِ الْمُتَكَلِّمِ؟ فصاحت متکلم سے تم کیا سمجھتے ہو؟

جواب:- فصاحت متکلم ایسے ملکہ کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے ہر مقصود اور غرض کو فصیح الفاظ سے ادا کرنے پر قادر ہو۔

تمرین

اُذْكُرْ سَبَبَ خُرُوْجِ مَا يَأْتِيْ مِنَ الْكَلَامِ عَنِ الْأُسْلُوْبِ الْفَصِيْحِ؟ آنے والے کلاموں کے اسلوب فصیح سے نکلنے کا سبب ذکر کرو؟

(۱) حَلَّتْ بِهٖ دَاهِيَةٌ خَنْفَقِيْقٌ۔ اس پر بڑی مصیبت اتر پڑی، اس کلام کے غیر فصیح ہونے کا سبب کلمہ خَنْفَقِيْقٌ ہے کیونکہ وہ غرابت کی وجہ سے غیر فصیح ہے کذا فی جواہر البلاغۃ ص ۱۵۔

(۲) اَدْرَكَتِ الْمُذْنِبَ عَنْقَفِيْرٌ لَا مَنَاصَ لَهٗ مِنْهَا۔ مجرم کو ایسی مصیبت نے پکڑ لیا جس سے اس کو کوئی چھٹکارا نہیں ہے اس کلام کے غیر فصیح ہونے کا سبب کلمہ عَنْقَفِيْرٌ ہے کیونکہ وہ غرابت کی وجہ سے غیر فصیح ہے کذا فی جواہر البلاغۃ ص ۱۵۔

(۳) سُئِلَ اَعْرَابِيٌّ اَيْنَ نَاقَتُكَ؟ فَقَالَ تَرَكْتُهَا تَرْعَى الْخُعْخُعَ، ایک اعرابی سے پوچھا گیا کہ تیری اونٹنی کہاں ہے تو اس نے کہا میں نے اس کو گھاس چرنے کے لئے چھوڑ دیا ہے، اعرابی کا کلام ترکتھا الخ کے غیر فصیح ہونے کا سبب کلمہ خعخع ہے کیونکہ وہ غرابت اور کراہت فی السمع کی وجہ سے غیر فصیح ہے اب آپ اس کلمہ کی حقیقت کے بارے علماء کے اقوال کا ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ کے سامنے واضح

ہو جائے گا کہ یہ کلمہ کتنا ہی غریب اور شنیع ہے، علامہ خفاجی فرماتے ہیں **خاء** اور **عین** میں کوئی مناسبت نہیں ہے لہذا یہ شنیع ترین کلمہ ہے، اور خلیل نحوی کہتے ہیں کہ **سمعنا کلمةً شنعاء وهي الخعخع** اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس لفظ کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس کا کوئی معنیٰ نہیں ہے جیسا کہ لیث سے منقول ہے، ہم نے باوثوق علماء سے اس کلمہ کے متعلق دریافت کیا مگر سب نے انکار کیا اور یہی کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، مزید برآں اس کلمہ کے تلفظ کے بارے میں بھی متعدد اقوال ہیں: ۱۔ **خعخع** جیسا کہ ہماری کتاب سفینہ میں ہے ابن الاعرابی نے یہی تلفظ ذکر کیا ہے، اور لیث کہتے ہیں کہ قیاس عربیت کے موافق بھی یہی ہے، اور ابن دُرید سے بھی یہی منقول ہے ۲۔ **ھعخع** علامہ عبداللطیف بغدادی نے **قوانین البلاغہ** میں یہی ذکر کیا ہے اور خلیل نحوی سے بھی یہی منقول ہے ۳۔ **عُھْخُع** علامہ صنعانی نے اپنی کتاب **الصماح** میں لیث سے اسی طرح نقل کیا ہے، اور امام رازی کی کتاب **نہایة الاعجاز** میں بھی یہی ہے، اور اس کلمہ کے معنی کے بارے میں بھی علماء کے دو قول ہیں ا۔ ابن سیدہ لغوی کا رجحان یہ ہے کہ ایک خاص قسم کی گھاس کا نام جس کو علاج اور دواء میں استعمال کیا جاتا ہے اور ۲۔ ابن شمیل کہتے ہیں کہ ایک درخت کا نام ہے جس کے پتوں کو علاج اور دواء میں استعمال کیا جاتا ہے گویا یہ کلمہ ہر اعتبار سے غریب اور مجہول ہی رہا ہے۔

۴۔ **سَقَطَ عیسیٰ ابن عمرٍ والنَّحوِیُّ عَنْ دَابَّتِہٖ فَاجْتَمَعَ النَّاسُ حَوْلَہٗ فَقَالَ لَھُمْ مَالَکُمْ تَکَأْکَأْتُمْ عَلَیَّ کَتَکَأْکُئِکُمْ عَلیٰ ذِی جِنَایَةٍ اِفْرَنْقَعُوْ عَنِّیْ فَقَالَ بَعْضُ الْحَاضِرِیْنَ دَعُوْہُ فَاِنَّ شَیْطَانَہٗ یَتَکَلَّمُ بِالْھِنْدِیَّةِ۔**

عیسیٰ بن عمر نحوی اپنے چوپائے سے گر گئے تو لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ تم کو کیا ہو گیا کہ تم میرے پاس اس طرح جمع ہو گئے جس

طرح کسی مجرم کے پاس جمع ہوجاتے ہو، میرے پاس سے ہٹ جاؤ پس بعض حاضرین نے کہا کہ ان کو چھوڑ دو کیونکہ ان کا شیطان ہندی میں بات کرتا ہے، عیسیٰ بن عمرو کے کلام کے غیر فصیح ہونے کا سبب تَكَأْكَأْتُمْ اور اِفْرَنْقِعُوْا ہے کیونکہ یہ دونوں غرابت اور کراہت فی السمع کی وجہ سے غیر فصیح ہے، کذا فی المختصر (ص۱۷) وحاشیۃ الدسوقی (ص۹۸ ج۱) وجواہر البلاغۃ (ص۱۰)۔

۵۔ وَاِذَا الرِّجَالُ رَاَوْ يَزِيْدَ رَاَيْتَهُمْ　　　خُضُعَ الرِّقَابِ نَوَاكِسَ الْاَبْصَارِ

(قول الفرزدق) ترجمہ: اور جب لوگ یزید کو دیکھے تو تو ان کو دیکھے گا کہ گردنیں جھکی ہوئی اور نظریں پست ہے، اس شعر کے غیر فصیح ہونے کا سبب نواکس ہے کیونکہ وہ مخالفت قیاس لغوی کی وجہ سے غیر فصیح ہے کیونکہ فاعل کی جمع فواعل کے وزن پر مطرد اور اکثری نہیں ہے کذا فی الجواہر ص۱۳ ونیل الامانی ص۸۶ ج۱- وعلوم البلاغۃ (ص۲۱)۔

۶۔ فَلَا يُبْرِمُ الْاَمْرُ الَّذِيْ هُوَ حَالِلٌ　　　وَلَا يُحْلِلُ الْاَمْرُ الَّذِيْ هُوَ مُبْرِمٌ

(قول المتنبی فی مدح سیف الدولۃ قافیہ میم) ترجمہ: پس اس معاملے کو جس کو وہ منتشر کردے مضبوط نہیں کیا جاسکتا اور اس معاملے کو جس کو وہ مضبوط کردے منتشر نہیں کیا جاسکتا، اس شعر کے غیر فصیح ہونے کا سبب کلمہ یُحْلِلُ اور حَالِلٌ ہے کیونکہ یہ دونوں فکِّ ادغام کے سبب مخالفت قیاس لغوی کی وجہ سے غیر فصیح ہے کذا فی الجواہر ص۱۴ وشروح المتنبی وحواشیہ وحاشیۃ البلاغۃ الواضحۃ۔

۷۔ اِنِّيْ اِذَا اَنْشَدْتُ لَا اَحْبَنْطِيْ　　　وَلَا اُحِبُّ كَثْرَةَ التَّمَطِّيْ

(قول امرأ القیس) بے شک جب میں شعر پڑھتا ہوں تو میرا پیٹ نہیں پھولتا اور میں زیادہ اکڑ کر چلنے کو پسند نہیں کرتا، اس شعر کے غیر فصیح ہونے کا سبب کلمۂ لا احبنطی ہے جو کراہت فی السمع کی وجہ سے غیر فصیح ہے۔

۸۔ فَخَرٌ مُضَرَّجًا بِدَمٍ كَاَنِّيْ　　　هَدَمْتُ بِهٖ بِنَاءً مُشْمَخِرًّا

وہ گر پڑا خون میں لت پت ہو کر گویا کہ میں نے اس پر بلند عمارت کو گرا دیا (قول بشر بن عوانہ) اس شعر کے غیر فصیح ہونے کا سبب مُشْمَخِرًا ہے جو غرابت یا کراہت فی السمع کی وجہ سے غیر فصیح ہے۔

۹۔ مُبَارَکُ الْاِسْمِ اَغَرُّ اللَّقَبِ ۔ کَرِیْمُ الْجِرِشّٰی شَرِیْفُ النَّسَبِ

(متنبی) وہ مبارک نام روشن لقب ہے وہ کریم النفس شریف النسب ہے، اس شعر کے غیر فصیح ہونے کا سبب کلمۂ الجرشّٰی ہے جو کراہت فی السمع کی وجہ سے غیر فصیح ہے

کذافی المطول والمختصر وجواھر البلاغۃ۔

فائدہ:۔ متنبی امیر علی بن سیف الدولہ کی مدح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ممدوح کا جو نام علی ہے مبارک ہے کیونکہ ان کا نام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام کے ساتھ موافق ہے اور نیز وہ نام بلندی کے معنیٰ کی طرف مشیر ہے اور ان کا لقب روشن مشہور ہے اس لئے کہ وہ سیف الدولۃ کے لقب کے ساتھ مشہور ہے اور وہ کریم النفس شریف النسب ہے اس لئے کہ وہ خاندان بنی عباس سے ہے۔ (دیوان المتنبی ص ۵۰)۔

۱۰۔ یَظَلُّ بِمَوْمَاۃٍ وَیُمْسِیْ بِغَیْرِھَا ۔ جَحِیْشًا وَیَعْرَوْرِیْ ظُھُوْرَ الْمَسَالِکِ

وہ صبح کرتا ہے ایک جنگل میں اور شام کرتا ہے اس کے علاوہ دوسرے جنگل میں مستقل بالرأی ہو کر اور سوار ہوتا ہے وہ تنہا راستوں کی پشتوں پر (قول تأبط یصف ابن عم لہ) اس شعر کے غیر فصیح ہونے کا سبب کلمہ جحیشا ہے جو کراہت فی السمع وغرابت کی وجہ سے غیر فصیح ہے، ھٰکذا فی جواھر البلاغۃ وان لفظۃ جحیش من الالفاظ المنکرۃ القبیحۃ – جواہر ۱۲

مَا الْمُخِلُّ بِالْفَصَاحَۃِ فِیْمَا یَأْتِیْ

آنے والے جملوں میں مخل بالفصاحت کیا ہے؟

(۱) لَأَنْتَ اَسْوَدُ فِیْ عَیْنِیْ مِنَ الظُّلَمِ البتہ تو میری نگاہ میں تاریکیوں سے زیادہ کالا ہے اس کلام میں مخل بالفصاحت مخالفت قیاس لغوی ہے کیونکہ کلمۂ اسود جو لون سے ہے اسم تفضیل کے معنی میں استعمال کرنا قیاس لغوی کے خلاف ہے قیاس کے مطابق اشد سواداً آنا چاہئے، نیز مخل بالفصاحت ضعف تالیف بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ نحو کے بھی قاعدہ کے خلاف ہے اس لئے کہ کلمۂ اسود کو صفت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور یہاں اسم تفضیل کے معنی میں مستعمل ہے۔

(۲) اَکْرَمَ ابْنُہٗ زَیْدًا اکرام کیا زید کا اس کے بیٹے نے : مخل بالفصاحت ضعف تالیف ہے اضمار قبل الذکر کے سبب سے۔

(۳) سَاَجْزِلُ جَزَاءَ النَّاجِحِیْنَ عنقریب میں کامیابوں کا سا بدلہ دوں گا، اس میں مخل بالفصاحت تنافر کلمات ہے، جو اجزل اور جزاء میں جیم اور زاء کے جمع ہونے سے پیدا ہوا ہے کمافی امدحہ، امدحہ۔

(۴) اَکَلُوْنِیْ الْبَرَاغِیْثُ مجھ کو پسوؤں نے کھالیا: مخل بالفصاحت ضعف تالیف ہے کیونکہ یہ جملہ نحوی قاعدہ کے خلاف ہے نحو کا مشہور قاعدہ ہے کہ فاعل جب ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد ہی لایا جائے گا چاہے فاعل ظاہر واحد ہو یا تثنیہ یا جمع اور یہاں اس کے خلاف کلام لایا گیا ہے قانون کے مطابق اَکَلَنِی الْبَرَاغِیْثُ آنا چاہئے۔

(۵) لَمْ یَکُ الصَّدِّیْقُ فِی الْمَنْزِلِ دوست گھر میں نہیں ہے: اس میں مخالفت قیاس لغوی ہے نیز ضعف تالیف بھی ہے کیونکہ نحو وصرف کا قاعدہ ہے کہ مضارع مجزوم کا نون جبکہ اس کے ساتھ ساکن حرف یا ضمیر منصوب متصل ہو تو وہ نون نہیں گرتا باقی صورتوں میں گر جاتا ہے اور یہاں اس کے بعد حرف ساکن متصل ہے اس کے باوجود نون کو گرادیا ہے، لہذا یہ نحو کے قاعدے کے خلاف ہے قاعدہ کے مطابق لم یکن الصدیق ہونا چاہئے جیسے کلام اللہ شریف میں لم یکن الذین کفروا میں

نون ساکن سے متصل ہونے کی صورت میں نہیں گرا ہے۔

(۶) هٰذِهٖ عِبَارَةُ كِتَابِ صَدِيْقِ زَيْدٍ یہ زید کے دوست کی کتاب کی عبارت ہے، اس میں مخل بالفصاحت تتابع اضافات ہے۔

تنبیہ:- یہ بات یاد رہے کہ ہر تتابع الفاظ مخل بالفصاحت نہیں بلکہ وہ تتابع اضافات مخل بالفصاحت ہے، جس کی وجہ سے تلفظ دشوار ہو اور جہاں یہ بات پیدا نہ ہو وہ تتابع اضافات مخل بالفصاحت نہ ہوگی جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا۔

(۷) كَسَا حِلْمُهٗ ذَا الْحِلْمِ اَثْوَابَ سُؤْدَدٍ وَرَقّٰى نَدَاهُ ذَالنَّدىٰ فِىْ ذُرَىٰ الْمَجْدِ: پہنایا بردبار کو اس کی بردباری نے سرداری کا لباس اور پہنچایا سخی کو اس کی سخاوت نے بزرگی کی چوٹی پر، اس میں مخل بافصاحت ضعف تالیف ہے حِلْمُهٗ اور نَدَاهُ میں اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبۃً لازم آنے کی وجہ سے (کذافی جواهر البلاغة ص۲۸ ومغنی اللبیب ص ۴۹۲ ج ۲ تحت نمبر ۷۴۴) کسا باب نصر سے پہنانا، سُؤْدد پہلی دال کے فتحہ وضمہ کے ساتھ بمعنی سرداری، ندا سخاوت، انداءٌ ذُرىٰ ذال کے ضمہ وکسرہ کے ساتھ ہے، یہ جمع ہے ذُروۃ کی بمعنی چوٹی، بلندی۔

(۸) لَيْسَ اِلَّاكَ يَا عَلِيُّ هُمَامٌ سَيْفُهٗ دُوْنَ عِرْضِهٖ مَسْلُوْلٌ

(قول المتنبی فی مدح سیف الدولہ) اے علی تیرے سوا کوئی ایسا باہمت سردار نہیں ہے کہ جس کی تلوار اس کی آبرو کی حفاظت کے خاطر سونتی گئی ہو، اس میں مخل بالفصاحت ضعف تالیف ہے کیونکہ یہ نحو کے مشہور قاعدے کے خلاف ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اِلَّا کے بعد ضمیر متصل نہیں آتی بلکہ ضمیر منفصل آتی ہے، ہونا یہ چاہئے اِلَّا اِيَّاكَ (کذافی شرح ابن عقیل ص۱۵ وجواهر البلاغة ص ۲۸) هُمَامٌ بمعنی بلند ہمت سردار، علی سیف الدولۃ کا نام ہے، مطلب شعر کا یہ ہے کہ متنبی اپنے

ممدوح سیف الدولۃ کو اس کے نام سے خطاب کر کے کہہ رہا ہے کہ تو ہی سب سے زیادہ بہادر بادشاہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی ایسا بادشاہ نہیں جس کی تلوار اس کی آبرو کی محافظ ہو۔

(۹) وَالشَّمْسُ كَاسِفَةٌ لَيْسَتْ بِطَالِعَةٍ تَبْكِيْ عَلَيْكَ نُجُوْمَ اللَّيْلِ وَالْقَمَرُ (قول جرير في مدح عمر بن عبد العزيز) اور سورج رات کے ستاروں میں چھپ رہا ہے اور چاند تجھ پر رو رہا ہے پس وہ (سورج) طلوع ہونے والا نہیں ہے اس میں مخل فصاحت تعقید لفظی ہے جو کاسفۃ اور اس کے مفعول نجوم اللّیل کے درمیان تبکی علیک کا فصل آنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، اصل عبارت یہ ہے والشمس کاسفۃ نجوم اللیل والقمر تبکی علیک فلیست بطالعۃ (کذا فی جواھر البلاغۃ ص ۲۹) کاسفۃ باب ض سے بمعنی گہن لگنا۔

(۱۰) وَمِنْ جَاهِلٍ بِيْ وَهُوَ يَجْهَلُ جَهْلَهٗ وَيَجْهَلُ عِلْمِيْ أَنَّهٗ بِيْ جَاهِلٌ اور بعضے طعنہ دینے والے ایسے ہیں جو میرے مقام سے ناواقف ہے اور وہ اپنے اس جہل سے بھی ناواقف ہے (یہ دو جہالتیں ہوئی) اور وہ اس بات سے بھی ناواقف ہے کہ بیشک میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے جاہل ہے (یہ تیسری جہالت ہوئی) اس میں مخل بالفصاحت تنافر کلمات ہے جو تتابع الفاظ سے پیدا ہوا ہے۔

(۱۱) دَانٍ بَعِيْدٍ مُحِبٌّ مُبْغِضٍ نَهِجٍ اَغَرَّ حُلْوٍ مُمِرٌّ لَيِّنٍ شَرِسٍ؛ وہ ارباب حاجت سے قریب بُروں سے دور فضل والوں سے محبت کرنے والا بروں کا دشمن مہمان کے آنے سے خوش ہونے والا روشن اور دوستوں کے حق میں شیریں، دشمنوں کے حق میں تلخ، نرم خو، بدخواہوں کے لئے سخت مزاج ہے؛ اس میں مخل بالفصاحت تنافر کلمات ہے جو توالی صفات کی وجہ سے پیدا ہونے والا ہے۔ (کذا فی جواھر البلاغۃ ص ۲۹)۔

(۲) اِنّی وَاسطَارِ سُطِرْنَ سَطراً　　لَقَائِلٌ یا نَصرُ نَصرٌ نَصراً
۔ میں ان سطروں کی قسم کھا کر کہتا ہوں جو لکھ دی گئی لکھنا اے نصر مدد کر مدد، اس میں مخل بالفصاحت تنافر کلمات ہے جو پیدا ہونے والا ہے تکرار کلمات سے، اس شعر میں پہلے نصر سے مراد نصر بن سیار ہے۔

(۱۳) تَزَوَّدْ مِثْلَ زَادِ اَبِیکَ قَیسٍ، فَنِعْمَ الزَّادُ زَادُ اَبِیکَ زَادًا، تو اپنے باپ قیس کے توشہ کی طرح توشہ اختیار کر کیونکہ توشہ ہونے کے اعتبار سے تیرے باپ کا توشہ بہترین توشہ ہے، اس میں بھی مخل بالفصاحت تنافر کلمات ہے جو کثرت تکرار سے پیدا ہونے والا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

فصل فی البلاغۃ

یہ فصل ہے بلاغت کے بیان میں

اَلْبَلَاغَةُ فِي اللُّغَةِ الْوُصُوْلُ وَالْاِنْتِهَاءُ وَيُقَالُ بَلَغَ فُلَانٌ مُرَادَهٗ اِذَا وَصَلَ اِلَيْهِ وَبَلَغَ الْمُسَافِرُ الْمَدِيْنَةَ اِذَا انْتَهٰى اِلَيْهَا وَعِنْدَ اَهْلِ الْبَيَانِ تَكُوْنُ وَصْفًا لِلْكَلَامِ وَالْمُتَكَلِّمِ فَبَلَاغَةُ الْكَلَامِ هِيَ مُطَابَقَتُهٗ لِمُقْتَضَى الْحَالِ اَيْ وُرُوْدُهٗ عَلَى الصُّوْرَةِ الَّتِيْ طَلَبَتْهَا الْحَالُ مَعَ فَصَاحَتِهٖ.

ترجمہ:- بلاغت کے لغوی معنی وصول اور انتہا کے ہیں اور بلغ فلانٌ مرادہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ آدمی اپنے مقصود تک پہنچ جائے اور جب مسافر شہر تک پہنچ جائے تب بلغ المسافر المدینۃ بولتے ہیں، اور اہل بیان کے نزدیک بلاغت کلام اور متکلم کا وصف ہوتا ہے، پس بلاغت کلام وہ کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونا ہے یعنی کلام کے فصیح ہونے کے ساتھ کلام کا اس صورت پر آنا جس صورت کا حال نے تقاضا کیا ہے۔

تشریح:- صاحب کتاب نے مقدمہ میں فصاحت اور بلاغت کے ذکر کرنے کا ارادہ فرمایا تھا ان میں سے فصاحت کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اب بلاغت کا بیان شروع کر رہے ہیں، چنانچہ سب سے پہلے بلاغت کے لغوی معنی بیان کئے وصول اور انتہا یعنی پہنچنا مثلاً جیسے کوئی آدمی اپنے مقصود تک پہنچ جائے تب بلغ فلانٌ مرادہ بولا جاتا ہے اور مسافر کے منزل مقصود تک پہنچنے پر بلغ المسافر المدینۃ بولتے ہیں۔

وَعِنْدَ اَهْلِ الْبَيَانِ الخ سے صاحب کتاب بلاغت کی دو قسموں کی طرف اشارہ

کرنا چاہتے ہیں کہ بلاغت کی دو قسمیں ہیں (۱) بلاغت کلام (۲) بلاغت متکلم، بلاغت کی یہ دو ہی قسمیں ہیں، کلمہ بلاغت کی قسم نہیں ہے کیونکہ اہل عرب سے کلمہ کو بلاغت کے ساتھ متصف کرتے ہوئے نہیں سنا ہے، ہاں ان سے کلام اور متکلم کو بلاغت کے ساتھ متصف کرتے ہوئے ضرور سنا گیا ہے، مثلاً اہل عرب کلام بلیغ و متکلم بلیغ بولتے ہیں لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ بلاغت صرف کلام اور متکلم کا وصف ہوگا، کلمہ اور مفرد کا وصف نہ ہوگا پھر بلاغت کی دو قسموں کو ذکر کرنے کے بعد اب بلاغتِ کلام کی تعریف کرتے ہیں، لیکن بلاغتِ کلام کی تعریف سے پہلے ایک قابل توجہ بات یاد رکھو کہ صاحب کتاب نے بلاغت کے لغوی معنی بیان کرنے کے بعد اصطلاحی تعریف ذکر نہیں کی اور اس کے اقسام کا تذکرہ شروع کر دیا اس لئے کہ بلاغت کی کوئی ایسی جامع تعریف نہ تھی جو اس کی دونوں قسموں کو شامل ہو اس لئے اقسام ذکر کر کے ہر ایک کی تعریف کو بیان کیا چنانچہ فرمایا کہ بلاغتِ کلام اس کا نام ہے کہ کلام مقتضیٰ حال کے مطابق ہو یعنی وہ کلام خود فصیح ہو اور اس کے فصیح ہونے کے ساتھ کلام کو اس مخصوص صورت کے مطابق لایا جاوے جس صورت کا حال مطالبہ کرتا ہے یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ بلاغت کلام کے لئے کلام کا مقتضیٰ حال کے مطابق ہونا جو ضروری ہے اس مطابقت سے مطابقتِ تامہ مراد نہیں بلکہ فی الجملہ مطابقت مراد ہے، مطابقت تامہ تو یہ ہے کہ کلام ان تمام مقتضیات کے مطابق ہو جن کا حال تقاضا کرتا ہے، اور فی الجملہ مطابقت یہ ہے کہ کلام ان مقتضیات میں سے کسی بھی مقتضیٰ کے مطابق ہو، پس حال اگر دو چیزوں کا تقاضا کرتا ہے مثلاً تاکید کا اور تعریف کا اور متکلم نے ان میں سے ایک کی رعایت کی تو یہ کلام بلیغ ضرور ہوگا لیکن اس کلام سے کم درجہ کا بلیغ ہوگا جس میں دونوں مقتضیات کی رعایت کی گئی ہو، بلاغت کلام کی تعریف تین چیزوں پر مشتمل ہے، (۱) حال (۲) مقتضیٰ حال (۳) مطابقتِ مقتضیٰ حال، اب آگے خود صاحب کتاب ان تینوں کی وضاحت فرماتے ہیں چنانچہ فرمایا:

وَالْحَالُ وَيُسَمّٰى بِالْمُقَامِ هُوَ الْاَمْرُ الْحَامِلُ لِلْمُتَكَلِّمِ عَلٰى

اِيْرَادِ عِبَارَتِهٖ عَلٰی صُوْرَةٍ مَخْصُوْصَةٍ اورحال اوراسی کا دوسرا نام مقام ہے حال یا مقام وہ امر ہے جو متکلم کو مخصوص صورت پر کلام کے لانے پر ابھارنے والا ہے۔

وَالْمُقْتَضٰی وَيُسَمّٰی بِالْاِعْتِبَارِ الْمُنَاسِبِ هُوَ الصُّوْرَةُ الْمَخْصُوْصَةُ الَّتِیْ تَطْلُبُهَا الْحَالُ فَتُوْرَدُ عَلَيْهَا الْعِبَارَةُ

مقتضی اور اس کا دوسرا نام اعتبار مناسب ہے، مقتضی یا اعتبار مناسب وہ مخصوص صورت ہے جس کا حال نے مطالبہ کیا ہے پھر کلام کو اس کے مطابق لایا جاوے۔

وَالْمُطَابَقَةُ وَهِیَ اِيْرَادُ الْكَلَامِ عَلَی الصُّوْرَةِ الْمَخْصُوْصَةِ مَثَلًا الْاِنْكَارُ حَالٌ لِاَنَّهٗ يَدْعُوْا اِلٰی اِيْرَادِ الْكَلَامِ مُؤَكَّدًا وَالتَّوْكِيْدُ مُقْتَضٰی لِاَنَّهُ الصُّوْرَةُ الْمَخْصُوْصَةُ الَّتِیْ طَلَبَتْهَا الْحَالُ وَاِيْرَادُ الْكَلَامِ مُؤَكَّدًا هُوَ الْمُطَابَقَةُ۔

اور مطابقت وہ کلام کا صورت مخصوصہ پر لانا ہے مثلاً انکار ایک حال ہے اس لئے کہ انکار کلام کے مؤکد لانے کا تقاضی کرتا ہے اور تاکید مقتضا ہے اس لئے کہ تاکید وہ صورت مخصوصہ ہے جس کا حال نے مطالبہ کیا اور کلام کا مؤکد لانا وہی مطابقت ہے۔

تشریح:- صاحب کتاب ان تینوں کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حال وہ امر ہے جو متکلم کو اس بات پر آمادہ کرے کہ متکلم اپنے کلام کو جس سے وہ اپنی مراد کو ادا کرنا چاہتا ہے ایک مخصوص صورت پر لاوے اب وہ امر حال یا تو نفس الامر اور حقیقت میں ہوگا یا نہ ہوگا، اول کی مثال جیسے مخاطب کا حقیقۃً قیام زید کا منکر ہونا پس یہ انکار حقیقت میں اس بات کا حال ہوگا کہ متکلم اپنے کلام کو تاکیدی صورت پر ادا کرے، ثانی کی مثال جیسے مخاطب غیر منکر کو منکر کے مرتبہ میں اتار لیا جاوے اس وقت وہ امر حال نفس الامر اور حقیقت میں تو حال نہیں لیکن منکر کے درجہ میں ماننے کی وجہ سے وہ بھی اس بات کا حال ہے کہ متکلم اپنے کلام کو تاکید والا لاوے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حال وہ امر ہے جو متکلم کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ متکلم اپنے اس کلام کو جس کے ذریعہ وہ اپنی مراد اداء کرنا چاہتا ہے ایک مخصوص صورت پر ادا کرے اور وہ مخصوص صورت جس کا حال تقاضا کرتا ہے مقتضیٰ حال کہلاتا ہے، اسی کا دوسرا نام اعتبار مناسب بھی ہے یعنی مقام کے مناسب کلام یہ ہے، اور پھر جب کلام اس تقاضہ کے مطابق مخصوص صورت پر اداء بھی کر دیا تو اسی کو مطابقت مقتضی حال کہتے ہیں، مثلاً کوئی مخاطب حکم کا منکر ہے تو اس کا انکار وہ ایک حال ہے جو کلام کے مؤکد لانے کا تقاضہ کرتا ہے اور کلام میں تاکید کا لانا وہ مقتضی ہے کیونکہ اسی کا حال نے تقاضہ کیا اور ایسے منکرِ حکم مخاطب کے سامنے مؤکد کر کے کلام کرنا مطابقت مقتضی حال ہے، یعنی یہ کلام ایسا ہے جو مقتضیٰ حال کے مطابق ہے اور ایسے ہی اگر مقام مقام مدح ہے تو وہ تقاضہ کرے گا کہ کلام طویل ہو اور پھر متکلم نے کلام کو طویل ذکر بھی کر دیا تو مدح ایک حال ہے اور اطناب مقتضی ہے اور کلام کا مطنب ذکر کرنا وہ مطابقت مقتضی حال ہے۔

وَبَلَاغَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيْرِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ بِكَلَامٍ بَلِيْغٍ فِيْ اَىِّ غَرَضٍ كَانَ ۔اور بلاغت متکلم ایک ملکہ (مہارت تامہ) ہے، جس کی وجہ سے متکلم ہر غرض میں کلام بلیغ کے ذریعے مقصود کے تعبیر کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

تشریح:۔ صاحب کتاب نے بلاغت فی المتکلم کی تعریف میں کہا ہے کہ بلاغت فی المتکلم ایسے ملکہ اور مہارت تامہ کا نام ہے، جس کی وجہ سے متکلم ہر غرض میں کلامِ بلیغ کی تالیف پر قادر ہو جائے، ملکہ کے متعلق فصاحت فی المتکلم کی بحث میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

وَيُعْرَفُ التَّنَافُرُ بِالذَّوْقِ وَمُخَالَفَةُ الْقِيَاسِ بِالصَّرْفِ وَضُعْفُ التَّالِيْفِ وَالتَّعْقِيْدُ اللَّفْظِيُّ بِالنَّحْوِ وَالْغَرَابَةُ بِكَثْرَةِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰى كَلَامِ الْعَرَبِ وَالتَّعْقِيْدُ الْمَعْنَوِيُّ بِالْبَيَانِ وَالْاَحْوَالُ

وَمُقْتَضَيَاتُهَا بِالْمَعَانِيْ۔

اور ذوق سلیم سے تنافر پہچانا جاتا ہے، اور صرف سے مخالفت قیاس لغوی کا پتہ چلتا ہے، اور ضعف تالیف اور تعقید لفظی علم نحو سے، اور کلام عرب پر معلومات کی کثرت سے غرابت سمجھی جائے گی، اور علم بیان سے تعقید معنوی اور علم معانی سے احوال اور ان کے مقتضیات کی معرفت ہوتی ہے۔

فَبِنَاءً عَلَيْهِ وَجَبَ عَلٰى طَالِبِ الْبَلَاغَةِ أَنْ يَّعْرِفَ اللُّغَةَ وَالصَّرْفَ وَالنَّحْوَ وَالْمَعَانِيَ وَالْبَيَانَ وَأَنْ يَّكْتَسِبَ سَلَامَةَ الذَّوْقِ وَيُكْثِرَ مِنَ الْإِطِّلَاعِ عَلٰى كَلَامِ الْعَرَبِ

اس لئے بلاغت کے طلب کرنے والے پر ضروری ہے کہ وہ علم صرف، نحو، معانی، علم بیان کو جانے اور ذوق کی سلامتی حاصل کرے اور کلام عرب کی معلومات زیادہ حاصل کرے۔

تشریح:۔صاحب کتاب اس عبارت سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو امور فصاحت وبلاغت میں مخل ہیں ان کے جاننے کا طریقہ کیا ہے، کیسے پتہ چلے گا کہ اس کلام میں تنافر کلمات ہے یا ضعف تالیف وغیرذالک تو اس کا طریقہ بیان کیا کہ یہ تمام امور ان مذکورہ چیزوں سے پہچانے جائیں گے لہذا بلاغت کے حاصل کرنے والوں پر ضروری ہے کہ وہ ان امور وعلوم میں مہارت حاصل کرے تاکہ وہ اپنی مراد کو کلام بلیغ کے ذریعے سے تالیف کرنے پر قادر ہو جاوے۔

مبحث فی مراتب البلاغة

عَرَفْتَ مِمَّا تَقَدَّمَ اَنَّ مَرْجَعَ الْفَصَاحَةِ اللَّفْظُ دُوْنَ الْمَعْنٰى

وَاَنَّ مَرْجَعَ الْبَلَاغَةِ الْاَلْفَاظُ وَالْمَعَانِیْ مَعاً وَلِلْبَلَاغَةِ طَرَفَانِ اَعْلٰی وَهُوَ مَا يَقْرُبُ مِنْ حَدِّ الْاِعْجَازِ، وَاَسْفَلُ وَهُوَ مَا اِذَا غُيِّرَ الْكَلَامُ عَنْهُ اِلٰی مَا هُوَ دُوْنَهٗ فِی الْمَرْتَبَةِ اُلْتُحِقَ بِاَصْوَاتِ الْبَهَائِمِ وَبَيْنَهُمَا مَرَاتِبُ كَثِيْرَةٌ مُخْتَلِفَةٌ بَعْضُهَا اَعْلٰی مِنْ بَعْضٍ بِحَسَبِ تَفَاوُتِ الْمَقَامَاتِ وَرِعَايَةِ الْاِعْتِبَارَاتِ وَتَتْبَعُهَا وُجُوْهٌ اُخْرٰی غَيْرُ الْمُطَابَقَةِ وَالْفَصَاحَةِ تُوْرِثُ الْكَلَامَ حُسْنًا وَهِیَ اَنْوَاعُ الْبَدِيْعِ۔

ترجمہ:- یہ بات ماتقدم سبق سے جان چکے ہو کہ فصاحت کا مدار صرف الفاظ ہے معنی نہیں، اور بلاغت کا مدار الفاظ ومعانی دونوں ہیں، اور بلاغت کے لئے دو طرف ہے، ایک اعلیٰ، اعلیٰ طرف وہ ہے جو حد اعجاز سے قریب ہو اور دوسرا طرف اسفل اور وہ یہ ہے کہ کلام کو اگر اس سے بدل کر اس سے نیچے درجہ میں کردیا جائے تو وہ چوپایوں کے آواز کے ساتھ مل جائے، اور ان دو طرفوں کے درمیان بہت سے مختلف مرتبے ہیں، ان میں سے بعض مقامات اور اعتبارات کی رعایت کے تفاوت کے اعتبار سے بعض سے اعلیٰ ہوں گے اور مطابقت اور فصاحت کے علاوہ بھی دوسرے بہت سے امور ہیں جو بلاغت کے تابع ہوتے ہیں اور کلام میں حُسن پیدا کرتے ہیں اور وہ علم بدیع کے اقسام ہیں۔

لَايَخْلُوْ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ فِی الْجُمْلَةِ الْاَمْرُ الدَّاعِیْ اِلَی التَّكَلُّمِ مُفْرَدًا اَوْ مُتَعَدِّداً فَيَكُوْنَ الْمُقْتَضٰی وَاحِداً اَوْ اَكْثَرَ، فَاِنْ طَابَقَتِ الْمُقْتَضَيَاتُ فِی الْجُمْلَةِ كَافَّةَ الْاَحْوَالِ دُوْنَ اِخْلَالٍ وَشُفِعَ تَرْكِيْبُهَا بِشَیْءٍ مِنَ الْمُحَسِّنَاتِ الْبَدِيْعِيَّةِ كَانَ الْكَلَامُ فِیْ اَعْلٰی مَرَاتِبِ الْبَلَاغَةِ مُدْرِكاً حَدَّ الْاِعْجَازِ وَاِلَّا فَهُوَ فِیْ مَرَاتِبَ مُخْتَلِفَةٍ يَسْفُلُ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ بِحَسَبِ التَّفَاوُتِ، بَيْنَ الْاَحْوَالِ وَالْمُقْتَضَيَاتِ وَبَيْنَ الْمُحَسِّنَاتِ الْبَدِيْعِيَّةِ

ترجمہ:- جملہ میں وہ امر جو تکلم کی طرف داعی ہے اس بات سے خالی نہ ہوگا کہ وہ مفرد ہوگا یا متعدد اسی اعتبار سے مقتضی ایک ہوگا یا زیادہ، پس اگر جملہ میں مقتضیات بغیر کسی کمی کے تمام احوال کے مطابق ہوں اور اس جملہ کی ترکیب میں محسنات بدیعیہ میں سے بھی کچھ چیزیں ملادی گئی ہوں تو کلام بلاغت کے اعلیٰ مرتبہ میں حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہوگا، ورنہ وہ کلام بلاغت میں مختلف مرتبوں میں ہوگا، احوال ومقتضیات اور محسنات بدیعیہ کے درمیان تفاوت سے بعض بعض سے اسفل ہوگا۔

تشریح:- صاحب کتاب اس عبارت میں بلاغت کے اعلیٰ مرتبہ وادنیٰ مرتبہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں اس کے بیان سے پہلے فصاحت اور بلاغت کے مدار اور موقف کو بیان کیا چنانچہ فرمایا کہ فصاحت کا مدار صرف الفاظ پر ہے کہ اگر الفاظ میں وہ عیوب نہ پائے جائیں جن کو ماقبل میں ذکر کیا مثلاً تنافر، ضعف تالیف، تعقید وغیرہ تو وہ کلام اور الفاظ فصیح ہوں گے، اس میں معنیٰ کا کوئی دخل نہیں چاہے وہ کلام مقتضی حال کے مطابق ہو یا نہ ہو اور بلاغت کا مدار الفاظ اور معانی دونوں پر ہیں، یعنی کلام کی بلاغت کے لئے الفاظ کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے ساتھ ہی ساتھ اس کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے، جیسا کہ بلاغت کی تعریف سے یہ بات جان چکے۔

اب اس کے بعد سمجھو کہ بلاغت کا مدار چونکہ حال اور مقتضی کی رعایت پر ہے لہذا انہیں دونوں کی رعایت کے مطابق بلاغت کے مراتب متعین کئے جاتے ہیں چنانچہ اس اعتبار سے بلاغت کے دو مرتبے ہیں (۱) اعلیٰ (۲) اسفل وللبلاغۃ طرفان سے اعلیٰ واسفل دو مرتبے ذکر کئے ہیں، اور دونوں ذکر کرنے سے تیسرا مرتبہ خود بخود معلوم ہو جاتا ہے یعنی اوسط لیکن اس کے باوجود صاحب کتاب نے اس تیسرے مرتبہ کو بھی ذکر کیا ہے، بہر حال بلاغت کا اعلیٰ مرتبہ تو وہ ہے کہ کلام اگر تمام احوال کے مطابق ہو تو وہ کلام بلاغت کے اعلی مرتبہ پر ہوگا جس کلام کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ یہ کلام اعجاز کی حدوں کو چھونے والا ہے لیکن

یہ بات یاد رہے کہ انسان چاہے کتنا ہی بلیغ کلام کرے مگر وہ اعجاز کی حد میں داخل نہ ہوگا کیونکہ اعجاز میں داخل ہونا انسان کے بس میں نہیں بلکہ وہ تو اللہ عزّ اسمہٗ کے کلام کی صفت ہے، اعجاز کا مطلب یہ ہے کہ کلام ایسا ہو کہ لوگ اسے معجزہ سمجھیں اور اس کی نظیر پیش نہ کرسکیں، یہی مطلب ہے صاحب کتاب کی عبارت وھو ما یقرب الخ کا، اور بلاغت کی دوسری طرف طرف اسفل ہے، اور طرف اسفل یہ ہے کہ اگر کلام کو اس طرف اسفل سے نیچے اتار دیا جائے یعنی مقتضیاتِ احوال کی بالکل رعایت نہ کی جائے تو بلغاء کے نزدیک وہ کلام جانوروں کی آواز کے ساتھ لاحق ہوجائے گا، صاحب کتاب کہتے ہیں کہ اعلیٰ واسفل کے درمیان بہت سے مراتب متوسطہ ہیں جو مقامات کے تفاوت اور اعتبارات کی رعایت کے تفاوت کے اعتبار سے بعض بعض سے اعلیٰ ہیں، مثلاً ایک آدمی کے دس احوال ہیں تو ہر حال کا ایک مقتضی ہوگا اب اگر متکلم اپنے کلام میں ان تمام احوال کے مقتضیات کے مطابق کلام لایا تو یہ کلام بلاغت کی طرفِ اعلیٰ پر ہوگا اور اگر صرف ایک مقتضی کے مطابق کلام لایا تو یہ طرف اسفل پر ہوگا ان دونوں کے درمیان مختلف مراتب ہیں جن میں بعض بعض سے اعلیٰ ہوں گے، مثلاً جو کلام پانچ مقتضیات کے مطابق ہو وہ اس کلام سے اعلیٰ ہوگا جس میں چار یا تین مقتضیات کی رعایت کی گئی ہو۔

وَتتبعها وجوهٌ اخریٰ :- اس عبارت سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مطابقت مقتضیٰ حال اور فصاحت کلام کے علاوہ کچھ ایسے امور ہیں جو کلام میں حسن پیدا کرتے ہیں، اور وہ بلاغت کلام کے توابع ہیں، اور وہ امور محسنات بدیعیہ کے اقسام میں سے ہیں لیکن یہ بات یاد رہے کہ ان وجوہ سے جو کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے وہ حسن عارضی ہے جو اصل بلاغت سے خارج ہے کیونکہ حسن ذاتی تو فصاحت اور مطابقتِ مقتضیٰ حال سے حاصل ہوتا ہے۔

لَا یخلوْ منْ اَنْ یَّکونَ الخ اس عبارت سے اسی بات کی وضاحت کرتے ہیں

جو اوپر والی عبارت سے معلوم ہوئی کہ بلاغت کے مراتب کا تعین مقامات اور اعتبارات کی رعایت کے تفاوت کے اعتبار پر ہوگا۔

اسئلۃ

(۱) ماالبلاغة لُغَةً وَاصْطِلَاحًا ؟ بلاغت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

جواب: بلاغت کے لغوی معنی وصول اور انتہاء ہے اور اصطلاح کے اعتبار سے متقدمین اہل معانی نے مختلف تعریفیں کی ہیں، امام ابو ہلال حسن بن عبداللہ بن سہل عسکری نے ''الصناعتین'' میں اور امام جاحظ نے'' البیـان والتبیین ''میں تقریباً تیرہ تعریفیں نقل کی ہے، اور صاحب عروس الافراح نے تیئس ۲۳ تعریفیں نقل کی ہے لیکن ہم سفینہ میں ذکر کردہ تعریف بیان کرتے ہیں ،بلاغت کے ذیل میں حاشیہ(ا) میں بلاغت کی تعریف کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ البلاغۃُ فن یتدرب بہ علی حسن القول والتکلم بفصاحۃ یعنی بلاغت ایسا فن ہے کہ انسان جس کے ذریعہ اچھی بات کرنے پر اور فصاحت کے ساتھ تکلم کرنے میں مہارت تامہ حاصل کرلے۔

(۲) بِماذا تُعَرِّفُ بَلَاغَةَ الْكَلَامِ ؟ بلاغت کلام کی آپ کس طرح تعریف کریں گے ؟

جواب: بلاغت کلام وہ کلام کا مقتضی حال کے مطابق لانا ہے۔

(۳) مَا الْحَالُ وَمَا الْمَقَامُ وَمَا الْمُقْتَضٰى اَوِ الْاِعْتِبَارُ الْمُنَاسِبُ وَمَا الْمُطَابَقَةُ ؟

حال اور مقام کیا ہے اور مقتضی یا اعتبار مناسب کیا ہے اور مطابقت کیا ہے؟

حال وہ ہے جو مخصوص صورت پر کلام لانے کا تقاضہ کرے اور مقتضی یا اعتبار مناسب وہ صورت مخصوصہ ہے جس کا حال نے تقاضہ کیا اور مطابقت کلام کا مخصوص صورت پر لانا ہے۔مَثِّلْ لِمَا تَقُوْلُ ؟ جو کہہ رہے ہو اس کی مثال دو، مثلاً انکار ایک

حال ہے اور اس کا مقتضی تاکید ہے اور کلام کا مؤکد لانا وہ مطابقت ہے۔

(۴) بَیِّنِ الْحَالَ وَمُقْتَضَاهُ فِیْ قَوْلِکَ لِمُنْکِرٍ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا ؟ منکر مخالف کے لئے تیرے قول ان من البیان لسحرا میں حال اور مقتضی بیان کرو؟

حال وہ انکار ہے اور تاکید اس کا مقتضی ہے۔

(۵) مَتٰی یُعَدُّ الْکَلَامُ بَلِیْغًا ؟ کلام کب بلیغ شمار کیا جائے گا؟ جب کہ کلام کے تمام کلمات کی فصاحت کے ساتھ وہ کلام مقتضی حال کے مطابق ہو۔

(۶) کَیْفَ یُحْتَرَسُ مِمَّا یُخِلُّ بِفَصَاحَةِ الْمُفْرَدِ وَالْمُرَکَّبِ؟ فصاحت مفرد ومرکب میں مخل چیزوں سے کیسے اجتناب کیا جاوے؟ علم صرف ونحو میں مہارت اور ذوق سلیم کے حصول سے نیز کلام عرب پر کثرت اطلاع سے اجتناب ہوگا۔

(۷) کَیْفَ یُعْرَفُ التَّعْقِیْدُ الْمَعْنَوِیُّ ؟ تعقید معنوی کیسے معلوم ہوگی؟ علم بیان کے ذریعے

(۸) مِمَّ تَعْرِفُ الْاَحْوَالَ وَمُقْتَضَیَاتِهَا؟ احوال اور مقتضیات کو کس سے پہچانو گے؟ علم معانی کے ذریعے۔

تمرین

(۱) وَضِّحِ الْحَالَ فِیْ مُخَاطِبَتِکَ الْخَالِیْ وَالْمُتَرَدِّدَ وَالْمُنْکِرَ بِهٰذِهِ الْجُمْلَةِ الْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْهِ؟ الحق یعلو ولا یعلیٰ علیہ اس جملے کے بارے میں خالی الذہن اور متردد اور منکر سے گفتگو کی صورت میں حال کی وضاحت کرو؟ حال تو واضح ہے لیکن ان کے احوال کے اعتبار سے خالی الذہن کو الحق یعلو ولا یعلی علیہ سے خطاب کریں گے، اور اگر اس معاملہ میں مخاطب متردد ہے تو ان الحق یعلو ولا یعلی علیہ سے اور منکر ہے تو واللہ ان الحق یعلو ولا یعلی علیہ سے خطاب کریں گے۔

(ب) وَضْعِ الْمُقْتَضٰى فِیْ مُخَاطَبَةِ الذَّکِیِّ، الْبَلِیْدِ الْمَمْدُوْحِ، الْبَخِیْلِ الْمَلِکِ، الْمُسَاوِیْ الْاَدْنٰی، الْقَوِیِّ الظَّالِمِ الصَّدِیْقِ ؟
ذکی، کندذہن، ممدوح، بخیل، بادشاہ، ہم عمر، ادنیٰ، قوی، ظالم اور دوست سے گفتگو کی صورت میں مقتضیٰ کی وضاحت کرو؟ ذکی سے گفتگو کی صورت میں مقتضیٰ اختصار اور کندذہن سے گفتگو کی صورت میں وضاحت وتشریح، ممدوح کی صورت میں اطناب، بخیل اطناب، وفضائل السخاوت ومذمة البخل، بادشاہ مختصر بالادب والوقار، مساوی بے تکلف، ادنی مختصر بالشفقة، قوی مختصر بالوقار، ظالم مختصر وفضائل العدل، دوست بے تکلف۔

(ج) متٰی یُلْجَأُ اِلیٰ الْاِطْنَابِ فِی الْکَلَامِ اَوِ التَّوْکِیْدِ اَوِ الْاِیْجَازِ اَوِ التَّفْخِیْمِ اَوِ التَّعْرِیْضِ اَوِ الصَّرَاحَةِ ؟ کلام میں اطناب یا تاکید یا ایجاز یا تفخیم (باعظمت کلام کرنا) یا تعریض (کنایۃً بات کرنا) یا صراحت کی کب ضرورت پڑتی ہے؟ اطناب للمدح، والتاکید للمنکر، والایجاز أی اقلال اللفظ مع کثرة المعنیٰ لِلذَّکِیِّ، والتَّفْخِیْمِ للمَلِکِ، تعریض للعاقل، والصراحة للبلیدِ۔

(د) مَا مُقْتَضَی التَّقْدِیْمِ فِیْمَا یَلِیْ ؟ آنے والے جملوں میں تقدیم کا مقتضیٰ کیا ہے؟

(ا) علٰی اھلِھا تَجْنِیْ بَرَاقِیْشُ اپنے ہی اہل پر براقیش کتیہ جنایت کرتی ہے، اس میں علی اھلھا کو تجنی فعل سے مقدم کیا، تقدیم کا مقتضیٰ حصر ہے، براقیش عرب کی کسی قوم کی کتیہ کا نام ہے، اس نے بھونک دیا جس سے دشمن جاگ گئے اور قوم کو ہلاک کردیا تو اس کتیہ نے اپنے ہی لوگوں کو ضرر پہنچایا، پھر یہ مثال ہر اس آدمی کے بارے میں بولی

جانے لگی جو ایسا عمل کرے کہ اس کا ضرر خود اسی کو پہنچے، و بهذا المثال يضرب لمن يعمل عملاً يَرْجِعُ ضررُهُ اليه، مجمع الأمثال ۱۴/ ب

(۲) مِنْكَ أَنْفُكَ وَإِنْ كَانَ أَجْدَعَ؛ تجھ ہی سے تیری ناک ہے اگر چہ کٹی ہوئی ہو، اس میں منک خبر کی تقدیم کا مقتضی تخصیص اور حصر ہے، یہ بھی مثل ہے کسی کا خیر وشر اگر تمہارے اوپر آتا ہو اگر چہ اس کا قرب بہت مستحکم نہیں اس وقت بولتے ہیں (۳) لِلشَّدَائِدِ تَذْخَرُ الرِّجَالُ مصیبت کے وقت ہی کے لئے لوگ ذخیرہ کرتے ہیں، اس میں للشدائد کی تقدیم اہتمام کے لئے ہے۔(۴) مَاءً شَرِبْتُ؛ میں نے پانی ہی پیا مفعول ماءً کی تقدیم للتخصیص (۵) شِعْرًا نَظَمْتُ؛ میں نے شعر ہی نظم کیا۔ شعر کی تقدیم لاظهار شان (۶) جَمِيلَكَ تَمِّمْ؛ اپنے احسان کو پورا کر، جمیلک کی تقدیم لاهتمام شان۔

(ھ) اُذْكُرِ الْاَحْوَالَ وَمُقْتَضَيَاتِهَا وَبَيِّنْ بَلَاغَةَ الْكَلَامِ أَوْ عَدَمَهَا فِيْمَا يَأْتِيْ مُشِيْرًا إِلَى السَّبَبِ. آنے والے جملوں میں احوال اور ان کے مقتضیات کو ذکر کرو اور بلاغت کلام اور عدم بلاغت کلام کو سبب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کرو۔

(۱) إِنَّ الْبُغَاثَ بِأَرْضِنَا تَسْتَنْسِرُ؛ یقیناً بغاث پرندہ ہماری زمین میں گیدبن جاتا ہے، یہ کلام بلیغ ہے مقتضی حال کے مطابق ہونے کی وجہ سے اس میں حال مخاطب کا تردد ہے اور مقتضی تاکید ہے، بغاث میں تینوں لغتیں ہیں باء کا فتحہ، کسرہ، ضمہ بغاث پرندے کی ایک قسم ہے گدھ سے چھوٹا ہوتا ہے، تَسْتَنْسِرُ اِسْتَنْسَرَ اَیْ صَارَ كَالنَّسْرِ فِي الْقُوَّةِ عِنْدَ الصَّيْدِ بَعْدَ أن كان من ضعاف الطير. مجمع الامثال ص ۱۰ ج ۱۔

ترجمہ:- وہ پرندہ قوت میں شکار کے وقت گدھ کے مثل ہو گیا حالانکہ وہ کمزور پرندہ تھا، پھر یہ مثال بولی جانے لگی اس شخص کے بارے میں جو ذلیل و کمزور ہو لیکن کسی معزز کا پڑوس

بن کرو وہ بھی معزز بن جاوے۔

۲۔لیس الحریص بزائد فی رزقہ؛ حریص اپنی روزی بڑھانے والانہیں ہے، یہ کلام مقتضی حال کے مطابق ہونے کی وجہ سے بلیغ ہے، حال سامنے والے کا انکاراور مقتضی تاکید ہے جو بزائد میں باسے حاصل ہوتی ہے۔

(۳) الحاجۃ تفتق الحیلۃ۔ حاجت حیلہ کو کھولتی ہے (پیدا کرتی ہے) کلام بلیغ ہے ترک التاکید لخالی الذھن۔

(۴) إنّ دواءَ الشّقّ أن یحوصہ، بیشک پھٹن کا علاج اس کا سی دینا ہے (مصیبت کا علاج اس کا دور کر دینا ہے کلام بلیغ ہے سامنے والا مخاطب اگر چہ متردد یا منکر نہیں بلکہ خالی الذہن ہے لیکن اہمیت کے خاطر متکلم اپنے کلام کو مؤکد ذکر کرتا ہے گویا کہ مخاطب کو منکر کے درجے میں مان کر کلام کررہا ہے لہذا حال انکار تقدیری اور مقتضی تاکید ہے، سفینہ میں ان یحوصۃ بالیاء ہے حالانکہ زیادہ مناسب ان تحوصہ ہونا چاہئے تاکہ مقام کے مناسب ہو جاوے، کیونکہ اس کلام سے مقصود مخاطب سے خطاب ہے جیسا کہ مجمع الامثال میں تاء کے ساتھ مذکور ہے۔

(۵) فمی یحدث بعدلک اللّٰھمّ النّھار کلّہ ، میرا منھ تیرے عدل کو پورے دن "اللہ تعالیٰ گواہ ہے" بیان کرتا ہے، کلام بلیغ ہے حال مدح اور مقتضی اطناب ہے اور لفظ اللھم مزید مقام و حال کے مناسب ہے۔

(۶) الابنُ الحکیمُ یسرُّہُ اباہُ والابنُ الجاھلُ غمّۃٌ لِأمّہ۔ عقل مند لڑکا اپنے باپ کو خوش کرتا ہے اور جاہل بیٹا اپنی ماں کے لئے غم کا ذریعہ ہے، کلام بلیغ ہے، ترک التاکید لخالی الذھن۔

(۷) رأیتُ النّفسَ تکرہُ ما لدیھا وتطلبُ کلَّ ممتنعٍ علیھا۔ میں نے نفس کو دیکھا کہ وہ ہر موجود چیز کو ناپسند کرتا ہے اور جو چیز اس کے لئے محال ہے اس کا مطالبہ کرتا ہے

یہ کلام بلیغ ہے، حال مخاطب کا خالی الذہن ہونا اور مقتضی کلام کا بغیر تاکید کے سادہ لانا۔

(۸) مَاذَا تَقُولُ لِأَفْرَاخٍ بِذِیْ مِرَخٍ   زُغْبَ الحواصِلِ لا ماءٌ ولا شجر

ان چوزوں کے متعلق کیا کہتے ہو جو مقام ذی مرخ میں ہے جن کے پوٹوں پر سفید بال لگ رہے ہیں اس جگہ نہ پانی ہے نہ درخت، یہ کلام غیر بلیغ ہے، تعقید لفظی کے پائے جانے کی وجہ سے اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

مَاذَا تَقُولُ لِأَفْرَاخٍ بِذِیْ مِرَخٍ   بحیث لا ماءٌ ولا شجر

اس میں کتنی تقدیم وتاخیر نیز ایک کلمہ بحیث کو حذف کر دینا یہ سبب ہے تعقید لفظی کا۔

لغات:- مرخ بکسر المیم وفتحہا وبکسر الراء وفتحہا، مرخ: ایک قسم کا درخت۔ جو جلدی آگ پکڑ لیتا ہے، مراد جلدی ختم ہو جانے والا۔ زُغْبٌ جمع ہے زغباء کی، روئیں دار، اَفراخ، جمع ہے فرخ کی، چوزہ، مرغی کا بچہ، حواصل: جمع ہے واحد حوصَلٌ اور حوصلۃٌ اور حوصلاء پرندہ کا پوٹا۔

(۹) لئِنْ کُنْتَ قَدْ بُلِّغْتَ عَنِّیْ خِیَانَۃً لَمُبَلِّغُکَ الوَاشِیْ اَغَشُّ وَاَکْذَبُ۔ اگر تجھ کو میری طرف سے کوئی خیانت پہنچائی گئی (تو غم نہ کر) بلا شبہ تجھ تک پہنچانے والا چغل خور بہت زیادہ خائن وکذاب ہے، یہ کلام بلیغ ہے، حال مخاطب کا منکر ہونا اور مقتضی کلام کو مؤکد لانا (تاکید کے لئے لام ہے لمبلغک کا)

(۱۰) قَذًی بِعَیْنِکَ اَمْ بِالْعَیْنِ عَوَارٌ اَمْ ذَرَفَتْ اِذْ خَلَتْ مِنْ اَهْلِهَا الدَّارُ،

تیری آنکھ میں تنکا ہے یا آنکھ میں آشوب چشم کی بیماری ہے یا بہہ پڑی جبکہ خالی ہو گیا گھر، گھر والوں سے۔ یہ کلام بلیغ ہے حال مخاطب کا خالی الذہن ہونا ہے اور مقتضی کلام کو بغیر تاکید کے سادہ لانا ہے۔



علم المعانی

عِلْمُ الْمَعَانِیْ قَوَاعِدُ تُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اللَّفْظِ الْعَرَبِیِّ الَّتِیْ يُطَابِقُ اللَّفْظُ مُقْتَضٰی الْحَالِ وَفِيْهِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ، الْخَبَرُ وَالْاِنْشَاءُ، الذِّكْرُ وَالْحَذْفُ، التَّقْدِيْم و التَّأْخِيْرُ، التَّعْرِيفُ وَالتَّنْكِيْرُ، الْاِطْلَاقُ وَالتَّقْيِيْدُ، الْقَصْرُ، الْوَصْلُ وَالْفَصْلُ، الْاِيْجَازُ، والْمُسَاوَاتُ و الْاِطْنَابُ۔

ترجمہ:۔علم معانی ان قواعد کا نام ہے جن کے ذریعہ سے لفظ عربی کے وہ احوال جانے جائیں جن کی وجہ سے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے اور علم معانی میں آٹھ ابواب ہیں ،ا۔خبر اور انشاء۲۔ذکر وحذف،۳۔تقدیم وتاخیر،۴۔تعریف وتنکیر،۵۔اطلاق وتقیید،۶۔قصر،۷۔وصل وفصل،۸۔ایجاز،مساوات اور اطناب۔

تشریح:۔صاحب کتاب نے علم معانی کے مسائل کے ذکر کرنے سے پہلے اس کی تعریف کو بیان کیا کیونکہ اگر پہلے تعریف نہ ذکر کی جاتی تو طلب مجہول مطلق لازم آتا جو کہ باطل اور محال ہے نیز تعریف کے بغیر علم معانی کے مسائل کا علیٰ وجہ البصیرت حاصل کرنا ناممکن ہوتا، پس طلب مجہول مطلق سے بچنے کے لئے نیز تا کہ علم معانی کے مسائل علیٰ وجہ البصیرت حاصل کرنا ممکن ہو، علم معانی کی پہلے تعریف ذکر کردی، پس اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ علم معانی ان قواعد کا علم ہے جن کے ذریعہ لفظ عربی کے ان احوال کو جانا جاتا ہے جن احوال کی وجہ سے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے، لفظ عربی کے احوال سے وہ امور مراد

دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔

خبر کی تعریف میں جولذاتہ کالفظ بڑھایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صدق وکذب کے احتمال میں نفس کلام وخبر کو دیکھا جائے گا مخبر اور خبر کی خصوصیت سے قطع نظر کرتے ہوئے ،تا کہ وہ اخبار جو واجب الصدق ہے مثلاً اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کی خبر یں،خبر کی تعریف میں داخل ہو جائیں،اگر چہ ان خبروں کے قائل ایسے ہیں کہ اس میں کذب کا شائبہ بھی نہیں لیکن نفس خبر کی حیثیت سے صدق وکذب کا احتمال ضرور ہے،اسی طرح وہ اخبار بھی خبر میں داخل ہو جائیں جن کا صدق یا کذب متعین ہے،مثلاً مخبر کا قول الواحد نصف الاثنین یہ خبر صادق ہی ہے کذب کا احتمال نہیں ہے کیونکہ یہ خبر بالکل بدیہی ہے صدق میں کسی کا انکار نہیں،اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے علم وقدرت کا ثابت کرنا یہ بھی ایسی خبر ہے جس میں کذب کا شائبہ تک نہیں،اسی طرح وہ خبریں جن کا کذب متعین ہے مثلاً نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کی خبریں کہ اس میں صدق کا کوئی احتمال نہیں وہ کاذب ہی ہے،لیکن یہ تمام اخبار خبر ہونے کی حیثیت سے صدق وکذب دونوں کا احتمال رکھتی ہیں اس لئے یہ سب خبر میں داخل ہوگی ،اگر مخبر کی طرف نظر کرے تو اللہ تعالیٰ اور رسول کی خبریں خبر سے نکل جائیگی،اسی طرح وہ اخبار بھی نکل جائے گی جن کا صدق وکذب متعین ہے لیکن یہ صدق یا کذب کا تعین اس خبر کی خصوصیات میں سے ہے،نفس خبر کے اعتبار سے صدق،کذب کا احتمال ضرور ہے،الحاصل مخبر یا خبر کی خصوصیت کی رعایت کے بغیر یہ تمام اخبار نفس خبر ہونے کی حیثیت سے خبر کی تعریف میں شامل رہے گی،فافہم۔

۲۔انشاء وہ کلام ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے صدق اور کذب کا احتمال نہ رکھے جیسے سافِرْ یا غلام تو یہ کلام انشاء ہونے کے اعتبار سے صدق اور کذب کا احتمال نہیں رکھتا، اگر چہ اس اعتبار سے اس میں صدق وکذب کا احتمال ضروری ہے کہ ہر انشاء ایک خبر کو مستلزم ہے،جب ہر انشاء ایک خبر کو مستلزم ہے تو انشاء میں اس خبر کے اعتبار سے صدق وکذب کا

احتمال ضرور ہوگا، مثلاً مذکورہ مثال سافر یا غلام، اَنَا اَطْلُبُ مِنْکَ السَّفَرَ، اس خبر کو مستلزم ہے،
اب اگر سافر یا غلام میں اس خبر کی رعایت کی جائے تو یہ کلام انشاء ضرور صدق وکذب کا
احتمال رکھتا ہے لیکن اس کی رعایت کئے بغیر اس کلام میں نہ صدق کا احتمال ہے نہ کذب کا
کیونکہ انشاء نام ہے ایجاد کرنے اور پیدا کرنے کا اور یہ کلام انشاء بھی ایک کام کو پیدا کرتا ہے
اور اس میں سچ اور جھوٹ کا دخل نہیں ہوتا، یہی مراد ہے مصنف کے قول لذاتہ سے کہ وہ انشاء
ہونے کی حیثیت سے صدق وکذب کا احتمال نہیں رکھتا۔

وَصِدْقُ الْخَبَرِ مُطَابَقَتُهُ لِلْوَاقِعِ وَكِذْبُهُ عَدَمُ مُطَابَقَتِهِ لَهُ فَقَوْلُكَ سَافَرَ الْغُلَامُ صَادِقٌ اِنْ ثَبَتَ لَهُ السَّفَرُ وَكَاذِبٌ اِنْ لَمْ يَثْبُتْ لَهُ ذٰلِكَ۔

ترجمہ:- اور خبر کا صادق ہونا اس کے حکم کا واقع کے مطابق ہونا ہے اور خبر کا
کاذب ہونا اس کے حکم کا واقع کے مطابق نہ ہونا ہے، پس تیرا قول سافر الغلام، غلام نے
سفر کیا اگر غلام کے لئے سفر ثابت ہو گیا ہو تو صادق ہے اور اگر غلام کے لئے سفر ثابت نہ ہوا
ہو تو کاذب ہے۔

تشریح:- صاحب کتاب نے خبر کی تعریف بیان کرتے ہوئے ما یحتمل الصدق
والکذب سے اس کی دو قسموں کی جانب اجمالاً اشارہ کیا تھا اب یہاں سے صراحۃً اس کی دو
قسموں کو بیان کرتے ہیں کہ خبر کی دو قسمیں ہیں، ا۔ خبر صادق، ۲۔ خبر کاذب، ان دونوں کی
تعریف جاننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ نسبتیں تین ہیں (۱) نسبت کلامیہ (۲) نسبت
ذہنیہ (۳) نسبت خارجیہ، احد الطرفین (محکوم علیہ، محکوم) کا آخر کے ساتھ وہ تعلق جو کلام
سے مفہوم ہوتا ہے نسبتِ کلامیہ ہے، اور اس تعلق کا متکلم کے ذہن میں حاضر ہونا نسبت ذہنیہ
ہے، اور اس تعلق کا خارج میں پایا جانا نسبت خارجیہ ہے۔ مثلاً زیدٌ قائمٌ میں قیام کا ثبوت
زید کے لئے اس اعتبار سے کے وہ کلام سے مفہوم ہے نسبت کلامیہ ہے، اور اس اعتبار سے
کہ وہ متکلم کے ذہن میں حاضر ہے نسبت ذہنیہ ہے، اور اس اعتبار سے کہ اس کا حصول نفس

الامر میں ہے نسبت خارجیہ ہے، نسبت کلامیہ اور خارجیہ تو احد الطرفین کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور نسبت ذہنیہ ذہنِ متکلم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اب اس کے بعد سمجھو کہ صدق خبر یعنی خبر کا صادق ہونا یہ ہے کہ اس خبر کا حکم جو کلام سے مفہوم ہوتا ہے واقع اور نفس الامر کے مطابق ہو، یعنی نسبت کلامیہ نسبت خارجیہ کے مطابق ہو تو اس کا نام صدق خبر ہے، اور اگر اس خبر کا حکم واقع اور نفس الامر کے مطابق نہ ہو تو اس کا نام کذب خبر ہے یعنی نسبت کلامیہ نسبت خارجیہ کے مطابق نہ ہو تو اس کا نام کذب خبر ہے۔

مطابق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نسبتیں (نسبت کلامیہ وخارجیہ) ثبوتی ہوں مثلاً آپ نے زیدٌ قائمٌ کہا اور واقع اور نفس الامر میں بھی زید کھڑا ہے تو یہ دونوں نسبتیں ثبوتی ہیں، یا دونوں نسبتیں سلبی ہو مثلاً آپ نے کہا زیدٌ لیس بقائم اور واقع اور نفس الامر میں بھی زید کھڑا نہیں ہے تو یہ دونوں نسبتیں سلبی ہے، اور مطابق نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ان میں سے ثبوتی ہو تو دوسری سلبی ہو یا اس کے برعکس ہو مثلاً آپ نے زیدٌ قائمٌ کہا تو یہ نسبت کلامیہ ثبوتی ہے لیکن واقع ونفس الامر میں زید کھڑا نہیں ہے تو یہ نسبت خارجیہ سلبی ہے یا اس کے برعکس ہو تو اس کا نام عدم مطابقت ہے۔

صدق خبر وکذب خبر کی مثال بیان کرتے ہوئے صاحب کتاب نے فرمایا کہ مثلاً تو نے سافر الغلام کہا تو یہ خبر صادق اس وقت ہوگی جب کہ نفس الامر میں بھی غلام نے سفر کیا ہو تو تیری یہ خبر واقع کے مطابق ہونے کی وجہ سے صادق ہوگی، اور اگر واقع اور نفس الامر میں سفر نہیں کیا اور تو نے سافر الغلام خبر دی تو یہ خبر واقع کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے کاذب ہوگی۔

وَلِكُلِّ جُمْلَةٍ رُكْنَانِ مَحْكُومٌ عَلَيْهِ وَيُسَمّٰى مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَ الْفَاعِلُ وَنَائِبُ الْفَاعِلِ وَالْمُبْتَدَأُ الَّذِىْ لَهٗ خَبَرٌ. وَمَحْكُومٌ بِهٖ، وَيُسَمّٰى مسندًا وهو الفعل واسم الفعل والخبر وَالْمبتدأ الذى ليس له خبرٌ.

ترجمہ:- ہر جملہ کے دو رکن ہیں محکوم علیہ اور اس کو مسند الیہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ فاعل اور نائب فاعل، اور وہ مبتدا ہے جس کے لئے خبر ہوتی ہے (دوسرا رکن) محکوم بہ اور اس کو مسند بھی کہا جاتا ہے اور وہ فعل، اسم فعل اور خبر اور وہ مبتدا ہے جس کے لئے خبر نہیں ہوتی۔

تشریح:- ہر کلام اور جملہ خواہ وہ خبر ہو یا انشاء اس کے دو رکن ہیں اس کے بغیر کلام وجود میں نہیں آسکتا، ایک رکن کا نام محکوم علیہ اور اسی کو مسند الیہ کہتے ہیں اور دوسرا محکوم بہ اور اسی کو مسند کہتے ہیں، مسند الیہ کے مواضع فاعل ہے، نائب فاعل اور وہ مبتدا جس کے لئے خبر ہوتی ہے، اور مسند کے مواضع فعل، اسم فعل، خبر اور وہ مبتدا جس کے لئے خبر نہیں ہوتی یعنی وہ صفت کا صیغہ جو نفی اور استفہام پر اعتماد کر کے اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو وہ صفت کا صیغہ مبتدا ہوتا ہے لیکن مسند ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے جس اسم ظاہر کو رفع دیا جاتا ہے وہ مسند الیہ اور فاعل ہوتا ہے تو وہ صفت کا صیغہ مبتدا ہے لیکن اس کی خبر نہیں جیسا کہ اس کی بحث نحو کی کتاب کافیہ وغیرہ میں تم جان چکے ہو۔

فائدتان

۱۔مَازَادَ عَلَى الرُّكْنَيْنِ غَيْرَ الْمُضَافِ اِلَيْهِ وَصِلَةِ الْمَوْصُوْلِ يُسَمّٰى قَيْدًا۔

جو کلام دو رکن پر زائد ہو مضاف الیہ اور موصول کے صلہ کے علاوہ اس کو قید کہا جاتا ہے۔

تشریح:- کلام میں دو رکن یعنی محکوم علیہ اور محکوم بہ کے علاوہ جو بھی کلمات بڑھائے جائیں وہ سب قیود شمار ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ زائد کلمات دو ارکان میں سے کسی کا مضاف الیہ یا صلہ نہ ہو ورنہ وہ ارکان ہی کے حکم میں ہوتے ہیں، قید کے طور پر آنے والے امور یہ ہیں، الفاظ شرط، الفاظ نفی، مفعول کے تمام اقسام، حال، تمیز، توابع، نواسخ، نواسخ سے مراد وہ عمل کرنے والے کلمات جو مبتدا اور خبر کے حکم کو زائل کر دیتے ہیں، مثلاً افعال ناقصہ وہ مبتدا خبر

پر داخل ہو کر مبتدا کو اپنا اسم اور خبر کو مبتدا کی خبریت سے نکال کر اپنی خبر بنا دیتے ہیں، اسی طرح افعال مقاربہ، حروف مشبہ بالفعل وغیرہ کہ یہ سب وہ ہی کام کرتے ہیں کہ مبتدا اور خبر کے حکم کو منسوخ اور زائل کر دیتے ہیں اسی لئے ان کو نواسخ کہا جاتا ہے۔

قیود کی بحث سفینہ کے صف ۶۳ پر آ رہی ہے۔

۲۔ يُعْتَبَرُ الْاَصْلُ فِي الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ وَالْمُسْنَدِ فَيَدْخُلُ فِي الْاَوَّلِ اِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَاِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَالْمَفْعُوْلُ الْاَوَّلُ مِنْ مَفْعُوْلَيْ ظَنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَالثَّانِيْ مِنْ مَفَاعِيْلِ اَرٰى وَمَا شَاكَلَهَا فَاِنَّهَا مُبْتَدَأٌ فِي الْاَصْلِ وَيَدْخُلُ فِي الثَّانِيْ خَبَرُ كَانَ وَاِحْدٰى اَخَوَاتِهَا اَوْ اِنَّ وَاِحْدٰى اَخَوَاتِهَا وَمِثْلُهُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِيْ لِظَنَّ اَوْ اِحْدٰى اَخَوَاتِهَا وَالْمَفْعُوْلُ الثَّالِثُ لِأَرٰى اَوْ اِحْدٰى اَخَوَاتِهَا فَاِنَّهَا خَبَرُ مُبْتَدَاٍ فِي الْاَصْلِ۔

مسند الیہ اور مسند میں اصل کا اعتبار کیا جائے گا پس پہلے (مسند الیہ) میں کَانَ اور اس کے اخوات کا اسم اور اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم اور ظَنَّ اور اس کے اخوات کے دو مفعولوں میں سے پہلا مفعول اور اَرٰی اور اس کے مشابہات کے مفعولوں میں سے دوسرا مفعول داخل ہوں گے اس لئے کہ یہ اصل میں مبتدا ہے اور ثانی میں (مسند) میں کان اور اس کے اخوات میں سے کسی کی خبر اور اِنَّ اور اس کے اخوات میں سے کسی کی خبر اور اسی طرح ظَنَّ اور اس کے اخوات میں سے کسی کا مفعول ثانی اور اَرٰی اور اس کے اخوات میں سے کسی کا مفعول ثالث داخل ہوں گے، اس لئے کہ یہ سب اصل میں مبتداء کی خبر ہے۔

تشریح:- اوپر جو بیان کیا کہ ہر کلام وجملہ کے لئے دو رکن ہوتے ہیں ا۔ مسند الیہ ۲۔ مسند تو ان دونوں رکنوں کا مسند الیہ اور مسند ہونے میں اصل کا اعتبار کیا جائے گا یعنی عوامل کے داخل ہونے سے پہلے اگر وہ مبتدا اور خبر ہے تو عوامل کے داخل ہونے کے بعد بھی

وہ مبتداء اور خبر ہونے کی حیثیت سے مسند الیہ اور مسند باقی رہیں گے، اگر چہ وہ عوامل کے داخل ہونے کے بعد ترکیب میں کچھ بھی واقع ہو رہے ہوں، لہٰذا اس اصل کے اعتبار سے مسند الیہ کے مواضع میں افعال ناقصہ کان، صار، وغیرہ کا اسم داخل رہے گا کیونکہ وہ ان افعال کے داخل ہونے سے پہلے مسند الیہ اور مبتدا تھا تو اس کا مسند الیہ ہونا ان کے داخل ہونے کے بعد بھی باقی رہے گا اگر چہ ان کے داخل ہونے کے بعد اس کا نام مبتدا باقی نہ رہا بلکہ وہ کان کا اسم ہو گیا لیکن چونکہ وہ ان افعال کے دخول سے پہلے مسند الیہ تھا تو وہ اب بھی مسند الیہ باقی رہے گا، یہی حال ہے حروف مشبہ بالفعل إنّ وغیرہ کے اسم کا اور فعل ظنّ اور اس کے اخوات کے دو مفعولوں میں سے پہلے مفعول کا اور اسی طرح أریٰ، أخبر وغیرہ افعال کے تین مفعول میں سے دوسرے مفعول کا اس لئے کہ یہ تمام ان کے داخل ہونے سے پہلے مسند الیہ تھے تو اب بھی ان کا مسند الیہ ہونا باقی رہے گا۔

اور مسند کے مواضع میں افعال ناقصہ کی خبر، حروف مشبہ بالفعل کی خبر، اسی طرح ظن اور اس کے اخوات کا مفعول ثانی اور أریٰ اور اس کے اخوات کا مفعول ثالث یہ سب مسند میں شمار ہوں گے، اس لئے کہ وہ اصل میں مبتدا کی خبر ہے، فافہم۔

تمرین

مَیِّزِ الْخَبَرَ مِنَ الْاِنْشَاءِ وَاَشِرْ اِلَی الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ وَالْمُسْنَدِ فِیْمَا یَلِیْ.

آنے والے جملوں میں خبر اور انشاء کی تمیز کیجئے اور مسند الیہ اور مسند کو بتائیے۔

(۱) أَمُسَافِرٌ اَخُوْکَ؟ کیا تیرا بھائی سفر کرنے والا ہے؟ یہ کلام انشاء ہے مسافر مسند اور اخوک مسند الیہ۔

(۲) حَذَارِ مِنَ الْاَسَدِ، تو شیر سے ڈر، حَذَارِ بمعنی اِحْذَرْ اسم فعل امر ہے یہ کلام انشاء ہے

،۔حذارِ مسند ضمیر انت مسند الیہ۔

(۳) اِلَیکَ عَنِّیْ ، تو مجھ سے دور ہو جا، اِلَیکَ بمعنی اُبۡعُدۡ اسم فعل امر ہے یہ کلام انشاء ہے، الیک مسند انت مسند الیہ۔

(۴) مَا حَضَرَ اَحَدٌ لِیَسۡمَعَ کَلَامَکَ، کوئی حاضر نہیں کہ تیرا کلام سنے، یہ کلام خبر ہے ،حاضر مسند احدٌ مسند الیہ۔

(۵) اَلبُعۡدُ جفاءٌ، دوری ظلم ہے (خبر) اَلبُعۡدُ مسند الیہ جفاءٌ مسند۔

(۶) اِنَّ البَلَاءَ مُوَکَّلٌ بِالۡمَنۡطِقِ ۔ بے شک مصیبت بولنے کے ساتھ متعلق ہے، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے (خبر) البلاء مسند الیہ، مُوَکَّلٌ بالمنطق مسند،

(۷) صَہۡ یَا ھٰذا لا تَنۡطِقۡ بِالۡکِذۡبِ، اے وہ چپ رہ جھوٹ مت بول صَہۡ بمعنی اسکت، اس میں فعل امر ہے، (انشاء) صہ مسند، انت ضمیر مسند الیہ۔

(۸) اَلۡاِعۡتِرَافُ یَھۡدِمُ الۡاِقۡتِرَافَ، (الحدیث) اقرار کرنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے، (خبر) الاعتراف مسند الیہ، یھدم الاقتراف مسند۔

(۹) ظَنَنۡتُ النَّجَاحَ سھلاً : میں نے نجات کو آسان خیال کیا (خبر) النجاح مسند الیہ سھلاً مسند۔

(۱۰) الوَفَاءَ الوَفَاءَ ؛ وفاداری کو لازم پکڑو (انشاء) مسند الیہ و مسند محذوف الزم (۱۱) یُؤَنَّبُ الۡمُھۡمَلُ وَیُکَافَأُ الۡمُجۡتَھِدُ ؛ سست کو جھڑکا جاتا ہے اور محنتی کو بدلہ دیا جاتا ہے (خبر) یؤنب ویکافا مسند المھمل والمجتھد مسند الیہ (۱۲) اِنَّ الۡغَنِیَّ طَوِیۡلَ الذَّیۡلِ مَیَّاسٌ ؛ بے شک لمبے دامن والا مالدار متکبر ہے (خبر) الغنی مسند الیہ، میّاس مسند۔

فصل فی الخبر

الْخَبَرُ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ جُمْلَةً فِعْلِيَّةً اَوْ اِسْمِيَّةً. فَا الْفِعْلِيَّةُ مَوْضُوْعَةٌ لِاِفَادَةِ الْحُدُوْثِ فِيْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ مَعَ الْاِخْتِصَارِ نَحْوُ اَزْهَرَ الْبُسْتَانُ وَتَكْثُرُ الْاَثْمَارُ وَقَدْ تُفِيْدُ الْاِسْتِمْرَارَ التَّجَدُّدِيَّ بِالْقَرَائِنِ اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُضَارِعًا نَحْوُ يَنْفَعُ الْاَدَبُ صَاحِبَهٗ وَقَالَ الشَّاعِرُ :

اَوَ كُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيْلَةٌ   بَعَثُوْا اِلَيَّ عَرِيْفَهُمْ يَتَوَسَّمُ (مطول ص۱۵)

ترجمہ:- یہ فصل خبر کے بیان میں ہے، خبر یا تو جملہ فعلیہ ہوگی یا جملہ اسمیہ، پس جملہ فعلیہ وضع کیا گیا ہے اختصار کے ساتھ مخصوص زمانے میں حدوث کا فائدہ دینے کے لئے جیسے ازھر البُستان باغ پر پھول آگئے، اور تکثر الاثمار، پھل میں زیادتی ہورہی ہے، اور کبھی جملہ فعلیہ استمرار تجددی کا فائدہ دیتا ہے قرائن کے ذریعہ، جبکہ فعل مضارع ہو، جیسے ادب، ادب والے کو نفع دیتا ہے اور شاعر کا قول۔ جب بھی عکاز بازار میں کوئی قبیلہ پہنچتا ہے تو وہ میری طرف اپنے نمائندے کو بھیجتے ہیں تا کہ وہ علامتوں سے پہچاننے کی کوشش کریں۔

تشریح:- یہاں سے خبر کی باعتبار جزء کے اقسام بیان کرتے ہیں کہ خبر کی دو قسمیں ہیں، ا۔ جملہ فعلیہ، ۲۔ جملہ اسمیہ، اگر پہلا جزء فعل ہے تو جملہ فعلیہ اور اگر اسم ہے تو جملہ اسمیہ، پھر جملہ فعلیہ کی تعریف کی کہ جملہ فعلیہ وہ ہے جو اختصار کے ساتھ ماضی، حال اور مستقبل میں سے کسی مخصوص زمانے میں فعل کے حدوث کا فائدہ دینے کے لئے وضع کیا گیا ہو، اس تعریف میں مع الاختصار کی قید اس لئے بڑھائی گئی تا کہ اسے زیدٌ قائمٌ الآن یا امس یا غدا جیسی مثالوں سے احتراز ہوجائے اگر چہ یہ مثالیں مخصوص زمانے میں حدوث فعل کا فائدہ تو ضرور دیتی ہیں، لیکن ان میں قام زیدٌ اور یقوم زید جیسا اختصار نہیں تو جملہ فعلیہ کا ایک

فائدہ تو زمن مخصوص میں اختصار کے ساتھ حدوث فعل کا فائدہ دیتا ہے، یہ تو عمومی فائدہ ہے جو ہر جملہ فعلیہ میں ہوتا ہے جیسے ازھر البستان اور تکثر الاثمار، یہ تو مثالیں وہی عمومی فائدہ کو سمجھانے کی غرض سے بیان کی گئی ہیں ایک ماضی کی اور دوسری مضارع (حال ، مستقبل) کی۔

اور جملہ فعلیہ کبھی استمرار تجددی کا فائدہ دیتا ہے، اور یہ فائدہ اس وقت ہوگا جبکہ جملہ فعلیہ میں استعمال ہونے والا فعل فعل مضارع ہو اس وقت استمرار تجددی کا فائدہ حاصل ہوگا، استمرار تجددی کا مطلب یہ ہے کہ وہ فعل کسی چیز کے لئے برابر اور بار بار تجدد کے ساتھ پایا جاوے، مثلاً یَنْفَعُ الْاَدَبُ صَاحِبَهٗ اور جیسے طریف ابن تمیم العنبری کا شعر او کلما وردت عکاظ قبیلة الخ، اس شعر میں یتوسم جو شعر کے اخیر میں ہے وہ ایک جملہ فعلیہ ہے جس سے استمرار تجددی کا فائدہ حاصل ہوا ہے یعنی یہ فائدہ کہ اس نمائندہ سے توسم کا فعل بار بار ہوتا رہتا ہے اس بات کا فائدہ دیتا ہے۔

تنبیہ:- استمرار تجددی کا فائدہ دو باتوں سے حاصل ہوگا ایک تو استمرار پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ ہونا چاہئے جو کلام کے مقام ومحل سے مستفاد ہوگا، مثلاً کلام کا مدح یا ذم وغیرہ مواضع میں مستعمل ہونا اور دوسرا اس جملہ میں فعل کا مضارع ہونا۔

وَالْاِسْمِيَّةُ مَوْضُوْعَةٌ لِاِفَادَةِ ثُبُوْتِ الْمُسْنَدِ لِلْمُسْنَدِ اِلَيْهِ نَحْوُ الشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ وَقَدْ تُفِيْدُ الْاِسْتِمْرَارَ بِالْقَرَائِنِ نَحْوُ الْوَقْتُ ثَمِيْنٌ وَالْعِلْمُ نَافِعٌ۔

اور جملہ اسمیہ مسند الیہ کے لئے مسند کے ثبوت کا فائدہ دینے کے لئے موضوع ہے، جیسے سورج روشن ہے اور کبھی استمرار کا بھی فائدہ دیتا ہے قرائن کی مدد سے جیسے: وقت قیمتی ہے اور علم نافع ہے۔

تشریح:- خبر کی جزءِ اول کے اعتبار سے دوسری قسم جملہ اسمیہ ہے کہ جس کا پہلا جز

اسم ہوتا ہے، جملہ اسمیہ مسند الیہ کے لئے مسند کے ثبوت کا فائدہ دیتا ہے جیسے الشمس مشرقۃ اس مثال میں صرف مشرقۃ، الشمس مسند الیہ کے لئے ثابت ہے اس کا فائدہ دیا اور جملہ اسمیہ کا یہ فائدہ تو عمومی فائدہ ہے جو ہر جملہ اسمیہ میں ہوتا ہے اور ایک خصوصی فائدہ ہے جو کبھی کبھی قرائن کی مدد سے حاصل ہوتا ہے اور وہ فائدہ استمرار کا ہے، اور یہ فائدہ اس وقت حاصل ہوگا جب کہ خبر فعل نہ ہو بلکہ مفرد صفت کا صیغہ ہو یا خبر جملہ اسمیہ ہو جیسے اَلْوَقْتُ ثَمِیْنٌ اور العلم نافعٌ میں وقت کا قیمتی ہونا اور علم کے نافع ہونے میں دوام اور استمرار ہے اور قرینہ دونوں میں خبر کا مفرد ہونا ہے، اور اگر خبر جملہ فعلیہ ہو تو اس وقت تجدد کا فائدہ حاصل ہوگا۔

وَالْاَصْلُ فِی الْخَبَرِ اَنْ یُلْقٰی لِاِفَادَۃِ الْمُخَاطِبِ الْحُکْمَ الَّذِیْ تَضَمَّنَہٗ نَحْوُ انْتَصَرَ الْاَمِیْرُ لِمَنْ یَجْھَلُ ذٰلِکَ اَوْ لِاِفَادَتِہٖ اَنَّ الْمُتَکَلِّمَ اَیْضًا عَالِمٌ بِہٖ نَحْوُ حَضَرْتَ اَمْسِ، وَیُسَمّٰی الْحُکْمُ فَائِدَۃَ الْخَبَرِ وَکَوْنُ الْمُتَکَلِّمِ عَالِمًا بِہٖ لَازِمَ فَائِدَۃِ الْخَبَرِ۔

اور خبر میں اصل یہ ہے کہ خبر مخاطب کو اس حکم کا فائدہ دینے کے لئے لائی جائے جس حکم کو وہ خبر شامل ہے جیسے امیر نے غلبہ پالیا یا اس بات کا فائدہ دینے کے لئے کہ متکلم بھی اس حکم کو جاننے والا ہے، جیسے تو کل حاضر تھا، اور حکم کا فائدۃ الخبر نام رکھا جاتا ہے اور متکلم کا اس خبر سے واقف ہونے کا لازم فائدہ الخبر ۔

تشریح: — والاصل الخ سے صاحب کتاب خبر لانے کی اغراض و مقاصد کو بیان کرنا چاہتے ہیں چنانچہ بیان کیا کہ خبر کے لانے کی ایک تو حقیقی غرض ہے اور ایک مجازی اور والاصل سے اسی حقیقی غرض کی جانب اشارہ کیا کہ کسی بھی خبر کو دو غرضوں میں سے کسی ایک غرض کے لئے لایا جائے گا یا تو خبر سے متکلم کی غرض مخاطب کو اس حکم کا فائدہ پہنچانا مقصود ہوگا جس حکم کو وہ خبر شامل ہے، حکم سے مراد اسناد شئی الی شئی آخر ہے، اور یہ خبر ایسے مخاطب کے سامنے کہی

جائے گی جو اس خبر کے ضمن میں پائے جانے والے حکم سے جاہل اور ناواقف ہو جیسے امیر کے مدد کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں ناواقف مخاطب کو انتصر الامیر کہنے کی صورت میں متکلم کا مقصود اس خبر کے حکم سے مخاطب کو واقف کرانا ہوگا مخاطب کو حکم کا فائدہ پہنچانے والی خبر کا نام فائدۃ الخبر ہوگا۔

اور خبر کی دوسری غرض مخاطب کو اس بات کا فائدہ پہنچانا کہ متکلم بھی اس خبر سے واقف ہے اور یہ خبر ایسے مخاطب کے سامنے کہی جائے گی جو اس خبر سے واقف ہو، اب ظاہر بات ہے کہ خبر سے واقف مخاطب کے سامنے اس خبر کو پیش کرنے سے مقصود فائدۃ الخبر تو ہوگا نہیں ورنہ تحصیل حاصل لازم آئے گا جو لغو ہے، اس لئے اس خبر کے لانے سے مقصود مخاطب کو یہ بتانا ہوگا کہ بھئی میں بھی اس خبر سے واقف ہوں، جیسے مخاطب ہی سے ایک فعل صادر ہوا اور اس کو اس فعل کی خبر دینا مثلاً انت حضرت امس کہنا تو دیکھئے اس خبر سے مقصود مخاطب کو حکم سے واقف کرانا نہیں، بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ تمہاری حاضری کا مجھے علم ہے، اور متکلم کا عالم بالحکم ہونے کا فائدہ پہنچانے والی خبر کا نام لازم فائدۃ الخبر ہوگا۔

وَقَدْ يُلْقَى الْخَبَرُ لِاَغْرَاضٍ اُخْرٰى كَالْاِسْتِرْحَامِ فِيْ قَوْلِ طَالِبِ الْاِحْسَانِ اَنَا فَقِيْرٌ وَاِظْهَارِ الضُّعْفِ، نَحْوُ قَلَّتْ حِيْلَتِيْ، وَاِظْهَارِ التَّحَسُّرِ نَحْوُ ضَاعَتْ اَتْعَابِيْ، وَالتَّوْبِيْخِ نَحْوُ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ لِلْعَاثِرِ۔

اور کبھی خبر کو دوسری اغراض کے لئے بھی لائی جاتی ہے جیسے استرحام احسان کے طالب کے قول انا فقیرٌ میں، اور اظہار ضعف جیسے قَلَّتْ حِيْلَتِيْ میری تدبیر کم ہوگئی، اور جیسے اظہار تحسر جیسے ضاعت اتعابی میرا سامان ضائع ہوگیا، اور توبیخ جیسے ٹھوکر کھانے والے کو الشمس طالعۃ کہنا۔

تشریح:- خبر کی اغراض حقیقیہ کو بیان کرنے کے بعد اب اغراض مجازی کو بیان کرتے ہیں کہ خبر کبھی مجازی اعتبار سے دوسری اغراض کے لئے بھی آتی ہے، جیسے مخاطب

سے احسان کے طلبگار فقیر کا انا فقیر کہنا، اس خبر سے متکلم کا مقصود خبر کی دو حقیقی غرضوں میں سے ایک بھی غرض نہیں، اس لئے کہ عام طور پر ایسے آدمی کا فقر واحتیاج تمام لوگوں کو معلوم ہوتا ہے لہذا اپنی اس خبر کے ذریعے متکلم نے حکم کا فائدہ پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ وہ تو مخاطب پہلے سے جانتا ہے اور نہیں تو دوسری غرض مراد ہو سکتی ہے، اور اس کا مراد نہ ہونا بالکل ظاہر ہے ورنہ ایک بیکار سا کام لازم آئے گا تو جب خبر دونوں غرضوں کے لئے نہیں ہو سکتی تو ان کے علاوہ کسی اور غرض کے لئے ہوگی جو غرض حقیقی غرض کے علاوہ ہوگی، اور وہ غرض یہاں استرحام یعنی مخاطب سے رحم طلب کرنا ہے کہ میں فقیر اور محتاج ہوں لہذا آپ میرے حال پر رحم فرمائیں۔

۲۔**واظهار الضعف** الخ انہیں اغراض مجازیہ میں سے ایک غرض اظہار ضعف ہے جیسے **قَلَّتْ حِيْلَتِیْ** کہ اس خبر کے ذریعے حقیقی اغراض میں سے کوئی بھی غرض نہیں بلکہ اپنے ضعف وکمزوری کا اظہار ہے۔

۳۔اور کبھی خبر اظہار حسرت کے لئے آتی ہے جو دو غرضوں کے علاوہ غرض ہے جیسے **ضاعت اتعابی** اس سے متکلم کی غرض اپنے سامان کی بربادی پر حسرت کا اظہار کرنا ہے۔

۴۔اور کبھی خبر کو توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے لئے لائی جاتی ہے جیسے کوئی شخص دن کی روشنی میں چلنے والا ٹھوکر کھاوے، پھسل جاوے تو اس کو **الشمس طالعة** کہنا تو اس سے اس کو ڈانٹنا مقصود ہے کہ سورج کی روشنی کے باوجود تمہارا یہ حال ہے۔

اَسْئِلَة

(۱) عَرِّفْ عِلْمَ الْمَعَانِیْ ؟ علم معانی کی تعریف کیجئے؟

جواب: علم معانی ان قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ لفظ عربی کے وہ احوال معلوم ہوں جن کے ذریعے لفظ مقتضئ حال کے مطابق ہوتا ہے۔

(۲) مَا الْخَبَرُ وَمَا الْإِنْشَاءُ ؟ خبراورانشاء کسے کہتے ہیں؟الخبر ما یحتمل الصدق والكذبَ والانشاء ما لا يحتملهما ۔

(۳) أذكُرْ مَوَاضِعَ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ ؟ مسنداورمسندالیہ کے مواقع کو بیان کیجئے؟

مواضع المسند اليه الفاعل ونائبُهٗ والمبتدأ الَّذِى له خبرٌ وما اصلُهٗ المبتدأ كاسم كان واخواتِها،ومواضع المسند هِىَ الفعل التامُّ والمبتدأ المكتَفى بمرفوعه وخبر المبتدأ وَما اصلُه خبر المبتدأ كخبر كان واخواتها واسم الفعلِ والمصدرُ النائب عن فعل الامر ۔ البلاغة الواضحة ص ۱۴۰۔

(۴)اُذْكُرِ الْجُمْلَةَ الْفَرْعِيَّةَ ؟ جملہ فرعیہ کو بیان کیجئے؟جملہ فرعیہ کو جملہ غیر رئیسیہ بھی کہتے ہیں، جملہ فرعیہ وہ جملہ غیر رئیسیہ ہے جو مستقل بالذات نہ ہو بلکہ وہ کسی اور جملے کے لئے قید بن رہا ہو،اوراس کی فرع ہو،مثلاً جاء زيدٌ ابوهُ عالم میں ابوهُ عالمٌ جملہ ہونے کی حیثیت سے نہیں آیا کہ اس سے مقصود حکم ہو بلکہ وہ زید کی قید بن کر زید کے تعارف کے لئے آیا ہے۔

(۵) مالذى تدلُّ عَلَيْهِ الْجُمْلَةُ الْفعليّةُ والْإسميَّةُ ؟ جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ کس معنی پر دلالت کرتے ہیں؟جملہ فعلیہ کا معنی زَمَنِ مخصوص میں اختصار کے ساتھ حدوث کا فائدہ اور کبھی قرائن کی مدد سے استمرار تجدد کا فائدہ ہوگا اور جملہ اسمیہ کا معنی مسند کا مسندالیہ کے ثبوت اور کبھی قرائن کی مدد سے استمرار کا فائدہ۔

(۶) لِمَ يُلقَى الْخَبَرُ ؟ خبر کو کس غرض کے لئے لائی جاتی ہے؟

لِاَغْرَاضٍ شَتّٰى،ان میں سے دو حقیقی ہیں، باقی مجازی۔

(۷) بَيِّنِ الْاَغْرَضَ الْمُتَنَوِّعَةَ الَّتِىْ تُقْصَدُ مِنَ الْخَبَرِ وَمَثِّلْ لِكُلٍّ مِّنْهَا،

ان مختلف اغراض کو بیان کیجئے جن کا خبر سے قصد کیا جاتا ہے اور ہر ایک کی مثال بیان کیجئے ۔
خبر کو استرحام، اظہار ضعف، تحسر، توبیخ و اظہار مسرت وغیرہ بہت سی اغراض کے لئے لائی جاتی ہے، جن میں سے چار کو ص ۲۳ پر مع امثلہ بیان کیا۔

☆☆☆

تمرین اول

مَا فائِدَةُ اِلْقَاءِ الخبر جملةً اسمية أو فعليةً فيما يأتيُ؟

آنے والے جملوں میں خبر کو جملہ فعلیہ یا اسمیہ کی شکل میں لانے کا فائدہ کیا ہے؟

(۱) الحاجةُ تَفتِقُ الْحِيلَةَ حاجت حیلہ کو کھولتی ہے، جملہ اسمیہ ہے، خبر فعل ہے فائدہ تجدد کا ہوگا۔

(۲) إنَّ الـرَّبَّ الـٰهٌ عَظيمٌ وَمَلِكٌ عظيمٌ، بیشک اللہ تعالیٰ بڑا معبود اور باعزت بادشاہ ہے، جملہ اسمیہ ہے، فائدہ دوام اور استمرار۔

(۳) الأذُنُ تَسْمَعُ، کان سنتے ہیں، جملہ اسمیہ، تجدد کا فائدہ۔

(۴) والعيْنُ تُبْصِرُ، آنکھیں دیکھتی ہیں، اسمیہ تجدد۔

(۵) والرَّبُّ صَنَعَ كِلْتَيْهِمَا ، اور رب نے ان دونوں کو بنایا، اسمیہ دوام، الاذن سے اخیر تک ایک جملہ مانو تب بھی صحیح ہے، فائدہ دوام۔

(۶) حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ، تیرا کسی شئی سے محبت کرنا اندھا اور بہرہ بنادے گا، اسمیہ تجدد۔

(۷) تاج المُرُوْةِ التَّوَاضُعُ، مروت کا تاج تواضع ہے، اسمیہ استمرار۔

(۸) البِطْنَةُ تَأفِنُ الْفِطْنَةَ ، پیٹ بھر کر کھانا فہم (عقل) کو خراب کر دیتا ہے، اسمیہ تجدد۔

(۱۰) إنَّ عِشْرَةَ السُّوْءِ تُفْسِدُ الْاَخلَاقَ السَّلِيْمَةَ ۔یقیناً بری صحبت اچھے اخلاق کو فاسد کر دیتی ہے، جملہ اسمیہ تجدد۔

☆☆☆

تمرین ثان

بَيِّنِ الْغَرَضَ مِنْ اِلْقَاءِ الْخَبَرِ اَهُوَ لِلْفَائِدَةِ اَمْ لِلَازِمِ الْفَائِدَةِ اَمْ لِغَيْرِهِمَا.

خبر لانے کی غرض بیان کیجئے، کیا وہ فائدۃ الخبر کے لئے ہے، یا لازم فائدۃ الخبر کے لئے ہے یا ان دونوں کے علاوہ کے لئے۔

(۱) إنَّ غدًا لِنَاظِرِهٖ قَرِيْبٌ ، بیشک کل آئندہ اس کے منتظر کے لئے قریب ہے، خبر کی غرض استعداد یا تیاری جبکہ آئندہ کل کوئی اہم کام درپیش ہو اور مخاطب کل کا منتظر ہو۔

(۲) اَنَا مُعْتَرِفٌ بِفَضْلِكَ ، میں آپ کے فضل کا معترف ہوں (لازم فائدۃ الخبر) کہ میں آپ کے احسان وفضل سے واقف ہوں۔

(۳) انتَ تَخذُلُ الظَّالِمَ وَتَنْصُرُ الْمَظْلُوْمَ، آپ ظالم کو رسوا کرتے ہیں اور مظلوم کی مدد کرتے ہیں (استنصار) اگر متکلم مظلوم ہو۔

(۴) رَبِّ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِيْعُ صَبْرًا. اے میرے رب میں صبر کی طاقت نہیں رکھتا، اظہار ضعف۔

(۵) اُحِبُّكَ يَا رَبِّ يَا قُوَّتِيْ ،اے میرے رب، اے میری قوت، میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔استرحام۔

(٦) هٰذَا اَخُوْكَ فَلِمَاذَا تُسِيْءُ اِلَيْهِ ، یہ تیرا بھائی ہے پس تو کیوں اس کے ساتھ

بدسلوکی کرتا ہے، توبیخ۔

(۷) قَدِمْنَا اَمْسِ معاً وقَدْ نَسِيْتَنِيْ، کل گذشتہ ہم ساتھ میں آئے اور بھول گیا تو مجھ کو، استعجاب۔

(۸) حَرُّ الشَّمْسِ يَضُرُّ بِمَكْشُوْفِ الرَّأْسِ، سورج کی گرمی کھلے سر کو نقصان پہنچاتی ہے۔ارشاد۔

(۹) اَبَتِ اِنِّيْ وَلَدُکَ فَارْفُقْ بِيْ، اے میرے والد میں آپ کا لڑکا ہوں پس آپ میرے ساتھ نرمی کیجئے۔استرحام۔

(۱۰) لَا تَقْدِرُوْنَ اَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَالْمَالَ، تم مال کی محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ارشاد کہ مال کی محبت کم کرو ورنہ عبادت میں نقصان ہوگا۔

(۱۱) يَكْفِيْ كُلَّ يَوْمٍ شَرُّهُ، ہر دن اس کی شرارت کافی ہے (ارشاد) کہ شرارت نہ کرو۔

(۱۲) قَالَ الْجَاهِلُ فِيْ قَلْبِهٖ لَيْسَ اِلٰهٌ، جاہل نے اپنے دل میں کہا کہ کوئی معبود نہیں ،اظہار تحسر۔

(۱۳) السَّمَاوَاتُ تَنْطِقُ بِمَجْدِ اللهِ تعالىٰ، آسمان اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرتے ہیں، یعنی آسمانوں کی بلندی اللہ تعالیٰ کے بزرگ ہونے پر دال ہے (فائدۃ الخبر) اللہ تعالیٰ کے بزرگ ہونے کی خبر دینا۔

مبحث فی أضرب الخبر

یہ بحث ہے خبر کی قسموں کے بیان میں۔

اب یہاں سے صاحب کتاب خبر کی ان اقسام کو بیان کرتے ہیں جن کا تعلق مخاطب

کے احوال کے ساتھ ہے، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خبر کی ایک تقسیم جزءِ اول کے اعتبار سے ہوتی ہے، اس کی دو قسمیں ہیں اور ایک تقسیم مخاطب کے احوال کے اعتبار سے، یہاں سے وہی دوسری تقسیم کو بیان کرنا شروع کیا۔

اَلْمُرَادُ بِالْخَبَرِ اِفَادَةُ الْمُخَاطَبِ حُکْمًا عَلٰی اَمْرٍ بِاَمْرٍ آخر، مراد خبر سے مخاطب کو ایک امر کا دوسرے امر پر حکم کا فائدہ پہنچانا ہے۔

تشریح:۔ یعنی مخاطب کے احوال کی رعایت کرتے ہوئے اس کو اس انداز سے خبر دی جائے کہ اس کو خبر اور حکم کا یقین ہو جائے۔

وَاَضْرُبُ الْخَبَرِ ثَلَاثَةٌ، اِبْتِدَائِیٌّ، وَهُوَ مَا یُخَاطَبُ بِهٖ خَالِی الذِّهْنِ مِنَ الْحُکْمِ نَحْوُ قَدِمَ الْاَمِیْرُ، وَطَلَبِیٌّ، وَهُوَ مَا یُخَاطَبُ بِهِ الْمُتَرَدِّدُ فِی الْحُکْمِ الطَّالِبُ لِمَعْرِفَتِهٖ وَیَحْسُنُ تَوْکِیْدُهٗ بِمُؤَکِّدٍ وَاحِدٍ نَحْوُ قَدْ قَدِمَ الْاَمِیْرُ، وَاِنْکَارِیٌّ، وَهُوَ مَا یُخَاطَبُ بِهِ الْمُنْکِرُ لِلْحُکْمِ وَیَجِبُ تَوْکِیْدُهٗ بِمُؤَکِّدٍ اَوْ اَکْثَرَ حَسَبَ دَرَجَةِ الْاِنْکَارِ نَحْوُ لَقَدْ قَدِمَ الْاَمِیْرُ۔

ترجمہ:۔ اور خبر کی تین قسمیں ہیں (۱) ابتدائی اور ابتدائی، خبر اس کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے اس حکم سے خالی الذہن مخاطب کو مخاطب کیا جائے، جیسے قدم الامیرُ (۲) دوسری قسم طلبی ہے اور طلبی وہ ہے کہ اس کے ذریعہ حکم کی معرفت کے طالب حکم میں تردد کرنے والے مخاطب کو مخاطب کیا جائے اور ایسی خبر کو ایک تاکید سے مؤکد کرنا مستحسن ہے، جیسے قدقدم الامیرُ، اور تیسری قسم انکاری ہے جس سے حکم کے منکر کو مخاطب کیا جائے اور ایسی خبر کو انکار کے درجے کے اعتبار سے ایک یا زیادہ تاکیدوں سے مؤکد کرنا واجب ہے، جیسے لقد قدم الامیرُ۔

تشریح:۔ مخاطب کے احوال عام طور پر تین طرح کے ہوا کرتے ہیں، یا : وہ مخاطب اس خبر اور حکم سے بالکل خالی الذہن اور ناواقف ہوگا جو اس کے سامنے پیش کیا جارہا

ہے، ایسے مخاطب کے سامنے پیش کی جانے والی خبر کو ابتدائی کہیں گے، اور اس خبر میں کوئی تاکیدی کلمات کو نہیں لایا جائے گا۔

یا مخاطب پیش کی جانے والی خبر میں تردد کرنے والا ہوگا کہ آیا مسند الیہ کے لئے مسند کا ثبوت ہے یا نہیں اور ساتھ ہی وہ حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتا ہے، ایسے مخاطب کو اگر خبر دی جاوے تو اس خبر کو ہم طلبی نام دیں گے، یہ ایسی خبر ہے جو طلب والے کو پیش کی جارہی ہے، اور چونکہ اس خبر کے بارے میں مخاطب کو تردد ہے اس لئے ایک تاکید سے مؤکد کرنا بہتر ہے، تاکہ اس کا تردد دور ہوجائے، تاکید لانا واجب نہیں، بسا اوقات مخبر کے صادق ہونے کی وجہ سے بغیر تاکید کے بھی اس کا تردد دور ہوجاتا ہے۔

اور یا تو مخاطب بالکل حکم کا منکر ہے اس کے سامنے پیش کی جانے والی خبر کو انکاری کہیں گے کہ انکار والے مخاطب کو یہ خبر دی جارہی ہے اور ایسی خبر میں تاکید کا لانا واجب ہے جیسا مخاطب کا انکار ہوگا اسی قدر تاکیدی کلمات لائیں گے، اگر انکار معمولی درجے کا ہے کہ ایک تاکید سے اس کا انکار زائل ہوجائے تو ایک تاکید لانا واجب ورنہ اس سے زیادہ جیسے خالی الذہن مخاطب جو امیر کے آنے نہ آنے سے بالکل ناواقف ہے، اس سے قدم الامیر کہا جائے گا، اور متردد کو قد قدم الامیر اور منکر کو دو تاکید کے ساتھ لقد قدم الامیر کہ اس میں لام اور قد دو تاکید کے کلمات ہیں۔

فائدہ:- تاکید جس طرح حکم مثبت میں ہوا کرتی ہے جیسے کتاب میں مذکورہ مثالوں سے سمجھا جاتا ہے اس طرح حکم منفی میں بھی تاکید ہوتی ہے، جیسے وَاللّٰہِ مَــــا الْمُسْتَشِیْرُ بِنَادِمٍ اس میں باء اور قسم تاکید حکم کے لئے ہے، اور کلام خبر منفی ہے، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَعِلْمُہٗ اَتَمّ

فائدة

يُقْتَصَرُ مِنَ الْكَلَامِ عَلٰى قَدْرِ الْحَاجَةِ بِحَسَبِ هٰذِهِ الْاَضْرُبِ الثَّلَاثَةِ حَذَرًا مِنَ اللَّغْوِ وَيُسَمّٰى اِخْرَاجُ الْكَلَامِ عَلَيْهَا اِخْرَاجًا عَلٰى مُقْتَضَى الظَّاهِرِ وَيَكُوْنُ التَّوْكِيْدُ بِاِنَّ وَاَنَّ وَقَدْ وَالْقَسَمِ وَلَامِ الْاِبْتِدَاءِ وَنُوْنَيِ التَّوْكِيْدِ وَتَكْرِيْرِ الْخَبَرِ وَاَمَّا الشَّرْطِيَّةِ وَاَحْرُفِ التَّنْبِيْهِ وَالزِّيَادَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

ترجمہ: ان تین قسموں کے موافق کلام کو ضرورت کے بقدر لایا جائے گا، لغوبات سے بچتے ہوئے اور اس اصل کے مطابق کلام لانے کو مقتضی ظاہر کے مطابق کلام لانا کہا جائے گا اور تاکید ان الفاظ سے ہوتی ہے اِنَّ، اَنَّ، قَدْ، قسم، اور لام ابتدا، اور تاکید کے دونوں سے، اور خبر کی تکرار سے، اور امّا شرطیہ، حروف تنبیہ، اور حروف زیادہ، اور اس کے علاوہ بعض دوسرے کلمات سے۔

تشریح:- اس فائدہ میں صاحب کتاب نے دو باتوں کو ذکر کیا ہے ایک تو یہ ہے کہ ماقبل میں مخاطب کے احوال کے اعتبار سے جو خبر کی تین اقسام بیان کی اس سے پتہ چل گیا کہ مخاطب کے ظاہری احوال کتنے ہیں اور ان احوال کے مطابق خبر کیسی لائی جائے گی لہذا اسی اصل کو سامنے رکھتے ہوئے جتنی ضرورت ہو اتنا ہی کلام کیا جاوے، ضرورت سے زائد لغو باتوں سے بچا جاوے، اور اسی اصل کے مطابق بقدر ضرورت کلام کرنے کو مقتضی ظاہر کے مطابق کلام کرنا کہا جائے گا، اور دوسری بات کہ تاکید کن کلمات سے پیدا ہوگی وہ کلمات بتائے۔

فائدہ:- احرف التنبیہ حروف تنبیہ تین ہیں، الا، اما، ھا اور حروف زیادہ سات ہیں : اِنْ: جیسے مَا اِنْ زیدٌ قَائمٌ اَنْ ؛ جیسے فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ، ما ؛ جیسے اِذَا مَا صُمْتَ صُمْتُ، لا؛ جیسے ما جاء نی زیدٌ ولا عمرٌو، مِنْ؛ جیسے ما جاء نی من اَحَدٍ ، با؛ جیسے ما زیدٌ بِقَائِمٍ ،ل؛ جیسے رَدِفَ لَكُمْ۔

أسئلةٌ

(۱)وَضِّحْ اَضْرُبَ الْخَبَرِ بِاَمْثِلَةٍ مِنْ عِنْدِكَ ؟اپنی طرف سے مثالیں بنا کر خبر کی قسموں کی وضاحت کرو؟

جواب:- خبر کی تین قسمیں ہیں، ابتدائی: جیسے نَجَحَ التِّلْمِيْذُ الْمُجْتَهِدُ، طلبی: قَدْقَامَتِ الْمَدْرَسَةُ بِالْإِجَازَةِ فِيْ تَعْطِيْلِ الْإِمْتِحَانِ، انکاری جیسے لَقَدْ غَابَ مُعَلِّمُ سَفِيْنَةِ الْبُلَغَاءِ

(۲) مَتٰى يُخْرَجُ الْكَلَامُ اِخْرَاجًا عَلٰى مُقْتَضَى الظَّاهِرِ، کب کلام کا مقتضی ظاہر کے مطابق لانا کہا جائے گا؟ جب کہ لغو سے بچتے ہوئے مخاطب کے حال کے اعتبار سے بقدر ضرورت کلام کیا جاوے۔

(۳) اِذَا خَاطَبْتَ الْمُنْكِرَ لِلْحُكْمِ بِالضَّرْبِ الْاِبْتِدَائِيِّ فَكَيْفَ تُعَدُّ كَلَامُكَ مُخْرَجًا، جب منکر حکم کو ضرب ابتدائی کے مطابق مخاطب کرے تو تیرا کلام کیسا شمار کیا جائے گا؟ مقتضیٰ ظاہر کے خلاف ہوگا۔

(۴) مَا هُوَ اللَّغْوُ وَمَتٰى يُعَدُّ الْكَلَامُ لَغْوًا، لغو کیا ہے اور کب کلام لغو شمار ہوگا؟ ضرورت سے زائد بات کو لغو کہتے ہیں، اور جس میں ایسی بات ہو اس کلام کو لغو شمار کریں گے۔

(۵) مَاهِيَ الْمُؤَكِّدَاتُ وَكَمْ هِيَ ؟ مؤکدات کیا ہیں اور کتنے ہیں، فائدہ میں مذکور ہے۔

(۶) كَيْفَ يَكُوْنُ الْخَبَرُ بِاعْتِبَارِ الْمُؤَكِّدَاتِ. مؤکدات کے اعتبار سے خبر کیسی ہوگی، طلبی یا انکاری۔

تمرین

اَشِرْ اِلٰی الْمُؤَکّدَاتِ وَبَیِّنْ اَضْرُبَ الْخَبَرِ فِیْمَا یَاْتِیْ۔

آنے والے جملوں میں مؤکدات کوذکر کرواور خبر کی اقسام کو بیان کرو۔

(۱) اِنَّ کُلَّ مَنْ یَاْخُذُ بِالسَّیْفِ بِالسَّیْفِ یُھْلَکُ، بیشک جوکوئی تلوار اٹھائے گا،تلوار ہی سے ہلاک کیا جائے گا،تا کید اِنّ اور خبر طلبی ہے۔

(۲) اَلْعَبْدُ یُقْرَعُ بِالْعَصَا۔غلام کولاٹھی کے ذریعے کھٹکھٹایا جاتا ہے،(ابتدائی)

(۳)اِنَّ لِلرَّبِّ الْاَرْضَ وَمِلْاَھَا ،بیشک اللہ ہی کے لئے زمین اورزمین کی ساری چیزیں ہیں۔(انکاری) تاکید اِنَّ اور خبر کی تقدیم۔

(۴) اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا ۔ یقیناً بعضے بیان البتہ جادو ہیں،(تاثیر میں)اِنَّ ،لام انکاری۔

(۵) اِبِلِیْ لَمْ اَبِعْ وَلَمْ اَھَبْ ،میرے اونٹ کو نہ بیچا ہے میں نے اورنہ ہبہ کیا، تقدیم مفعول،یفید القصر والحصر اورخبر انکاری۔

(۶) لِاَخِیْکَ عَلَیْکَ مِثْلُ الَّذِیْ لَکَ عَلَیْهِ، تیرے بھائی کے لئے تیری ذمہ اسی کے مانند حقوق ہیں جو تیرے اس پر ہیں،ابتدائی۔

(۷) قَدْ ضَلَّ مَنْ کَانَتِ الْعُمْیَانُ تَھْدِیْهِ ۔گمراہ ہوگیا وہ جس کی رہنمائی اندھے کرتے ہوں،قد،طلبی۔

(۸) لَعَمْرُکَ لَیْسَ فَوْقَ الْاَرْضِ بَاقٍ۔تیری عمر کی قسم زمین پر کوئی باقی رہنے والا نہیں،انکاری،تاکید قسم۔

(۹) اَلْحَقُّ وَاضِحٌ، حق واضح ہے،خبر بھی واضح ہے،ابتدائی۔

(۱۰) لَا یَفْتَأُ الْبَخِیْلُ حَرِیْصًا عَلٰی اَمْوَالِهٖ ،بخیل اپنے اموال کا برابر حریص

رہتا ہے، طلبی، نون ثقیلہ۔

(۱۱) اَمَا وَاللهِ اِنَّ الظُّلْمَ شُوْمٌ ۔خبردار بیشک خدا کی قسم ظلم ہلاکت ہے، انکاری اَما اِنَّ وقسم

(۱۲) اَلَا کُلَّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ، خبردار ہر چیز اللہ کے سوا باطل ہے، انکاری، الا۔

فائدہ: جبکہ یہ خبر اور اس جیسی دوسری خبریں خدا کے منکر جاہل کو کہی جاوے۔

(۱۳) سَاُمْنَحُ الْمُحْسِنَ جَائِزَةً وَسَوْفَ اُعَاقِبُ الْمُسِیْءَ ۔یقیناً میں نیکوکار کو انعام سے بدلہ دونگا اور بدکار کو سزا دوں گا، طلبی، سین، سوف۔

(۱۴) اِنَّمَا یَخْشَی اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ، بلاشبہ اللہ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں، طلبی، اِنَّمَا، علماء سے مراد جو اللہ کو جاننے والے ہیں یعنی مومنین۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

فصل فی الانشاء

یہ فصل ہے انشاء کے بیان میں

اب یہاں سے خبر کے بیان سے فراغت کے بعد انشاء کے بیان کو شروع کر رہے ہے

ہیں، انشاء کے لغوی معنی ایجاد ہے اور اصطلاح میں انشاء ایسے کلام کو کہتے ہیں جو اپنی ذات کے اعتبار سے صدق اور کذب کا احتمال نہ رکھے۔

اَلْاِنْشَاءُ اِمَّا طَلَبِیٌّ اَوْ غَیْرُ طَلَبِیٍّ فَالطَّلَبِیُّ مَا یَسْتَدْعِیْ مَطْلُوْبًا غَیْرَ حَاصِلٍ وَقْتَ الطَّلَبِ، وَغَیْرُ الطَّلَبِیِّ مَالَا یَسْتَدْعِیْ مَطْلُوْبًا۔

ترجمہ:۔ انشاء کی دو قسمیں ہیں، یا تو انشاء طلبی ہوگا یا غیر طلبی، پس انشاء طلبی وہ کلام انشاء ہے جو ایسے مطلوب کو چاہے جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو، اور غیر طلبی وہ ہے جو ایسے مطلوب کو نہ چاہے۔

تشریح:۔ انشاء کی تعریف کے بعد اب جانو کہ انشاء کی دو قسمیں ہیں،

۱۔ انشاء طلبی **۲۔ انشاء غیر طلبی۔**

انشاء طلبی ایسے کلام انشاء کو کہتے ہیں جو ایسے مطلوب کو چاہے جو بوقت طلب حاصل نہ ہو، اس تعریف سے معلوم ہوگیا کہ انشاء طلبی جس مطلوب کو چاہے اس کا بوقت طلب حاصل نہ ہونا شرط ہے، اور اگر حاصل شدہ ہے تو پھر اس کے طلب میں تحصیل حاصل لازم آئے گا جو مناسب نہیں، اسی وجہ سے جس جگہ مطلوب حاصل کے لئے طلب کے صیغوں کو استعمال کیا جاوے وہاں اس کا حقیقی معنی مراد نہ ہوگا بلکہ مقام اور موقع کے مناسب دوسرا معنی مراد لیں گے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا** آیت شریفہ میں ایمان کے حاصل کرنے والوں سے ایمان کا مطالبہ یہ **تحصیل حاصل** ہے، لہذا اٰمِنُوْا سے ایمان میں دوام کا معنی مراد لیں گے، نیز غیر حاصل سے مراد یہ ہے کہ متکلم کے اعتقاد کے اعتبار سے وہ حاصل نہ ہو خواہ حقیقت میں وہ امر حاصل ہوگیا ہو، الحاصل انشاء طلبی اس کو کہیں گے جس سے ایسے مطلوب کو چاہا جاوے جو متکلم کے اعتقاد میں بوقت طلب حاصل نہ ہو، اور غیر طلبی میں ایسے مطلوب کو طلب نہ کیا جائے جو بوقت طلب حاصل نہ ہو۔

وَالْإِنْشَاءُ الطَّلَبِيُّ يَكُوْنُ بِسِتَّةِ أَشْيَاءٍ، اَلْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالتَّمَنِّيْ وَالتَّرَجِّيْ وَالإِسْتِفْهَامِ وَالنِّدَاءِ۔

ترجمہ:- اور انشاء طلبی کا معنی چھ چیزوں سے حاصل ہوگا، امر، نہی تمنی، ترجی، استفہام اور نداء سے۔

تشریح:-اس عبارت میں انشاء طلبی کی چھ اقسام کو ذکر کیا ہے اور ان چھ اقسام میں شیء مطلوب کے طلب کا معنی ہے جیسا کہ امر سے فعل کے وجود کو طلب کرنا مقصود ہے اور نہی سے ترک فعل اور استفہام سے کسی شئی کے علم کو اور تمنی اور ترجی سے امر محبوب کو اور نداء سے منادی کی توجہ کو طلب کرنا مقصود ہے۔

مبحث فی الامر

یہ بحث ہے امر کے بیان میں

اَلْاَمْرُ هُوَ طَلَبُ اِيْجَادِ الْفِعْلِ عَلٰى وَجْهِ الْاِسْتِعْلَاءِ وَلَهٗ اَرْبَعُ صِيَغٍ، ۱۔فعل الْاَمْرِ نَحْوُ اِذْهَبْ، ۲۔اسْمُ فِعْلِ الْاَمْرِ، نَحْوُ صَهْ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ ۳۔ اَلْمُضَارِعُ الْمَقْرُوْنُ بِلَامِ الْاَمْرِ نَحْوُ لِيَلْزَمْ كُلُّ اِنْسَانٍ حَدَّهٗ، ۴۔اَلْمَصْدَرُ النَّائِبُ عَنْ فِعْلِ الْاَمْرِ نَحْوُ سَعْيًافِى الْخَيْرِ۔

امر کہتے ہیں اپنے کو عالی سمجھتے ہوئے فعل کے ایجاد کو طلب کرنا، اور اس کے چار صیغے ہیں:

۱۔فعل امر جیسے اذھب، ۲۔اسم فعل امر جیسے صه عن المنکر، برے کام سے رُک جا،۳۔وہ مضارع جولام امر کے ساتھ مقرون ہو(امر غائب) جیسے لیلزم کل انسان حدہ چاہئے کہ ہرانسان اپنی حدکولازم پکڑے،

۴۔وہ مصدر جوفعل امر کا نائب ہوجیسے سعیاً فی الخیر نیک کام میں کوشش کر۔

تشریح:۔بلاغت کی بعض کتابوں میں طلب الفعل علی وجہ الاستعلاء کے بعدمع الالزام کی قید بھی ہے،اب امر کی تعریف یہ ہوگی کہ الزام وایجاب کے طریقے پرمتکلم کا اپنے کوعالی مرتبت سمجھتے ہوئے مخاطب سے فعل کے ایجاد کا مطالبہ کرنا خواہ وہ حقیقت میں عالی ہو یانہ ہو، دونوں صورتوں میں امر ہوگا،اسی وجہ سے اگر وہ حقیقت میں عالی نہیں پھر بھی اپنے کو عالی مرتبت سمجھ کراپنے سے عالی کوامر کرے تو یہ بےادبی کی طرف منسوب ہوگا۔

ضروری بات یہ ہے کہ امر مطلق طلب کے لئے ہےاب اس کام کا ایجاد فی الفور ہو، یاتراخی کے ساتھ وہ قرائن سے معلوم ہوگااور بعضوں نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ جیسے نداء میں فورامتوجہ ہونا مطلوب ہےاوراسی طرح استفہام میں بھی فی الفور جواب دینا مطلوب ہےاور تاخیر قرائن سے مراد لی جاتی ہے،اسی طرح امر کے لئے حکم ہوگا کہ فی الفور ایجاد فعل کا مطالبہ ہوگا،ہاں قرائن سے تاخیر مراد لی جاسکتی ہے،ہذااختیارالسکاکی۔

دوسری بات کہ امرصحیح قول کے مطابق استمراراوردوام کا تقاضانہیں کرتا، بلکہ ایک مرتبہ فعل کا ایجاد ہوگیا تو امر کا مقتضیٰ پورا ہوگیا، دوام کا معنیٰ قرائن پر موقوف ہوگا، جواہر البلاغۃ ص ۷۷۔

وَقَدْ تَخْرُجُ هٰذِهِ الصِّيَغُ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِيِّ اِلٰى مَعَانٍ اُخَرَ تُفْهَمُ بِالْقَرَائِنِ

اور کبھی یہ صیغے اپنے اصلی معنیٰ سے نکل کردوسرے معانی میں مستعمل ہوتے ہیں، جو معانی قرائن سے سمجھے جائیں گے۔

تشریح:- امر کے صیغے کبھی اپنے اصلی معنٰی وجوب ولزوم سے نکل کر دوسرے مجازی معنوں میں بھی مستعمل ہوتے ہیں یعنی صیغے تو امر کے ہوں مگر معنی امر کا یعنی طلب الفعل علی وجہ الاستعلاء مع الالزام نہ ہوگا۔

كَالدُّعاءِ نحوُ اِرْحَمْنِیْ یَا اللّٰہ کَعَظِیْمِ رَحْمَتِکَ وَوَفِّقْنِیْ لِمَا تَرْضَاهُ. مثلاً دعاء جیسے یا اللہ مجھ پر رحم فرما اپنی بڑی رحمت سے اور توفیق دے مجھ کو ایسے اعمال کی جس سے تو راضی ہے۔

تشریح:- اس مثال میں ارحم امر اپنے اصلی معنٰی میں مستعمل نہیں بلکہ دعا کے معنٰی کے لئے ہے جو امر کا معنٰی مجازی ہے، یہاں معنٰی اصلی مراد نہیں ہوسکتا اس لئے کہ مخاطب خداوند قدوس کی ذات عالی ہے جو تمام سے بالا وبرتر ہے کوئی ذات اس سے عالی مرتبت ہو ہی نہیں سکتی لہذا ایسے مخاطب سے علی وجہ الاستعلاء طلب فعل کا معنٰی مراد نہیں لے سکتے بلکہ اس سے فعل کے وجود کا مطالبہ ہے انتہائی تضرع وانکساری کے ساتھ اور یہی معنٰی دعاء کا ہے

والالتماس نحو قولک لمن یُساویک انتظرنی حتّٰی اعود ۔اور التماس جیسے تیرا اپنے ہم درجے کو یوں کہنا انتظرنی حتّٰی اعود میرے آنے تک میرا انتظار کرنا۔

تشریح:- یہاں امر کا صیغہ انتظر امر کے معنی میں نہیں بلکہ التماس کے معنٰی میں ہے اس لئے کہ اپنے ساتھی اور ہم عمر سے طلب فعل علی وجہ الاستعلاء نہیں ہوتا بلکہ علی وجہ التماس ہوتا ہے، یعنی طلب فعل علی سبیل نوع التضرع ہوتا ہے، یہی التماس کا معنٰی ہے کہ ایک قسم کی عاجزی وتواضع سے کام کو طلب کرنا لیکن عاجزی دعاء سے کم درجہ ہو ورنہ پھر دعاء ہوگی۔

والتَّمَنّیْ نَحْوُ یَا لَیْلُ طُل وَیَا نَوْمُ زُلْ۔

اور تمنی جیسے اے رات تو لمبی ہوجا اور نیند تو زائل ہوجا۔

تشریح:- پورا شعر:

يَـا لَيْـلُ طُـل وَيَـا نَـوْمُ زُلُ   وَيَـا صُبْـحُ قِفْ لَا تَـطْـلُـعِ

ہے۔

یہ امرؤالقیس کا شعر ہے اس مثال میں امر کا صیغہ طُل وزُل اپنے حقیقی معنیٰ میں نہیں بلکہ مجازاً تمنی کے معنی میں مستعمل ہے، کیونکہ اس کا مخاطب رات اور نیند ہے اور ایسی اشیاء کو مخاطب بنا کر ان سے ایجاب فعل کا تصور ہی نہیں کیا جاتا بلکہ یہاں محبوبہ کے ساتھ وصل کی صورت میں محض اظہار تمنی ہے جن کا وجود ممکن ہی نہیں۔

وَالتَّـحْـدِيْـدُ: نـحوُ اِعْمَلْ مَا بَدَا لَکَ سَوْفَ تُلَاقِيْ جَزَاءَ اَفْعَالِکَ۔

ترجمہ:- اور تحدید جیسے تجھے جو سمجھ میں آوے کر عنقریب تو اپنے اعمال کا بدلہ پالے گا۔

تشریح:- یہاں بھی اعمل صیغہ امر اپنے اصلی حقیقی معنٰی میں مستعمل نہیں بلکہ سیاق کلام کے قرینہ سے معنٰی مجازی تحدید کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

وَالتَّـعْـجِيْـزُ نَحْوُ رُدَّ عَنْکَ الْمَوْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلٰى ذٰلِکَ سَبِيْلًا۔

اور تعجیز جیسے اپنے سے موت کو ہٹاؤ اگر اس کی طاقت رکھ سکتے ہوتو۔

تشریح:- یہاں امر اپنے اصلی معنی میں نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ یہ کام جس کا مخاطب سے مطالبہ ہے خود متکلم بھی جانتا ہے کہ کسی کے بس کا روگ نہیں بلکہ مقصود مخاطب کو عاجز ثابت کرنا ہے۔

وَالتَّسْوِيَةُ نَحْوُ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ۔

اور تسویہ جیسے آہستہ بات کرو، (چھپا کر) یا ظاہر کرو۔

تشریح:- یہ امر کا صیغہ بھی حقیقی معنٰی میں نہیں بلکہ دو متضاد فعل کے ذکر سے مقصود

تسویہ اور برابری کو بتلاتا ہے۔

فائدة

قَدْ يُرَادُ مِنْ صِيَغِ الْاَمْرِ غَيْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْاَغْرَاضِ كَالدَّوَامِ نَحْوُ ثَبِّتْنِيْ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ وَالْاِكْرَامِ نَحْوُ تَفَضَّلْ وَالْاِمْتِنَانِ نَحْوُ تَقَلَّبْ فِيْ نِعَمِيْ وَالارشادِ نحوُ اَقْلِلْ طَعَامَکَ تُحْمَدْ مَنَامُکَ، وَالْاِبَاحَةِ نَحْوُ اِجْلِسْ كَمَا تَشَاءُ۔

کبھی امر کے صیغوں سے ان اغراض کے علاوہ دوسرے معانی بھی مراد لئے جاتے ہیں، مثلاً دوام، جیسے مجھے صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھئے اور اکرام، جیسے تشریف لایئے، اور امتنان احسان جتلانا جیسے میری نعمتوں میں الٹ پلٹ ہو اور ارشاد جیسے کم کھاؤ نیند قابل مدح ہوگی یعنی کم ہوگی اور اباحت جیسے جہاں چاہو بیٹھ جاؤ۔

تشریح:- مذکور مجازی معانی کے علاوہ اور بھی بہت سارے معانی کے لئے امر کولایا جاتا ہے، جیسے یہاں فائدہ کے ذیل میں پانچ ذکر کئے اور بھی اس کے علاوہ دوسرے معانی ہے جو بلاغت کی مطولات میں مذکور ہے، یہاں مذکور معانی میں سے پہلا معنٰی دوام ہے، جیسے ثَبِّتْنِیْ علی الصراط المستقیم میں ثَبِّتْ حقیقی معنی میں نہیں اس لئے کہ وہ تو حاصل ہے بلکہ یہاں دوام ہے، اور دوسرا معنٰی اکرام ہے، جیسے تفضل، یہ صیغہ اکرام کے لئے لایا گیا ہے قرینہ عرف عام ہے اور تیسرا معنٰی امتنان اور احسان جتلانا ہے، جیسے تقلب فی نعمی میں تقلب کے بعد نِعَم َکے لفظ کو اپنی طرف منسوب کر کے اپنے احسانات کو یاد دلایا ہے اور چوتھا معنٰی ارشاد جیسے، اقلل طعامک تُحْمَدْ منَامُکَ میں اقلل سے ایک فائدہ مندبات کی طرف رہنمائی ہے کیونکہ حقیقی معنٰی مراد لینے میں ایک امر مباح سے روکنا لازم آئے گا، بلکہ مقصود ارشاد ہی ہے، اور پانچواں معنی اباحت ہے جیسے اجلس کما تشاء میں اجلس اباحت کے لئے ہے حقیقی معنٰی میں نہیں، اس کا اباحت کے لئے ہونا

کما تشاء کے لفظ سے سمجھا جاتا ہے۔

اسئلة

(۱) عَرِّفِ الْاِنْشَاءَ الطَّلَبِيَّ وَوَضِّحِ التَّعْرِيْفَ بِمِثَالٍ، وَاذْكُرِ الْاَشْيَاءَ الَّتِيْ يَكُوْنُ بِهَا، انشاءِ طلبی کی تعریف کرو؟

"مَا يَسْتَدْعِيْ مَطْلُوْبًا غَيْرَ حَاصِلٍ وَقْتَ الطَّلَبِ"

اورتعریف کومثال سے واضح کرو، (جیسے اِيْتِ بِالْمَاءِ کے یہاں پانی ایک مطلوب شیء ہے جس کے حصول کا مخاطب سے مطالبہ ہے اوران اشیاء کوذکر کروجن سے انشاء طلبی کا معنی حاصل ہوتا ہے (چھ ہیں: امر، نہی، تمنی ترجی، استفہام اورنداء۔

(۲) مَا الْاَمْرُ وَبِمَ يَكُوْنُ ؟امر کیاہےاورکن صیغوں سےامر کامعنٰی حاصل ہوگا۔ص ۲۸ میں مذکور ہے۔

(۳) مالمعانی التی تخرُجُ الیهاصیغ الامر ؟وہ معانی کیاہیں جن میں امر کے صیغے مستعمل ہوتے ہیں (ص ۲۸-۲۹) میں مذکورہ ہے۔

(۴) مَثِّلْ مِنْ انشائک للتمنّی و التَّهْدِيْدِ وَالتَّعْجِيْزِ وَالتَّسْوِيَةِ، اپنی طرف سے بناکرتمنی،تہدید،تعجیز اورتسویہ کی مثال بیان کرو،تمنی کی مثال،فیا موتُ زُرْ اِنَّ الْحَيَاةَ ذَمِيْمَةٌ وَيَا نَفْسُ جِدِّيْ اِنَّ دَهْرَكِ هَازِلٌ، تهديد،جیسے اعملُوْا ما شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ، تعجيز جیسے فَأْتُوْ بِسُوْرَةٍ منْ مِثْلِه، تسويه جیسے اِصْبِرُوْا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا۔

(۵)اين المسندُ والمسندُ اليه فِی قولِکَ اِيَّاکَ وَالْكَسَلَ وَالْوَفَاءَ اَلْوَفَاء ؟ تیرے قول ایاک والکسل (سستی سےاپنے کوبچا)اورالوفا و الوفا(وفا کولازم پکڑو)میں مسنداورمسندالیہ کون ہے؟

پہلی مثال میں "اِتَّقِ" محذوف مسنداورانت ضمیر مسندالیہ ہے،اوردوسری مثال

میں "اِلْذَمْ" مسند اور انت ضمیر مسند الیہ ہے، وَهَلْ يُعَدُّ هٰذَا الضَّرْبُ مِنَ الْكَلَامِ خَبَرًا اَمْ اِنْشَاءً؟ اور اس قسم کا کلام خبر ہوگا یا انشاء؟ انشاء ہوگا۔

☆☆☆

تمرین اول

بَيِّنْ مَا يُرَادُ مِنْ صِيَغِ الْاَمْرِ فِي التَّرَاكِيْبِ الْاٰتِيَةِ.

آنے والی ترکیبوں میں امر کے صیغوں سے کیا مراد ہے بیان کرو۔

(۱) بَاكِرْ تَسْعَدْ، کوجلدی اٹھو نیک بخت بنوگے، باکر امر کا صیغہ للارشاد۔

(۲) سَمْعًا وَطَاعَةً سنو اور طاعت کرو، مصدر نائب عن فعل امر حقیقی معنی میں۔

(۳) اُدْرُسْ نَحْوًا اَوْ بَيَانًا، علم نحو پڑھو یا علم بیان، فعل امر اُدْرُسْ للتخییر۔

(۴) عِشْ سَالِمًا، زندگی گذارو سلامتی والی للدعاء

(۵) اِبْتَعِدْ مِنَ الْكَلَامِ الْكَاذِبِ، جھوٹی بات سے دور رہ (ارشاد)۔

(۶) اَكْرِمْ اَبَاكَ وَ اُمَّكَ اپنے والدین کا اکرام کر (ارشاد) اور اگر اکرام کرنے والے سے کہا جاوے تو دوام۔

(۷) اِرْجِعْ يَا رَبِّ عَنْ شِدَّةِ غَضَبِكَ وَتَعُدْ عَنْ مَسَائَةِ شَعْبِكَ، اے پروردگار اپنے غصہ کی سختی سے رجوع فرمائے اور اپنی مخلوق کو سزا دینے سے رُک جایئے (دعا) مَساءة، برا قول یا برا فعل، شَعْبٌ، بسکون العین بڑا قبیلہ، لوگوں کی جماعت۔

(۸) لِيَتَقَلَّدْ كُلُّ وَاحِدٍ سَيْفَهُ چاہئے کہ ہر ایک اپنی تلوار گلے میں لٹکائے رکھے (ارشاد)۔

(۹) هَلُمَّ فَانْظُرُوْا اَعْمَالَ اللّٰهِ آؤ، پس دیکھو اللہ کے اعمال (قدرت کو) (اعتبار) یعنی

عبرت حاصل کرو، ان قدرت کے مناظر سے۔

(۱۰) قِیَامًا لَا قُعُوْدًا، کھڑا ہو بیٹھ مت، مصدر نائب عن فعل امر للمعنی الحقیقی۔

(۱۱) قوموا اَوْ اقْعُدُوْا کھڑے رہو یا بیٹھو (تسویہ)۔

(۱۲) اِنْزِفْ مَاءَ الْبَحْرِ اِنْ کُنْتَ قَادِرًا، سمندر کا پانی نکال اگر تو اس کی طاقت رکھتا ہے (تعجیز)۔

(۱۳) لَمَّا سَکَتَ الْقَصَّاصُ قُلْنَالَهٗ اِیْهٖ جب قصہ گو چپ ہو گیا تو ہم نے اس سے کہا کہ اور بیان کیجئے، اس میں ایہ اسم فعل امر ہے لالتماس، القصاص قصہ گو، ایہ کسی امر کی زیادتی طلب کرنے کے لئے آتا ہے۔

(۱۴) هَیَّا بِنَا ہمارے ساتھ آیئے (التماس)۔

(۱۵) تَعْسًا لَکَ اَیُّهَا الشَّقِیُّ اے بدبخت تیرے لئے ہلاکت ہو، تعسا مصدر نائب عن فعل الامر تہدید (بددعاء)۔

(۱۶) حَذَارِ اَنْ تَکْفُرَ النِّعْمَةَ نعمت کی ناشکری کرنے سے بچ۔ (ارشاد یا تہدید۔)

(۱۷) اقْبِضِ الرِّیْحَ فِی رَاحَتَیْکَ اپنے ہتھیلیوں میں ہوا کو روک لے۔ (تعجیز۔)

(۱۸) ضَعِ الْفَأْسَ فِی الرَّأْسِ، کلہاڑی سر پر رکھ (ارشاد)۔

(۱۹) اِیَّاکَ وَالْاَفْعٰی، خبیث سانپ سے بچ (ارشاد)۔

(۲۰) الْخِصَالَ الذمیمةَ یا فتی اے نوجوان بری عادتوں سے بچ (ارشاد)۔

(۲۱) امْرَأً وَ نَفْسَهٗ آدمی کو اس کی حالت پر چھوڑ (ارشاد)۔

(۲۲) کلَّ شَیْءٍ وَلَا هٰذا، سب کچھ کرو، مگر یہ نہ کرو۔ (اباحت یا ارشاد۔)

تمرین ثان

بَيِّنْ مَا يُسْتَفَادُ مِنْ صِيَغِ الْاَمْرِ فِيْمَا يَأْتِيْ

آنے والے جملوں میں امر کے صیغوں سے کون سا معنیٰ مستفاد ہوتا ہے، بیان کیجئے۔

(۱) وَلَقَدْ شَفٰى نَفْسِيْ وَاَبْرَأَ سُقْمَهَا   قَوْلُ الْفَوَارِسِ وَيْکَ عَنْتَرُ فَاقْدَمْ

اور تحقیق کہ شفاء دی میرے نفس کو اور صحت دی اس کو بیماری کو شہسواروں کے اس قول نے کہ اے عنتر آگے بڑھ (تحریض اور اغراء) سُقْمَهَا بِضَمِّ السِّيْنِ وَفَتْحِهَا

(۲) سِرْ اِنِ اسْتَطَعْتَ فِي الْهَوَاءِ رُوَيْدًا   لَا اخْتِيَالًا عَلٰى رُفَاتِ الْعِبَادِ

اگر تو طاقت رکھتا ہے تو ہوا میں آہستہ آہستہ چل نہ اکڑ کر بندوں کی بوسیدہ ہڈیوں پر

،امر للتعجيز او للارشاد۔

(۳) عِشْ مَا بَدَالَکَ سَالِمًا   فِيْ ظِلِّ شَاهِقَةِ الْقُصُوْرِ

زندگی گذار جیسے تو چاہے سلامتی کے ساتھ اونچے محلات کے سائے میں (دعاء)۔

(۴) هِيَ الدُّنْيَا تَقُوْلُ بِمِلْأِ فِيْهَا   حَذَارِ حَذَارِ مِنْ بَطْشِيْ وَفَتْكِيْ

یہ دنیا کہتی ہے، اپنا منہ بھر کر کہ میری پکڑ اور ہلاکت سے بچ، ارشاد یا تنبہ، یہ فخر الدولہ کے مرثیہ میں ابوالفرح الساوی نے جو قصیدہ کہا تھا اس کا پہلا شعر ہے۔ (مصباح الفتاح ص ۳۶۳)

(۵) اَرِيْنِيْ جَوَادًا مَاتَ هُزْلًا لَعَلَّنِيْ   اَرٰى مَا تَرَيْنَ اَوْ بَخِيْلًا مُخَلَّدًا

مجھے کوئی ایسا سخی دکھا جو فقیر ہو کر مرا ہو، شاید کہ میں بھی دیکھو جو تو دیکھتی ہے، یا دکھا کوئی بخیل

ہمیشہ رہنے والا ہو، امر للتعجیز، قائل حاتم الطائی، یخاطب امْرَأتَہٗ وَكَانَتْ قَدْ لَامَتْهُ عَلَى الْبَذْلِ وَالْجُوْدِ، هُزْلاً بضم الهاء وفتحها معنی تنگی وفقیری۔ (حاشیہ شرح ابن عقیل، تحفۃ الطلباء ص ۴۶)

(۶) فَيَامَوْتُ زُرْ اِنَّ الْحَيَاةَ ذَمِيْمَةٌ وَيَانَفْسُ جِدِّىْ اِنَّ دَهْرَكِ هَازِلٌ

پس اے موت آجا، بیشک زندگی قابل ملامت ہے اور اے نفس تو حقیقت پسند ہو جا، بیشک تیرا زمانہ مذاق کرنے والا ہے، امر للتمنی۔

(۷) اَيَّتُهَا النَّفْسُ اَجْمِلِىْ جَزْعاً اِنَّ الَّذِىْ تَحْذَرِيْنَ قَدْ وَقَعَا

اے نفس غم پر صبر کر، بیشک جس چیز سے تو ڈرتا ہے وہ واقع ہوگئی، امر تسلی کے لئے۔

مبحث فی النهی

یہ بحث ہے نہی کے بیان میں

النَّهْىُ هُوَ طَلَبُ تَرْكِ فِعْلٍ عَلٰى وَجْهِ الْاِسْتِعْلَاءِ وَلَهٗ صِيغَةٌ وَاحِدَةٌ وَهِىَ لَا النَّاهِيَةُ مَعَ الْمُضَارِعِ نَحْوُ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اَحَدًا۔

نہی کہتے ہیں استعلاء کے طریقے پر فعل کے ترک کا مطالبہ کرنا اور نہی کا ایک صیغہ ہے اور وہ لاء نہی ہے فعل مضارع کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔

تشریح:- نہی کا معنی وہی ہے جو کہ امر کا ہے، فرق اتنا ہے کہ امر میں وجوبا فعل کے ایجاد کا مطالبہ ہوتا ہے اور نہی میں ترک فعل کا مطالبہ، لہذا نہی کا حقیقی معنی بھی ترک فعل کا وجوب ہے اور اس فعل کا کرنا حرام ہے۔

وَقَدْ تَخْرُجُ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِيِّ اِلٰی معانٍ اُخْرٰی، تُفْهَمُ بِالْقَرَائِنِ كَالدُّعَاءِ نحوُ لا تَسْخَطْ عَلَيْنَا يَا رَبِّ.

اور کبھی نہی اپنا اصلی معنی چھوڑ کر دوسرے معانی میں استعمال ہوتا ہے جو معانی قرائن سے سمجھے جائیں گے، جیسے دعاء، اے رب ہم پر غصہ نہ فرمایئے۔

تشریح:- امر کی طرح نہی کا صیغہ بھی اپنا اصلی معنی حرمت چھوڑ کر مجازی معنی میں استعمال ہوتا ہے، یعنی صیغہ تو نہی کا ہوگا مگر معنٰی نہی کا یعنی طلب ترک الفعل علی وجہ الاستعلاء مع الالزام نہ ہوگا، بلکہ دوسرے معانی، دعاء، التماس، تمنی، تہدید وغیرہ معانی کے لئے ہوگا۔

مثلاً لا تَسْخَطْ عَلَينا يَارَبِّ، اس مثال میں چونکہ نہی کے صیغے کا مخاطب باری تعالیٰ ہے جس سے کسی کے عالی مرتبت ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں لہذا ایسے مخاطب سے نہی کا صیغہ کہنے کی صورت میں دعا ہی کا معنی ہوگا۔

وَالْاِلْتِمَاسِ نَحْوُ قَوْلِكَ لِمَنْ يُسَاوِيْكَ لَا تَنْتَقِلْ مِنْ جَوَارِيْ.

اور التماس جیسے اپنے برابر والے سے تیرا یہ کہنا کہ میرے پڑوس سے منتقل مت ہو۔

تشریح:- اس مثال میں بھی نہی کا صیغہ حقیقی معنی میں نہیں بلکہ التماس کے لئے ہے، اس لئے کہ جب متکلم اپنے ہم پلہ وہم عمر سے یہ صیغہ کہے گا تو متکلم اپنے کو بڑا سمجھ کر نہیں کہہ رہا، اس لئے الزام کا معنی نہ ہوگا اور ایک ساتھی دوسرے ساتھی سے بطور التماس ہی کہے گا، لہذا یہ صیغہ التماس کے لئے ہوگا۔

وَالتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَا تَوَلَّ يَا شَبَابُ اور تمنی جیسے اے جوانی مجھ سے اعراض مت کر۔

تشریح:- یہاں بھی چونکہ نہی کے صیغہ کا مخاطب ایسی شیٔ ہے جس میں مخاطب بننے کی صلاحیت ہی نہیں لہذا نہی کا صیغہ اپنے اصلی معنٰی میں نہ ہوگا بلکہ متکلم صرف اظہار تمنی

کرتا ہے اس لئے کہ جوانی بقاء ایک ایسی محبوب شیٔ . ہے جس کے بقاء کی امید نہیں ہے اور ایسی شیٔ محبوب کی طلب جس کے حصول کی امید نہ ہو اسی کا نام تمنی ہے۔

وَالتَّهْدِيْدُ نحوُ لَا تَرْجِعْ عَنْ غَيِّكَ اور تہدید جیسے تو اپنی گمراہی سے باز مت آ۔

تشریح:۔ یہاں بھی نہی کا صیغہ اپنے حقیقی معنیٰ میں نہیں اور نہیں، تو حقیقی معنی میں لے سکتے ہیں ورنہ معنٰی ومفہوم ہی خراب ہوگا، جس کا متکلم سے تصور نہیں ہوسکتا اسی قرینۂ عقلیہ کی وجہ سے حقیقی معنی چھوڑ کر تہدید کا معنی مراد لیں گے تا کہ متکلم کے کلام کا مفہوم صحیح ہو۔

فَائِدَةٌ

قَدْ تَأْتِيْ صِيْغَةُ النَّهْيِ لِلْإِرْشَادِ نَحْوُ لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ، وَالتَّيْئِيْسِ نَحْوُ لَا تَرْجُ السَّمَاحَ وَالدَّوَامِ نَحْوُ لَا تَحْسَبَنَّ اللهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ۔

کبھی نہی کا صیغہ ارشاد کے لئے آتا ہے، جیسے مت سوال کرو، ان چیزوں کے بارے میں کہ اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تم کو برا معلوم ہو اور تیئیس (ناامید کرنے) کے لئے جیسے بخشش کی امید مت کرو اور دوام کے لئے جیسے ہرگز اللہ تعالیٰ کو غافل نہ سمجھو ان چیزوں سے جن کو ظالم کرتے ہیں۔

تشریح:۔ اس فائدہ میں دوسری تین اغراض مجازیہ کو بیان کیا جس کے لئے نہی کا استعمال کیا جاتا ہے، ایک تو کبھی معنیٰ حقیقی کے علاوہ ارشاد کے لئے نہی آئیگی جیسے لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ اس مثال میں لاتسالوا حقیقی معنی میں نہیں بلکہ ارشاد کے لئے ہے اور قرینہ سیاق کلام ، إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ہے۔

اور دوسری غرض تئیس ہے جیسے لا ترج السماح میں نہی حقیقی معنی میں نہیں بلکہ قرینہ عقلیہ دال ہے کہ یہ نہی تئیس کے لئے ہے اور تیسری غرض دوام ہے، جیسے لا تحسبن اللہ الخ اس مثال میں نہی سے مقصود دوام ہے۔

☆☆☆☆

مبحث فی التمنی والترجی

یہ بحث ہے تمنی اور ترجی کے بیان میں

اَلتَّمَنِّیْ هُوَ طَلَبُ شَيْءٍ مَحْبُوْبٍ لَا يُرْجٰى حُصُوْلُهٗ لِكَوْنِهٖ مُسْتَحِيْلًا اَوْ شَبِيْهًا بِهٖ.

تمنی وہ ایسی محبوب شئی کا طلب کرنا ہے جس کے حصول کی امید نہ ہو محال ہونے کی وجہ سے یا محال کے مشابہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح:۔اس بحث میں انشاء طلبی کی دو قسمیں تمنی اور ترجی کو بیان کرتے ہیں، دونوں کو ساتھ میں اس لئے بیان کیا کہ ان دونوں میں گہری مناسبت ہے کہ دونوں میں امر محبوب کی طلب ہوتی ہے اس لئے ایک ہی بحث میں دونوں کا تذکرہ کیا، اب تمنی کی تعریف سنئے کہ تمنی ایسے امر محبوب کے طلب کرنے کا نام ہے کہ جس کے حصول کی امید نہ ہو، اس کے حاصل ہونے کے عدم امید یا تو اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس شئی محبوب کا حصول محال ہے، حاصل ہو ہی نہیں سکتی، جیسے یا لیت الشَّبَابَ يَعُوْدُ يَوْمًا، اس میں جوانی کے لوٹنے کی تمنا ہے جو محال ہے یا حصول کی عدم امید اس لئے ہو کہ اس کا حصول محال تو نہ ہو لیکن محال جیسا ہو جیسے یا لیت لنا مثل ما اوتی قارون اس میں خزانہ قارون کا پانا محال تو نہیں لیکن پانا اتنا آسان بھی نہیں لہذا، یہ محال کے مشابہ ہے۔

وَلَهٗ اَرْبَعُ اَدَوَاتٍ وَاحِدَةٌ اَصْلِيَّةٌ وَهِيَ لَيْتَ نَحْوُ لَيْتَ الشَّبَابَ

يَعُودُ يَوْمًا وَثَلٰثٌ غَيْرُ اَصْلِيَّةٍ، وَهِيَ هَلْ نَحْوُ هَلْ مِنَ الْمَوْتِ شَفِيْعٌ فَيَشْفَعَ لِيْ، وَلَوْ نَحْوُ لَوْاَنَّ لِيْ كَرَّةً اِلٰى اَيَّامِ الصِّبَا فَاُحْسِنَ الْاَعْمَالَ وَلَعَلَّ نَحْوُ لعلى اُحُجُّ فَاَزُوْرَكَ،

اور اس تمنی کے چار الفاظ میں ایک اصلی ہے اور وہ لیت ہے جیسے لیت الشباب یعود یوماً کاش کہ جوانی ایک دن لوٹ کر آتی، اور تین غیر اصلی ہے اور وہ ہل ہے جیسے کاش موت سے کوئی سفارش کرنے والا ہوتا، پس وہ میری سفارش کرتا اور لَو ہے جیسے کاش میرے لئے بچپنے کے زمانہ کی طرف لوٹنا ہوتا تو میں اچھے اعمال کر لیتا، اور لعل ہے جیسے کاش کہ میں حج کرتا تو تیری زیارت کرتا۔

تشریح:۔ تمنی کی تعریف بیان کرنے کے بعد اب تمنی کے الفاظ بیان کرتے ہیں کہ تمنی کن الفاظ سے کی جائے گی چنانچہ بیان کیا تمنی کے چار الفاظ ہیں، ان میں سے ایک لفظ تو تمنی کے لئے اصل ہے یعنی اس کو تمنی ہی کے لئے وضع کیا ہے اور وہ لیت ہے اور باقی تین تمنی کے لئے غیر اصل اور مجازی ہے یعنی ان تینوں کی اصل وضع دوسرے معانی کے لئے ہوئی ہیں لیکن بلاغت کی غرض سے ان کو تمنی کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں، مثلاً وہ تین الفاظ ھل، لو اور لعل ہیں ان تینوں میں سے ھل اور لعل کو تمنی کے لئے استعمال کرنے میں بلاغت یہ ہے کہ ھل یہ اصل میں استفہام کے لئے آتا ہے اور استفہام میں جس شئی کے بارے میں سوال ہو اس شئی کا حصول یا علم ممکن بلکہ یقینی ہوتا ہے اسی طرح لعل اصل میں ترجی کے لئے ہے اور ترجی کا معنیٰ یہ ہے کہ ایسی شئی محبوب کا طلب کرنا جس کا حصول ممکن ہو تو اب غور کیجئے کہ ھل اور لعل دونوں سے ان کے مدخول کا جب حصول ممکن ہے تو ان دونوں سے تمنا کرنے کی صورت میں وہ شئی محبوب جس کی متکلم تمنا کرتا ہے اگر چہ وہ ممکن الحصول نہیں ہے، لیکن تمنی کے الفاظ ھل اور لعل لا کر اس شئی کو ممکن اور قریب الحصول کی صورت میں پیش کرتا ہے اور ایسا کرنا اس شئی کے ساتھ غایت اشتیاق اور محبت کی وجہ سے ہوتا ہے، اسی طرح

لو سے تمنا کرنے میں بلاغت یہ ہے کہ لَوْ کا اصل وضع میں یہ معنٰی ہے کہ جو شئی کمیاب ہو اور اس کا پایا جانا نادر ہو اس کے لئے لَوْ شرطیہ لاتے ہیں اب اگر اس سے تمنا کریں گے تو گویا متکلم اس محال شئی کو لَوْ کے ذریعے تمنا کر کے اس کی ندرت اور کمیابی کو بتلاتا ہے کہ وہ شئی بھی کبھی تو پائی جائے گی اور یہ اس شئی سے کمال عشق و محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

فائدہ:- لعل جب تمنی کے لئے استعمال ہوگا اس وقت اس کے جواب میں فعل مضارع منصوب ہوتا ہے **لعلی احج فَازُوْرَکَ۔**

وَالتَّرَجِّیْ هُوَ تَرَقُّبُ اَمْرٍ مَحْبُوْبٍ مُتَوَقَّعِ الْحُصُوْلِ وَاَدَوَاتُهٗ لَعَلَّ نَحْوُ لَعَلَّ الْفَرَجَ قَرِیْبٌ، وَعَسٰی نَحْوُ عَسَى الْکَرْبُ الَّذِیْ اَمْسَیْتُ فِیْهِ یَکُوْنُ وَرَائَهٗ فَرَجٌ قَرِیْبٌ۔

اور ترجی وہ ایسے امر محبوب کو طلب کرنا ہے جس کے حصول کی امید ہو اور ترجی کے ادات لعل اور عسٰی ہے لعل جیسے لعل الفرج قریبٌ شاید کشادگی قریب ہے، اور عسٰی جیسے وہ مصیبت جس میں میں نے شام کی امید ہے کہ اس کے بعد عنقریب کشادگی ہوگی۔

تشریح:- ترجی میں بھی امر محبوب کو طلب کرنا ہوتا ہے لیکن تمنی و ترجی میں فرق یہ ہے کہ تمنی میں ممکن الحصول و غیر ممکن الحصول دونوں کی طلب ہو سکتی ہے جب کہ ترجی میں صرف ممکن الحصول کو طلب کیا جائے گا، اور دوسرا فرق یہ ہے کہ ترجی کا استعمال قریب میں ہوتا ہے اور تمنی کا بعید میں۔

فائدہ:- ایک ہوتی ہے امل اور ایک ہوتی ہے ترجی، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ امل میں امر محبوب کے حصول کی امید غالب ہوتی ہے، بغیر عدم حصول کے خوف کے، اور ترجی میں عدم حصول کا خوف بھی ہوتا ہے۔

فائدۃ

اِنْ كَانَ التَّرَجِّىْ لِلْاِشْفَاقِ مِنْ مَكْرُوْهٍ عُدَّ مِنَ الْاِنْشَاءِ غَيْرِ الطَّلَبِىِّ، نَحْوُ لَعَلَّ الْعَدُوَّ مُقْبِلٌ۔

اگر ترجی ناپسند چیز سے ڈرانے کے لئے ہو تو اس کو انشاء غیر طلبی میں سے شمار کیا جائے گا جیسے شاید دشمن آرہا ہے۔

تشریح:۔اس لئے کہ انشاء طلبی میں مطلوب کی چاہت ہوتی ہے اور جب یہاں مکروہ چیز سے ڈرانا مقصود ہے تو اس میں مطلوب کی چاہت نہ ہوگی، لہذا اس پر غیر طلبی کی تعریف صادق آئے گی۔فافهم۔

اسئلة

(۱) **عَرِّفِ النَّهْىَ وَبِمَ يَكُوْنُ؟** نہی کی تعریف بیان کرو اور کن ادات سے نہی کا معنی حاصل ہوتا ہے۔ ص ۳۱ پر دیکھو۔

(۲) **ما الاغراض المستفادةُ من النَّهْىَ بالقرائن؟** وہ اغراض کیا ہیں جو قرائن کے ذریعہ نہی سے مستفاد ہوتے ہیں۔

دعاء التماس تمنی اور تہدید اور ارشاد وغیرہ کا معنی۔

(۳) **ما التَّمَنِّىْ،** تمنی کسے کہتے ہیں؟ (ص ۳۲ پر دیکھو)

(۴) **اذكر ادواتهٗ وَمَثِّلْ لِكُلٍّ مِنْهَا؟** تمنی کے ادوات ذکر کرو اور ان میں سے ہر ایک کی مثال بیان کرو۔

تمنی کے ادوات چار ہیں:

(۱) **لیت** جیسے **يا ليت لنا مثل ما اوتى قارون۔**

(۲) **هل** جیسے **هل لنا مِنْ شُفَعَاءَ،**

(۳) لو جیسے لو ان لنا كرةً فنكون من الموقنين،

(۴) لعل جیسے لعلني اجتهدتُ فافوزَ في الامتحان،

(۵) ما الترجي، وبم يكون ؟ ترجی کسے کہتے ہیں اور ترجی کا معنی کس سے حاصل ہوگا۔ (ص ۳۲ پر دیکھو)

(۶) ما الفرق بين ليت ولعل؟ لیت اور لعل کے درمیان کیا فرق ہے؟ لیت ممکن الحصول وغیر ممکن الحصول دونوں کے لئے آتا ہے جبکہ لعل صرف ممکن الحصول کے لئے، دوسرا فرق لیت کا استعمال بعید میں ہوتا ہے اور لعل کا قریب میں۔

(۷) اُفرُق بينَ التَّرجّيْ والتوقُّعِ ترجی اور توقع کے درمیان فرق بیان کرو، ترجی میں امر محبوب کے حصول کی امید ہونے کے ساتھ عدم حصول کا خوف بھی ہوتا ہے، جبکہ توقع اور امل میں غالب امید ہوتی ہے۔

تمرین اول

بَيِّنِ الْاَغْرَاضَ الْمُسْتَفَادَةَ مِنَ النَّهْيِ

نہی سے مستفاد ہونے والی اغراض کو بیان کرو۔

(۱) لَا تُؤَخِّرْ عَمَلَ يَوْمِكَ لِغَدٍ۔ اپنے آج کے کام کو کل پر مت ڈال (للارشاد)۔

(۲) لَا تَحْتَجِبْ عَنِ الْعُيُوْنِ اَيُّهَا الْقَمَرُ۔ اے چاند آنکھوں سے اوجھل مت ہو (نہی، للتمنی)

(۳) لَا تَنتَهِ عَنْ غَيِّكَ۔ اپنی گمراہی سے باز مت آؤ (للتہدید)۔

(۴) هَوِّنْ عَلَيْكَ وَلَا تُولِعْ بِإِشْفَاقٍ ۔ اپنے اوپر آسانی کر اور خوف پر فریفتہ نہ ہو، (للارشاد)

(۵) لَا تَحْلِفْ بِاسْمِ الرَّبِّ اِلٰهِكَ بَاطِلًا۔ رب کے نام کی جو تیرا معبود ہے جھوٹی قسم مت کھا، (معنی اصلی ،ارشاد کے لئے بھی ہو سکتی ہے، نیز اگر قسم نہ کھائی ہو تو دوام کے لئے۔

(۶) لَا تَسْخَطْ عَلَيْنَا يَا رَبِّ۔ اے پروردگار ہم پر ناراض نہ ہوئیے۔(دعاء)

(۷) لَا تَخْرُجْ مِنَ الْفَصْلِ قَبْلَ اَنْ يَسْتَأْذِنَ الْاُسْتَاذُ۔ استاد کی اجازت سے پہلے درسگاہ سے مت نکل (معنی اصلی ،ارشاد، دوام۔

(۸) لَا تَهْرِفْ بِمَا لَا تَعْرِفُ جسے جانتا نہ ہو اس کی تعریف مت کر (معنی اصلی ، نیز ارشاد، نیز دوام۔

(۹) لَا تُوَلِّ يَا رَبِيعَ الْحَيَاةِ ۔اے زندگی کی بہار تو اعراض مت کر (تمنی۔

(۱۰) لَا تَدْخُلَنَّ بَيْنَ الْعَصَا وَلِحَائِهَا ،عصا اور اس کے چھلکے کے درمیان ہرگز داخل مت ہو (ارشاد) یہ مثال ان دوستوں کے حق میں بولتے ہیں جس میں کوئی فساد نہ کرا سکے۔

(۱۱) لَا تُسِئْ اِلٰى اَخِيكَ، اپنے بھائی سے بدسلوکی مت کر۔(معنی اصلی ،ارشاد)۔

(۱۲) اِذَا نَطَقَ السَّفِيهُ فَلَا تُجِبْهُ فَخَيْرٌ مِنْ اِجَابَتِهِ السُّكُوتُ

جب بے وقوف بات کرے تو اس کو جواب مت دو، اس کو جواب دینے سے چپ رہنا بہتر ہے (ارشاد)۔

(۱۳) اَعَيْنَيَّ جُودَا وَلَا تَجْمُدَا اَلَا تَبْكِيَانِ لِصَخْرِ النَّدٰى

اے میری دونوں آنکھیں سخاوت کرو اور خشک مت ہو کیا تم دونوں سخاوت کی چٹان پر روتی نہیں ہو (تمنی) عینیَّ کے شروع میں ہمزہ نداء کا ہے۔

(۱۴) لَا تَحْسِبِ الْمَجْدَ رُطَبًا أَنْتَ آكِلُهُ   لَنْ تَبْلُغَ الْمَجْدَ حَتّٰى تَلْعَقَ الصَّبِـ

بزرگی کو تازہ کھجور مت سمجھ کہ تو اس کو کھالیوے بزرگی کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ ایلوا چاٹ لے (توبیخ)

(۱۵) لَا تَـوْدِعِ السِّـرَّ وَشَّاءً بِـهِ   مذْلًا فَمَا رَعٰى غَنَمًا فِي اللَّدِّ سِرْحَانٌ

تو راز فاش کرنے والے چغل خور کے پاس راز امانت مت رکھ اس لئے کہ بھیڑیے نے جنگل میں بکریوں کو نہیں چرایا ہے (ارشاد)۔

لا تولع باب افعال سے محبت مت کر، فریفتہ مت ہو، لِحاتھا بکسر اللام وفتح الثانی وکسر الہمزہ لاتودع باب تفعیل وشّاءً بمعنی نمّام چغل خور مذلًا مصدر بمعنی اسم فاعل راز فاش کرنے والا۔



تمرین ثان

بَيِّنْ اَغْرَاضَ التَّمَنِّيْ فِي التَّرَاكِيْبِ الْاٰتِيَةِ

آنے والی ترکیبوں میں تمنی کی اغراض بیان کرو

(۱) لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُوْدُ، کاش جوانی لوٹ آتی، (تمنی بالمحال)۔

(۲) لَیْتَ لِیْ مِلْأَ الْاَرْضِ ذَھَبًا۔ کاش میرے لئے زمین بھر کر سونا ہوتا (تمنی مشابہ بالمحال بلکہ محال)۔

(۳) یا لَیْتَنِیْ اِجْتَھَدْتُ وَاَنَا صَغِیْرٌ، کاش میں بچپنے میں محنت کرتا (تحسر تمنی ترقی کے لئے)۔

(۴) ھَلْ اِلٰی زَمَنِ الْحَدَاثَۃِ مِنْ سَبِیْلٍ، کاش نوجوانی کی عمر کی طرف کوئی راستہ ہوتا، تمنی کا حرف ھل، تمنی اظہار تحسر کے لئے (الحداثۃ مصدر، باب نصر کا)

(۵) لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا وَافِرًا فَاَکُوْنَ مُحْسِنًا، کاش میرے پاس بہت زیادہ مال ہوتا تو میں احسان کرنے والا ہوتا، لو تمنی کے لئے ہے، تمنی مشابہ بالمحال، مال کی تمنا احسان کے لئے ہے نہ کہ صرف مال وافر کی تمنا۔

(۶) لَعَلِّیْ اُسَافِرُ فَاَزُوْرَ بَارِیْسَ، کاش میں سفر کرتا تو میں پیرس کی زیارت کرتا، تمنی بلعل، تمنی مشابہ بالمحال جبکہ غریب آدمی اس کی تمنا کرے اور تمنا سفر کی نہیں بلکہ ملک پیریس کی زیارت کی ہے۔

(۷) لَوْ تَاْتِیْنِیْ فَتُحَدِّثَنِیْ، کاش تو میرے پاس آتا تو مجھ سے بات کرتا، لَوْ سے تمنی (تحسر) تمنی تحدیث کی ہے۔

(۸) لَیْتَ شِعْرِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا لِمَنْ، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ یہ دنیا کس کے لئے ہے، تمنی للانکار یعنی دنیا کسی کی نہیں۔

(۹) لَعَلَّ الْخَلِیْلَ یَزُوْرُنَا فَنَسْتَأْنِسَ بِہٖ، کاش کہ دوست ہم سے ملتا تو ہم اس سے مانوس ہوتے (انس حاصل کرتے) (تمنی لاظہار التاسف)۔

(۱۰) لَوْ تَنْزِلُ عِنْدِیْ فَتُصِیْبَ خَیْرًا، کاش تو میرے پاس اتر جاتا تو بھلائی پاتا، تمنی اظہار محبت وشفقت کے لئے۔

(۱۱) سَرَیْنَا اِلَیْهِمْ فِیْ جُمُوْعٍ کَاَنَّهَا   جِبَالُ شَرَوْرٰی لَوْ تُعَانُ فَتَنْهَدَا

ہم ان کی طرف ایسی جماعت کے ساتھ چلے گویا کہ وہ شروریٰ کے پہاڑ ہیں کاش ان سے مددطلب کی جاتی تو وہ گر پڑتے، تمنی مشابہ بالمحال (شروریٰ ایک وادی کا نام جو شام یا ارض سُلیم میں ہے۔

(۱۲) تَأَنَّ وَلَا تَعْجَلْ بِلَوْمِکَ صَاحِبًا   لَعَلَّ لَهٗ عُذْرًا وَاَنْتَ تَلُوْمُ

مہلت دے اور دوست کو ملامت کرنے میں جلدی مت کر، شاید کے اس کے لئے کوئی عذر ہو اور تو ملامت کرنے لگے، ترجی بلعل، اِشفاق من مکروہ، انشاء غیر طلبی ہے۔

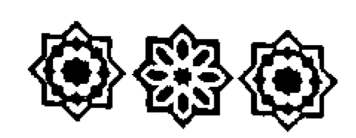
(۱۳) فَلَیْتَ لِیْ بِهِمْ قَوْمًا اِذَا رَکِبُوْا   شَنُّوْا الْاِغَارَةَ فُرْسَانًا وَّرُکْبَانًا

کاش میرے پاس ان کے مقابلہ میں ایسی قوم ہوتی کہ جب وہ سوار ہوتی تو چاروں طرف سے لوٹ ڈالتی، گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر۔ تمنی لاظہار تاسف۔

(۱۴) اَلَا لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یَوْمًا   فَاُخْبِرَهٗ بِمَا فَعَلَ الْمَشِیْبُ

اے کاش کہ جوانی لوٹ آتی ایک دن تو میں اس کو خبر دیتا، اس کی جو بڑھاپے نے معاملہ کیا، تمنی بالمحال شکوہ کے لئے۔

حل لغات:-تَأَنَّ اصل میں تَأَنَّی تھا علامت خبری کی وجہ سے یا حذف ہوگئی، الْمَشِیْبُ: بفتح المیم وکسرها، بڑھاپا۔ فُرْسَانًا: جمع فارس، گھوڑے سوار کو فارس کہتے ہیں اور رُکْبَانًا جمع راکب کی اونٹ سوار۔



مبحث فی الاستفهام

یہ بحث ہے استفہام کے بیان میں

اَلْإِسْتِفهامُ هُوَ طَلَبُ الْعِلمِ بِشَیْءٍ وَاَدَوَاتُهُ الْهَمْزَةُ، وَهَلْ، وَمَنْ، وَمَا، وَمَتٰی، وَاَيَّانَ، وَاَينَ، وَاَنّٰی، وَكَيْفَ، وَكَمْ، وَاَیُّ.

استفہام وہ کسی چیز کے علم کا طلب کرنا اور استفہام کے الفاظ یہ ہیں: ہمزہ، ہل، من، ما، متٰی، ایان، این، انّٰی، کیف، کم اور ائی۔

تشریح:- انشاء طلبی کے اقسام میں سے ایک استفہام ہے، استفہام کے معنٰی کسی ایسی چیز کے علم کا طلب کرنا جو پہلے سے معلوم نہ ہو اگر وہ پہلے سے معلوم ہے تو اس کے علم کا طلب کرنا ایک تحصیلِ حاصل کام ہوگا جو عبث ہوگا لہذا التعریف میں لم یکن معلوما من قبل کی قید ملحوظ ہوگی، استفہام میں جتنے کلمات بیان کئے ان کلمات میں ہمزہ اور ھل کے سوا باقی تمام میں ان کے ذاتی معنی ہے مثلاً من میں ذوی العقول کا ما میں غیر ذوی العقول کا، اور متٰی میں زمان کا، اسی طرح تمام کلمات میں معنی پایا جاتا ہے، تو جب ان کلمات میں ان کا ذاتی معنی ہے تو ان سے استفہام کی صورت میں وہی ذاتی معنٰی کا سوال مقصود ہوگا، جیسے این زیدٌ اس سے مقصود وہ مکان کے معنی کا سوال ہے، جو این سے مستفاد ہے، مگر ہمزہ اور ھل میں چونکہ ان کا ذاتی کوئی معنٰی نہیں ہے، اس لئے ان سے استفہام کی صورت میں سوال ان کے مابعد کلمہ کے بارے میں ہوگا، جیسے اَعِنْدَکَ قَلَمٌ تو اس سے مقصود مخاطب کے پاس قلم کے ہونے کا سوال ہے جو معنی ہمزہ کے علاوہ عندک سے حاصل ہوتا ہے۔

فَالْهَمْزَةُ تُسْتَعْمَلُ لِطَلَبِ التَّصَوُّرِ اَیْ التَّعْيِينِ وَهُوَ اِدْرَاکُ الْمُفْرَدِ كَقَوْلِکَ أَيُوْسُفُ نَجَحَ اَمْ اَخُوْهُ؟ تَعْتَقِدُ اَنَّ النَّجَاحَ حَصَلَ مِنْ اَحَدِهِمَا فَتَطْلُبَ تَعْيِينَهُ وَلِطَلَبِ التَّصْدِيقِ وَهُوَ اِدْرَاکُ النِّسْبَةِ نَحْوُ أَنَجَحَ يُوْسُفُ؟ وَالْجَوَابُ فِی الْاَوَّلِ بِالتَّعْيِينِ وَالثَّانِیْ بِنَعَمْ اَوْ

لا۔

ترجمہ:- پس ہمزہ طلب تصور کے لئے استعمال ہوتا ہے، یعنی تعیین تصور کے طلب کے لئے اور وہ یعنی تعیین تصور سے مراد مفرد کا ادراک ہے، جیسے تیرا قول کیا یوسف کامیاب ہوا یا اس کا بھائی؟ تجھے اس بات کا یقین ہے کہ کامیابی ان دونوں میں سے کسی ایک کو حاصل ہوئی ہے، پس تو اس کی تعیین کو طلب کرتا ہے، اور تصدیق کے طلب کے لئے بھی آتا ہے، اور اس سے مراد نسبت کا علم ہے، جیسے کیا یوسف کامیاب ہوگیا پہلی صورت میں مفرد کی تعیین کے ساتھ جواب ہوگا اور دوسری صورت میں نعم یا لا کے ساتھ۔

تشریح:- فالهمزة الخ سے فاتفسیر یہ لاکر ہر ایک کلمات استفہام کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ادوات استفہام باعتبار طلب کے ان کے اقسام کی طرف اشارہ کرتے ہیں، چنانچہ صاحب کتاب کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ ادواتِ استفہام تین قسموں پر منقسم ہیں:

(۱) جو تصور و تصدیق دونوں کے طلب کے لئے ہو جیسے ہمزہ۔

(۲) فقط تصدیق کے لئے ہو اور وہ ھل ہے، (۳) فقط تصور کے لئے اور وہ باقی ادوات ہے، چنانچہ سب سے پہلے ہمزہ کے معنی کو بیان کیا کہ ہمزہ طلبِ تصور اور طلب تصدیق دونوں کے لئے مستعمل ہے، طلب تصور یعنی ادراکِ مفرد اور اس کی تعیین ہے، جیسے جب آپ کو یوسف اور اس کے بھائی دونوں میں سے ایک کے لئے کامیابی کے حصول کا علم ہو مگر متعین طور پر آپ نہیں جانتے کہ دونوں میں سے کون کامیاب ہوا، اب تمہارے سوال أيوسف نجح امْ اَخوهُ، سے مقصود ان دونوں میں سے ایک کی تعیین ہے، اسی کو ادراکِ مفرد کہتے ہیں۔

اور طلب تصدیق کا معنی یہ ہے کہ نسبت کا ادراک مثلاً سائل کو جب یہ معلوم نہ ہو کہ یوسف کو کامیابی حاصل ہوئی یا نہیں، اب سائل نے سوال کیا انجح یوسف تو اس سے سائل کا

مقصد نفسِ نسبت کا سوال ہے کہ یوسف کے ساتھ کونسی نسبت لگی ہے، ثبوتی یا عدمِ ثبوتی کی متعین کر کے جواب دو، جب ہمزہ طلب تصور کے لئے ہوا تو اس سے سائل کا مقصد چونکہ مفرد کی تعیین ہے اس لئے جواب میں مفرد کو متعین کرنا ضروری ہوگا اور طلب تصدیق کی صورت میں نعم یا لا سے جواب کافی ہوگا، اس لئے کہ اس سے نسبت کا تعین ہو جائے گا جو کہ سائل کا مقصود ہے۔

فائدہ:- چونکہ ہمزہ میں قوت کا معنی ہے کہ وہ تصور و تصدیق دونوں کے طلب کے لئے آتا ہے اس لئے اس کو سب سے پہلے بیان کیا جبکہ باقی ادوات یا تو صرف تصور کے لئے ہیں یا تو صرف تصدیق کے لئے۔ **وَالْمَسْؤُلُ عَنْهُ فِي التَّصَوُّرِ هُوَ مَا يَلِي الْهَمْزَةَ وَيُذْكَرُ لَهُ مُعَادِلٌ بَعْد اَمْ وتُسَمّٰى مُتَّصِلَةً، فيُقَالُ فِي الْإِسْتِفْهَامِ عَنِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ، اَفُؤَادٌ مسافرٌ اَمْ حبيبٌ وَعَنِ الْمُسْنَدِ اَرَاغِبٌ أنتَ عَنْ طَاعَتِيْ اَمْ رَاغِبٌ فِيْهَا، وَعَنِ الْمَفْعُوْلِ، أإيَّاىَ تَقْصِدُ اَمْ خَالِدًا، وَعَنِ الْحَالِ، اَرَاكِبًا اَتَيْتَ اَمْ مَاشِيًا، وَعَنِ الظَّرْفِ، اَيَوْمَ الْجُمُعَةِ قَدِمْتَ اَمْ يَوْمَ السَّبْتِ وَهٰكذا۔**

ترجمہ:- اور مسئول عنہ طلب تصور کی صورت میں وہ ہوگا جو ہمزہ سے ملا ہوا ہو اور اس کا ایک معادل ام کے بعد ذکر کیا جائے گا، اور اس ام کا نام متصلہ رکھا جاتا ہے، پس مسند الیہ کے متعلق استفہام کی صورت میں **أفؤادٌ مسافرٌ ام حبيبٌ** کہا جائے گا اور مسند کے بارے میں سوال کی صورت میں **اَرَاغِبٌ انتَ عَنْ طَاعَتِيْ اَمْ رَاغِبٌ فِيْهَا** اور مفعول کے متعلق **أإيَّاىَ تَقْصِدُ اَمْ خَالِدًا**، اور حال کے متعلق **أَرَاكِبًا اَتَيْتَ اَمْ مَاشِيًا**، اور ظرف کے متعلق **اَيَوْمَ الْجُمُعَةِ قَدِمْتَ اَمْ يَوْمَ السَّبْتِ** اور اس طرح دوسرے متعلقات فعل کے متعلق بھی ہوگا۔

تشریح:- ہمزہ جب طلب تصور کے لئے ہو تو جملہ میں کون سا تصور مسئول عنہ ہوگا

اس کی تعیین کرتے ہیں، اس لئے کہ جملہ کبھی مسند الیہ مسند کے علاوہ بہت سے تصورات (مفردات) کو شامل ہوتا ہے، چنانچہ بیان کیا کہ جو تصور ہمزہ سے متصل ہوگا وہ تصور مسئول عنہ ہوگا، یعنی اس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے، اور اس تصور کے معادل یعنی اس کے ہمسر و برابر کا ذکر ام کے بعد کریں گے، اور اس ام کا نام متصلہ رکھیں گے، متصلہ اس لئے کہ یہ ام اپنے مابعد والے کلام کو ماقبل کے ساتھ متصل و مربوط ہونے کو سمجھا رہا ہے اسلئے اس کو اَم متصلہ کہیں گے۔

اب وہ تصور جس کے بارے میں سوال کر رہا ہے جو ہمزہ کے بعد متصل ہوتا ہے کبھی تو مسند الیہ ہوگا اور کبھی مسند اور کبھی مفعول، کبھی حال اور کبھی ظرف جیسا کہ ان تمام کی امثلہ مذکور ہے، و هکذا یعنی ان مفردات مذکورہ کے علاوہ کلام میں جو بھی مفرد واقع ہو اور اس کے بارے میں سوال مقصود ہو تو وہ ہمزہ سے متصل ہوگا۔

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُعَادِلُ لِلْعِلْمِ بِهِ نَحْوُ اَيَوْمَ الْجُمُعَةِ قَدِمْتَ ؟ فَإِنَّ الْاِسْتِفْهَامَ لَيْسَ عَنْ ثُبُوْتِ الْقُدُوْمِ لِلْمُخَاطَبِ، فَإِنَّهُ مَعْلُوْمٌ وَاِنَّمَا يُرِيْدُ مَعْرِفَةَ زَمَنِهٖ۔

ترجمہ:۔ اور کبھی معادل کے علم کی وجہ سے معادل کو حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے کیا آپ جمعہ کے دن آئے؟ اس لئے کہ استفہام مخاطب کے آنے کو ثابت کرنے کے لئے نہیں، اس لئے کہ وہ تو معلوم ہے، بلکہ اس کے آنے کے زمانے کی معرفت کا ارادہ کر رہا ہے۔

تشریح:۔ کبھی معادل کو حذف کر دیا جاتا ہے، اس لئے کہ معادل متعین اور معلوم ہے جیسے سائل نے أيوم الجمعة قدمت کہا تو اس سے سائل کا مقصد یہ نہیں کہ تیرے لئے قدوم ثابت ہوا یا نہیں، کیونکہ مخاطب جب سامنے موجود ہے، پھر یہ سوال ایک لغو ہوگا لیکن سائل کی مراد اس کے آنے کے زمانہ کی معرفت ہے، لہذا جب اس نے مسئول عنہ ایوم الجمعة کو ذکر کیا، جس کا معادل اس کے علاوہ باقی ایام، یا اگر سائل نے سنا ہو کہ وہ

جمعرات یا جمعہ کو آنے والا ہے تو اب معادل یوم الخمیس متعین ہوگا۔

وَالمسؤُلُ عَنهُ فِي التَّصدِيقِ النِّسبَةُ، وَلايكونُ لَهَا مُعادِلٌ فَإِنْ جَاءَ تْ اَمْ بعدَهَا كَانَتْ بِمَعْنٰى بلْ وَتُسَمّٰى مُنْقَطِعَةً۔

ترجمہ:- اور مسئول عنہ طلب تصدیق کی صورت میں نسبت ہوگی اور اس کا کوئی معادل نہ ہوگا اگر اس کے بعد ام آوے تو وہ بل کے معنی میں ہوگا اور اس کا نام منقطعہ ہوگا۔

تشریح:- ہمزہ جس طرح طلب تصور کے لئے آتا ہے اسی طرح طلبِ تصدیق کے لئے بھی آتا ہے، جب ام طلبِ تصدیق کے لئے ہو تو اس صورت میں مسئول عنہ نسبت ہوگی کہ سوال سے مقصود نسبت کا وقوع یا عدم وقوع ہے، کہ مسند، مسند الیہ کے لئے ثابت ہے یا نہیں، جیسے أيوسف نجح تو اس سوال سے مقصود یوسف کے لئے کامیابی کے ثبوت یا عدم ثبوت کا سوال ہے، اور سائل ایک پہلو کی تعیین کا طالب ہے، اور جب ہمزہ طلب تصدیق کے لئے ہو اس وقت اس کا کوئی معادل نہ ہوگا، اس لئے کہ نفسِ یوسف ہی کے نجات کے ثبوت یا عدم ثبوت کا سوال ہے، لہذا اس کا کوئی معادل نہ ہونا ایک امرِ بدیہی ہے جب اس کا کوئی معادل نہیں اسی وجہ سے اس کے بعد ام متصلہ نہیں آتا، اور اگر ام آجاوے تو وہ متصلہ نہ ہوگا، بلکہ ام منقطعہ ہوگا، جو بل کے معنی میں ہوگا۔

(۲) وَهَلْ لِطَلَبِ التَّصدِيقِ فقط نحوُ هل قَدِمَ أَخُوكَ وَيَمْتَنِعُ مَعَهَا فِي الْكَثِيرِ ذِكْرُ الْمُعَادِلِ۔

ترجمہ:- اور ھل فقط تصدیق کے طلب کے لئے ہے جیسے هل قدم أخوك اور ھل کے ساتھ معادل کا ذکر اکثر استعمال میں ممتنع ہے۔

تشریح:- ہمزہ کے بیان سے فراغت کے بعد اب ھل کو بیان کرتے ہیں کہ ھل بھی ایک حرف استفہام ہے جس سے تصدیق کو طلب کیا جاتا ہے، یعنی نسبت کے علم کو جیسے ھل قدم اخوک سے سائل کا مقصود نسبت کا سوال ہے کہ کیا تیرے بھائی کے لئے قدوم

ثابت ہے، یانہیں، ویمتنع معھا ئ اورھل چونکہ نسبت اور حکم کے طلب کے لئے آتا ہے لہذا اس میں حکم غیر معلوم ہوگا، لہذا اگر معادل کو ھل کے ساتھ ذکر کریں گے تو ام متصلہ کے بعد آئے گا اور ام متصلہ لانے کا مقصد ہوتا ہے دو مساوی امروں میں سے ایک کی تعیین، نیز ام ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں اصل حکم معلوم ہونے کے ساتھ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حکم کس کے ساتھ متعلق ہے، یا کون سے وقت میں یہ حکم صادر ہوا، یا کون سی جگہ میں الحاصل ام لانے کی صورت میں اصل حکم کا معلوم ہونا ضروری ہے، اب اگر ھل کے بعد بھی ام کے ساتھ معادل کو ذکر کریں گے تو ھل اور ام میں تضاد لازم آئے گا، ھل کے ذریعہ سے استفہام چاہتا ہے کہ اصل حکم ہی معلوم نہیں، اور ام چاہتا ہے کہ اصل حکم تو معلوم ہے، لہذا اس تضاد سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ھل کے بعد معادل کو ذکر نہ کرے، لیکن صاحب کتاب نے فی الکثیر کی قید کو ذکر کیا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مواقع میں معادل ہوگا اور ام بھی ہوگا، ہاں بعض مواقع میں ام کے ساتھ معادل کو ذکر کرتے ہیں، لیکن اس وقت ہم ام کو منقطعہ مانیں گے متصلہ نہیں تاکہ تضاد لازم نہ آوے، اور ام کے ذریعہ اگلے کلام سے انقطاع کر کے مستقل نیا کلام شروع ہوا، ایسا مانیں گے، اسی وجہ سے اگر ھل کے بعد ام ہو اور ام کے ساتھ مفرد ہو تو اس کو ہم جملہ کی تقدیر میں مانیں گے، تاکہ ام کے بعد مستقل ایک جملہ ہو جاوے، فتدبّر وتشکّر۔

وَهِيَ عَلٰى ضَرْبَيْنِ بَسِيْطَةٌ اِنِ اسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ وُجُوْدِ شيءٍ فِي نفسِهٖ نَحْوُ هَلِ الْعَنْقَاءُ مَوْجُوْدَةٌ وَمُرَكَّبَةٌ اِنِ اسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ ثُبُوْتِ شَيْءٍ لِشَيْءٍ آخَرَ، نَحْوُ هَلْ تَبِيْضُ الْعَنْقَاءُ.

ترجمہ:- اورھل دو قسم پر ہے:

(۱) ھل بسیطہ اگر ھل سے سوال کسی چیز کے نفس وجود کا سوال ہو جیسے کیا عنقاء موجود ہے۔

(۲) اور دوسرا ھل، مرکبہ، اگر ھل سے سوال ایک چیز کے دوسری چیز کے لئے ثبوت کے بارے میں ہو، جیسے کیا عنقاء سفید ہوتا ہے، اوراگر هل تبيض العنقاء عبارت پڑھے تو ترجمہ ہوگا کیا عنقاء انڈے دیتا ہے۔

تشریح:- اس عبارت میں ھل کی دو قسموں کو بتایا کہ ھل بسیطہ ہوگا یا مرکبہ، اگر ھل کے ذریعہ کسی چیز کے نفس وجود کا سوال ہو تو اس ھل کو بسیطہ کہیں گے جیسے هل العنقاء موجودة تو دیکھئے سائل کو یہ علم ہی نہیں کہ عنقاء نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں تو وہ سوال سے نفس عنقاء کے وجود کے بارے میں سوال کرتا ہے اس ھل کو بسیطہ کہیں گے اور اگر سائل اس شیء کے وجود کو تو جانتا ہے مگر اس شئی کے لئے کسی اور شئی کے ثبوت اور عدم ثبوت کو نہیں جانتا تو اب وہ ھل سے سوال کرے گا تو اس کا مقصد نفس شئی کے وجود کے بارے میں نہ ہوگا، بلکہ اس کے لئے دوسری شئی کے ثبوت یا عدم ثبوت کے بارے میں ہوگا، جیسے هل تبيض العنقاء ملاحظہ فرمائیں، سائل اتنا تو ضرور جانتا ہے کہ عنقاء ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ عنقاء کا تناسل انڈے سے ہے یا بچے دیکر تو اب اس سائل کا مقصد ہوگا، ایک دوسری شئی کے ثبوت یا عدم ثبوت کے بارے میں تحقیق کرنا اور جس ھل سے ایسا سوال ہو اس کو مرکبہ کہتے ہیں۔

فائدہ:- علامہ زمخشری نے بیان کیا ہے کہ عنقاء ایک پرندہ تھا جس میں مختلف قسم کے رنگ تھے وہ اصحاب رس (جن کا تذکرہ قرآن میں ہے) کے زمانہ میں ان کے بچے اور چھوٹے جانوروں کو اٹھا کر لیجاتا اور پہاڑوں میں جاکر کھاجاتا تو لوگوں نے تنگ آکر اس وقت کے نبی حضرت صالح علیہ السلام سے شکایت کی تو پھر نبی کی دعاء کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا اور اس کی نسل ختم کردی، اسی وجہ سے اس کا نام عنقاء رکھ دیا۔

۞ ۞ ۞

فوائد

اولاً: تَفتَرِقُ هَلْ مِنَ الهمزۃ بما یاتی (۱) تختصُّ بالتصدیق بخلاف الھمزۃِ فَاِنَّھا لِلتَّصدِیْقِ والتَّصَوُّرِ

ترجمہ:- پہلا فائدہ، ھل کا ہمزہ سے مندرجہ ذیل وجوہ سے فرق ہوتا ہے۔ ھل تصدیق کے ساتھ خاص ہوتا ہے، برخلاف ہمزہ کے کہ وہ تصور اور تصدیق دونوں کے لئے آتا ہے۔

تشریح:- صاحب کتاب فوائد کے ذیل میں دو اہم باتوں کو ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کو دو فائدوں کے ضمن میں بیان کیا پہلے فائدے میں ہمزہ اور ھل کے درمیان فرق کو واضح کیا کہ ہمزہ اور ھل میں چھ باتوں میں فرق ہے، جبکہ دوسرے فائدے میں ان دونوں کے استعمال کے طریقہ کو بیان کریں گے، تختص بالتصدیق یہاں سے ہمزہ اور ھل کے درمیان پہلے فرق کو بیان کیا کہ ھل صرف طلب تصدیق کے لئے آتا ہے جبکہ ہمزہ تصدیق اور تصور دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

(۲) تختصُّ بالایجابِ فلا تدخل علی المنفی فلا یقالُ ھل ماجاء زیدٌ بل اَمَا جاءَ زیدٌ۔

ترجمہ:- ھل ایجاب کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور منفی پر داخل نہیں ہوتا ہے اسی لئے ھل ماجاء زید نہیں کہا جائے گا بلکہ اما جاء زید کہیں گے۔

تشریح:- ھل اور ہمزہ میں دوسرا فرق بیان کیا کہ ھل ایجاب اور مثبت کلام کے ساتھ خاص ہے جبکہ ہمزہ مثبت اور منفی دونوں پر داخل ہوسکتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ھل اصل میں قد کے معنی میں ہے اور قد منفی پر داخل نہیں ہوتا ہے، اسی طرح ھل جو قد کے معنی میں ہے وہ بھی منفی پر داخل نہیں ہوتا ہے۔ (جواہر البلاغۃ ، والدسوقی)

رہا سوال کہ ھل جب مطلق تصدیق کے طلب کے لئے آتا ہے یعنی مثبت اور منفی دونوں کے لئے، اور یہ بات یعنی اس کا ایجاب کے ساتھ خاص ہونا اس کے منافی ہے کہ منفی تصدیق کو ھل سے طلب نہیں کیا جاسکتا، اس کا جواب دیتے ہوئے صاحب دسوقی نے فرمایا کہ ھل کا منفی پر داخل نہ ہونا یہ بات ھل کے مطلق تصدیق کے لئے آنے کے منافی نہیں، اس لئے کہ ھل سے سلب کا سوال بھی ہوسکتا ہے، مگر اس کا مدخول مثبت ہوگا اور منفی کے بارے میں سوال یوں کریں گے، ھل قام زیدٌ ام لم یقم (دسوقی ۶۵۳)

(۳) تَخْصِيْصُهَا المضارِعَ بِالاستقبال بعكسِ الهَمْزَةِ فيُقَالُ هَلْ تُسَافِرُ هٰذا المسَاءَ و اَتَظُنُّهُ نائمًا الآنَ۔

ترجمہ:- تیسرا فرق ھل کا مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کر دینا ہے برخلاف ہمزہ کے پس کہا جائے گا ھل تسافر هٰذا المساء و أتظنه نائمًا الآن۔

تشریح:- ہمزہ اور ھل میں تیسرا فرق یہ ہے کہ ھل اگر فعل مضارع پر داخل ہو تو فعل مضارع کو زمانہ استقبال کے ساتھ خاص کر دے گا اس لئے کہ ھل، س اور سوف کی طرح فعل مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کرنے کے لئے مستعمل ہے، اسی وجہ سے ھل تسافر هٰذا المساء اور اس جیسا کلام جس میں استقبال کا معنی ہو اس پر ھل کو داخل کرتے ہیں، برخلاف ہمزہ کے کہ وہ اس فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے جس میں حال کا معنی ہو اور اس پر بھی جس میں استقبال کا معنی ہو جیسے أتظنه نائمًا الآن کہا جاسکتا ہے، جبکہ حرف استفہام اَ کی جگہ ھل نہیں کہیں گے۔

فائدہ:- جب ھل کا معنی یہ ہے اس لئے اس کا فعل مضارع کے ساتھ استعمال ہونا بہتر ہے، لیکن اس کا مدخول اسم ہونا ممنوع بھی نہیں۔

(۴) لَا تَدْخُلُ عَلَى الشَّرْطِ وَلَا عَلٰى اِنَّ۔

ترجمہ:- ھل شرط پر داخل نہیں ہوتا اور نہ اِنَّ پر۔

تشریح:- چوتھا فرق یہ ہے کہ ھل کا دخول شرط اور انّ پر منع ہے جبکہ ہمزہ دونوں پر داخل ہوسکتا ہے وجہ یہ ہے کہ حروف شرط جس پر داخل ہوتے ہیں اس میں ایجاب وسلب دونوں کا احتمال ہوتا ہے، مثلاً ان جئت اکرمک میں مخاطب کے آنے اور نہ آنے دونوں باتوں کا احتمال ہے، تو جب شرط میں ایجاب اور سلب دونوں کا احتمال ہوتا ہے تو اب اس پر ھل داخل نہ ہوگا، اس لئے کہ ھل ایجاب کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ نمبر ۲ کے فرق میں بات گذرگئی۔ اسی طرح ھل انّ پر بھی داخل نہ ہوگا اس لئے کہ ہل میں استفہام کی وجہ سے تردد کے معنی ہیں، اور انّ جس پر داخل ہوگا اس کے یقینی ہونے کو بتلائے گا لہذا ھل اور انّ میں تضاد ہوگا اور ہمزہ کے اصل ہونے کی وجہ سے بہت سی باتوں میں اس کے لئے وہ وسعت ہے جو باقی ادوات استفہام کے لئے نہیں ہے، (مصباح اللغات) مثال، ھل اذا زرتک تکرمنی اور ھل ان الامیر مسافر نہیں کہہ سکتے۔

(۵) اِنَّهَا تَقَعُ بعدَ الْعَاطِفِ لا قبلَهُ كزَمِيْلَتِهَا وَبَعدَ اَمْ

ترجمہ:- بیشک ھل حروف عاطفہ کے بعد واقع ہوگا نہ کہ ان سے پہلے اس کے دوست ہمزہ کے مانند (کہ وہ عاطف سے پہلے آتا ہے) اور ھل واقع ہوگا، ام کے بعد۔

تشریح:- پانچواں فرق یہ ہے کہ چونکہ استفہام میں ہمزہ اصل ہے اور باقی تمام حروف استفہام میں ہمزہ کے فرع ہے لہذا ھل بھی فرع ہوا ہمزہ کا، اور استفہام میں ہمزہ کے اصل ہونے کی وجہ سے اس کے لئے مکمل صدارت ہوگی لہذا وہ حروف عاطفہ کے بعد اسی طرح ام کے بعد بھی نہیں آئے گا بلکہ ان سے پہلے لانا ضروری ہے جب کہ ھل ان دونوں کے بعد آئے گا تا کہ اصل اور فرع میں فرق ہو اور فرع کا اصل کے برابر ہونا نہ ہو (کتاب الکافیہ فی النحو)

(۶) إنَّ هَل بمعنى قَدْ في الاصلِ فلا تدخلُ علٰى جملةِ اسميةٍ خبرُهافعلٌ وإنْ رُوِيَ مَا يُوهِمُ ذلك جُعِلَ الاسمُ معمولًا

لفعلٍ مُقدّرٍ نحوُ:

لَحَاكَ اللهُ هَلْ مِثْلِیْ یُبَاعُ لِکَیْمَا تَشْبَعُ الْکَرِشُ الْجِیَاعُ

ترجمہ:- بیشک ھل اصل میں قد کے معنی میں ہے، اسی لئے ایسے جملہ اسمیہ پر داخل نہ ہوگا جس کی خبر فعل ہو اور اگر ایسا کلام لایا جاوے جو اس کا وہم پیدا کر رہا ہو تو اس اسم کو فعل مقدر کا معمول قرار دیں گے جیسے شاعر کا قول تجھ پر اللہ کی لعنت ہو کیا مجھ جیسا آدمی بیچا جاسکتا ہے، تا کہ بھوکے معدے آسودہ ہو۔

تشریح:- چھٹا فرق بیان کیا کہ ھل کا ایسے جملہ اسمیہ پر داخل ہونا منع ہے کہ جس کی خبر فعل ہو جبکہ ہمزہ داخل ہوسکتا ہے اس وجہ سے کہ ھل اصل میں اس قد کے معنی میں ہے جو قد فعل کے ساتھ خاص ہے تو جب ھل ایسے جملہ اسمیہ پر داخل ہو جس کی خبر فعل ہو تو فوراً اپنے پہلے معنی کو یاد کرلے گا اور اپنے مابعد فعل ہونے کا مطالبہ کرے گا، اس لئے اس کا دخول ایسے جملے پر منع ہے، ہاں اگر سرے سے جملہ میں فعل ہی نہ ہو تو مجبوراً وہ اسم پر راضی ہو جائے گا ھل قد کے معنی میں اصل ہے، اس کی مثال ھل اتی علی الانسان حین الخ ای قد اتی غایۃ التحقیق ص ۲۹۴ اور اگر کوئی ایسا جملہ اسمیہ مل آوے جس میں فعل کے ہوتے ہوئے بھی ھل کو اسم پر داخل کیا ہو تو اس وقت اس اسم کو فعل مقدر کا معمول بنائیں گے تا کہ ھل کا دخول فعل پر ہو اور منع بات لازم نہ آوے، جیسے لحاک اللہ ھل مثلی یباع (اس مثال میں مثلی یباع جملہ اسمیہ ہے جس کی خبر فعل ہے اس کے باوجود ھل مثلی اسم پر داخل ہوا ہے اس لئے ھل کے بعد یباع کو مقدر مانیں گے اس شرط پر کہ اِس فعل محذوف کا کوئی مفسر کو لایا جاوے تا کہ وہ محذوف پر دلالت کرے۔

ثانیاً:- للهمزة ما عَدَا ما تَقَدَّمَ ذِکْرُہٗ تَمَامُ التَّصْدِیْرِ اِذْ تَتَقَدَّمُ عَلَی الْعَاطِفِ نَحْوُ اَوَ لَمْ یَنْظُرُوْا وَیَجُوْزُ حَذْفُهَا مُتَقَدِّمَةً عَلٰی اَمْ نحوُ مَا اَدْرِیْ بِسَیْفٍ ضَرَبْتُ اَمْ بِعَصًا۔

ترجمہ:- دوسرا فائدہ مذکورہ بالا امور کے علاوہ ہمزہ کے لئے مکمل صدارت دینا ہے، اسی وجہ سے وہ عاطفہ سے پہلے آتا ہے، جیسے اولم ینظروا ، اور جائز ہے ہمزہ کا حذف کرنا بھی ام سے پہلے جیسے مجھے معلوم نہیں تلوار سے مارا یا لاٹھی سے۔

تشریح:- چونکہ استفہام میں ہمزہ اصل ہے لہذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لئے مکمل صدارت ہوحتی کہ وہ حروف عاطفہ سے بھی پہلے آوے تا کہ اس صدارت باقی رہے برخلاف ھل اور باقی ادوات استفہام کے وہ استفہام میں ہمزہ کے فرع ہیں لہذا ان میں وہ بات نہ ہوگی کہ ان کو بھی مکمل صدارت دی جاوے ورنہ فرع کا اصل کے برابر ہونا لازم آوے گا، نیز مسؤل عنہ کے معادل کا ذکر چونکہ ہمزہ ہی کی صورت میں ہوتا ہے، لہذا ام سے پہلے ہمزہ کا حذف کرنا جائز ہے اس لئے کہ ام قرینہ ہوگا کہ اس سے پہلے ہمزہ ہے، اور ھل میں چونکہ ام کا استعمال نہیں ہوتا اس لئے ھل میں یہ بات نہ ہوگی۔

بَقِيَّةُ اَدَوَاتِ الْاِسْتِفْهَامِ لِطَلَبِ التَّصَوُّرِ فَقَطْ مَعَ اخْتِلَافِ مَعَانِيْهَا۔

ترجمہ:- باقی ادوات استفہام صرف طلب تصور کے لئے آتے ہیں ان کے معانی کے مختلف ہونے کے ساتھ۔

تشریح:- باعتبار طلب کے ادوات استفہام کی تین قسمیں تھیں ان میں سے دو کو بیان کرنے کے بعد تیسری قسم کو بیان کرتے ہیں کہ ھل اور ہمزہ کے علاوہ باقی تمام ادوات صرف تصور کے طلب کے لئے آتے ہیں، اور یہ بات ماسبق میں جان چکے ہو کہ ان دو ادوات کے علاوہ باقی میں استفہام اس معنی کے بارے میں ہوگا جو ان کی ذات میں موجود ہے اور وہ معانی ہر ایک میں مختلف ہیں، لہذا وہی مختلف معانی جو ان میں موجود ہیں انھیں کے بارے میں سوال ہوگا اور وہی معانی تصورات ہیں۔

(۳) فَمَا لِطَلَبِ تعيينِ غيرِ العاقِلِ نحوُ مَامَعَكَ أو شرحِ

الكلمةِ نحوُ ماالعسجدُ اَوْ حقيقة المسمّٰى نحو مالانسانُ اَوْ حالِ المذكورِ معَها نحوُ قولِکَ لِمنْ تَراهُ ما اَنتَ۔

ترجمہ:- پس ما غیر عاقل کی تعیین کے طلب کے لئے ہے، جیسے تیرے پاس کیا ہے، یا کلمہ کی تشریح کے لئے جیسے عسجد کیا ہے یا مسمّٰی کی حقیقت طلب کرنے کے لئے جیسے مالانسان، انسان کی حقیقت کیا ہے، یا ما کے ساتھ مذکور کی حالت دریافت کرنے کے لئے، جیسے تیرا اس شخص کو جس کو تو دیکھے ما انت کہنا آپ کیسے ہو۔

تشریح:- تیسرا ادات استفہام کلمہ ما ہے، ما کی وضع غیر ذوی العقول کے لئے ہے لہذا اس سے کبھی وہی معنی یعنی کسی غیر عاقل کی تعیین کو طلب کیا جاتا ہے جیسے ما معک اس سے مقصود مخاطب کے پاس کونسی چیز ہے اس کی تعیین کا سوال ہے، اور ما کبھی کسی کلمہ کی تشریح کے طلب کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے مالعسجد اس سے عسجد کی تشریح اور اس کا معنی بیان کرنا مقصود ہے، لہذا جواب ہوگا، العسجد ذہبٌ عسجد سونا ہے، کبھی اس سے کسی مسمّٰی کی حقیقت اور ماہیت کو طلب کیا جاتا ہے، جیسے مالانسان جواب ہوگا حیوان ناطق، اور کبھی ما کیف کے معنی میں ہوکر اس کے ساتھ مذکور کی حالت طلب کرنے کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے، ما انت ای کیف انت۔

(۴) وَمَنْ لِتَعْيِيْنِ طَلَبِ الْعَاقِلِ نَحْوُ من اكتَشَفَ اُمْريكا۔

ترجمہ:- اور من عاقل کی تعیین کو طلب کرنے کے لئے آتا ہے، جیسے کس نے امریکا کو ایجاد کیا۔

تشریح:- چوتھا اداۃ استفہام من ہے اس سے عاقل کی تعیین کا مطالبہ ہوتا ہے، جیسے من اكتَشَفَ اُمْريكا۔

(۵) وَمتٰى لِتَعْيِينِ طَلَبِ الزَّمَانِ مَاضِيًا كَانَ اَوْ مُسْتَقْبَلًا نحوُ متٰى جِئْتَ وَمتٰى تَذْهَبُ

ترجمہ:- اور متی زمانہ کی تعیین کے طلب کے لئے آتا ہے چاہے وہ زمانہ ماضی ہو یا مستقبل جیسے متی جنت ومتیٰ تذهب ایک ماضی کی مثال اور دوسری مستقبل کی مثال۔

(٦) وَأَيَّانَ لِطَلَبِ تَعْيِينِ الزَّمَنِ الْمُسْتَقْبَلِ خاصّةً وَيَغْلِبُ اِسْتِعْمَالُهَا فِي مَوْضَعِ التَّهْوِيْلِ نحوُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ.

اور ایان صرف زمانہ مستقبل کی تعیین کے طلب کے لئے آتا ہے اور اس کا استعمال اکثر خوفناک جگہ میں ہوتا ہے جیسے أيان يوم القيمة قیامت کا دن کب ہوگا !!؟

تشریح:- ایان صرف زمانہ مستقبل کی تعیین کے لئے آتا ہے اور اس کا استعمال عام طور پر خوفناک اور ڈراؤنی جگہوں میں ہوتا ہے جیسے قیامت ایک خوفناک چیز ہے، لہذا اس کے وقوع کے بارے میں ایان سے سوال ہوگا، ایان یوم القیمۃ۔

(٧) وَأَيْنَ لِطَلَبِ تَعْيِيْنِ الْمَكَانِ نَحْوُ اَيْنَ مَنْزِلُکَ ۔

اور این مکان کی تعیین طلب کرنے کے لئے آتا ہے، جیسے تیرا گھر کہاں ہے؟ (مفہوم واضح ہے)

(٨) و كيف لِطَلَبِ تَعْيِيْنِ الْحَالِ نَحْوُ كَيْفَ اصْبَحْتَ.

ترجمہ:- اور کیف حال کی تعیین طلب کرنے کے لئے آتا ہے جیسے کس حال میں صبح کی آپ نے۔

تشریح:- کیف سے سوال احوال مختلفہ میں سے ایک حالت کی تعیین کے لئے ہوتا ہے، جیسے کیف اصبحت ؟أیْ مَرِيْضًا أَوْ صَحِيْحًا و غيرَ ذلک.

(٩) وَكَمْ لِطَلَبِ تَعْيِيْنِ الْعَدَدِ نَحْوُ كَمْ ساعَةً انْتَظَرْتَ ؟

ترجمہ:- کم عدد کی تعیین طلب کرنے کے لئے آتا ہے جیسے کتنے گھنٹے تو نے انتظار کیا؟

تشریح:- جواب، عدد متعین کرنے کے ساتھ ہوگا، جیسے ساعتین اوثلاث ساعات۔

(١٠) وَأَنّٰى تكونُ بِمَعْنٰى كَيْفَ نَحْوُ أَنّٰى تُسَافِرُ وَاللَّيْلُ مُظْلِمٌ

وَبِمعنٰی مِنْ اَیْنَ نَحوُ اَنّٰی لَکَ ۔ ھٰذا الخبر وبمعنی متی نحو انی جئت ،ایوم الخمیس أم یوم الجمعۃ۔

ترجمہ:- اور انّٰی کیف کے معنی میں آتا ہے جیسے انّی تسافر، الخ تو کیسے سفر کرے گا حالانکہ رات تاریک ہے، اور من این کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے تجھے یہ خبر کہاں سے پہنچی، اور متٰی کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے انّٰی جئت الخ کب آیا جمعرات کے دن یا جمعہ کے دن۔

تشریح:- اداتِ استفہام انّٰی تین معانی کے لئے مستعمل ہے، کبھی اس سے کیفیت معلوم کرنے کا سوال ہوتا ہے جیسے انّٰی تسافر واللیل مظلم، اس مثال میں انّٰی سے تاریک رات میں سفر کرنے کی کیفیت معلوم کرنا چاہتا ہے اور کبھی من این کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے انّٰی لک ھذاالخبر، اس مثال میں انّٰی من این کے معنی میں ہے، اور کبھی متٰی کے معنی میں ہوتا ہے، جیسے انّٰی جئت ای متٰی جئتَ۔

(۱۱) وَاَیٌّ لِطَلَبِ تَعْیِیْنِ اَحَدِ الْمُشْتَرَکَیْنِ فِی اَمْرٍ یَجْمَعُھُمَا اَوْ تَعْیِیْنِ بَعْضِ مَا یُضَافُ اِلَیْہِ نَحْوُ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَکْثَرُ عَدَدًا، وَاَیُّ النَّاسِ اَحَقُّ بِالْمَعْرُوْفِ ،وَیُسْأَلُ بِأَیٍّ عَنِ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ وَالْحَالِ وَالْعَدَدِ وَالْعَاقِلِ وَغَیْرِہٖ حَسَبَ مَا یُضَافُ اِلَیْہِ۔

ترجمہ:- اور اَیٌّ کسی امر میں دو مشترک امروں میں سے ایک کی تعیین کے لئے آتا ہے جو امر ان دونوں کو شامل ہو، یا مضاف الیہ میں سے بعض کی تعیین کے لئے آتا ہے، جیسے ای الفریقین اکثر عددا، دو فریقوں میں سے کون عدد کے اعتبار سے زیادہ ہے، اور ای الناس الخ لوگوں میں سے کون احسان کا زیادہ حق دار ہے، اور اَیٌّ سے زمان، مکان، حال، عدد اور عاقل وغیر عاقل کا بھی سوال کیا جاتا ہے، مضاف الیہ کے اعتبار سے۔

تشریح:- گیارہواں ادات استفہام اَیٌّ ہے، اس کے ذریعہ سے کسی ایسے امر اور

وصف میں شریک ہونے والی دو چیزوں میں سے ایک کی تعیین کوطلب کیا جاتا ہے جو وصف ان دو شریکوں میں پایا جاتا ہے، جیسے ای الفریقین اکثر عدداً، اس سوال سے سائل کا مقصود یہ ہے کہ دونوں فریق وصف عدد میں شریک ہیں، لیکن اس عدد میں کثرت کون سے فریق میں ہے، اس کی تعیین کرو، اور کبھی ایٌ کے ذریعہ ایٌ کے مضاف الیہ میں جو افراد شامل ہیں ان میں سے بعض کی تعیین کوطلب کیا جاتا ہے۔ مثلاً ای الناس احق بالمعروف، مقصود یہ ہے کہ ناس میں شریک افراد میں سے وہ افراد متعین کرو جو احسان کے مستحق ہیں، اور کبھی اس لفظ سے زمان، مکان، حال، عدد اور عاقل اور غیر عاقل کا بھی سوال کیا جاتا ہے، اور ان معانی کا تعین مضاف الیہ کے اعتبار سے ہوگا، یعنی مضاف الیہ اگر زمان کے قبیل سے ہے تو سوال زماں کے متعلق، اگر مکان ہے تو مکان کے متعلق، اسی طرح دوسرے معانی کے متعلق ہوگا، جیسے ای الفصل افضل، اس میں مکان کا سوال ہے (فتدبر)

قَدْ تَخْرُجُ اَدَوَاتُ الْاِسْتِفْهَامِ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِيِّ اِلٰى مَعَانٍ اُخَرَ تُفْهَمُ بِالْقَرَائِنِ كَالتَّسْوِيَةِ نَحْوُ سَوَاءٌ عَلَيَّ اَصَحِبْتَنِيْ اَمْ لَا۔

ترجمہ:- کبھی ادوات استفہام اپنے اصلی معنی سے نکل کر دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں جو دوسرے معانی قرائن سے سمجھے جائیں گے، جیسے تسویہ کا معنی جیسے برابر ہے مجھ پر کہ تو میرے ساتھ رہے یا نہ رہے۔

تشریح:- استفہام کا اصلی معنی طلب العلم بمجہول ہے، کبھی ادوات استفہام اس اصلی معنی کو چھوڑ کر دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں ان معانی کے سمجھنے کا مدار قرائن پر ہوگا، یعنی قرائن سے معلوم ہوگا کہ اس جگہ ادوات استفہام اصلی معنی میں نہیں بلکہ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسے سواء علی اصحبتنی ام لا، اس مثال میں سواء کے قرینہ سے سمجھا جاتا ہے کہ ہمزہ استفہام سے تسویہ کا معنی مقصود ہے۔

وَالنَّفْيِ نحوُ هلْ جَزَاءُ الاحسان الا الاحسان

ترجمہ:- اور نفی کا معنی جیسے نہیں ہے احسان کا بدلہ مگر احسان۔

تشریح:- اس مثال میں بھی ھل استفہام اصلی معنی کو چھوڑ کر نفی کے معنی میں استعمال ہوا ہے قرینہ احسانِ اول ہے کہ جب کسی سے سوال کیا جاوے کہ بھئی احسان کا بدلہ احسان ہوگا یا اسائت اور برائی، تو وہ جواب دے گا کہ احسان کے بعد اس کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا، لہذا اس قرینہ سے یہاں ھل معنی نفی میں مستعمل ہے۔

وَالِانکارِ اَوِ التَّوبِیخِ نحوُ الیس اللہ بِکافٍ عبدَہٗ۔

ترجمہ:- اور انکار یا توبیخ کا معنی جیسے کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔

تشریح:- اللہ تعالیٰ ہر کامل اعتقاد اور یقین رکھنے والے سے یہ کلام کرنے کی صورت میں اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ متکلم اور مخاطب اس کے معتقد ہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ جب ہمارا عقیدہ ایسا ہے تو پھر ہم کیوں اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے مدد اور سہارا طلب کرے، لہذا ہمزہ استفہام اس مثال میں انکار یا توبیخ کے لئے ہوگا۔

وَالْاَمْرِ نَحْوُ اَتُکرِمُ وَالِدَیْکَ۔

ترجمہ:- اور امر کا معنی جیسے کیا تو اپنے والدین کا اکرام کرتا ہے۔

تشریح:- اس سے مقصود امر کا معنی ہے اس لئے کہ اصلی معنی کے طلب کرنے کا کوئی معنی نہیں بلکہ متکلم کے انداز بیان سے امر ہی کا معنی مقصود ہوگا۔

وَالنَّھْیِ نَحْوُ اتتَبَّعُ ھَوَاکَ :

ترجمہ:- اور نہی کا معنی جیسے کیا اپنے خواہشات کی پیروی کرتے ہو۔

تشریح:- یہاں بھی متکلم کے انداز بیان اور کلام کے سیاق وسباق سے نہی کا معنی مقصود ہے،

والتَّشوِیْقِ نحو ھل ادلک علیٰ طریق السعادۃ۔

ترجمہ:- شوق دلانا جیسے کیا میں تجھے سعادت کا راستہ بتلاؤں۔
تشریح:- یہاں بھی مجازاً تشویق کے معنی میں اداتِ استفہام مستعمل ہے حقیقی معنی مقصود نہیں ہے اور نہ ہی وہ متکلم کی مراد ہو سکتی ہے، بلکہ اس جیسے کلام سے مقصود شوق دلانا ہوتا ہے۔

والتعظیمِ نحوُ من ذا الذی یشفَعُ عندہٗ إلا باذنہ ۔

ترجمہ:- اور تعظیم کا معنی جیسے، کون ہے وہ جو شفاعت کرے اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر۔
تشریح:- کبھی اداتِ استفہام مجازاً کسی چیز کی تعظیم اور بڑائی ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے، جیسے مثالِ مذکور میں سائل اللہ تعالیٰ ہے لہذا اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی سوال کی نسبت ہو ہی نہیں سکتی، تمام کائنات کے ذرے ذرے اور پیدا و پنہاں کا وہ عالم ہے لہذا ایسی ذات کی طرف سوال کی نسبت کا معنٰی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی (نعوذ باللہ) اس شئی سے ناواقف ہے اور اب سوال کے ذریعہ واقفیت چاہتے ہیں، لہذا حقیقی معنٰی نہیں بلکہ مجازاً باذنہ کے قرینہ سے خدا کی بڑائی و عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے۔

وَالتَّحۡقِیۡرِ أَوِ الۡإِسۡتِخۡفَافِ نحوُ اَھٰذا الَّذِیۡ مَدَحۡتَہٗ کَثِیۡرًا۔

ترجمہ:- اور تحقیر یا استخفاف کا معنی جیسے کیا یہ وہ شخص ہے جس کی تم بہت تعریف کرتے تھے۔
تشریح:- اداتِ استفہام مجازاً تحقیر یعنی کسی کی حقارت ظاہر کرنا یا استخفاف یعنی معمولی درجہ کے سمجھنے کے میں معنی استعمال ہوتا ہے، جیسے اھٰذا الذی مدحتہ کثراً کلام سے مقصود ممدوح شخص کی تعیین مقصود نہیں، بلکہ ھٰذا اسم اشارہ جو قریب کا معنی دینے کے ساتھ مجازاً تحقیر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اس کے قرینہ سے اس ممدوح کی تحقیر مقصود ہے۔
فائدہ:- اوپر مذکور تمام صورتوں میں سے اکثر میں متکلم کی یا مخاطب کی حالت اور

متکلم کا انداز بیان یہ قرینہ ہے۔

فائدة: - قَدْ يُرَادُ بِالْإِسْتِفْهَامِ اَيْضًا التَّهَكُّمُ نحوُ أعقلُکَ يَسُوْغُ لَکَ اَنْ تَفْعَلَ هٰذا وَالاستِبْعَادُ اَوِ التَّنْبِيْهُ عَلَى الْبَاطِلِ نحوُ أَنّٰى يَرىٰ ذلک وهُوَ اَعْمٰى ، اَوِ الاستبطاءُ نحوُ كَمْ دعوتُکَ وَالتَّعَجُّبُ نحوُ وَمَا لَنَا لَانُؤْمِنُ بِاللهِ والتَّنْبِيْهُ عَلَى الْخَطأُ نحوُ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ، وَالْوَعِيْدُ نحوُ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ۔

ترجمہ:- کبھی استفہام سے تہکم کے معنی کا بھی ارادہ کیا جاتا ہے جیسے کیا تیری عقل تیرے لئے جائز قرار دیتی ہے کہ تو ایسا کرے، اور کبھی استبعاد یا باطل پر تنبیہ کے معنی کا ارادہ کیا جاتا ہے جیسے وہ کیسے دیکھ سکے گا، حالانکہ وہ اندھا ہے، یا استبطاء کے معنی کا یعنی یہ بتلانا کہ بہت دیر سے کام کیا جیسے کتنی مرتبہ میں نے تجھے بلایا، اور تعجب کا معنی جیسے ہم کو کیا ہو گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لادیں، اور تنبیہ علی الخطأ کا معنی جیسے کیا بدلتے ہو اس کو جو ادنیٰ ہے اس سے جو بہتر ہے، اور وعید کا معنی، جیسے کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ کیا کیا آپ کے پروردگار نے قومِ عاد کے ساتھ۔

تشریح:- اوپر مذکور معانی کے علاوہ اور بھی بہت سارے معانی ہیں جن میں مجازاً ادات استفہام کو استعمال کرتے ہیں جن میں سے بعض کو فائدہ کے ذیل میں ذکر کیا، مثلاً تہکم یعنی ٹھٹا اور مذاق کرنا یا باطل کام پر تنبیہ کرنا اور کام میں دیر کرنے کو بتلانا یا کسی کام پر تعجب یا غلط کام پر تنبیہ یا وعید وغیرہ کے معانی۔

فائدہ:- ان تمام امثلہ میں قرائن بالکل بدیہی ہیں متکلم ومخاطب کے احوال یا

موقع ومحل یا سیاقِ کلام کی وجہ سے جانا جاتا ہے کہ متکلم کا مقصود حقیقی معنٰی نہیں بلکہ مجازاً دوسرے معانی مراد ہیں۔

اَسْئِلَةٌ

(۱) عَرِّفِ الْاِسْتِفْهَامَ وَاذْكُرْ اَدَوَاتَهُ؟ استفہام کی تعریف کرو؟ اوراس کے ادوات کوذکر کرو؟ جواب ص ۳۵ پر دیکھو۔

(۲) ما التَّصورُ وَمَا التَّصْدِيقُ وَمَا الْاَدَوَاتُ الَّتِىْ يُسْاَلُ بِهَا فِيْهَا؟ تصوراور تصدیق کیا ہے؟ اور وہ کون سے الفاظ ہیں جن سے ان دونوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے؟ تصور سے مراد مفرد کا ادراک، اور تصدیق سے نسبت کا ادراک، ھل فقط طلب تصدیق کے لئے اور مابقیہ ادوات استفہام میں ہمزہ کے علاوہ باقی صرف طلب تصور کے لئے ہیں، اور ہمزہ دونوں کے لئے۔

(۳) كَمْ قِسمًا هلْ ؟ ھل کی کتنی قسمیں ہیں، دو ہیں، بسیطہ ۲۔ مرکبہ

(۴) عَمَّنْ يُسْتَفْهَمُ بِمَنْ وَمَا ؟ من اور ما سے کس چیز کا سوال کیا جاتا ہے، من سے تعیین عاقل کا سوال اور ما سے غیر عاقل کی تعیین اوراس کے علاوہ دوسری چیزوں کا بھی سوال ہوتا ہے۔ ص ۳۷ پر دیکھو۔

(۵) عَمَّ يُسْتَفْهَمُ بِمَتٰى وَاَيَّانَ وَاَيْنَ؟ متٰی، ایان اوراین سے کس چیز کا سوال کیا جاتا ہے ص ۳۸ پر دیکھو۔

(۶) اُذْكُرْ مَعَانِىْ اَنّٰى ؟ انّٰی کے معانی بیان کرو؟ انّٰی کیف کے معنٰی میں آتا

ہے اور من این، اور متی کے معنی میں بھی۔

(۷) عَمَّ یُسْتَفْهَمُ بِکَمْ وَاَیٍّ وَکَیْفَ ؟ کم اور ایٌّ اور کیف سے کس چیز کا سوال کیا جاتا ہے۔ ص ۳۸ پر دیکھو۔

(۸) مَاالـمَعَانِیُ الْمُسْتَفَادَةُ مِنَ اَلْفَاظِ الْاِسْتِفْهَامِ اِذَا خَرَجَتْ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصلِیِّ۔ وہ معانی کون سے ہیں جو الفاظ استفہام سے مستفاد ہوتے ہیں۔ الفاظ استفہام کے اپنے اصلی معنٰی سے نکلتے وقت۔ ص ۳۹ پر دیکھو۔

(۹) اُفْرُقْ بَیْنَ الْهَمْزَةِ وَهَلْ فِی ا لْاِسْتِفْهَامِ ؟ ھَلْ اور ہمزہ کے استفہام میں فرق ظاہر کرو؟ ص ۳۷ پر دیکھو۔

(۱۰) مَاالْفَرْقُ بَیْنَ مَا مَنْ وَاَیٌّ؟

مَا مَنْ اور اَیٌّ میں کیا فرق ہے؟



تمرین اول

بَیِّنِ الْمَعَانِی ا لْمُسْتَفَادَةَ مِنَ الْاِسْتِفْهَامِ بِالْقَرَائِنِ

ان معانی کو بیان کرو جو قرائن کے ذریعہ استفہام سے سمجھے جاتے ہیں۔

(۱) اَخُوکَ اَمِ الذِّئبُ ؟ تیرا بھائی ہے یا بھیڑیا؟ اخوک کے پہلے ہمزہ استفہام محذوف، استفہام کا معنیٰ تعجب یا تحقیر، قرینہ متکلم فیہ کا عمل ہے۔

(۲) اَصَاحِبٌ اَنتَ فَارْکُنْ اِلَیکَ اَمْ عَدُوٌّ فَأَحْذَرُ مِنکَ، کیا تو دوست ہے کہ تیری طرف مائل ہوں یا دشمن ہے کہ تجھ سے بچتا رہوں۔ (تعجب، توبیخ) قرینہ مخاطب کی حالت۔

(۳) وَهَلْ یُغنِیْ عَنِ الحِدْثَانِ لَیتَ ؟ اور کیا لیت زمانہ کے حوادثات سے بچائے گا، یعنی کیا زمانہ کے حوادثات آنے کے بعد کاش کہنا حوادثات سے بچالے گا، جبکہ وہ تو آگئے (معنی ہے انکار) قرینہ مشاہدہ یا اعتبار۔

(۴) هَلْ تَلِدُ الحَیَّةُ اِلَّا الحَیَّةَ، سانپ نہیں جنتا ہے مگر سانپ کو (نفی) قرینہ (الَّا)۔

(۵) اَنّٰی یَقْرَءُ کِتَابَکَ وَهُوَ اُمِّیٌّ وہ کیسے تیرے خط کو پڑھے گا، حالانکہ وہ امی ہے، استبعاد قرینہ وہو امی۔

(۶) اَتَغْفِرُ لِیْ وَقَدْ اَقْرَرْتُ بِذَنْبِیْ ؟ کیا آپ میرے گناہوں کو معاف کریں گے، حالانکہ میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں (التماس) استغفار، قرینہ (وقد اقررت)

(۷) اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ ۔ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات میں شک ہے (تعجب، انکار)

(۸) اَتَخْشَوْنَ الْاَعْدَاءَ وَاللّٰہُ مَعَکُمْ، کیا تم دشمنوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے، تعجب۔

(۹) سَوَاءٌ عَلَی الْکَسْلَانِ اَوَبَخْتَهُ اَمْ لَمْ تُوَبِّخْهُ۔ برابر ہے ست پر اس کو ڈانٹو یا نہ ڈانٹو (تسویہ)

(۱۰) اِلٰی مَتٰی تَرْقُدُ اَیُّهَا الْکَسْلَانُ ؟ مَتٰی تَنْهَضُ مِنْ نَوْمِکَ ؟

اے ست تو کب تک سوتا رہے گا، کب اٹھے گا تو اپنی نیند سے، توبیخ۔

(۱۱) اَیَاخُذُ الْاِنْسَانُ نَارًا فِیْ حِجْرِہٖ وَلَا تَحْتَرِقُ ثِیَابُہٗ اَمْ یَمْشِیْ اَحَدٌ عَلَی الْجمرِ وَلَا تَکْتَوِیْ قَدَمَاہُ۔ کیا ایسا ہوگا کہ کوئی انسان آگ کو اپنی گود میں لیوے اور اس کے کپڑے نہ جلے یا چلے کوئی انگارے پر، اور اس کے پاؤں نہ جلے (استبعاد)

(۱۲) بِاَیِّ سُلْطَانٍ تَفْعَلُ ھٰذا وَمَنْ ذَا لَّذِیْ اَعْطٰی ھٰذا السُّلْطَانَ کس دلیل سے تم ایسا کام کرتے ہو اور تم کو یہ اقتدار کس نے دیا (توبیخ)

(۱۳) مَا اَعْظَمُ الْوَصَایَا۔ کتنی بڑی وصیتیں ہیں (تعجب)

(۱۴) ھَلْ تِلْمِیذٌ افضل منْ مُعَلِّمِہٖ۔ کیا کوئی شاگرد اپنے استاذ سے افضل ہے (نفی)

ضروری بات:- ان تمام جملوں میں ادنیٰ تامل سے قرائن سمجھے جاسکتے ہیں اس لئے قرائن کو ذکر نہیں کیا گیا۔

تمرین ثان

وَضِّحِ الْغَرَضَ مِنَ الْاِسْتِفْھَامِ فِیْمَا یَأْتِیْ۔ آنے والے جملوں میں استفہام کی غرض واضح کرو۔

(۱) اَلَیْسَ اللہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے (انکار، توبیخ)

(۲) اَلَیْسَتِ النَّفْسُ اَفْضَلَ مِنَ الطَّعَامِ وَالْجَسَدُ اَفْضَلَ مِنَ

اللّباسِ۔ کیا نفس طعام سے اور جسم لباس سے افضل نہیں ہے، نفی۔

(۳) مَنْ مِنْکُمْ اِذَا ھَمَّ یَقْدِرُ اَنْ یَزِیْدَ عَلٰی قَامَتِہٖ ذِرَاعًا واحِدۃً۔ تم میں سے کون ایسا ہے کہ جب وہ ارادہ کرے اپنے قد پر ایک ذراع بڑھانے کا تو وہ قدرت رکھ سکے (بڑھا سکے۔ (استبعاد، نفی)

(۴) مَا بَالُکَ تَنْظُرُ الْقَذٰی الَّذِیْ فِیْ عَیْنِ اَخِیْکَ، وَلَا تَفْطِنُ لِلْخَشَبَۃِ الَّتِیْ فِیْ عَیْنِکَ، تجھے کیا ہوگیا کہ تو دیکھتا ہے اس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے اور تجھے احساس تک نہیں ہوتا، اس لکڑی کا جو تیرے آنکھ میں ہے، تعجب توبیخ اس مفہوم کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر

دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

(۵) اَیُّ اِنْسَانٍ مِنْکُمْ یَسْأَلُہٗ اِبْنُہٗ خُبْزًا، فَیُعْطِیَہٗ حَجَرًا، تم میں سے کونسا انسان ایسا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے روٹی کا سوال کرے اور وہ اس کو پتھر دیوے (استبعاد، انکار)

(۶) اَتَلْعَبُ وَاَنْتَ فِی الْمَدْرَسَۃِ، کیا تو کھیلتا ہے حالانکہ تو مدرسہ میں ہے، توبیخ، تنبیہ علی الباطل۔

(۷) أَیْنَ الْخَلِیُّ مِنَ الشَّجِیِّ، غم سے خالی کہاں ہے (نفی) الشَّجِیُّ، غمگین فکرمند، الخَلِیُّ، غم سے خالی، جس کی بیوی نہ ہو۔

(۸) اَتَزَھُّدُکَ یَأْمُرُکَ بِأَنْ تَأْخُذَ اَمْوَالَنَا، کیا تیرا زہد تجھے حکم کرتا ہے کہ تو ہمارے مالوں کو لے لیوے۔ (تہکم)

(۹) اَیَقْتُلُنِیْ وَالْمَشْرَفِیُّ مَضَاجِعِیْ وَمَسْنُوْنَۃٌ زُرْقٌ کَاَنْیَابِ اَغْوَالِ

کیا وہ مجھے قتل کرے گا حالانکہ مشرفی تلوار میرے پہلو میں ہے، اور نیلے رنگ کے تیز

نیزے ہیں، جن کے دانتوں کی طرح (استخفاف، انکار) اغوال جمع ہے، غول کی مصیبت، ہلاکت، جن۔ مشرقی عرب کے ان دیہاتوں کی طرف منسوب ہے جو مشارفِ یمن کے نام سے موسوم ہے، جہاں تلواریں بنائی جاتی ہیں اور تلواروں کو مشرفی کہتے ہیں۔

(١٠) اَلَسْتُمْ خَیرَ مَنْ رَکِبَ الْمَطَایَا وَاَنْدٰی الْعَالَمِیْنَ بُطُوْنَ رَاحٖ

کیا نہیں ہو تم ان تمام لوگوں میں بہتر جو سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اور تمام عالم میں ہتھیلی کے باطن پر زیادہ سخاوت کرنے والے نہیں ہو، تعظیم، توقیر۔

(١١) وَکَیْفَ اَخَافُ الْفَقْرَ اَوْ اُحْرَمُ الْغِنٰی وَرَأْیُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ جَمِیْلُ

اور کیسے میں خوف کروں فقر کا یا مالداری سے محروم کیا جاؤں حالانکہ امیر المومنین کی رائے میرے بارے میں عمدہ ہے۔ (نفی)

(١٢) اَعِنْدِیْ وَقَدْ مَارَسْتُ کُلَّ خَفِیَّۃٍ یُصَدَّقُ وَاشٍ اَوْ یُخَیَّبُ سَائِلٗ

کیا میرے پاس جبکہ میں نے ہر پوشیدہ چیز کا تجربہ کرلیا ہے، کسی چغلخوری کی تصدیق کی جاوے گی یا کسی سائل کو ناکام محروم کیا جائے گا (انکار تہکم)

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆

مبحث فی النداء

یہ بحث ہے ندا کے بیان میں

اَلنِّدَاءُ هُوَ طَلَبُ الْإِقْبَالِ، بِحَرْفٍ يَنُوْبُ عَنْ فِعْلِ اَدْعُوْ الْمَحْذُوْفِ، وَاَدَوَاتُ النِّدَاءِ، هِيَ يَاء، وَ الْهَمْزَة، وَ آ، وَ أَیْ، وَ آیْ، وَ أَیا، وَهَیا، وَ وَا۔

ترجمہ:- نداء وہ کسی کے اقبال یعنی متوجہ ہونے کو طلب کرنا ہے ایسے حروف کے ذریعہ جو ادعو فعل محذوف کے قائم مقام ہو اور نداء کے الفاظ ۔ ا۔یا، ۲۔ ہمزہ، ۳۔آ، ۴۔ای، ۵۔آی، ۶۔أیا، ۷۔ھَیا، ۸۔وَا ہیں۔

تشریح:- اس بحث میں انشاء طلبی کی چھٹی قسم نداء کو بیان کرتے ہیں، نداء مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی نداء دینا، ندا کی تعریف یہ ہے کہ متکلم کا کسی شخص کی توجہ کو ایسے حرف کے ذریعہ طلب کرنا، جو حرف ادعو فعل کے قائم مقام ہو، تعریف سے معلوم ہوا کہ نداء اس وقت ہوگا جبکہ ادعو کے قائم مقام حرف کے ذریعہ توجہ کو طلب کیا جاوے، اگر ادعو فعل سے متوجہ کیا جاوے تو اس کو نداء نہ کہیں گے۔

فوائد:- متکلم کا کسی کو متوجہ کرنا کبھی حسًا ہوتا ہے جیسے یا زید، اور کبھی معنًی جیسے یا سماء ، یا جبالُ اس مثال میں منادیٰ میں حسًا توجہ کی صلاحیت نہیں، یہاں معنًی توجہ مطلوب ہے۔

(۲) حرف نداء کبھی لفظًا ہوتا ہے جیسے یا ھامان اور کبھی مقدر ہوتا ہے جیسے یوسف اعرض عن ھذا، ای یا یوسف ، صاحب کتاب نے نداء کی تعریف کے بعد ادواتِ نداء کو ذکر کیا کہ وہ آٹھ ہیں، یا، ہمزہ، آ، ای، آی، ایا، ھیا، وا۔

فالھمزۃُ وَایْ للقریب والبواقی للبعیدِ:- پس ہمزہ اور ای قریب کے لئے ہیں اور باقی بعید کے لئے۔

تشریح:- یہاں سے استعمال کے اعتبار سے حروف نداء کے اقسام بیان کرتے

ہیں کہ استعمال کے اعتبار سے حروف نداء کی دو قسمیں ہیں (۱) ہمزہ اور ای، قریب کے لئے یعنی منادیٰ قریب کے لئے استعمال ہوتے ہیں (۲) باقی حروف منادیٰ بعید کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

صاحب کتاب کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ حرف نداء یا مطلقاً بعید کے لئے مستعمل ہے جبکہ اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ ''یا'' کس کے لئے مستعمل ہے، چنانچہ صاحب کافیہ علامہ ابن حاجبؒ نے بیان فرمایا کہ ''یا'' قریب اور بعید دونوں کی نداء میں حقیقت ہے، اور علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ بعید میں حقیقت اور قریب میں مجاز ہے اور بقول صاحب سفینہ صرف وہ بعید کے لئے ہے، قریب میں مستعمل نہیں نہ حقیقۃً نہ مجازاً۔

ضروری بات:- اگر منادیٰ لفظ اللہ ہو تو اس وقت اس کی نداء کے لئے حرف یا خاص ہوگا کسی اور حرف سے نداء نہ دی جائے گی۔ جواہر البلاغۃ ص ۱۰۵

وَقَدْ يُنَزَّلُ كُلٌّ مِنَ الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ مَنْزِلَةَ صَاحِبِهٖ فَيُنَادٰى بِمَا يُنَادٰى هُوَ بِهٖ كَمَا اِذَا كَانَ الْبَعِيْدُ مُسْتَحْضَرًا فِي الْفِكْرِ اَوْ مُقْبِلًا عَلٰى مَنْ يُنَادِيْهِ اَوْ مُصْغِيًا اِلَيْهِ فَيُؤْتٰى لَهٗ بِالْهَمْزَةِ اَوْ اَىْ كَقَوْلِهٖ:

اَسُكَّانَ نَعْمَانَ الْاَرَاكِ تَيَقَّنُوْا ۔۔۔ بِاَنَّكُمْ فِىْ رَبْعِ قَلْبِىْ سُكَّان

وَاَىْ زُهَيْرُ وَهُوَ بَعِيْدٌ اَوْ كَانَ قَرِيْبًا غَافِلًا، اَوْ نَائِمًا اَوْ مُعْرِضًا عَمَّنْ يُنَادِيْهِ اَوْ عَظِيْمَ الرُّتْبَةِ اَوْ حَقِيْرَهَا حَتّٰى كَاَنَّ عَدَمَ اِنْتِبَاهِهٖ اَوْ بُعْدَ مَرْتَبَتِهٖ فِى الْعَظْمِ اَوِ الْحَقَارَةِ بُعْدٌ فِى الْمَسَافَةِ

فَيُؤتى لَهُ بآ،أو احدیٰ أخواتها نحو اٰيَا هذا، لمن هو معکَ۔

ترجمہ:- اور کبھی قریب اور بعید دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے مقابل کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے لہذا پکارا جاتا ہے حرف نداء قریب سے ایسے منادی کو جس کو حرف نداء بعید سے پکارا جاتا ہے، جیسا کہ بعید منادیٰ فکر وذہن میں حاضر ہو، یا پکارنے والے کی طرف متوجہ ہو یا اس کی طرف کان لگائے ہوئے ہو تو ایسے منادی کے لئے ہمزہ اور اَیْ کو لایا جائے گا، جیسے شاعر کا قول، اے نعمان الاراک کے رہنے والوں یقین کرلو کہ تم لوگ میرے دل کے گھر میں بسے ہوئے ہو اور اے زہیر جبکہ وہ بعید ہو، یا منادیٰ قریب غافل ہو یا سویا ہوا ہو یا پکارنے والے سے اعراض کرنے والا ہو یا بلند مرتبہ ہو یا حقیر المرتبہ ہو، یہاں تک کہ گویا اس کا عدم انتباہ یا اس کے مرتبہ کی دوری عظمت یا حقارت میں مسافت کی دوری ہے تو اس کے لئے حرف ندا آیا اس کے اخوات میں سے کسی کو لاتے ہیں جیسے اَیا ھذا ایسے شخص کے لئے جو تیرے ساتھ ہے۔

تشریح:- اوپر مذکور عبارت میں ذکر کیا کہ استعمال کے اعتبار سے حرف نداء دو قسموں میں منقسم ہیں بعض قریب کے لئے اور بعض بعید کے لئے۔ اب یہاں سے بیان کرتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حروف نداء قریب اور بعید کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرتے ہیں، یعنی قریب کو بعید کی جگہ، اور بعید کو قریب کی جگہ لہذا ایسے منادیٰ بعید کو جس کے لئے حرف ندا بعید لانا چاہئے، لیکن اس کو حرف نداء قریب سے نداء دیتے ہیں۔

اور یہ ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرنا اس وقت ہوگا جب کہ منادیٰ کو اپنے ساتھی کے درجہ میں مان لیا جاوے، مثلاً جبکہ منادیٰ بعید ہے، مگر منادِی کے ذہن وفکر میں ہر وقت مستحضر رہتا ہے، لہذا دور رہتے ہوئے بھی اس کو قریب مان کر حرف نداء قریب سے پکارا جائے یا منادیٰ بعید ہے، لیکن وہ منادِی کی طرف متوجہ ہے یا اس کی طرف کان لگائے ہوئے

ہیں لہذا اس کی توجہ کی وجہ سے دور ہوتے ہوئے اس کو قریب مان کر حرف نداء قریب سے ندا دی جاوے، جیسے أسكان نعمان الأراک تیقنوا الخ اس مثال میں منادیٰ نعمان الاراک کے باشندے ہیں، جو مـنـادِیٰ سے بہت دور ہے، لیکن ان سے غایت اشتیاق و محبت کی وجہ سے وہ ہر وقت مـنـادِیٰ کے فکر و ذہن میں متحضر رہتے ہیں، اس لئے حرف نداء قریب ہمزہ سے ان کو پکارا گیا۔

فائدہ:- نعمان الاراک میدان عرفہ کے پیچھے ایک وادی کا نام ہے۔

اسی طرح منادیٰ بعید منادِی کی طرف متوجہ ہو اس کی مثال ای زہیر اس مثال میں منادیٰ کے متوجہ ہونے کی وجہ سے اور منادِی کی طرف کان لگانے کی وجہ سے اس کو قریب مان کر نداء کی گئی، یا منادیٰ قریب ہو لیکن غافل ہو یا نائم ہو، یا منادِی سے اعراض کرنے والا ہو تو ایسی صورت میں اس کے عدم تنبہ کو مسافت کی دوری کے درجہ میں مان لیا جاوے، گویا اس کے عدم تنبہ کی وجہ سے وہ منادی سے بہت دور ہے لہذا اس کے لئے حرف نداء بعید کو لایا جاوے اسی طرح اگر منادیٰ بڑے مرتبہ والا ہو یا مرتبہ کے اعتبار سے حقیر ہو تو گویا اس کے مرتبہ کی دوری مسافت کی دوری ہے کہ منادِی کسی نیچی جگہ میں ہے اور منادیٰ کسی بلند مقام پر ہے اور اس کو نداء دے رہا ہے، اسی طرح اگر منادیٰ حقیر المرتبت ہے تو اس کے مرتبے کی حقارت، مسافت کی دوری ہے، کہ منادِی کسی بلند جگہ پر سے کسی گہری جگہ میں گرے ہوئے کو نداء دے رہا ہے، لہذا ایسے منادیٰ کے لئے حرف نداء بعید کو لایا جائے گا۔

فائدہ: حروف نداء میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قریب کے لئے حروف نداء ایسے ہیں جو مقصورہ ہیں، یعنی ان میں مد نہیں ہے، اور بعید کے لئے ممدودہ ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر منادیٰ بعید ہو تو اس تک آواز کو پہنچانے کے لئے زور سے بولنے کے ساتھ امتدادِ صوت کی بھی ضرورت پڑتی ہے، لہذا اس کے لئے حروف نداء ممدودہ وضع کئے اور قریب میں اس کی ضرورت نہیں لہذا، اس کے لئے مقصورہ وضع ہوئے۔

فائدةٌ:- قد تخرجُ ادَوَاتُ النِّدَاءِ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِيِّ اِلٰی مَعَانٍ اُخَرَ تُفْهَمُ بِالْقَرَائِنِ مِنْهَا الْاِغْرَاءُ كَقَوْلِكَ لِمَنْ اَقْبَلَ يَتَظَلَّمُ يَا مَظْلُوْمُ۔

ترجمہ:- کبھی حروف نداء اپنے اصلی معنی کو چھوڑ کر دوسرے معانی کی طرف منتقل ہوتے ہیں، جو معانی قرائن سے سمجھے جائیں گے، ان معانی میں سے ایک اغراء ہے (یعنی ابھارنا) جیسے تیرا اس شخص کو جو ظلم کی شکایت کے لئے آوے، یا مظلومُ کہنا۔

تشریح:- حروف نداء کا حقیقی معنی طلب اقبال ہے لیکن کبھی قرائن کی وجہ سے اس معنی کو چھوڑ کر دوسرے معانی میں بھی حروف نداء استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً ان ہی معانی میں سے ایک معنی ہے اغراء، یعنی مخاطب کو مزید کلام کرنے یا کام کرنے پر برانگیختہ کرنا، ابھارنا، جیسے کوئی شخص تمہارے پاس مظلوم بن کر ظلم کی شکایت کی غرض سے آیا اب اس سے تم یا مظلوم کہو، تو یہاں حقیقی معنی مراد نہیں اس لئے کہ جب وہ تمہاری مدد کی امید لے کر بات کر رہا ہے تو اس سے عدم اقبال کا تصور ہی نہیں ہوگا، بلکہ متکلم یا مظلوم کہہ کر مزید اس کو ظلم کی شکایت پر آمادہ کر رہا ہے کہ کہو ہم بھی مانتے ہیں کہ آپ مظلوم ہیں، بے قصور ہے، لہذا یہ لفظ کہنا اغراء کے لئے ہیں۔

وَالزَّجْرُ كَقَوْلِهِ :

اَفُؤَادِيْ مَتٰى الْمَتَابُ اَلَمَّا

تَصِحُّ وَالشَّيْبُ فَوْقَ رَأْسِيْ اَلَمَّا

اور زجر و توبیخ کے معنی جیسے شاعر کا قول اے میرے دل تو کب توبہ کرے گا کیا ابھی تک ہوش میں نہیں آیا حالانکہ بڑھاپا میرے سر پر اتر چکا ہے۔

تشریح:- کبھی حروف نداء مجازاً زجر و توبیخ کے معنٰی میں مستعمل ہوتے ہیں، جیسے مذکورہ شعر میں:

اَفُــؤَادِىْ مَتَــى الــمَتَــابُ اَلَــمَّــا
تَــصِــحُ وَالشَّيْبُ فَوْقَ رَاْسِىْ اَلَــمَّا

سے پہلے حرف نداء ہمزہ زجر وتوبیخ کے لئے ہے اس لئے کہ متکلم جب اپنے ہی نفس سے خطاب کرر ہا ہے تو عدم توجہ کا کوئی سوال ہی نہیں، لہذا وہ حرف نداء سے اپنے نفس کو ڈانٹ ڈپٹ کرر ہا ہے کہ کب تک اپنی نازیبا حرکتوں میں ملوث رہے گا، اب تو موت و مابعد الموت کی تیاری میں لگ جا، جبکہ موت کے آثار یعنی بڑھاپا بھی سر پر ظاہر ہو چکا ہے، اس شعر میں پہلا اَلَمَّا حرف ہے جو حرف استفہام اور لما حرف نفی سے مرکب ہے، اور دوسرا اَلَمَّا الماماً مصدر کا ماضی ہے۔

وَالتَّرَحُّمُ نحوُ یا مسکینُ وَالتأسفُ نحو یا لضیعةِ الْاَدبِ والْاِستغاثَةُ نحوُ یا اللہ وَالنُّدبةُ نحوُ وَا ولَداهُ والتَّعجب نحوُ یا للداهیةِ الدَّهْیَا۔

ترجمہ:- اور ترحم کا معنٰی جیسے یا مسکین اور تأسف کا معنٰی جیسے ہائے ادب کا ختم ہونا (افسوس ادب کے ختم ہونے پر) اور استغاثہ کا معنٰی جیسے یا اللہ اور ندبہ یعنی واویلہ کرنا جیسے وا ولداہ اور تعجب کا معنٰی جیسے کتنی بڑی مصیبت!۔

تشریح:- کبھی حروف نداء مجازاً ان معانی مذکورہ میں استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً ترحم کا معنی جب مسکین کو یا مسکین کہہ کر پکارے تو اس سے ترحم کا معنی مراد ہوگا، مخاطب کا مسکین ہونا قرینہ ہے، اسی طرح تاسف اور افسوس ظاہر کرنا، جیسے یالضیعۃ الادب، یہاں بھی اقبال کا معنی مراد نہیں ہوسکتا، بلکہ اس سے افسوس ظاہر کرر ہا ہے اور استغاثہ کا معنی جیسے یا اللہ اس سے مقصود استغاثہ اور فریاد طلب کرنا ہے، اسی طرح تعجب کا معنی جیسے یاللداھیۃ الدھیا اس کلام میں یالا کر متکلم تعجب کرر ہا ہے۔

وَالتَّحیر والتضجُّرِ کقولہ :

يا ليل قد طُلْتَ فهَلْ مَاتَ السَّحرُ

اَمِ اسْتَحالَتْ شَمْسُهُ اِلٰى قَمَرِ

اور حیرت اور بے قراری کا معنی جیسے شاعر کا قول۔

اے رات تحقیق کہ تو لمبی ہوگئی پس کیا صبح مرگئی یا اس کا سورج چاند سے بدل گیا۔

تشریح:۔ اس شعر میں یا اصلی معنی میں نہیں ہے بلکہ اس سے بیقراری اور تحیر کا معنی مراد ہے، اس لئے کہ مخاطب رات ہے، جس سے اقبال کا معنی حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ تحیر ہی کا معنی مقصود ہے، کہ شاعر رات میں کسی آفت میں پھنسنے کی حالت میں کہہ رہا ہے۔

والتَّحَزُّنُ كقوله

أيا منزلَى سلمٰى سلامٌ عَليكُما

هَلِ الْاَزمن اللّاتِىْ مضينَ رواجعُ

اور تحزن وتذکر کا معنی جیسے شاعر کا قول، اے سلمٰی کے دونوں گھر تم دونوں کو سلام ہو کیا جو زمانے (تیرے عشق میں) گذرے وہ لوٹنے والے ہیں۔

تشریح:۔ تحزن اور تذکر کا معنی بدیہی ہے۔

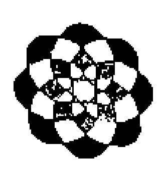
اسئلة

(۱) عَرِّفِ النِّدَاءَ وَاذْكُرْ اَدَوَاتَهُ۔ نداء کی تعریف کرو اور اس کے ادوات کو ذکر کرو۔ ص ۴۲

(۲) لِماذا يُنَزَّلُ الْقريبُ منزِلَةَ البعيدِ وَبالعَكسِ۔ کیوں منادی قریب کو منادی بعید کے درجہ میں اور بعید کو قریب کے درجہ میں اتار لیا جاتا ہے؟ جبکہ منادی بعید میں ایسے امور پائے جاتے ہیں جو قریب میں ہوتے ہیں اور قریب میں ایسے جو بعید میں

ہوتے ہیں۔

(۳) مَا الْاَغْرَاضُ الَّتِیْ یَخْرُجُ اِلَیْھَا النِّدَاءُ عَنْ مَعْنَاھَا الْاَصْلِیِّ، وہ اغراض کیا ہیں جس میں حروف نداء استعمال ہوتے ہیں، اپنے اصلی معنیٰ کو چھوڑ کر۔ بہت ہیں کما مرَّ انِفًا۔



تمرین

اَشِرْ اِلٰی اَدَاۃِ النِّدَاءِ وَالْغَرَضِ منَ النِّدَاءِ فِیْمَا یَلِیْ ؟

آنے والے جملوں میں ادوات نداء اور اس کی غرض بیان کرو۔

(۱) یَا رَاغِبًا فِی الْعِلْمِ اَبْشِرْ بِالنَّجَاحِ۔ اے علم میں رغبت کرنے والے کامیابی کی بشارت حاصل کر۔ حرفِ نداء یا للاغراء۔

(۲) اَیَا ھٰذا اوہ، اَیَا حرف ندا بعید استعمال ہوا حرفِ نداء میں زجر وتنبیہ، غفلت دور کرنے کے لئے۔

(۳) اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ۔ اے اللہ مجھ پر رحم فرما۔ اصل میں یا اللہ تھا، یاء کے بجائے اخیر میں میم بڑھادیا، غرض، استرحام، استغاثہ۔

(۴) یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ عَالِمًا۔ اے کاش میں عالم ہوتا۔ حرفِ نداء یا للتأسف۔

(۵) یَا عَظِیْمًا یُرْجٰی لِکُلِّ عَظِیْمٍ۔ اے بڑی ذات جس کی امید کی جاتی ہے، ہر بڑے معاملہ میں، حرف نداء یا لطلب الرحم او الترغیب۔

(٦) یَا لَزَیْدٍ لِلْمَظْلُوْمِ، اے زید مظلوم کی مدد کو پہنچ، یا حرف نداء للاستغاثہ، زید

مستغاث اور مظلوم مستغاث لہ، مستغاث کے شروع میں لام مفتوح اور مستغاث لہ کے شروع میں مکسور ہوتا ہے۔

(۷) یَا لَلْفَلِیْقَةِ، ہائے دردسر۔ حرف نداء یاللندبہ۔

(۸) وَا اَسَفَا عَلٰی زَمَنِ الْمَاضِیْ۔ ہائے افسوس گذرے ہوئے زمانہ پر۔ حرف نداء واللتحزن۔

(۹) یَا لَضِیَاعِ التَّعْبِ وخُسْرانِ الْوَقْتِ۔ ہائے افسوس محنت کا ضائع ہونا اور وقت کا نقصان ہونا، حرف نداء یاللتأسف۔

(۱۰) یَا طَرَبًا۔ اے خوشی، حرف نداء یاللتعجب۔

(۱۱) وَالَهْفٰی عَلٰی مَا فَقَدْتُ، ہائے افسوس، اس پر جو میں نے کھودیا، حرف نداء واللتحسر۔

(۱۲) یَا مِسْکِیْنُ، للترحم۔

(۱۳) یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، استغاثہ۔

(۱۴) یَا مِرَآئِیْ اَخْرِجْ اَوَّلًا الْخَشَبَةَ مِنْ عَیْنِکَ، اے مجھے دیکھنے والے پہلے اپنی آنکھ سے لکڑی نکال، (زجر)

(۱۵) یَالَکَ مِنْ عَالِمٍ۔ تعجب ہے تجھ پر عالم ہوکر۔ للتعجب۔

(۱۶) اِنِّیْ اَیُّهَا الْعَبْدُ فَقِیْرٌ اِلٰی عَفْوِ اللّٰهِ۔ اے بندے بیشک میں اللہ کی معافی کا محتاج ہوں، حرف نداء ای اور ھا تنبیہ کا ہے، للاستغاثہ۔

(۱۷) اَنَا اَفْعَلُ کَذا اَیُّهَا الرَّجُلُ۔ اے مرد میں ایسا کرتا ہوں۔ للمعنی الاصلی (اقبال)

(۱۸) اَیَا رَاکِبًا اِمَّا عَرَضْتَ فَبَلِّغَنْ نَدَامَایَ مِنْ نَجْرَانَ اَنْ لَا تَلَاقِیَا

اے گھوڑے سوار اگر تو مکہ، مدینہ جائے تو ضرور نجران کے میرے دوساتھیوں کو یہ

بات پہنچادینا کہ ملاقات نہ ہوگی۔حرف نداء ایا للتحزن والتضجر۔

فائدہ: عرضت ماخوذ من عروض اور عروض، مکہ مدینہ اوران کے اطراف کوکہتے ہیں، نجران حجاز کا ایک شہر ہے۔

(۱۹) اُولٰئِکَ آبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ   اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

وہ میرے باپ دادا ہیں، پس لاتو میرے پاس ان جیسوں کو جبکہ ہم کومجلسیں جمع کریں، اے جریر، حرف نداء یاء للتحقیر، او للعجز۔

(۲۰) یَالَکَ مِنْ لَیْلٍ کَاَنَّ نُجُوْمَهٗ   بِکُلِّ مَغَارِ الْفَتْلِ شُدَّتْ بِیَذْبُلِ

اے راتے تعجب ہے تجھ پر گویا کہ اس کے ستارے مضبوط بٹی ہوئی رسی کے ساتھ یذبل پہاڑ کے ساتھ باندھ دیئے گئے ہیں۔(تعجب)

(۲۱) یَا اَیُّهَا الْقَمَرُ الْمُبَاهِیْ وَجْهَهٗ   لَا تَکْذِبَنْ فَلَسْتَ مِنْ اَشْکَالِهٖ

اے وہ چاند جوفخر کرتا ہے اپنے چہرے پر تو جھوٹ مت بول اس لئے کہ تو ان کے ہم شکلوں میں سے نہیں ہے۔(زجر وملامت)

مبحث فی الانشاء غیر الطلبی

یہ بحث ہے انشاء غیر طلبی کے بیان میں

صاحب کتاب اب یہاں سے انشاء کی دوسری قسم انشاء غیر طلبی کوذکر کرتے ہیں، یہ بات یادرکھنی چاہئے کہ جیسا کہ فاتحۃ الکتاب کے ضمن میں جان چکے ہوکہ صاحب کتاب نے اپنی کتاب سفینۃ البلغاء میں بعض ان باتوں کا ذکر کیا ہے جواگلی کتب بلاغت میں مذکور نہیں ہے ان کے ذکر کرنے سے صاحب سفینہ کی غرض طالبین کوزیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا ہے،

انہیں امور میں سے انشاء غیر طلبی کی بحث ہے کہ فائدہ کی غرض سے اپنی کتاب میں ذکر کر دیا ہے۔

الْاِنْشَاءُ غَیْرُ الطَّلَبِیِّ یَکُوْنُ بِالتَّعَجُّبِ، نَحْوُ مَا اَقْبَحَ الْخِیَانَۃَ وَلِلّٰہِ دَرُّہٗ مِنْ اَدِیْبٍ۔

انشاء غیر طلبی کا معنی حاصل ہوتا ہے تعجب کے صیغے سے جیسے خیانت کتنی بری چیز ہے، اور اللہ ہی کے لئے ادیب کی خوبی ہے۔

تشریح:-انشاء غیر طلبی وہ کلام انشائی ہے جو کسی امر کا تقاضا نہ کرے، اور یہ معنی سات صیغوں سے حاصل ہوتا ہے، تعجب کے صیغے سے حاصل ہوگا، تعجب کے دو صیغے ہیں (۱) ماافعلہٗ (۲) اَفْعِلْ بِہٖ۔ جیسے مااحسنہٗ اَحسِنْ بِہٖ۔ ان ضمائر کی جگہ باقی تمام ضمائر اور اسم ظاہر بھی لگا سکتے ہیں، اور اس کے علاوہ دوسرے صیغوں سے بھی تعجب کا معنی حاصل ہوگا، جو دوسرے صیغے سماع پر موقوف ہیں، بہر حال تعجب کے صیغے میں انشاء کا معنی تو ہے لیکن اس میں طلب کا معنی نہیں، لہذا اس سے انشاء غیر طلبی کا معنی حاصل ہوگا۔

وَالْقَسَمِ نحوُ: لَعمرُکَ لَیْسَ فوقَ الْاَرْضِ باقٍ۔

اور قسم ہے جیسے تیری عمر کی قسم، زمین پر کوئی باقی رہنے والا نہیں۔

تشریح:-قسم میں بھی انشاء کا معنی ہے کہ ازسرِ نو اس کا ایجاد ہے، لیکن اس میں طلب کا معنی نہیں، وَاَفْعَالِ الرَّجَاءِ نحوُ حَرَیٰ زیدٌ اَنْ یَرْجِعَ۔ اور افعال رجاء سے جیسے امید ہے کہ زید لوٹ آوے۔

تشریح:-افعال رجاء تین ہیں، حری، عسٰی اور اخلولق، ان تینوں سے انشاء کا معنی حاصل ہوگا کہ فی الحال وہ امید کو ظاہر کر رہا ہے لیکن ان میں طلب کا معنی نہیں جیسا کہ ترجی کے حرف میں انشاء اور طلب دونوں معنی ہیں، رجاء سے مراد ترجی ہے۔

وَاَفْعَالِ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ نحوُ نِعْمَ الْکَرِیْمُ حَاتِمٌ وَبِئْسَ

الْبَخِيلُ مَادِرٌ۔ اور افعال مدح اور ذم سے جیسے حاتم اچھا آدمی ہے اور مادر برا بخیل ہے۔

تشریح:- افعال مدح وذم چار ہیں، دو مدح کے دو ذم کے نعم اور حبذا مدح کے فعل ہیں، اور بئس اور ساء فعل ذم ہیں۔

وَصِيَغِ الْعُقُوْدِ، نَحوُ بِعْتُکَ هٰذا وَوَهَبْتُکَ ذاک۔

اور عقود کے صیغوں سے جیسے مین نے تجھ کو بیچا اور میں نے تجھ کو ہبہ کیا۔

تشریح:- صیغ العقود سے مراد وہ صیغے ہیں جن سے کسی معاملہ کا انعقاد ہو جیسے بعت، اشتریت، نکحت، قبلت، وہبت، وغیرہ ان سے بھی انشاء غیر طلبی کا معنی حاصل ہوگا۔

ورُبَّ، نحوُ رُبَّ کلمةٍ سلَبَتْ نِعْمَةً

اور رُبّ سے بسا اوقات ایک کلمہ (بول) نعمت کو چھین لیتا ہے۔

تشریح:- رُبّ کی دو قسمیں ہیں ایک رب جو تقلیل کے لئے آوے، جیسے رُبَّ رجلٍ کریم لقیته، بہت ہی کم شریف لوگوں سے ملا (۲) دوسرا جو تکثیر کے لئے، رُبَّ مال صرفته۔ میں نے بہت مال خرچ کیا۔

وکَمِ الخَبَرِيَّةِ عَلٰى بَعْضِ الْاَقْوَالِ نَحْوُ کَمْ کُتُبٍ قرأت، اور کم خبریہ سے بعض کے قول کے مطابق جیسے میں نے بہت سی کتابیں پڑھ ڈالی۔

تشریح:- کم کی دو قسمیں ہیں (۱) استفہامیہ (۲) کم خبریہ اگر کم میں استفہام کا معنی نہ ہو تو کم خبریہ ہوگا وہ کم خبریہ سے بھی انشاء غیر طلبی کا معنی حاصل ہوگا۔

فَائِدَةٌ:- وَقَدْ يَقَعُ الْخَبَرُ مَوْقِعَ الْاِنْشَاءِ لِغَرَضٍ کَالتَّفَاءُلِ نَحوُ رَحُبَتْ دَارُکَ، وَالتَّأدُّبِ نَحوُ يَرْحَمُکَ اللّٰهُ، وَالْاِحْتِرَا[illegible] عَنْ صُوْرَةِ الْاَمْرِ نَحوُ يَنْظُرُ اِلَى الْمَوْلٰى سَاعةً وَتَاتِيْنِيْ سَ[illegible]عةً غَدًا۔

ترجمہ:- کبھی خبر کا صیغہ کسی وجہ سے انشاء کے معنی میں بھی آتا ہے، مثلاً تفاؤل

جیسے تمہارا گھر کشادہ ہوا، اور ادب کے لئے جیسے اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، اور امر کی صورت سے بچنے کے لئے جیسے آقا تھوڑی دیر میری طرف توجہ فرمادیں اور کل تھوڑی دیر کے لئے میرے یہاں تشریف لادیں۔

تشریح:- اصل بات یہ ہے کہ ہر کلام چاہے کلام خبری ہو یا انشائی اس کو اپنے موقع محل میں استعمال کیا جائے یعنی خبر کی جگہ میں کلام خبری اور انشاء کی جگہ میں کلام انشائی لیکن صاحب کتاب نے فائدہ کے ذیل میں بیان کیا کہ کبھی اس اصل کے خلاف کسی غرض کی وجہ سے انشاء کے موقع میں جملہ خبریہ لاتے ہیں، یعنی مقام تو جملہ انشائیہ لانے کا ہے، لیکن انشائیہ کے بجائے جملہ خبریہ لاتے ہیں، مثلاً کبھی تفاؤل کی غرض سے انشاء کے محل میں جملہ خبریہ لاتے ہیں، جیسے رحبت دارک اصل میں متکلم مخاطب کو دعاء دینا چاہتا ہے، لہذا محل انشاء کا ہے، اور کہنا چاہئے، اَللّٰھُمَّ وَسِّعْ دارَہٗ لیکن تفاؤل کی غرض سے جملہ خبریہ لائے، تفاؤل بمعنی نیک فالی، اس میں تفاؤل کا معنی اس طریقے پر ہے کہ گویا متکلم نے نیک فالی کے طور پر کہا کہ تمہارے حق میں دعا قبول ہوگئی اور یقیناً تمہارا گھر کشادہ ہوگیا۔

دوسری غرض ہے، تأدُّبْ، اور تأدب کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو باادب ظاہر کرکے کلام کرنا جیسے عربوں میں یہ رواج ہے اور ادب مانا جاتا ہے کہ کسی مخاطب سے کلام شروع کرے تو پہلے یرحمک اللہ کے جملے کو ذکر کرتے ہیں، پھر اپنے مقصد کی بات کو بیان کرتے ہیں تو یہ یرحمک اللہ کا جملہ ایک خبریہ جملہ ہے جو دعاء کے معنی میں مستعمل ہے، تو اس جملہ کی جگہ اصل تو انشاء کا جملہ استعمال کرنا چاہئے، لیکن عربوں کی اقتداء میں اپنے آپ کو باادب ظاہر کرنے کے لئے یہ جملہ خبریہ استعمال کرلیا، تیسری غرض: صورت امر سے بچنے کے لئے امر کے صیغے کے بجائے خبر کا صیغہ استعمال کرتے ہیں، جیسے کوئی غلام اپنے آقا کو مخاطب بناتے ہوئے کہے، یَنظُرُ اِلَیَّ المولٰی، اس میں مخاطب سامنے موجود ہے، لہذا کہنا چاہئے، اُنظُرْ اِلَیَّ لیکن مخاطب کو امر کے صیغے سے خطاب کرنے سے بچنے کے لئے ینظر

خبر کا صیغہ استعمال کیا۔

☆☆☆☆

اسئلہ

(۱) مَا الإنْشَاءُ غَيْرُ الطَّلَبِيّ؟ انشاء غیر طلبی کیا ہے؟

جواب : الانشاء غير الطلبي مالا يُستدعى مطلوباً غير حاصل وقت الطلب۔

(۲) بِمَ يَكونُ ؟ کن صیغوں سے انشاء غیر طلبی کا معنی حاصل ہوگا؟ ص ۴۴ مبحث کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

(۳) هَلْ يَقَعُ الْخَبَرُ مَوْقِعَ الْإِنْشَاءِ؟ کیا کلام خبری انشاء کی جگہ میں استعمال ہوتا ہے؟......نعم۔

(۴) اُذْكُرْ بعضَ الْاَغراضِ مِنْ وَضْعِ الخبر مَوْقِعَ الانشاء ؟ انشاء کی جگہ خبر کے استعمال ہونے کی بعض اغراض کو ذکر کرو؟

فائدہ کے ذیل میں مذکور ہے۔

تمرین

بَيِّنْ ضَرْبَ الْاِنْشَاءِ غَيْرِ الطَّلَبِيِّ وَالْغَرَضَ مِنْهُ۔ انشاء غیر طلبی کی قسم اور اس کی غرض کو بیان کر۔

ضروری تنبیہ:- جواب میں اولاً قسم کو مختصر ذکر کیا جائے گا پھر اس کی غرض، مثلاً حرف تعجب لکھا جائے گا، اس کا مطلب ہوگا، کہ غیر طلبی کی قسم تعجب ہے اور اس کے بعد اس کی غرض مذکور ہوگی۔

(۱) رُبَّ سُكُوْتٍ اَبْلَغُ مِنْ كَلَامٍ۔ بہت سی خاموشی کلام سے زیادہ بلیغ ہے، انشاء غیر طلبی کا معنی حاصل ہوا، رُبَّ سے غرض ارشاد۔

(۲) مَا اَسْعَدَ رَجُلًا يَخَافُ اللهَ، کتنا نیک بخت ہے وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے، غیر طلبی کا معنی حاصل ہوا، صیغہ تعجب سے، اور غرض ارشاد، ترغیب۔

(۳) جَمَعَ اللهُ الشَّمْلَ وَقَرَّبَ اَيَّامَ اللِّقَاءِ۔

اللہ نے متفرق ہونے والوں کو جمع کیا اور قریب کر دیئے، ملنے کے دن (يقع الخبر موقع الانشاء للتفاؤل)

(۴) لِلّٰهِ دَرُّهُ شَاعِرًا۔ اللہ کے لئے اس شاعر کی خوبی ہے، تعجب، غرض مدح۔

(۵) مَا اَحْسَنَ الرَّجُلَ اَنْ يَصْدُقَ کتنی اچھی ہے مرد کے لئے یہ بات کہ وہ سچ بولے، تعجب، غرض ترغیب۔

(۶) وَاهًا عَلٰى تلك الْاَيَّامِ مَا كَانَ اَحْلَاهَا۔ تعجب ہے ان دنوں پر جو کس قدر خوش گوار تھے، تعجب، اظہار مسرت۔

(۷) لَعَمْرِيْ لَنْ اَخُوْنَ صَدِيْقِيْ . میری عمر کی قسم ہرگز میں اپنے دوست کے ساتھ خیانت نہیں کروں گا، قسم، غرض، اعتماد۔

(۸) عَلِمَ اللهُ اَنَّ الکَافِرَ هَالِکٌ۔ خدا کی قسم بیشک کافر ہلاک ہونے والا ہے، غیر طلبی کی قسم، قَسم ہے، غرض بات کو محقق کرنا۔

(۹) بِئْسَ الطَّمَعُ طَمَعُ الْبُخَلَاءِ۔ بری لالچ بخیلوں کی لالچ ہے۔ فعل ذم، مذمت بخل۔

(۱۰) حَبَّذَا الْخُطَبَاءُ الْمُجْتَهِدِیْنَ، اچھے خطباء اجتہاد کرنے والے ہیں۔ فعل مدح، مدح۔

(۱۱) مَا اَضْیَقَ الْبَابَ وَاَحْرَجَ الطَّرِیْقَ الَّذِیْ یُؤَدِّیْ اِلَی الْحَیٰوۃِ وَقَلِیْلُوْنَ الَّذِیْنَ یَجِدُوْنَہٗ۔ کیا ہی تنگ ہے دروازہ ! اور کیا ہی دشوار ہے، !وہ راستہ جو زندگی تک پہنچاتا ہے، اور بہت کم ہے وہ لوگ جو اس کو پاتے ہیں، تعجب، ترغیب۔

(۱۲) نَشَدْتُکَ اللهَ ارْحَمْنِیْ تجھے خدا کی قسم کا واسطہ دیتا ہوں مجھ پر رحم کر، قسم، استرحام۔

(۱۳) مَا اَلْطَفَ مَا کَانَ جُلُوْسُنَا عَلٰی ضِفَۃِ النَّھْرِ۔ ہمارا نہر کے کنارے بیٹھنا کیا ہی پُر لطف تھا، تعجب، اظہار مسرت۔

(۱۴) خَلِیْلَیَّ مَا اَحْرٰی بِذِی اللُّبِّ اَنْ یُرٰی، صَبُوْرًا وَلٰکِنْ لَا سَبِیْلَ اِلَی الصَّبْرِ۔

اے مرے دونوں دوستوں کیا ہی مناسب ہے عقل مند آدمی کے لئے کہ وہ دیکھا جاوے، صبر کرنے والا لیکن صبر کی طرف کوئی راستہ نہیں ہے۔ تعجب، ارشاد، ترغیب، (خلیلی سے پہلے حرف نداء محذوف ہے)۔

(۱۵) لَعَمْرُکَ لَیْسَ فَوْقَ الْاَرْضِ بَاقٍ، وَلَا مِمَّا قَضَاہُ اللهُ وَاقٍ

تیری عمر کی قسم زمین پر کوئی باقی رہنے والا نہیں ہے، اور کوئی بچانے والا نہیں ہے، اس سے جس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے، قسم، بات کو محقق کرنا۔

(۱۶) فَقُلْتُ اقْتُلُوْ هَا عَنْكُمْ بِمِزَاجِهَا وَحَبَّ بِهَا مَقْتُوْلَةً حِيْنَ تُقْتَلُ۔

پس میں نے کہا شراب کو ٹھنڈا کردو، اس میں کچھ ملا کر کے (یعنی اس کی تیزی ختم کرو) اور محبوب ہوجاتی ہے شراب ٹھنڈی کی ہوئی جبکہ ٹھنڈی کردی جائے، فعل مدح، مدح۔



الباب الثانی فی الذکر والحذف

دوسرا باب ذکر اور حذف کے بیان میں

فصلٌ فی الذکرِ۔ یہ فصل ہے ذکر کے بیان میں

كُلُّ لَفْظٍ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِي الْكَلَامِ لَا يُذْكَرُ وَلَا يُحْذَفُ اِلَّا لِدَاعٍ۔

ہر وہ لفظ جو کلام میں کسی معنی پر دلالت کرے اس کا ذکر اور حذف کسی سبب کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔

تشریح:۔ صاحب کتاب یہاں سے علم معانی کا دوسرا باب بیان کرتے ہیں کہ دوسرا باب ذکر اور حذف کے بیان میں ہے، یعنی کلام کئی اجزاء کے مجموعہ کا نام ہے، مثلاً اس

میں مسند الیہ ہوگا اور مسند مفعول بہ، حال اور دیگر قیودات وغیرہ، اب یا تو کلام میں ان تمام کو ذکر کیا جائے گا یا ان میں سے بعض کو حذف کیا جائے گا، ان کو چاہے ذکر کیا جاوے یا چاہے حذف، بہر دو صورت کوئی سبب کا ہونا ضروری ہے، جس کی وجہ سے ان کو حذف یا ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ انہی اسباب کو بیان کرنا اس باب میں مقصود ہے، اور ان کے ذکر سے پہلے بطور تمہید کے کلمہ لفظ الخ عبارت کو ذکر کیا ہے۔

فَمِنْ دَوَاعِي ذِكْرِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ(١)عَدَمُ وُجُوْدِ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ عِنْدَ حَذْفِهِ نَحْوُ رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللهِ ،

پس مسند الیہ کے ذکر کے اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ کسی ایسے قرینہ کا نہ ہونا جو مسند الیہ کے حذف کے وقت مسند الیہ پر دلالت کرے، جیسے حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔

تشریح:- یہاں سے مسند الیہ کے ذکر کے اسباب کو بیان کرنا شروع کیا چنانچہ کہا کہ مسند الیہ کے ذکر کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ کلام میں مسند الیہ پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ نہ ہو تو جب قرینہ نہیں ہے، تو لامحالہ مسند الیہ کو ذکر کرنا ہی پڑے گا، ورنہ کون مسند الیہ ہے وہ پتہ نہ چلے گا، اور مسند الیہ کے علم کے بغیر کلام لغو سا ہوگا، اس لئے مسند الیہ کو ذکر کریں گے، الحاصل مسند الیہ پر دلالت کرنے والے قرینہ کا نہ ہونا یہ سبب ہے مسند الیہ کے ذکر کا جیسے، رأسُ الحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللهِ، اس مثال میں اگر مسند الیہ راس الحکمۃ کو حذف کر دیا جاوے تو اس پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود نہیں، اس لئے اس کو ذکر کیا۔

فائدہ:- صاحب کتاب نے ذکر کو مقدم اس لئے بیان کیا کہ ذکر کلام میں اصل ہے اس لئے کہ ذکر کرنا متکلم کی مراد پر مکمل طور پر دلالت کرنے والا ہے، اور کلام میں اصل یہ ہے کہ اس انداز سے کلام کیا جاوے کہ متکلم کی پوری مراد مخاطبین کے سامنے آجاوے، اور یہ بات کما حقہ ہر ہر جزء کے ذکر سے حاصل ہوگی، اس لئے پہلے فصل فی الذکر کہہ کر ذکر اور اس کے دواعی کو مقدم بیان کیا۔

(۲) کلام کے تمام اجزاء میں سے پہلے مسند الیہ کو بیان کرنا مسند الیہ کی اہمیت کی وجہ سے ہے کہ وہ کلام کا اہم اور عمدہ رکن ہے کہ اس کے بغیر کلام وجود میں آ ہی نہیں سکتا۔

(۲) زِيَادَةُ التَّقْرِيْرِ وَالْإِيْضَاحِ نحوُ الشُّجَاعُ مَنْ خَالَفَ هَوَاهُ وَالشُّجَاعُ مَنْ اَطَاعَ مَوْلَاهُ۔

دوسرا سبب مسند الیہ کو زیادہ ثابت اور واضح کرنا، جیسے بہادر وہ ہے جو اپنی خواہشات کی مخالفت کرے اور بہادر وہ ہے جو اپنے مولی کی اطاعت کرے۔

تشریح:- مثال میں محل استشہاد دوسرا الشجاع ہے جس کو قرینہ کی مدد سے حذف کرنا چاہے تو کر سکتے ہیں، اس لئے کہ اس سے پہلے جملے میں الشجاع مذکور ہے، لیکن یہاں حذف نہیں کریں گے، اس لئے کہ ذکر کرنے کا قرینہ موجود ہے، اور وہ قرینہ یہ ہے کہ متکلم سامعین کے اذہان میں ایک بات ثابت اور محقق کرنا چاہتا ہے، اور اس کو وضاحت کے ساتھ پیش کرنا چاہتا ہے تاکہ اچھی طرح وضاحت کے ساتھ سامعین کے اذہان میں وہ بات راسخ ہو جاوے، جیسے مثال مذکور میں دوسری مرتبہ الشجاع لانے سے اس کا مقصود یہی ہے۔

(۳) التَّسْجِيْلُ عَلَى السَّامِعِ حَتّٰى لَا يَتَاَتّٰى لَهُ الْإِنْكَارُ كَمَا اِذَا قَالَ الْقَاضِيْ لِشَاهِدٍ هَلْ رَأَيْتَ زَيْدًا، هٰذَا يَفْعَلُ كَذَا، فَيَقُوْلُ نَعَمْ رَأَيْتُ زَيْدًا، هٰذَا يَفْعَلُ كَذَا۔

سامعین پر بات کو اس قدر پختہ کرنا کہ اس کے لئے انکار کی گنجائش نہ رہے، جیسا کہ جب قاضی نے گواہ سے کہا کیا آپ نے اسی زید کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کے جواب میں شاہد نے کہا، جی ہاں میں نے اسی زید کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

تشریح:- مسند الیہ کے ذکر کے اسباب میں سے ایک سبب تسجیل علی السامع ہے تسجیل علی السامع کا مطلب یہ ہے کہ بات کو اس قدر پختہ و محکم کر کے پیش کرنا کہ سامع کو اس سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہ رہے، بلکہ سامع کو وہ بات ماننی ہی پڑے، جیسے قاضی کے

سامنے کسی مقدمہ میں شاہد سے گواہی کا مطالبہ کرتے ہوئے قاضی شاہد سے سوال کرے، ھل رأیتَ زیدٌ اھذ ایفعل کذا تو شاہد جواب میں صرف نعم کہتا تو بھی بات درست ہوجاتی، لیکن اس نے نعم کے بجائے یوں جواب دیا، نعم رایت زید اُھذ ایفعل کذا، تاکہ سامع زید جو مشہود علیہ ہے بعد میں کبھی انکار نہ کرسکے، اور اس کے حق میں بات پختہ ہوجاوے، اگر شاہد صرف نعم سے جواب دیتا تو زید یوں کہہ سکتا تھا کہ شاہد کا گواہی دینا صحیح ہے کہ زید نے ایسا کیا ہے، لیکن وہ زید سے مراد، میں نہیں، بلکہ میرے علاوہ دوسرا شخص جو زید نامی ہے وہ مراد ہے، لیکن زید کو جواب میں ذکر کیا اور ساتھ ہی اشارہ کے ذریعہ زید کی ذات کو بھی متعین کردیا کہ یہی زید کے خلاف میری گواہی ہے، اب زید کے لئے کوئی انکار کی گنجائش نہ رہی۔

ضروری تنبیہ:- صاحب کتاب نے جو مثال پیش کی ہے اس سے تسجیل کا معنی ضرور حاصل ہوتا ہے لیکن مفعول بہ کے ذکر کرنے سے نہ کہ مسند الیہ کے ذکر سے، لہذا صاحب کتاب کو باب کے مناسب مسند الیہ کے ذکر سے تسجیل کا معنی ثابت ہوتا ہوا ایسی مثال پیش کرنی چاہئے تھی، مثلاً یہ مثال دینا باب کے مناسب تھا، قاضی سوال کرتا ھل اقر زیدٌ ھٰذا بأنّ علیہ کذا، اور شاہد جواب میں کہتا نعم، اقر زید ھٰذا باٌن علیہ کذا اس مثال میں جواب میں زیدٌ ھذا، مسند الیہ کا ذکر للتسجیل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

التَّعْرِیْضُ بِغَبَاوَةِ السَّامِعِ حَتّٰی لَا یَفْهَمَ عِنْدَ حَذْفِ شَیْءٍ مِنَ الْكَلَامِ نَحْوُ حَیَاةُ الْاِنْسَانِ شَقَاءٌ، حَیَاةُ الْاِنْسَانِ جِهَادٌ۔

سامعین کی غباوت وکند ذہنی پر تعریض یعنی تنبیہ کرنا، یہاں تک کہ کلام میں سے کسی چیز کے حذف کرنے کی صورت میں بات نہیں سمجھ سکے گا جیسے انسان کی زندگی مشقت ہے انسان کی زندگی جہاد ہے۔

تشریح:- مسند الیہ کے ذکر کا ایک سبب سامع کی غباوت اور اس کی کم عقلی پر کنائے طور پر تنبیہ کرنا ہے، جیسے مثال مذکور میں متکلم جب ایک مسند الیہ کے بارے میں دو

خبریں بیان کرنا چاہتا ہے، تو اس کو عطف کی صورت میں یوں کہنا چاہئے تھا، حیاۃ الانسان شفاء وجهادٌ لیکن اس کے بجائے دوسری خبر، اور مسند کا مسند الیہ مستقل ذکر کیا، اور کہا حیاۃ الانساء جهادٌ اس سے متکلم کا مقصود سامع پر تعریض کرنا ہے، یعنی سامع پر چوٹ کرنا ہے اور متنبہ کرنا ہے کہ اے مخاطب تو اتنا غبی اور کند ذہن ہے، کہ اگر مسند الیہ کو دوسری مرتبہ ذکر نہ کیا جاتا، تو تو نہ سمجھ پاتا کہ یہ مسند کا مسند الیہ کون ہے، اس لئے میں مسند الیہ کو ذکر کئے دیتا ہوں۔

(۵) لِلتَّبَرُّکِ وَالْاِسْتِلْذَاذِ نحوُ اللّٰہ رَبِّیْ، اللّٰہ حَسْبِیْ۔

برکت حاصل کرنے اور لذت حاصل کرنے کے لئے مسند الیہ کو ذکر کیا جاتا ہے، جیسے اللہ ربی، اللہ حسبی۔

تشریح:- دوسرا لفظ اللہ للتبرک والاستلذاذ ہے۔

(۶) لِلتَّعْظِیْمِ اَوِ التَّحْقِیْرِ اَوْ اِفَادَۃِ الْھَیْبَۃِ مِمَّا یُفِیْدُ ذٰلِکَ نحوُ قَوْلِکَ لِمَنْ یَسْأَلُکَ ھَلْ رَجَعَ الْقَائِدُ؟ فَتَقُوْلُ، رَجَعَ الْمَنْصُوْرُ اَوِ الْمَھْزُوْمُ اَوْ اَبُوْ الْھَیْجَاءِ۔

ترجمہ:- مسند الیہ کا ذکر تعظیم کے لئے یا تحقیر یا ہیبت کا فائدہ دینے کے لئے ہوتا ہے، ایسے الفاظ سے جو ان معانی کا فائدہ دیتے ہوں، جیسے تیرا اس شخص کو جو تجھ سے سوال کرے کیا قائد واپس آ گیا، یہ جواب دینا رجع المنصور یا رجع المھزوم کہنا یا رجع ابو الھیجاء کہنا یعنی لڑائی کا باپ واپس لوٹا۔

تشریح:- پہلے جواب میں المنصور مسند الیہ کا ذکر للتعظیم ہے اور دوسرے جواب میں للتحقیر ہے اور تیسرے میں لإفادۃ الھیبۃ ہے اور ہر مسند الیہ اس معنی کا فائدہ بھی دیتا ہے۔

وَمِنْ دَوَاعِیْ ذِکْرِ الْمُسْنَدِ مَا مَرَّ ذِکْرُہٗ فُوَیْقَ ھٰذا مِنْ

دَوَاعِیُ ذِکْرِ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ، اور مسند کے ذکر کے اسباب وہی ہیں جن کا ذکر اس سے پہلے ہوا، مسند الیہ کے ذکر کے اسباب کے عنوان سے۔

(۲) تَعْیِیْنُ کَوْنِهٖ فِعْلاً فَیُفِیْدُ التَّجَدُّدَ مُقَیَّدًا بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ عَلٰی اَخْصَرِ طَرِیْقٍ نَحْوُ عِلْمِیْ مَعِیْ حَیْثُمَا یَمَّمْتُ یَنْفَعُنِیْ۔

ترجمہ:- مسند کے فعل ہونے کو متعین کرنا تاکہ وہ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقید ہو کر تجدد کا فائدہ دیوے، مختصر طریقے پر جیسے، میرا علم میرے ساتھ ہے۔ جہاں کا میں ارادہ کرتا ہوں وہ مجھے نفع دیتا ہے۔

تشریح:- مسند کے اسباب بہت سے ہیں، ان میں سے بعض تو وہی ہیں جن کا ذکر مسند الیہ کے ذکر کے اسباب میں ہوا اور اس کے علاوہ بھی چند اسباب ہیں، مثلاً کبھی مسند کو ذکر کرنے سے یہ بتلانا ہوتا ہے کہ مسند فعل ہے، تاکہ وہ مسند فعل مختصر طریقے پر تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقید ہو کر تجدد کا فائدہ دیوے، یعنی اگر مسند کو اسم لاتے تو وہ بلا قرینہ زمانہ پر دلالت نہ کرتا اور فعل میں چونکہ زمانہ موجود ہوتا ہے اس لئے نفس صیغہ ہی سے زمانہ سمجھا جاوے گا، اس کے لئے کسی قرینۂ خارجیہ کی ضرورت نہ ہوگی، بخلاف اسم کے کہ وہ بلا قرینۂ خارجیہ کے زمانہ پر دلالت نہ کرے گا۔

مثلاً زید قائم الآن او غدا او امس دیکھئے اس مثال میں ہمیں زمانہ سمجھ میں آتا ہے، لیکن ایک قرینہ خارجیہ یعنی الآن یا غدا یا امس کے لفظ سے، اگر وہ قرینہ نہ ہو تو زمانہ سمجھا نہ جاوے گا، تو مسند کے اسم لانے اور فعل لانے میں یہ فرق ہوا کہ زمانہ دونوں سے سمجھا جا سکتا ہے، لیکن فعل سے بلا قرینہ کے اور ساتھ ہی عبارت مختصر، اس لئے کہ جب قرینہ نہ لائیں گے تو عبارت مختصر ہوگی، اور زمانہ سمجھا جائے گا، اور اسم سے زمانہ کا سمجھنا قرینہ پر موقوف ہوگا ساتھ ہی قرینہ خارجیہ کے ذکر کرنے وجہ سے اختصار نہ رہے گا، نیز مسند فعل

لانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ مسند فعل تجدد کا فائدہ دے، وہ اس طریقہ پر کہ چونکہ فعل میں زمانہ ہوتا ہے اور زمانہ کا وجود دفعۃً نہیں ہوتا، بلکہ تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے، تو جب زمانہ میں تجدد ہوا تو اس زمانہ میں پائے جانے والے فعل میں بھی تجدد لازم ہوگا اور وہ فعل دفعۃً نہیں پایا جائے گا، لہذا فعل اختصار کے ساتھ تجدد کا بھی فائدہ دے گا، جیسے کتاب میں مذکور مثال میں محلِ استشہاد ینفعنی ہے اور معنی یہ ہے کہ زمانہ مستقبل میں مجھے وہ علم بار بار نفع دیتا رہے گا ایک تو اس نے زمانہ پر دلالت کیا، اختصار کے ساتھ اور اس زمانہ میں تجدد ہے لہذا زمانے کے واسطے سے وہ فعل میں بھی تجدد ہوگا۔

(۳) تَعْيِيْنُ كَوْنِهٖ اِسْمًا فَيُفِيْدُ الثُّبُوْتَ مُطْلَقًا نحوُ الشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ۔

مسند کے اسم ہونے کو متعین کرنا تا کہ وہ اسم مطلق ثبوت کا فائدہ دیوے جیسے آفتاب روشن ہے۔

تشریح:- مسند کے ذکر کا ایک سبب یہ ہے کہ مسند کو ذکر کر کے یہ بتلانا ہوتا ہے کہ مسند اسم ہے تا کہ وہ اسم مطلق ثبوت کا فائدہ دیوے یعنی صرف اس بات کا فائدہ دیوے کہ یہ مسند، مسند الیہ کے لئے ثابت ہے، جیسے الشمس مشرقة اس مثال میں مشرقۃ کو اسم لائے تا کہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہو کہ روشن ہونا، آفتاب کے لئے ثابت ہے، اس میں کسی زمانہ کی قید نہیں۔

وَمِنْ دَوَاعِيْ ذِكْرِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ اِفَادَةُ تَعَلُّقِهٖ بِالْفِعْلِ لِوُقُوْعِ الْفِعْلِ عَلَيْهِ كَمَا يُذْكَرُ الْفَاعِلُ مَعَ الْفِعْلِ لِاِفَادَةِ وُقُوْعِهٖ مِنْهُ، وَهٰكَذَا يُقَالُ عَمَّا سِوَى الْمَفْعُوْلِ مِنَ الْقُيُوْدِ۔

مفعول بہ کے ذکر کے اسباب میں سے ایک سبب فعل کے ساتھ اس کے تعلق کا فائدہ دینا، فعل کے اس پر واقع ہونے کے اعتبار سے، جیسا کہ فعل کے ساتھ فاعل کو ذکر کیا

جاتا ہے، فاعل سے فعل کے واقع ہونے کا فائدہ دینے کے لئے، اسی طرح مفعول کے علاوہ دوسری قیود میں بھی کہا جائے گا۔

تشریح:۔مفعول بہ کے ذکر کا سبب یہ ہے کہ اس کو ذکر کرکے یہ بتلانا ہوتا ہے کہ اس کا تعلق فعل کے ساتھ فعل کے اس پر واقع ہونے کے اعتبار سے ہے جیسا کہ فاعل کو ذکر کرنے سے یہ بتلانا ہوتا ہے کہ فعل کا اس کے ساتھ تعلق اس اعتبار سے ہے کہ فعل فاعل سے واقع اور صادر ہو رہا ہے، اسی طرح دوسری قیود میں بھی سمجھ لو، مثلاً مفعول فیہ کو اس لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ بتلایا جاوے کہ فعل کے ساتھ اس کا تعلق فعل کے اس میں وقوع کے اعتبار سے ہے وغیر ذلک۔

اَسئلۃٌ

(۱) مَا الْاَصْلُ فِی الْمُسْنَدِ اِلَیْہِ ؟ مسند الیہ میں اصل کیا ہے؟ جواب ذکر اصل ہے۔

(۲) مَا الْاَغْرَاضُ الَّتِیْ تَدْعُوْ اِلٰی ذِکْرِہٖ؟ وہ اغراض کیا ہیں جو مسند الیہ کے ذکر کا تقاضا کرتی ہیں؟

(۳) مَا الْاَصْلُ فِی المسندِ ولِمَ یُؤتٰی بِہٖ فِعْلًا؟ مسند میں اصل کیا ہے اور مسند کو فعل کیوں لایا جاتا ہے؟

(۴) مَا الدَّاعِیْ لِذِکْرِ الْمَفْعُوْلِ بِہٖ وَغَیْرِہٖ مِنَ الْقُیُوْدِ؟ مفعول بہ اور اس کے سوا دوسری قیود کے ذکر کے اسباب کیا ہیں؟ (ضروری تنبیہ) صرف انھیں سوالات کے جوابات درج کئے جائیں گے، جو پیچیدہ ہیں اور مابقیہ کا صرف ترجمہ کیا جائے گا، نیز ان کے جوابات طلبہ ہی سے حل کرائے جائیں، اسی طرح تمرینات بھی طلبہ ہی سے حل کرائیں۔

تمرین

بَيِّنْ دَوَاعِيَ الذِّكْرِ فِيمَا يَأْتِيْ ۔ آنے والے جملوں میں ذکر کے دواعی بیان کرو۔

(۱) الرَّبُّ اَعْطٰی، وَالرَّبُّ اَخَذَ فَلْيَكُنْ اِسْمُ الرَّبِّ مُبَارَكًا۔ رب ہی نے دیا اور رب ہی لینے والا ہے، اسی لئے رب کا نام برکت والا ہے، دوسرے رب مسند الیہ کا ذکر للتبرک ہے۔

(۲) هٰؤُلَاءِ كَتَبُوْا وَهٰؤُلَاءِ اَفَادُوْا۔ ان سب نے لکھا اور ان سب نے فائدہ پہنچایا، دوسرا ھٰؤلاء (مسند الیہ) کا ذکر للتقریر والایضاح، اگر نہ بھی ذکر کرتے تو پہلے اس کا ذکر ہونا وہ قرینہ ہوتا اور سمجھ میں آجاتا۔

(۳) اَلْاُسْتَاذُ شَرَحَ الدَّرْسَ وَالْاُسْتَاذُ اَمَرَنَا بِحِفْظِهٖ۔ استاذ نے سبق کی تشریح کی، اور استاذ نے ہمیں اس کے یاد کرنے کا حکم دیا، دوسرا الاستاذ مسند الیہ کا ذکر للتعظیم والھیبۃ ہے۔

(۴) هَلْ جَاءَ زَيْدٌ ؟ نَعَمْ جَاءَ فَخْرُ الدَّوْلَةِ اَوْ قَدِمَ غَامِطُ النِّعْمَةِ۔ کیا زید آیا، ہاں فخر الدولۃ آیا یا نعمت کی ناشکری کرنے والا آیا، جواب میں فخر الدولہ مسند الیہ کا ذکر للتعظیم یا قدم غامط النعمۃ جواب دینے کی صورت میں غامط النعمۃ مسند الیہ کا ذکر للتحقیر۔

(۵) فُؤَادُ هٰذَا تَكَلَّمَ بِغِيَابِ الْاُسْتَاذِ ، اسی فواد نے استاذ کی غیر حاضری میں بات کی، فواد ھذا مسند الیہ کا ذکر للتجیل ہے۔

(۶) اَوَّلُ الْغَضَبِ جُنُوْنٌ وَاٰخِرُهٗ نَدَمٌ، غصہ کی ابتدا جنون ہے اور اس کی انتہاء ندامت ہے، مسند الیہ کا ذکر لعدم وجود العلۃ ہے

(۷) اَوَّلُ الْاِنْسَانِ تُرَابٌ وَاٰخِرُ الْاِنْسَانِ تُرَابٌ، انسان کی ابتداء بھی مٹی ہے اور اس کی انتہاء بھی مٹی ہے، اخر الانسان میں مضاف الیہ کا ذکر للتعریض بغباوۃ السامع ہے۔

(۸) فَعَبَّاسُ یَصُدُّ الْخَطْبَ عَنَّا، وَعَبَّاسُ یُجِیْرُ مَنِ اسْتَجَارَا، پس عباس روکتا ہے ہم سے مکروہات کو، اور عباس پناہ دیتا ہے اس کو جو پناہ طلب کرے۔ عباس ثانی مسند الیہ کا ذکر للاستلزاز۔

(۹) هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰهِ کُلِّهِمْ
هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ (قول الفرزدق)

یہ اللہ کے تمام بندوں میں بہترین شخص کا صاحبزادہ ہے، یہ پاک صاف ستھرا نشان ہے۔

مسند الیہ ھذا کا ذکر للتعظیم ہے۔

(۱۰) وَنَحْنُ التَّارِکُوْنَ لِمَا سَخِطْنَا وَنَحْنُ الْاٰخِذُوْنَ لِمَا رَضِیْنَا

ہم جس چیز کو ناپسند کرتے ہیں چھوڑ دیتے ہیں اور ہم جس کو پسند کرتے ہیں لے لیتے ہیں، مسند الیہ نحن کا ذکر لزیادۃ التقریر۔

(۱۱) اَمَا وَالَّذِیْ اَبْکٰی وَاَضْحَکَ وَالَّذِیْ اَمَاتَ وَاَحْیٰ وَالَّذِیْ اَمْرُهُ الْاَمْرُ

خبردار قسم ہے اس کی جس نے رلایا اور اور ہنسایا اور اس کی جس نے موت وحیات دی، اور اس کی جس کا حکم ہی حکم ہے والذی جو مسند الیہ کا مرجع ہے اس کا ذکر لزیادۃ التقریر والایضاح۔

فصل فی الحذف

یہ فصل ہے حذف کے بیان میں

دَوَاعِیُ حَذْفِ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ (۱) اِخْفَاءُ الْاَمْرِ عَنْ غَیْرِ الْمُخَاطَبِ نحوُ حَضَرَ تُرِیْدُ شَخْصًا مَعْهُوْدًا، بَیْنَکَ وَبَیْنَ مُخَاطَبِکَ۔

مسند الیہ کے حذف کے اسباب یہ ہیں۔(۱) مخاطب کے علاوہ سے معاملہ کو چھپانا جیسے حضر جبکہ تو ارادہ کرے ایسے شخص کا جو تیرے اور تیرے مخاطب کے درمیان معلوم ہے۔

تشریح:۔مسند الیہ کے حذف کا ایک سبب یہ ہے کہ مخصوص مخاطب کے علاوہ دوسرے لوگوں سے بات کو چھپانا ہو، اس وقت مسند الیہ کو حذف کردیں گے، مثلاً کسی معین شخص کے بارے میں تیرے اور مخاطب کے درمیان پہلے چرچا ہو چکا ہے، اور وہ شخص آنے والا تھا، اب اس شخص کی آمد پر تو چاہتا ہے کہ اس کے آنے کی خبر مخاطب کو پہنچادوں لیکن مخاطب دوسرے اشخاص کے درمیان بیٹھا ہوا ہے، تو تو بات کو چھپانے کے لئے اتنا کہے گا حضر، بمعنی وہ آگیا تو مخاطب فوراً سمجھ جاوے گا کہ کون آگیا اور دوسرے لوگوں سے اس مسند الیہ کو چھپانا بھی ہوگیا۔

(۲) ضَیْقُ الْمَقَامِ اِمَّا لِتَوَجُّعٍ، کَقَوْلِهٖ:

قَالَ لِیْ کَیْفَ اَنْتَ؟ قُلْتُ عَلِیْلٌ سَهَرٌ دَائِمٌ وَحُزْنٌ طَوِیْلٌ

اَوْحَذْرًا مِنْ فَوَاتِ فُرْصَةٍ نَحْوُ قَوْلِکَ: لِلصَّیَّادِ غَزَالٌ۔

ترجمہ:۔ مقام کا تنگ ہونا یا تو مقام کی تنگی درد اور تکلیف کے سبب سے ہوگی جیسے اس کا قول اس نے مجھ سے کہا کیسے ہو تم، میں نے کہا بیمار ہوں، مسلسل بیداری اور لمبا غم ہے یا مقام کی تنگی فرصت کے فوت ہونے کے ڈر سے ہوگی جیسے تیرا قول شکاری سے "ہرن"۔

تشریح:۔مسند الیہ کے حذف کا دوسرا سبب مقام کلام کا تنگ ہونا ہے کہ موقع اور

محل ایسا ہے جو لمبے کلام کی گنجائش نہیں رکھتا، اب وہ مقام کا تنگ ہونا کبھی تو درد اور تکلیف کی وجہ سے ہوگا کہ اس وقت عام طور پر آدمی زیادہ بولنا نہیں چاہتا ہے جیسے اس کی مثال یہ شعر ہے کہ اس میں شاعر نے کیف انت کے جواب میں صرف علیل کہا، اور مسند الیہ انا کو درد اور بے چینی کی وجہ سے چھوڑ دیا، یہاں ایک اعتراض ہوسکتا کہ جب شاعر کو اتنا لمبا جواب دینے میں درد اور تکلیف حائل اور مانع نہ بنا تو صرف لفظ انا کہنے میں کون سی رکاوٹ پیش آئی جس کی وجہ سے مسند الیہ کو چھوڑ دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ شاعر کا یہ شعر شفایابی کے بعد بطور حکایت کے مذکور ہے، ورنہ بیماری کی حالت میں تو اس نے صرف علیل سے ہی جواب دیا تھا، اور دوسرا کوئی لفظ ذکر نہ کیا تھا، اور تنگی مقام یا تو فرصت کے فوت ہونے کے ڈر سے ہوگی کہ اگر مسند الیہ ذکر کیا گیا تو موقع ہاتھ سے نکل جائے گا، اور مقصود فوت ہوجائے گا، جیسے کوئی شکاری شکار کی تلاش میں ہو اور اس کا رفیق شکار کو دیکھ لیوے ایسی صورت میں اگر قرأت سے کہے گا ھٰذا غزال تو اتنے میں وہ ہرن کے بھاگ جانے کا خطرہ ہے، لہٰذا وقت اتنا نازک ہے کہ خالص مقصود کو ذکر کیا جاوے، اور باقی تمام باتوں کو چھوڑ دیا جاوے، چنانچہ اس نے ھٰذا مسند الیہ کو حذف کر کے صرف غزال کا ذکر کیا۔

(۳) اَلْمُحَافَظَةُ عَلٰی وَزْنٍ اَوْ قَافِیَةٍ کَقَوْلِهٖ۔

نَعَبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ بَیْنٌ عَاجِلٌ   مَا شِئْتُ اِذْ رَحَلَ الْاَحِبَّةُ فَانْعَبْ

ترجمہ:- وزن یا قافیہ کی حفاظت کرنا جیسے شاعر کا قول: کوے نے شور مچایا تو میں نے کہا جدائی بہت جلد ہونے والی ہے، اس کو میں نہیں چاہتا، جب دوست چلے جاوے تب شور مچانا۔

تشریح:- مسند الیہ کے حذف کا تیسرا سبب وزن یا قافیہ کی حفاظت کرنا ہے اگر مسند الیہ کو ذکر کیا جاوے تو وزن شعر یا قافیہ میں خلل واقع ہو، وزن اس قانون کا نام ہے کہ شعراء اپنے اشعار کی تالیف میں جس کی رعایت کرتے ہیں اور اسی کے مطابق اپنے اشعار کو

ذکر کرتے ہیں وہ اوزان جن کی شعراء رعایت کرتے ہیں، سولہ ١٦ ہیں، جن میں پندرہ اوزان کو خلیل نے وضع کیا ہے اور ایک وزن کو اخفش نے، اور قافیہ نام ہے ابیات کے اخیری حرف کو ایک جیسا لانے کا، وزن: شعر کی مثال کتاب میں مذکور ہے، نصب الغراب فقلت بینٌ عاجل اصل میں ھٰذا بین عاجلٌ تھا لیکن وزن کی رعایت میں مسند الیہ ھٰذا کو حذف کر دیا۔

(۴) اِتِّبَاعًا لِلْاِسْتِعْمَالِ نحوُ رَمِيَّةٌ مِنْ غَيْرِ رَامٍ۔ ابتاعٌ للاستعمال جیسے یہ تیراندازی کرنا ہے تیر پھینکنے والے کے علاوہ سے۔

تشریح:- کسی کہاوت اور ضرب المثل کو نقل کرنا اور ضرب المثل کو اسی انداز سے ذکر کرنا واجب ہے، اگر وہ مسند الیہ کے حذف کے ساتھ مشہور ہے تو ہم بھی اسی استعمال کی اتباع میں مسند الیہ کو حذف کر دیں گے، جیسے کسی ناتجربہ کار سے کوئی کام اتفاقاً ٹھیک ہو جائے اس وقت بولتے ہیں رمیۃ من غیر رام اس مثل میں ہٰذہ مسند الیہ محذوف ہے، لہٰذا اسی کی اتباع میں ہم بھی حذف کر دیں گے۔

(۵) كَوْنُ الْمُسْنَدِ لَا يَلِيقُ اِلَّا بِهٖ نحوُ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَخَلَّاقٌ لِمَا يُرِيدُ۔

مسند کا لائق نہ ہونا مگر مسند الیہ ہی کے لئے جیسے جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا اور جو چاہے پیدا کرنے والا ہے۔

تشریح:- جب مسند کسی اور مسند الیہ کے لائق ہی نہیں تو بغیر ذکر کے بھی وہ مسند الیہ سمجھ میں آجائے گا لہٰذا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، جیسے عالم الغیب والشهادة وخلاق لما یرید، ای اللّٰہ تعالیٰ عالم الغیب الخ۔

(٦) يُعَدُّ مِنَ الْحَذْفِ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اِلٰى نَائِبِ الْفَاعِلِ لِلْعِلْمِ بِهٖ اَوِ الْجَهْلِ وَالْخَوْفِ مِنْهُ اَوْ عَلَيْهِ نحوُ خُلِقَ الْاِنْسَانُ، وَاخْتُرِعَ

الْحِسَابُ، وَسُرِقَ الْبَيْتُ.

ترجمہ:- مسند الیہ کے حذف کی صورتوں میں سے فعل مجہول کی، نائب فاعل کی طرف اسناد کرنا ہے، فاعل کے معلوم ہونے کی وجہ سے یا مجہول ہونے کی وجہ سے یا فاعل سے یا فاعل پر خوف کی وجہ سے، جیسے انسان پیدا کیا گیا، حساب گھڑ لیا گیا، اور گھر چرایا گیا۔

تشریح:- مسند الیہ کے حذف کی ایک صورت یہ ہے کہ فعل مجہول کی نسبت نائب فاعل کی طرف کی جائے تو اگر چہ نحوی ترکیب کے اعتبار سے تو مسند الیہ مذکور ہے اور وہ نائب فاعل ہے، لیکن حقیقت میں مسند الیہ جو اس فعل کا فاعل ہے وہ محذوف ہے اب اس کا حذف کبھی تو اس لئے ہوتا ہے کہ وہ پہلے ہی سے معلوم ہے جیسے خلق الانسان میں مسند الیہ لفظ اللہ کو حذف کر دیا للعلم بہ، یا اس کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مسند الیہ فاعل محذوف ہوتا ہے جیسے اخترع الحساب، اس میں اخترع کا فاعل معلوم ہی نہیں اس لئے نائب فاعل کی طرف فعل کی اسناد کر دی گئی، یا کبھی مسند الیہ فاعل کو حذف اس لئے کرتے ہیں کہ ذکر کی صورت میں فاعل سے خطرہ ہے کہ کوئی تکلیف وگزند پہنچائے گا، یا اس پر خطرہ ہے کہ اگر ذکر کیا گیا تو لوگ اس کو مار مار کر سور بنا دیں گے، جیسے: سرق البیت، یہ دونوں کی مثال ہے کہ اگر فاعل کا نام لیں گے تو یا تو متکلم کو اس خطرہ ہے یا خود فاعل پر خطرہ ہے۔

وَمِنْ دَوَاعِي حَذْفِ الْمُسْنَدِ:

تَعَلُّقُ غَرَضٍ بِتَرْكِهِ مِمَّا مَرَّ فِيْ حَذْفِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ كَالْمُحَافَظَةِ عَلٰى وَزْنٍ كَقَوْلِهِ:

نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا وَاَنْتَ بِمَا ... عِنْدَكَ رَاضٍ وَالرَّأْيُ مُخْتَلِفٌ

ترجمہ:- اور مسند الیہ کے حذف کے اسباب میں سے ایک سبب مسند الیہ کے حذف کی مذکورہ بالا وجوہ میں سے کسی غرض کا مسند کے حذف سے متعلق ہونا، مثلاً وزن کی محافظت جیسے شاعر کا قول ہم اس پر راضی ہیں، جو ہمارے پاس ہے اور تم جو تمہارے پاس

ہے اس پر راضی ہو، اور رائیں مختلف ہیں۔

تشریح:۔ مسندالیہ کے حذف کے اسباب ذکر کرنے کے بعد مسند کے حذف کے اسباب ذکر کئے جارہے ہیں، ایک تو مسند کے حذف کے وہ تمام اسباب جو مسندالیہ کے حذف کے بیان میں مذکور ہوئے وہ اسباب اگر مسند میں پائے نہیں جاتے ہیں تو مسند کو بھی ان اسباب کی وجہ سے حذف کردیں گے، مثلاً ان اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ کبھی مسند کا حذف وزن شعر کی حفاظت کے خاطر ہوگا، جیسے مذکورہ شعر میں۔

نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا وَاَنْتَ بِمَا عِنْدَکَ رَاضٍ وَالرَّاْیُ مُخْتَلِفٌ

اس شعر میں عندنا کے بعد نحن کا مسند راضون کو حذف کردیا بعد میں آنے والے راضٍ کے قرینہ سے اور حذف اس لئے کیا کہ ذکر کی صورت میں یقیناً وزن شعر میں خلل واقع ہوتا کہ پہلا مصرعہ دوسرے مصرعہ سے لمبا ہوجاتا۔

وَاِتِّبَاعًا لِلْاِسْتِعْمَالِ نَحْوُ لَوْلَا الْوِئَامُ لَهَلَکَ الْاَنَامُ۔

اور اتباعًا للاستعمال جیسے اگر موافقت نہ ہوتی تو مخلوق ہلاک ہوجاتی۔

تشریح:۔ اصل میں لولا الوئام موجود لھلک الانام تھا، موجود مسند کو حذف کردیا اتباعًا للاستعمال، وئام کے معنی **موافقة الناس بعضهم بعضاً فی الصحبة أو المعاشرة۔**

(۲) دَلَالَةُ قَرِيْنَةٍ عَلَيْهِ مَذْكُوْرَةٍ فِی كَلَامِ الْمُتَكَلِّمِ نحوُ زيدٌ قائمٌ وعمروٌ ای قائمٌ اَوْ فِی كَلَامِ غَيْرِهٖ نحوُ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا؟ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ، اَیْ يُعِيْدُكُمُ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ۔

ترجمہ:۔ مسند کے حذف پر کسی قرینہ کی دلالت کرنا جو قرینہ متکلم کے کلام میں مذکور ہو، جیسے زیدٌ قائمٌ وعمروٌ ایْ قَائمٌ یا متکلم کے علاوہ دوسرے کے کلام میں (قرینہ موجود ہو) جیسے وہ لوگ سوال کریں گے کہ کون ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا؟ آپ فرمادیجئے

وہی جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا ہے یعنی یعید کم الذی فطر کم۔

تشریح:۔مسند کے حذف کا ایک سبب یہ ہے کہ متکلم کے کلام میں یا اس کے مخاطب کے کلام میں مسند کے حذف پر کوئی قرینہ دلالت کرنے والا موجود ہو، اس وقت مسند کو حذف کردیں گے۔

متکلم کے کلام میں قرینہ موجود ہو اس کی مثال زید قائم وعمرو، اس مثال میں معطوف علیہ جملہ میں قائم، مسند کا ذکر قرینہ ہوگا کہ عمرو کا مسند بھی قائم ہے، اور متکلم کے علاوہ کے کلام میں قرینہ مذکور ہو اس کی مثال، جیسے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار ومشرکین کے سامنے بعث بعد الموت کا تذکرہ کیا جس کو کفار نے بعید از عقل سمجھا، لہٰذا انہی کا حال بیان کرتے ہوئے قرآن ناطق ہے کہ فسیقولون من یعیدنا، کہ وہ اب آپ سے سوال کریں گے کہ آپ جو کہہ رہے ہیں کہ ہم مرکر مٹی ہوجائیں گے اور ہمارے ذرات مٹی میں مل جائیں گے، پھر کونسی ایسی قدرت والی ذات ہے جو ہمیں دوبارہ زندہ کرے گی، آپؐ سے فرمایا گیا کہ آپ جواباً ان لوگوں سے کہہ دیجئے الذی فطر کم اول مرۃ تو اس جواب میں مسند یعید محذوف ہے اور اس پر قرینہ سائل کے سوال میں فعل کا ذکر کرنا ہے۔

وَمِنْ دَوَاعِیْ حَذْفِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ۔

(۱) اَلْمُحَافَظَةُ عَلٰی وَزْنٍ اَوْ سَجْعٍ نَحْوُ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔

ترجمہ:۔مفعول بہ کے حذف کے اسباب میں سے وزن یا سجع کی محافظت ہے جیسے آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے بیزار ہوئے، اور البتہ آخرت آپ کے لئے بہتر ہے دنیا سے۔

تشریح:۔یہاں سے مفعول بہ کے حذف کے اسباب ذکر کئے جارہے ہیں، پہلا سبب وزن شعر یا سجع کی حفاظت کے خاطر مفعول بہ کو حذف کیا جاتا ہے، وزن شعر کا معنی

پہلے جان چکے، اور سجع کہتے ہیں ایک لمبے جملے کو ذکر کرنا جن کے تمام فقروں کا آخر ایک جیسا ہو۔ جیسے وَالضُّحٰی واللیل اذا سجٰی ما ودَّعک ربک وما قلٰی، وللآخرة خیرٌ لک من الاولٰی، اس میں ملاحظہ فرمائیں تیسرا فقرہ ما ودعک ربک وما قلٰی میں سے مفعول بہ ک کو حذف کردیا اصل میں وما قلاک تھا، اور یہ حذف سجع کی حفاظت کے لئے ہے۔

(۲) التَّعْمِیْمُ مَعَ الْاِخْتِصَارِ نحوُ واللہ یدعو اِلی دار السلام اَیْ جمیع عبادِہٖ۔

ترجمہ:- اختصار کے ساتھ عمومیت کے معنی کا لحاظ رکھنا جیسے اللہ تعالیٰ بلاتے ہیں سلامتی کے گھر کی طرف یعنی اپنے تمام بندوں کو۔

تشریح:- حذف مفعول بہ کا ایک سبب تعمیم مع الاختصار ہے جیسے مثال مذکور میں مفعول بہ جمیع عبادہ حذف کردیا اور اس سے مقصد تعمیم بھی ہے کہ متکلم جو معنی مراد لینا چاہے لیوے کہ کس کو بلاتے ہیں یعنی جتنے بھی مرد ہیں اور عورتیں سب کو، اور ساتھ ہی اختصار بھی مقصود ہے جب کہ یہ تعمیم کا معنٰی کسی عام کلمہ کے ذکر کی صورت میں بھی حاصل ہوتا لیکن اختصار باقی نہ رہتا۔

(۳) تَنْزِیْلُ الْفِعْلِ الْمُتَعَدِّیْ مَنْزِلَةَ اللَّازِمِ لِعَدَمِ تَعَلُّقِ الْغَرَضِ بِالْمَعْمُوْلِ نحوُ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ:- فعل متعدی کو لازم کے درجہ میں اتار دینا، معمول (مفعول بہ) کے ساتھ کسی غرض کے متعلق نہ ہونے کی وجہ سے، جیسے کیا علم والے اور وہ لوگ جو بے علم ہیں برابر ہو سکتے ہیں۔

تشریح:- مفعول بہ کے حذف کا تیسرا سبب مفعول بہ کے ساتھ فعل متعدی کی کوئی

خاص غرض وابستہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو فعل لازم کے درجہ میں اتار دیا جاتا ہے اور اس فعل متعدی کو ایسا مانا جاتا ہے گویا اس کو مفعول بہ کی ضرورت نہیں، جیسے مثال مذکور میں یعلمون اور لا یعلمون کا مفعول بہ دین ہے، جو معلوم اور متعین ہے اور اس کے ذکر کرنے کے ساتھ کوئی غرض وابستہ نہیں، لہذا مفعول بہ کو حذف کر دیا۔

(۴) طَلَبًا لِلْاِخْتِصَارِ نحوُ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ اَیْ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ۔

ترجمہ:- مفعول بہ کا چوتھا سبب طلبا للاختصار ہے جیسے وہ معاف کر دیتا ہے جس کے لئے چاہے یعنی گناہوں کو۔

تشریح:- الذنوب کا حذف اختصار کی غرض سے ہے اور بغیر ذکر کے وہ سمجھ میں آجاتا ہے۔

(۵) تَوْطِئَةً لِلْاِيْضَاحِ بَعْدَ الْاِبْهَامِ نحوُ مَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ اَیْ مَنْ شَاءَ الْاِيْمَانَ۔

ترجمہ:- ابہام کے بعد وضاحت کرنے والے جملہ کی تمہید کے لئے جیسے جس کا جی چاہے ایمان لے آوے۔

تشریح:- یعنی مفعول بہ کو حذف کرو تا کہ ابہام پیدا ہو پھر بعد میں ایسا جملہ لاؤ جو اس ابہام کو دور کرے تو مفعول بہ کا حذف کرنا اسی مفعول بہ کو واضح کرنے والا بعد میں آنے والے جملے کی تمہید کے لئے ہوا اور ایسا کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ ابہام کے بعد جب وضاحت کی جاوے گی تو وہ بات سامعین کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائے گی، اس لئے کہ ابہام سے شوق پیدا ہوگا اور شوق کے بعد آنے والی بات اوقع فی النفس ہوتی ہے، جیسے من شاء اس کا مفعول بہ الایمان حذف کر دیا تو ابہام پیدا ہوا کہ کیا چاہے؟ پھر اسی کی وضاحت فلیؤمن سے کی گئی۔

(٦) تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ، نحوُ يَمْحُو اللهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ اَیْ يثبت ما يشاء۔

ترجمہ:- مفعول بہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہو، جیسے اللہ تعالیٰ ہی مٹاتے ہیں جو چاہے اور ثابت کرتے ہیں یعنی ثابت کرتے ہیں جو چاہے۔

تشریح:- یثبت سے پہلے ما یشاء مفعول کا ذکر ہو چکا ہے اس لئے یثبت کا مفعول بہ حذف کر دیا۔

☆☆☆☆

اسئلة

(١) وَضِّحْ دَوَاعِیَ حَذْفِ الْمُسْنَدِ اِلَیْہِ؟ مسند الیہ کے حذف کے اسباب کی وضاحت کرو؟

(٢) وَضِّحْ دَوَاعِیَ حَذْفِ الْمُسْنَدِ؟ مسند کے حذف کے اسباب کو بیان کرو؟

(٣) وَضِّحْ دَوَاعِیَ حَذْفِ الْمفعولِ بِہٖ؟ مفعول بہ کے حذف کے اسباب کو ذکر کرو؟

تمرین

اَشِرْ اِلَی الْمَحْذُوفِ وَاذْكُرْ دَوَاعِیَ حَذْفِهٖ فیما یَاْتِیْ۔

آنے والے جملوں میں محذوف کی طرف اشارہ کرو اور اس کے حذف کے اسباب کو ذکر کرو۔

(۱) لَعَمْرِکَ لَاَفْعَلَنَّ ۔ تیری عمر کی قسم میں ضرور ایسا کروں گا، اصل میں لعمرک قسمی تھا، قسمی مسند الیہ محذوف اتباعاً للاستعمال، نیز لأ فعلنّ کا مفعول بہ محذوف للعلم بہ۔

(۲) لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ. یہ تقویٰ کا لباس ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے، اصل میں ھذا الباس الخ تھا ھذا مسند الیہ محذوف ہے للقرینۃ التی فی کلام المتکلم، ای وانزلنا علیکم لباسًا یُواری سَوْاٰتِکُمْ وریشًا الآیۃ)

(۳) سَمْعٌ وَطَاعَۃٌ، ہمارا کام سننا اور ماننا ہے، اَمرُ نا مسند الیہ محذوف، اتباعاً للاستعمال۔

(۴) اللہ یعلمُ اَنّیْ لَا اَکْذِبُ، اللہ جانتا ہے میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں، اصل میں لا اکذب قولاً تھا مفعول بہ محذوف، لتنزیل الفعل المتعدی منزلۃ اللازم او للعلم بہ۔

(۵) اَلْحَیَّۃَ اَلْحَیَّۃَ۔ سانپ، سانپ۔ اتق مسند الیہ و مسند دونوں محذوف، یا ھذہ مسند الیہ محذوف حذراً من فوات فرصۃ، اگر مخاطب کو سانپ کے متعلق کوئی خبر نہ ہو تو یہ تحذیر کے قبیل سے ہو کر اتق محذوف ہوگا، اور اگر دیکھنے کے بعد اس کی تلاش ہو رہی ہو پھر ایک نے دیکھ کر دوسرے کو بتانے کے لئے کہا کہ سانپ سانپ لہٰذا اس وقت مسند الیہ ھذہ محذوف ہوگا۔

(۶) غَفَّارٌ لِلذُّنُوْبِ ، گناہوں کو بخش دینے والا ہے، مسند الیہ محذوف لان المسند لایلیق الا باللہ تعالیٰ، اصل میں اللہ غفار للذنوب تھا۔

(۷) اَلْحَمْدُ للہ الْحَمِیْدِ، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو ستودہ صفات والا ہے، للہ کا متعلق ثابت محذوف ہے جو مسند ہے، اتباعاً للاستعمال

(۸) اُمٌّ فَرَشَتْ فَاَنَامَتْ۔ ماں نے بستر بچھایا پھر سلایا، انامت کا مفعول بہ محذوف ہے، صَبِیًّا، طلباً للاختصار۔

(۹) بَقْبَقَۃٌ فِیْ زَقْزَقَۃٍ، ہنسی میں زیادہ کلام کرتا ہے، ھذہ مسند الیہ محذوف، اتباعاً للاستعمال

(۱۰) زُيِّنَ فِیْ عَيْـنِ وَالِدِ وَلَدُهٗ ۔ باپ کی نگاہ میں اس کالڑکا مزین کیا گیا، زین کا فاعل محذوف للعلم بہ، ای زیَّن اللہ تعالیٰ فی عین والدہ الخ۔

(۱۱) کلامٌ کَالْعَسَلِ وَفِعْلٌ کَالْاَسَلِ، بات شہد کی طرح ہے اور کام تیز تلوار کی طرح ہے، ھٰذا مسند الیہ محذوف اتباعًا لاستعمال۔

(۱۲) لَوْلَا الْوِئَامُ لَهَلَکَ الْاَنَامُ ۔ اگر موافقت نہ ہوتی تو مخلوق ہلاک ہو جاتی، ای لولا الوئام موجود، موجود مسند محذوف اتباعًا للاستعمال۔

(۱۳) رَمِيَّةٌ مِنْ غَيْرِ رَامٍ ۔ تیراندازی کرنا ہے بغیر تیر اندازی کرنے والے کے، ھٰذہ مسند الیہ محذوف اتباعًا للاستعمال۔

(۱۴) فَعَّالٌ لِمَا يَشَاءُ، کرنے والا ہے جو چاہے، مسند الیہ محذوف لان المسند لایلیق الا بہ ای باللہ تعالیٰ۔

ہے۔

(۱۵) عَلٰی اَنَّنِیْ رَاضٍ بِاَنْ اَحْمِلَ الْهَوٰی وَاَخْـرُجَ مِنْـهُ لَا عَلَیَّ وَلَا لِيَا

اس کے باوجود میں اس بات پر راضی ہوں کہ میں عشق کی محبت کو برداشت کرتا رہوں، اور اس سے اس طرح نکل جاؤں کہ نہ نقصان ہو میرا اور نہ فائدہ، اصل میں لا ضَرَرَ عَلَیَّ وَلَا نفع لی تھا، حذف المسند الیہ لمحافظۃ الوزن۔

(۱۶) لَوْلَا اِشْتِعَالُ النَّارِ فِيْمَا جَاوَرَتْ مَا کَانَ يُعْرَفُ طِيْبُ عَرْفِ الْعُوْدِ

اگر آگ کا بھڑکنا نہ ہوتا ان چیزوں میں جو پڑوس میں ہے تو نہ پہچانی جاتی عود کی لکڑی کی خوشبو۔

اصل میں لولا اشتعال النار موجود تھا، موجود مسند کو محذوف کر دیا للمحافظۃ، طیب اور عرف دونوں کا معنی خوشبو۔

(۱۷) شَكَا اِلَيَّ جَمَلِيْ طُوْلَ السُّرٰى　　صَبْرٌ جَمِيْلٌ فَكِلَانَا مُبْتَلٰى

شکایت کی مجھ سے میرے اونٹ نے لمبے سفر کی تو میں نے کہا صبر اچھا ہے اس لئے کہ ہم دونوں ہی مبتلا ہے۔ اصل میں طول السری کے بعد (فقلت لہ) امرنا مسند الیہ محذوف ہے، للمحافظۃ۔

(۱۸) بَرِّدْ حَشَایَ اِنِ اسْتَطَعْتَ بِلَفْظَةٍ　　فَلَقَدْ تَضُرُّ اِذَا تَشَاءُ وَتَنْفَعُ

میرے دل کو ٹھنڈا رکھ ایک لفظ سے، اگر تو اس کی طاقت رکھ سکتا ہو، اس لئے کہ تو جب چاہتا ہے نقصان دیتا ہے اور نفع دیتا ہے۔

اصل میں فلقد تضرنی اذا تشاء وتنفعنی تھا۔ مفعول بہ محذوف، طلباً للاختصار اور للتعمیم مع الاختصار۔

(۱۹) خَلِيْلَيَّ اِمَّا اَنْ تُعِيْنَا وَتُسْعِدَا　　وَاِمَّا كَفَافًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِيَا

اے مرے دونوں دوست یا تو ہماری مدد و نصرت کرو یا برابر رہو نہ مجھے نقصان پہنچاؤ اور نہ نفع۔

مسند الیہ محذوف للمحافظۃ اصل میں لاضر علیَّ ولا نفع لی تھا۔

(۲۰) قَوْمٌ اِذَا اَكَلُوْا اَخْفَوْا حَدِيْثَهُمْ　　وَاسْتَوْثَقُوْا مِنْ رِتَاجِ الْبَابِ وَالدَّارِ

وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب کھانا کھاتے ہیں تو باتیں آہستہ کرتے ہیں اور گھر اور دروازوں کے کواڑ بند کر دیتے ہیں۔

اصل میں اولٰئک قوم تھا، اولٰئک مسند الیہ حذف کر دیا لاخفاء الامر من غیر المخاطب۔



الباب الثالث فى التقديم والتاخير

تیسرا باب تقدیم اور تاخیر کے بیان میں

علم معانی کے دو ابواب ذکر کرنے کے بعد اب تیسرا باب شروع ہو رہا ہے۔

لَا يَخْفٰى اَنَّ اَجْزَاءَ الْكَلَامِ لَا يُمْكِنُ النُّطْقُ بِهَا دُفْعَةً وَاحِدَةً، بَلْ لَا بُدَّ مِنْ تَقْدِيْمِ بَعْضِهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا يُقَدَّمُ لَفْظٌ عَلٰى غَيْرِهٖ اِلَّا لِدَاعٍ.

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ بیشک کلام کے اجزا کا تلفظ بیک دفعہ ممکن نہیں بلکہ بعض اجزا کا بعض پر مقدم کرنا ضروری ہے اور کسی لفظ کو دوسرے لفظ پر بغیر کسی سبب کے مقدم نہیں کیا

جاتا۔

تشریح:- بطور تمہید کے صاحب کتاب بیان کررہے ہیں کہ جب متکلم کلام کرنے کا ارادہ کرے تو پورے کلام کے کلمات کو ایک ساتھ ادا کرنا تو یقیناً ایک محال اور ناممکن امر ہے بلکہ بعض کلمات کو بعض پر مقدم کرنا ضروری ہوگا اور یہ مقدم کرنا کسی سبب کی وجہ سے ہوگا، اگر بغیر سبب کے ہو تو یہ ترجیح بلا مرجح ہے، اس لئے تقدیم کلمات کے لئے اسباب کا ہونا ضروری ہے، اس باب میں انھیں اسباب کو ذکر کیے جارہے ہیں۔

فَمِنْ دَوَاعِیْ تَقْدِیْمِ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ :

(۱) اَلْاَهَمِّیَّةُ اَنَّ الْاَصْلَ فِیْ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِیَّةِ تَقْدِیْمُ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ لِکَوْنِ ذِکْرِهٖ اَهَمَّ۔۔

ترجمہ:- پس مسند الیہ کی تقدیم کے اسباب میں سے ایک سبب اہمیت ہے کہ بیشک جملہ اسمیہ میں اصل مسند الیہ کو مقدم کرنا ہے، مسند الیہ کے ذکر کے اہم ہونے کی وجہ سے۔

تشریح:- سب سے پہلے مسند الیہ کے مقدم کرنے کے اسباب ذکر کئے جارہے ہیں، چنانچہ بیان کیا کہ تقدیم کے اسباب میں سے ایک سبب اہمیت ہے، یعنی چونکہ جملہ اسمیہ میں مسند الیہ اہم ہے اور وہی اہم رکن ہے، لہذا جو اہم ہو وہ تقدیم کو چاہتا ہے، لہذا مسند الیہ کو مقدم کرنا اصل ہے، اسی وجہ سے مسند الیہ کو جملہ اسمیہ میں مقدم کیا جاتا ہے، الحاصل مسند الیہ کے ذکر کا اہم اور اصل ہونا اس کی تقدیم کا ایک سبب ہے، اور اس کا مقدم کرنا اہم اس وجہ سے ہے کہ مسند الیہ محکوم علیہ ہوتا ہے، یعنی اس پر حکم لگایا جاتا ہے اور جس پر حکم لگایا جاوے اس کے لئے ضروری ہے کہ ذہن میں اس کا تحقق حکم سے پہلے ہو، تو جب ذہن میں اس کا تحقق مقدم ہوا تو ذکر اور تلفظ کے اعتبار سے بھی اس کو مقدم کر دیا تاکہ مسند الیہ کا وجودِ ذکری وجود ذہنی کے مطابق ہو جاوے، لیکن یہ بات یاد رہے کہ مسند الیہ کی تقدیم

اصل اس وقت ہے جب کہ اس اصل سے کوئی مقتضی عدول موجود نہ ہو، کیونکہ اگر کوئی امر تقدیم سے عدول کا تقاضا کرتا ہو یعنی یہ چاہتا ہو کہ مسند الیہ مؤخر ہی ہونا چاہئے تو اس وقت مسند الیہ مؤخر ہوگا، مقدم نہیں کیا جائے گا، مثلاً مسند الیہ اگر فاعل بن رہا ہو تو اس کو مقدم کرنے سے ایک امر مانع ہے اور وہ اس کا فاعل اور فعل کا معمول ہونا ہے، اور چونکہ فعل اور عامل رتبۃً اپنے معمول سے پہلے ہوتا ہے اور معمول بعد میں لہذا فاعل کے رتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے فاعل مسند الیہ کو مؤخر کریں گے اور فعل مسند کو مقدم کریں گے، اور عامل رتبۃً مقدم اس لئے ہوتا ہے کہ وہ علت ہے اور اس کے معمولات معلول ہیں، اور علت معلول پر مقدم ہوتی ہے لہذا فعل مقدم ہوگا اور فاعل مؤخر۔

(۲) اِتِّبَاعُ الْقَوَاعِدِ كَمَا فِي الْاَلْفَاظِ الَّتِيْ لَهَا الصَّدَارَةُ ونحوُ ذٰلِكَ نحوُ مَنْ رَفَعَ الْاَهْرَامَ؟

ترجمہ:- قواعد کا اتباع جیسا کہ ان الفاظ میں جن کے لئے صدارت ضروری ہے اور ان کے مانند جیسے کس نے میناروں کو بلند کیا۔

تشریح:- مسند الیہ کی تقدیم کا دوسرا سبب اتباع القواعد یعنی مسند الیہ کی تقدیم کسی قاعدہ و قانون کی وجہ سے ہو اگر مقدم نہ کرے تو اس قاعدے کی مخالفت ہو جیسے وہ الفاظ جن کے لئے صدارت ضروری ہے، اگر وہ مسند الیہ بن رہے ہوں تو ان کو مقدم کرنا ضروری ہوگا، ورنہ ان کی صدارت باقی نہ رہے گی، جو قانون کے خلاف ہے، لہذا قاعدہ کی رعایت میں مسند الیہ کو مقدم کیا جائے گا، جیسے مَنْ رفع الاھرام اس مثال میں لفظ من جس میں استفہام کا معنٰی ہے اور استفہام کے لئے صدارت ضروری ہے، لہذا جب من مسند الیہ واقع ہے تو اس کی تقدیم اتباعاً للقواعد ہوئی۔

(۳) التَّشْوِيْقُ اِلَى الْمُتَاَخِّرِ اِذَا كَانَ الْمُتَقَدِّمُ مُشْعِرًا بِاَنَّ الْمُتَاَخِّرَ غَرِيْبٌ نحوُ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاكُمْ۔

ترجمہ:- بعد میں آنے والے کی طرف شوق دلانا جب کہ متقدم اس بات کی خبر دیتا ہو کہ متأخر عجیب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں زیادہ شریف تم میں کا زیادہ پرہیزگار ہے۔

تشریح:- کبھی مسند الیہ کو اس لئے مقدم کیا جاتا ہے کہ اس کو مقدم کرنے کی وجہ سے متأخر کا شوق دلانا مقصود ہوتا ہے، اور یہ شوق دلانا اس لئے تا کہ وہ متأخر شوق کے بعد آنے کی وجہ سے اوقع فی النفس ہو جاوے، لیکن تشویق کا معنی جب ہوگا جب کہ متقدم (مسند الیہ) ایسا ہو کہ اس سے پتہ چلتا ہو کہ اس مسند الیہ کا مسند عجیب اور قابل توجہ ہے، جیسے مثال مذکور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم میں جب اکرمکم کو مقدم کیا تو فوراً اس مسند الیہ کو سننے کے بعد شوق پیدا ہوا کہ وہ کون ہے جو اللہ کی نگاہ میں مکرم ہے، لہذا یہ لفظ ہی ایسا ہے جو متأخر کی جانب شوق دلاتا ہے۔

(۴) تَعْجِيْلُ الْمَسَرَّةِ اَوِالْمَسَاءَةِ، نحوُ الحبيب اَقْبَلَ وَالْعَدُوُّ فَاجَانَا۔

ترجمہ:- خوشی یا رنج کو جلدی بتا دینا جیسے دوست آیا اور دشمن اچانک آگیا۔

تشریح:- کبھی مسند الیہ کی تقدیم اس لئے ہوتی ہے کہ متکلم، مخاطب کو خوشی یا رنج جلدی پہنچا دینا چاہتا ہے اور مسند الیہ ایسا ہے کہ جس کو سن کر مخاطب خوش ہو جائے گا یا غمگین ہوگا تو اگر ابتدائی کلام میں اس کو لایا جاوے تو یہ معنٰی حاصل ہوگا کہ سننے کے ساتھ مخاطب خوش ہوگا یا رنج میں مبتلا ہوگا جیسے الحبیب اقبل ایسے آدمی کو کہنا جو اس کا منتظر ہو تو الحبیب کا لفظ سنتے ہی خوش ہو جائے گا، اور تعجیل مسائت کی مثال العدو فاجاءنا اس مثال میں العدو مسند الیہ کی تقدیم تعجیل مساءت کے لئے ہے۔

(۵) النَّصُّ عَلٰى عُمُوْمِ السَّلْبِ وَسَلْبِ الْعُمُوْمِ فَالْاَوَّلُ يَكُوْنُ بِتَقْدِيْمِ اَدَاةِ الْعُمُوْمِ عَلٰى اَدَاةِ النَّفْيِ نحوُ كُلُّ الدَّرَاهِمِ لَمْ

اٰخُذْ، وَالثَّانِیُ بِتَقْدِیْمِ اَدَاةِ النَّفْیِ عَلٰی اَدَاةِ الْعُمومِ نحوُ لَمْ یَکُنْ کُلُّ ذٰلِکَ۔

ترجمہ:- عموم سلب یا سلب عموم کی تصریح: پس پہلا معنیٰ (عموم سلب) ادات عموم کوادات نفی پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے، جیسے کل الدراہم لم آخذ کسی درہم کو نہیں لیا میں نے، اور دوسرا معنیٰ سلب عموم ادات نفی کوادات عموم پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے، جیسے لم یکن کل ذٰلک وہ تمام تو نہیں ہوا۔

تشریح:-مسندالیہ کی تقدیم کا پانچواں سبب عموم سلب یعنی ہر ہر فرد کی نفی یا سلب عموم یعنی جملہ افراداور مجموعہ افراد کی نفی کی تصریح کرنا ہے، پھر اگر کلام میں نفی اور سلب کو عام کرنا ہے، یعنی افراد میں سے ہر ہر فرد کی نفی مقصود ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ عموم پر دلالت کرنے والے کلمے کو پہلے اور نفی پر دلالت کرنے والے کلمے کو بعد میں ذکر کیا جائے، جیسے کل الدراہم لم آخذ اس میں متکلم کا مقصود یہ ہے کہ میں نے دراہم میں سے کسی فرد کو نہیں لیا یعنی نہ لینا عام ہے تمام افراد کو، اور اگر کلام میں مجموعۂ افراد کی نفی مقصود ہے تو اس کا طریقہ پہلی صورت کے برخلاف ہے۔ یعنی نفی پہلے ذکر کی جائے گی اور عموم پر دلالت کرنے والا کلمہ بعد میں جیسے لم یکن کل ذلک کہ اس جملہ سے مقصود مجموعہ افراد سے نفی مقصود ہے، یعنی وہ تمام نہیں ہوا اور اس کا مطلب یہ کہ بعض تو ہوا ہے۔

تنبیہ:- صاحب کتاب نے سلب عموم کی جو مثال ذکر کی ہے اس سے اگر چہ سلب عموم کا معنیٰ حاصل ہوتا ہے لیکن وہ مثال مانحن فیہا بحث سے ہٹ کر ہے، اس لئے کہ بات چل رہی ہے مسندالیہ کی تقدیم کے اسباب کے سلسلہ میں لہذا ایسی مثال ذکر کرتے جس میں سلب عموم کے معنی کے ساتھ ساتھ مسندالیہ کی تقدیم بھی ہو تو باب کے مناسب ہوتی، مثلاً یوں مثال دیتے ما کُلُّ رأی الفتی یدعو الی رَشَدٍ، ہر جوان کی رائے بھلائی کی دعوت نہیں دیتی، دیکھئے اس میں سلب عموم کا معنیٰ بھی ہے اور مسندالیہ کی تقدیم بھی ہے۔

فائدہ:- سلب عموم میں مجموعہ افراد سے جونفی ہوتی ہے یعنی نفی جو عموم کی جانب متوجہ ہوتی ہے، اور بعض کے لئے ثبوت، یہ قاعدہ اکثر یہ ہے کلیہ نہیں، لہذا کبھی یہی سلب عموم، عموم سلب کا بھی فائدہ دیتا ہے، جیسے انَّ اللہ لا یحب کل مختال فخور، دیکھئے قانوناً تو اس میں سلب عموم ہے لیکن یہاں معنیٰ عموم سلب کا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کسی بھی تکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

(٦) التَّخصِیصُ نحوُ مَا اَنَا فَعَلْتُ هٰذا وَرَجُلٌ جَاءَ نِیْ ای لا اِمْرَاَۃٌ، اَوْ رَجُلَانِ۔

ترجمہ:- تخصیص جیسے ماانافعلت ھٰذا، میں نے تو یہ کام نہیں کیا اور جیسے رجل جائنی، مرد ہی میرے پاس آیا، یعنی نہ عورت آئی اور نہ دو مرد۔

تشریح:- مسند الیہ کی تقدیم کا چھٹا سبب تخصیص ہے یعنی مسند کو مسند الیہ کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ سے مسند الیہ کو مقدم کیا جاتا ہے، جیسے ما انا فعلت ھٰذا، اس کلام کے ذریعہ متکلم اس بات کو ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ کام کا نہ کرنا میرے ساتھ خاص ہے، اور میرے علاوہ کسی اور نے کیا ہے، اور ایسے کلام کی عام طور پر اس وقت ضرورت پیش آتی ہے جب کہ کوئی کام یا معاملہ ہونے کے بعد اس کی تفتیش جاری ہو اس دوران کسی شخص پر الزام لگایا کہ یہ کام تم نے کیا ہے تو وہ اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے کہتا ہے، ما انافعلت ھٰذا، تو غور کیجئے، اس کلام کے ذریعے متکلم نے خاص طور پر اپنے سے اس کام کی نفی کی اور اس کلام کے مفہوم نے یہ بھی ثابت کیا کہ یہ کام کسی اور نے کیا ہے، یہ مثال تو جملہ منفیہ کی ہوئی، اور جملہ مثبتہ میں تخصیص کا معنیٰ ہو اس کی مثال رجل جاءنی، اس کلام سے متکلم کا مقصود یہ ہے کہ وہ مجیئیت کو ایک مرد ہی کے لئے خاص کرنا چاہتا ہے، یعنی نہ تو میرے پاس عورت آئی اور نہیں تو دو مرد، بلکہ ایک ہی مرد میرے پاس آیا۔

(٧) تَقْوِیَۃُ الْحُکْمِ بِتَکْرَارِ الْاِسْنَادِ نحوُ زیدٌ جَاءَ وَالْعِلْمُ

يَنفَعُ.

ترجمہ:- اسناد کی تکرار کی وجہ سے حکم کو تقویت دینا جیسے زید جاء اور العلم ینفع۔

تشریح:- مسند الیہ کی تقدیم کا ساتواں سبب تقویۃ الحکم ہے، یعنی حکم کو پختہ کرنا اور یہ معنیٰ اسناد کی تکرار کی وجہ سے حاصل ہوگا کہ جب پہلے مسند الیہ کو ذکر کریں گے پھر مسند کو تو ایک بار مسند کی اسناد ہوگی مسند الیہ کی طرف، پھر اسی مسند الیہ کی ضمیر جو مسند میں ہے اور وہ جو مسند کا فاعل بنتی ہے، اس کی طرف مسند کی اسناد ہوگی تو گویا ایک ہی شئی کی طرف دو اسنادیں ہوئی جس کی وجہ سے وہ حکم پختہ ہوگا، جیسے زیدٌ جاء اور العلم ینفع کہ ان مثالوں میں جاء کی نسبت ہو ضمیر مستتر کی طرف ہے جو ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے، پھر اس پورے جملے کی اسناد زید کی طرف ہے تو گویا زید کی طرف جاء کی اسناد دوبارہ ہوئی اور یہی حال العلم ینفع میں ہے۔

فائدہ:- مذکور تشریح سے یہ بات صاف طور پر سمجھی جاسکتی ہے کہ تقویۃ الحکم کا معنیٰ اس وقت حاصل ہوگا جبکہ اس مسند الیہ کا مسند فعل ہو، چاہے فعل ماضی ہو یا مضارع اس لئے کہ فعل ہی کی صورت میں ضمیر کا تصور ہوگا، اور اسناد کی تکرار ہوگی۔

فائدة:- يُرَادُ بِالتَّخصِيصِ هُنَا الْقَصْرُ نَفيًا فَإِنَّهُ يُفِيدُ اِختِصَاصَ نَفْيِ الْفِعْلِ بِالْمُتَكَلِّمِ وَعَلَيْهِ فَلَا يَصِحُّ اَنْ يُّقَالَ مَا اَنَا فَعَلْتُ هٰذَا وَلَا غَيْرِىْ، وَيَصِحُّ بَلْ غَيْرِىْ.

ترجمہ:- تخصیص سے یہاں مراد نفی میں حصر ہے، پس بیشک وہ تخصیص متکلم کے ساتھ فعل کی نفی کے ساتھ خاص ہونے کا فائدہ دے گی، اور اسی اصل کی بنا پر صحیح نہیں ہے یہ کہ کہا جاوے ما انا فعلت ھٰذا ولا غیری، اور صحیح ہے (ما انا فعلت ھٰذا) بل غیری۔

تشریح:- فائدہ کے تحت بیان کی جانے والی عبارت سے یہ بات بیان کرنا چاہتے ہیں کہ چھ نمبر میں جو تخصیص کو ذکر کیا ہے اس سے مراد نفی میں قصر یعنی مسند الیہ کی تقدیم مسند

الیہ کو خبر فعلی کی نفی کے ساتھ خاص کرنے اور منحصر کرنے کا فائدہ دیتی ہے اور اس مسند الیہ کے لئے نفی کا ہونا ضروری ہے تاکہ نفی میں حصر کا معنیٰ حاصل ہو، لیکن اس عبارت پر ایک اعتراض وارد ہوگا کہ فائدہ کے تحت بیان کی جانے والی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخصیص کے لئے نفی کا ہونا ضروری ہے، جب کہ صاحب کتاب نے چھ نمبر میں تخصیص کے ماتحت دو مثالوں کو ذکر کیا ہے، اس میں ایک مثال بغیر نفی کی بھی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ بغیر نفی کے بھی تخصیص کا معنیٰ حاصل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مسند الیہ نفی کے ساتھ متصل نہ ہو، تب بھی وہ مسند الیہ کی تقدیم تخصیص کا فائدہ دے گی، لیکن وہ فائدہ ضروری نہیں بلکہ کبھی تخصیص کا فائدہ ہوگا اور کبھی تقویۃ الحکم کا، تو چونکہ مثبت کی صورت میں بھی تخصیص کا فائدہ دینے کا پہلو موجود تھا، اس لئے ایک مثال اس کی بھی ذکر کر دی، اور فائدہ کے تحت بیان کردہ عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ نفی کی صورت میں صرف تخصیص ہی کا فائدہ حاصل ہوگا۔

وَمِنْ دَوَاعِيْ تَقْدِيْمِ الْمُسْنَدِ:

(۱) بَعْضُ مَا مَرَّ ذِكْرُهٗ فِيْ تَقْدِيْمِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ كَالْاَهَمِّيَّةِ وَاِتِّبَاعِ الْقَوَاعِدِ وَالتَّشْوِيْقِ وَ التَّخْصِيْصِ نحوُ فِيْ دَارِنَا الْاَمِيْرُ، وَكَيْفَ اَنْتَ ؟ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا، وقَائِمٌ زَيْدٌ۔

ترجمہ:۔ مسند کی تقدیم کے اسباب میں سے بعض وہ ہیں جس کا ذکر مسند الیہ کی تقدیم کے بیان میں گذرا، جیسے اہمیت اور قواعد کی اتباع اور شوق دلانا اور تخصیص جیسے ہمارے گھر میں امیر ہے، اور آپ کیسے ہیں؟ اور یقیناً بعض بیان جادو ہے، اور کھڑا ہونے والا زید ہی ہے۔

تشریح:۔ مسند الیہ کی تقدیم کے اسباب بیان کرنے کے بعد اب مسند کی تقدیم کے اسباب بیان کرتے ہیں یعنی مسند کو بھی بعض اسباب کی وجہ سے مقدم کیا جاتا ہے، مسند کی تقدیم کے اسباب میں سے بعض اسباب تو وہ ہیں جن کا ذکر ابھی مسند الیہ کی تقدیم کے

اسباب کے بیان میں گذرا، مثلاً مسند الیہ کی تقدیم کا ایک سبب اہمیت تھا، اسی طرح مسند کا بھی ایک سبب اہمیت ہے، یعنی مسند کی اہمیت کی وجہ سے اس کو مقدم کیا جاتا ہے، اسی طرح کبھی مسند کی تقدیم اتباعاً للقواعد ہوتی ہے اور کبھی مسند کو مقدم کرنے سے مقصود مابعد والے کا شوق پیدا کرنا ہوتا ہے، یا کبھی مسند کی تقدیم تخصیص کی غرض سے ہوتی ہے، جیسے ان تمام کی مثالیں لف ونشر مرتب کے طریقے پر کتاب میں مذکور ہے۔

(۲) كَوْنُ الْمُتَقَدِّمِ مَحَطُّ السوالِ كَتَقْدِيمِ الْمَسْؤُولِ عَنْهُ، بعدَ هَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ اَوْ مَحَطُّ التَّعَجبِ اَوِ الْاِنْكَارِ نحوُ اَتَتَّبِعُ هَوَاکَ بَعْدَ الْمَشِيْبِ.

ترجمہ:- متقدم کا محل سوال ہونا، جیسے مسئول عنہ کا مقدم کرنا، ہمزہ استفہام کے بعد یا متقدم کا محل تعجب ہونا یا محل انکار ہونا جیسے کیا آپ بڑھاپے کے بعد بھی اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہو۔

تشریح:- مسند کی تقدیم کا دوسرا سبب مسند کا محل سوال یا محل تعجب یا محل انکار ہونا یعنی یا تو مسند مسئول عنہ ہو یا مسند قابلِ تعجب یا قابلِ انکار ہو ان تینوں صورتوں میں مسند کی تقدیم اس وجہ سے ہے کہ جب مسند محل سوال یا محل تعجب اور انکار ہے تو مسند کا حرف استفہام یا حرف تعجب اور حرف انکار کے بعد لانا ضروری ہوگا، اور ان حروف کے لئے صدارت ضروری ہے، لہذا ان کے بعد آنے والے مسندوں کو بھی مسند الیہ سے پہلے لانا ضروری ہوگا، جیسے اتتبع ہواک بعد المشیب، اس مثال میں مسند مسئول عنہ ہے اس لئے اس کا ہمزۂ استفہام سے متصل ہونا ضروری ہے اور ہمزہ استفہام سے اتصال کے لئے اس کو مسند الیہ سے پہلے لانا ضروری ہوگا، اور یہی مثال مسند کے محل تعجب ومحل انکار ہونے کی بھی ہے، اس لئے کہ بڑھاپے کے بعد اتباع ہوا قابل تعجب بات بھی ہے اور قابل انکار بھی۔

(۳) لِلْمُحَافَظَةِ عَلٰی وَزْنٍ نحوُ،

اِذَا نَطَقَ السَّفِيْهُ فَلَا تُجِبْهُ   فَخَيْرٌ مِنْ اِجَابَتِهٖ السُّكُوْتُ

ترجمہ:- وزن کی حفاظت کے لئے جیسے۔ "جب بیوقوف بات کرے تو اس کو جواب مت دو، اس لئے کہ اس کو جواب دینے سے چپ رہنا بہتر ہے۔"

تشریح:- اس شعر میں خیرٌ مسند کی تقدیم حفاظتِ وزنِ شعر کے لئے ہے۔

(۴) لِلتَّفَاؤل نحوُ سعِدتْ بِغُرَّةِ وَجْهِكَ الْاَيَّامُ اَوْ فِيْ عَافِيَةٍ اَنْتَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

ترجمہ:- تفاؤل کے لئے، جیسے نیک بخت ہوگئے ایام آپ کے چہرے کی شرافت کی وجہ سے یا آپ عافیت میں ہیں انشاء اللہ۔

تشریح:- سعدت اور فی عافیۃ مسند کی تقدیم تفاؤل اور نیک فالی کے لئے ہے یعنی سعدت مسند کو مقدم کر کے یہ فال لینا کہ نیک بختی حاصل ہوگی اسی طرح عافیت مسند کی تقدیم کی وجہ سے یہ فال لینا کہ آپ کو عافیت مل گئی۔

(۵) اِذَا كَانَ عَامِلًا وَالْمُسْنَدُ اِلَيْهِ مَعْمُولًا وَلَا غَرَضَ لِتَاخِيْرِهٖ نحوُ قَامَ زَيْدٌ۔

ترجمہ:- جب مسند عامل ہو اور مسند الیہ معمول ہو اور مسند کو مؤخر لانے کی کوئی غرض نہ ہو جیسے قام زید۔

تشریح:- مسند کی تقدیم کا پانچواں سبب یہ ہے کہ مسند عامل ہو اور مسند الیہ معمول ہو تو چونکہ عامل معمول پر مقدم ہوتا ہے، اس لئے مسند کو مقدم کیا جائے گا، اور عامل کو مقدم اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ علت کے درجے میں ہے اور معمول معلول کے درجے میں اور علت معلول پر مقدم ہوتی ہے، لہذا عامل مسند کو مقدم کیا جائے گا، لیکن اگر مسند کو مؤخر کرنا کسی غرض کی وجہ سے ضروری ہو تو اس وقت مسند کو مؤخر کریں گے، اگرچہ وہ عامل ہی کیوں نہ ہو مثلاً مسند عامل کو مؤخر کر کے حکم میں تقویت پیدا کرنا مقصود ہو یا تخصیص کا معنیٰ مقصود ہو تو ان

اغراض کی وجہ سے مسند عامل کو مؤخر کیا جائے گا، جیسا کہ تم نے تقدیم مسند الیہ کے بیان میں نمبر ٦۔ اور نمبر ٧۔ میں جانا۔

تنبیه:- اِنَّ كَثِيرًا مِنْ اَحْكَامِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ وَالْمُسْنَدِ كَالذِّكْرِ وَالْحَذْفِ وَالتَّقْدِيمِ وَالتَّاخِيرِ وَغَيرِ ذٰلِكَ لَا يَخْتَصُّ بِهِمَا بَلْ يَجْرِىْ عَلٰى غَيْرِهِمَا مِنْ مَعْمُوْلَاتِ الْفِعْلِ كَمَا سَتَرٰى فِى التَّمَارِيْنِ، وَاعْلَمْ اَنَّ التَّقْدِيْمَ مُطْلَقًا قَدْ يَكُوْنُ فِى الْقُيُوْدِ كَمَا فِيْهِمَا لِلْاِهْتِمَامِ اَوِ التَّبَرُّكِ اَوِ الْاِسْتِلْذَاذِ اَوْ ضَرُوْرَةِ الشِّعْرِ اَوْ رِعَايَةِ الْفَاصِلَةِ اَوِ اَوِ التَّخْصِيْصِ۔

تنبیہ:- بیشک مسند الیہ اور مسند کے بہت سے احکام جیسا کہ ذکر اور حذف، تقدیم وتاخیر اور اس کے علاوہ صرف مسند اور مسند الیہ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ان کے علاوہ فعل کے معمولات میں بھی جاری ہوتے ہیں، جیسے عنقریب تم تمارین میں دیکھو گے اور تم جان لو کہ بیشک تقدیم مطلقا قیود میں بھی ہوتی ہے، جیسا کہ ان دونوں (مسند الیہ اور مسند) میں ہوتی ہے، اہتمام یا تبرک یا استلذاذ یا ضرورت شعری یا فاصلہ کی رعایت یا تخصیص کے لئے۔

تشریح:- اس عبارت سے صاحب کتاب ایک وہم کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ نہ سمجھا جاوے کہ ماقبل میں مذکور احکام کا تعلق صرف مسند الیہ اور مسند کے ساتھ ہے جیسا کہ دو باب میں ذکر کئے جانے والے احکام اور ان کے متعلقات سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ ان احکام کا تعلق صرف مسند الیہ اور مسند کے ساتھ ہے، بلکہ یہ احکام ان کے علاوہ اور بھی فعل کے معمولات میں جاری ہو سکتے ہیں، مثلاً ذکر وحذف اور تقدیم وتاخیر کا تعلق، مفعولات، حال اور تمیز اور مستثنٰی بالاّ اور توابع کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے، اور یہ سب فعل کے معمولات ہیں، اور دوسری بات یہ بیان کی کہ جیسے مسند الیہ اور مسند کی تقدیم مطلقا یعنی کلام کے تمام اجزا سے پہلے لانا کبھی اہتمام

(۱) حاشیہ: قرآن کی آخری آیات میں شعری طرح جو وزن ہوتا ہے اس کو فواصل کہتے ہیں۔

کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی تبرک، استلذاذ یا ضرورتِ شعری، یا رعایت فاصلہ(۱) یا تخصیص
کی وجہ سے اسی طرح ان ہی اغراض کے لئے کبھی دیگر قیودات یعنی حال، تمیز، مفعولات اور
توابع وغیرہ کو بھی مقدم کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

مَبْحَثٌ فی ترتیبِ الفعل ومعمولاتہ

اِنَّ الْاَصْلَ فِی الْعَامِلِ اَنْ یَتَقَدَّمَ عَلٰی الْمَعْمُوْلِ فَیُحْفَظُ الْاَصْلُ بَیْنَ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ مُطْلَقًا، وَالْاَصْلُ فِی الْمَعْمُوْلِ اَنْ تَقَدَّمَ عُمْدَتُہٗ عَلٰی الْفُضْلَۃِ فَیَقَعُ الْفِعْلُ اَوَّلًا ثُمَّ الْفَاعِلُ فَالْمَفْعُوْلُ بِہٖ فَالْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ فَالظَّرْفُ فَالْمَفْعُوْلُ لِاَجْلِہٖ ثُمَّ مَا بَقِیَ مِنَ الْقُیُوْدِ۔

یہ بحث ہے فعل اوراس کے معمولات کی ترتیب کے بیان میں

اصل عامل میں یہ ہے کہ وہ معمول پر مقدم ہو پس اس اصل کی ہر حال میں فعل اور فاعل کے درمیان رعایت کی جائے گی، اور معمول میں اصل یہ ہے کہ عمدہ معمول فضلہ پر مقدم ہوگا، لہذا پہلے فعل آئے گا پھر فاعل پھر مفعول بہ، پھر مفعول مطلق، پھر ظرف، پھر مفعول لہ، پھر بقیہ قیود۔

تشریح:- اس بحث میں فعل اوراس کے معمولات کی ترتیب اور جائے وقوع کو بیان کیا جارہا ہے چنانچہ سب سے پہلے کلام اور جملہ میں عامل کو لایا جائے گا پھر معمولات، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ عامل علت کے درجے میں ہے اور معمول معلول کے درجے میں اور علت مقدم ہوتی ہے معلول پر لہذا عامل کو اپنے معمول پر مقدم کیا جائے گا پھر عامل کے بعد معمولات میں یہ ترتیب رہے گی، اس کے بعد متصلاً فاعل کو لایا جائے گا، اس لئے کہ فاعل مسند الیہ ہے جو کلام کا اہم رکن ہے لہذا فعل کے بعد اس کے اہم اور عمدہ ہونے کی وجہ سے فاعل کو لائیں گے، اس کے بعد کلام میں جس معمول کی ضرورت زیادہ ہے اس کو مقدم کریں گے اور دوسرے کو مؤخر مثلاً فاعل کے بعد مفعول بہ کو پھر مفعول مطلق کو پھر ظرف وغیرہ۔

وَقَدْ يُخَالَفُ هٰذا التَّرْتِيْبُ لِاُمُوْرٍ تُفْهَمُ مِنْ سِيَاقِ الْاَحْوَالِ كَاِرَادَةِالتَّخْصِيْصِ نحوُ مَاءً شَرِبْتُ۔

اور کبھی اس ترتیب کی مخالفت کی جاتی ہے چند امور کی وجہ سے جو امور سیاق احوال سے سمجھے جاتے ہو، مثلاً تخصیص کا ارادہ جیسے میں نے پانی ہی پیا۔

تشریح:- ماقبل میں مذکور ترتیب کوئی لازمی اور وجوبی ترتیب نہیں، لہذا کبھی کسی غرض کی وجہ سے اس ترتیب کے خلاف بھی کلام کو لایا جاتا ہے، جبکہ خلاف ترتیب لانے کا

کوئی قرینہ موجود ہو، مثلاً تخصیص کی غرض سے مفعول بہ کو اپنی اصل جگہ سے مقدم کرکے ماء شربت کہنا، تو اس مثال میں مفعول بہ کو مقدم کیا، غرض تخصیص پیدا کرنا اور تخصیص کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس کلام کا مخاطب ایسا شخص ہے جو متکلم کے بارے میں کسی اور شئی کے پینے کا خیال رکھتا ہے، لہذا اس قرینہ اور سیاق حال کی وجہ سے تخصیص پیدا کرنا ضروری تھا۔

وَالرَّدُّ اِلَی الصَّوَابِ نحوُ زیدًا کَلَّمتُ۔

اور مثلاً صحیح بات کی رہبری کرنا، جیسے میں نے زید ہی سے بات کی۔

تشریح:- اس مثال میں مفعول بہ کی تقدیم کی غرض مخاطب کو صحیح بات بتانا ہے، اس لئے کہ وہ زید کے علاوہ دوسرے سے بھی بات کرنے کا اعتقاد رکھتا ہے لہذا مخاطب کو صحیح بات بتانے کی غرض سے مفعول بہ مقدم کردیا۔

لِاَمْرٍ مَعْنَوِیٍّ نحوُ جاءَ رَجُلٌ مِنْ اَقْصَی الْمَدِیْنَةِ رَاکِضًا۔

کسی امر معنوی کی وجہ سے جیسے، ایک مرد آیا شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا۔

تشریح:- اس مثال میں راکضا، جار مجرور پر مقدم ہونا چاہئے لیکن تقدیم کی صورت میں یہ مفہوم ہوگا کہ من اقصی المدینۃ کا تعلق راکضا سے ہے اور اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص کا دوڑنا شہر کے کنارے سے تھا اور اسی حالت میں آیا حالانکہ مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص جو شہر کے کنارے رہتا تھا وہاں سے آیا لیکن قریب آکر موسیٰ علیہ السلام کو جلدی سے احوال سے باخبر کرنے کے لئے دوڑنا شروع کیا، اور یہ مفہوم راکضا کو مؤخر اور جار مجرور کو مقدم کرنے سے حاصل ہورہا ہے، لہذا اس امر معنوی کی وجہ سے تقدیم ہے۔

لِلسَّجْعِ اَوْ وَزْنِ الشِّعْرِ نحوُ جَاءَ هُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدٰی۔

سجع یا وزن شعر کے لئے جیسے ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

تشریح:- کسی کلام کے فقروں کے آخر کو ایک جیسا لانا اس کو سجع کہتے ہیں، اور

وزن شعر کا مفہوم تو مشہور ہے لہذا کسی معمول کی تقدیم سجع یا وزن شعر کے لئے ہوتی ہے، جیسے مثال مذکور میں ھٰذی فاعل کو مؤخر کرنا اور من ربھم جار مجرور کو مقدم کرنا، اسی سجع کی رعایت میں ہے۔

للاھمیَّۃِ نحوُ قَتَلَ الْخَارِجِیَّ زَیْدٌ۔

اہمیت کے لئے جیسے زید نے خارجی کو قتل کردیا، اس میں خارجی مفعول بہ کی تقدیم، اہمیت کی وجہ سے ہے۔

لاِصالۃِ التَّقَدُّمِ، نحوُ حَسِبْتُ زیدًا کَرِیْمًا وَاَعْطٰی زیدٌ عمراً درھمًا۔

تقدم کے اصل ہونے کی وجہ سے جیسے میں نے زید کو کریم خیال کیا اور زید نے عمرو کو درہم دیا۔

تشریح:- پہلی مثال میں دو مفعولوں میں سے زید کی تقدیم اس وجہ سے ہے کہ اصل میں وہ مسند الیہ ہے لہذا وہی اصل کی رعایت میں یہاں پر بھی مقدم کردیا اگرچہ زید اور کریم مفعول ہونے کے اعتبار سے ایک درجے میں ہیں، اور دوسری مثال میں دو مفعولوں میں سے عمرو کی تقدیم اس وجہ سے ہے کہ اس میں مفعولیت کے معنی کے ساتھ ساتھ فاعلیت کا معنٰی بھی ہے کہ وہ عمرو درہم کو لینے والا بھی ہے، لہذا اس کو دوسرے مفعول پر مقدم کیا۔

لِاِخْلَالٍ فِی تَاخِیْرِہ ببیانِ المعنٰی نحوُ مَرَرْتُ راکِباً بِزیدٍ۔

ترجمہ:- مفعول کی تاخیر میں بیانِ معنٰی میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے جیسے میں سوار ہونے کی حالت میں زید کے پاس سے گذرا۔

تشریح:- مثال مذکور میں راکبا کو مؤخر کرنے کی وجہ سے معنٰی میں یہ خلل واقع ہوتا کہ اس وقت کلام سے یہ سمجھا جاتا کہ میرا گذر زید کے پاس سے ایسی حالت میں ہوا کہ وہ سوار تھا، حالانکہ متکلم یہ معنٰی بیان کرنا چاہتا ہے کہ میں سوار ہونے کی حالت میں زید کے پاس

سے گذرا اور اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے راکبا کو بزید مفعول بہ سے مقدر کرنا ضروری ہے۔

اَوْ بقواعد اللغة نحوُ يكفى كُلَّ يَوْمٍ شَرُّهُ۔

ترجمہ:- یا لغوی قاعدہ کی وجہ سے جیسے ہر دن اس کی شرارت کافی ہے۔

تشریح:- اس مثال میں اگر شرہ فاعل کو مقدم کیا جاتا تو لفظاً اور رتبۃً اضمار قبل الذکر لازم آتا، اس لئے کہ اس کا مرجع یوم ہے اور اضمار قبل الذکر ناجائز ہے۔ لہذا اس قاعدہ کی رعایت میں کل یوم ظرف کو مقدم کیا۔

اسئلة

(۱) وَضِّحْ دَوَاعِىَ تَقْدِيْمِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ؟ مسند الیہ کی تقدیم کے اسباب کی وضاحت کرو؟

(۲) مَا الْمُرَادُ بالتَّخصِيْصِ هنا؟ یہاں تخصیص سے کیا مراد ہے؟

(۳) وَضِّحْ دَوَاعِى تقديمِ الْمُسند؟ مسند کی تقدیم کے اسباب کی وضاحت کرو؟

(۴) تَكَلَّمْ عَلٰى عُمومِ السَّلْبِ وَسَلْبِ الْعُمُوْمِ؟ عموم سلب اور سلب عموم پر کلام کیجئے؟

(۵) مَا الْاَصْلُ فِىْ العامِلِ وَاَيْنَ يُحْفَظُ هٰذا الْاَصْلُ، عامل میں اصل کیا ہے؟ اور اس اصل کی رعایت کس جگہ کی جائے گی؟

(۶) مَاالاَصْلُ فِى الْمَعْمُوْلِ؟ معمول میں اصل کیا ہے؟

(۷) اُذْكُرْ تَرْتِيْبَ الْفِعْلِ مَعَ مَعْمُوْلَاتِهِ؟ فعل کی اپنے معمولات کے ساتھ ترتیب کو ذکر کرو؟

(۸) مَتٰى يُخَالَفُ هٰذا التَّرتيبُ؟ اُذْكُرْ بعض الْاَغْرَاضِ ؟ اس ترتیب کی کب مخالفت کی جائے گی؟ بعض اغراض کو ذکر کرو؟

تمرین

بَيِّنْ دَوَاعِي التَّقْدِيمِ فِي الْعِبَارَاتِ الآتِيَةِ.

آنے والی عبارتوں میں تقدیم کے اسباب بیان کرو۔

(۱) حَيٌّ انا يقول الرَّبُّ، لي تجثو كُلُّ رُكْبَةٍ. رب فرماتے ہیں میں زندہ ہوں، میرے ہی لئے ہر گھٹنے ٹکتے ہیں، حیٌّ مسند کی تقدیم للاہمیۃ، نیز لی جار مجرور کی تقدیم للتخصیص۔

(۲) مَا كُلُّ بَارِقَةٍ تَجُوْدُ بِمَائِهَا، ہر بجلی والا بادل اپنے پانی کی سخاوت نہیں کرتا۔ادات نفی ادات عموم پر مقدم ہے، لہذا سلب عموم کا معنی ہوگا۔

(۳) لَا خَيْرَ فِي السَّرَفِ وَلَا سَرَفَ فِي الْخَيْرِ. اسراف میں کوئی بھلائی نہیں اور بھلائی میں کوئی اسراف نہیں، سلب عموم۔

(۴) اَدَبُ الْمَرْءِ خَيْرٌ مِنْ ذَهَبِهِ. آدمی کا ادب اس کے سونے سے بہتر ہے۔مسند الیہ کی تقدیم للاصل اور للاہمیۃ۔

(۵) مَنْ تَأَمَّلَ اَدْرَكَ مَا تَمَنّٰى . جو غور کرے گا وہ مقصود کو پالے گا، من مسند الیہ کی تقدیم اتباعاً للقواعد۔

(۶) غَيْرِيْ يَأْكُلُ الدَّجَاجَ وَاَنَا اَقَعُ فِي السِّيَاجِ. میرا غیر تو مرغی کھاتا ہے اور میں باڑ میں پڑا رہتا ہوں، غیری اور انا مسند الیہ کی تقدیم عامل پر للتخصیص۔

(۷) كُلُّ امْرِءٍ فِيْهِ مَا يَرْمِيْ بِهِ. ہر انسان میں وہ چیز ہوتی ہے جس کو وہ پھینکتا ہے۔کل امرئ مسند الیہ کی تقدیم للتشویق الی المتأخر۔

(۸) اَلخَارِجِیُّ دَخَلَ الْبَلَدَ۔ خارجی ہی شہر میں داخل ہوا، خارجی مسند الیہ معمول کی تقدیم للاہمیۃ اور التخصیص۔

(۹) ھُوَ یَھَبُ الألوف، وہ ہزاروں کو دیتا ہے، ہومسند الیہ کی تقدیم لتقویۃ الحکم۔

(۱۰) رَجُلٌ جَاءَ نِیْ۔ مرد ہی میرے پاس آیا، رجل مسند الیہ کی تقدیم للتخصیص۔

(۱۱) اَنْتَ مَا سَعَیْتَ فِی حَاجَتِیْ۔ تو نے ہی کوشش نہیں کی میری حاجت میں۔انت کی تقدیم للتخصیص۔

(۱۲) مَا اسْتَبْقَاکَ مَنْ عَرَضَکَ لِلْاَسَدِ۔ جس نے تم کو شیر کے سامنے پیش کیا اس نے تم کو باقی نہیں رکھا۔ مااستبقاک مسند کی تقدیم للأصالة أو الاھمیة او للتشویق۔

(۱۳) نِعْمَ الْمُؤَدِّبُ الدَّھْرُ۔ زمانہ بہترین مؤدب ہے، نعم المؤدب مسند کی تقدیم للتشویق الی المتأخر۔

(۱۴) حَسَنَ فِی کُلِّ عَیْنٍ مَنْ تَوَدُّ۔ ہر آنکھ میں اچھا ہے وہ جس سے وہ محبت کرتی ہے، حسن مسند کی تقدیم للتشویق اور اتباعا للاستعمال۔

(۱۵) کُلُّ حَیٍّ لَا یَسْتَغْنِیْ عَنِ الْھَوَاءِ۔ کوئی زندہ خواہشات سے مستغنی نہیں ہے۔ادات عموم نفی پر مقدم ہے، عموم سلب کے لئے۔

(۱۶) کلُّ ظالِمٍ لَا یَفْلَحُ۔ کوئی ظالم کامیاب نہ ہوگا، عموم سلب۔

(۱۷) مَا کُلُّ رَأیِ الْفَتٰی یَدعُو اِلٰی رَشَدٍ۔ ہر نوجوان کی رائے درستگی کی رہنمائی نہیں کرتی۔سلب عموم کی وجہ سے ادات نفی مقدم ہے۔

(۱۸)

وَمَا کُلُّ ذِیْ لُبٍّ بِمُؤْتِیْکَ نصحَہٗ   وَلَا کُلُّ مُؤتٍ نُصْحَہٗ بِلَبِیْبٖ

ہر عقل مند تجھ کو اپنی نصیحت نہیں دیتا اور نہ ہر نصیحت کرنے والا عقل مند ہوتا ہے،

ادات نفی کی تقدیم لسلب العموم۔

(۱۹)

عِنْدَ الصَّبَاحِ يَحْمِدُ الْقَوْمُ السُّرٰى　　وَتَنْجَلِيْ عَنْهُمْ غَيَاهِيبُ الْكَرٰى

صبح کے وقت ہی قوم رات کے سفر کی تعریف کرتی ہے، اور دور ہو جاتی ہے ان سے نیند کی غفلت، عند الصباح، مفعول فیہ کی تقدیم للتخصیص، یہ شعر مثل ہے فی احتمال المشقۃ رجاء الرحمۃ (منجد)

(۲۰)

اَنَا لَا اَخْتَارُ تَقْبِيْلَ يَدٍ　　قَطْعُهَا اَفْضَلُ مِنْ تِلْكَ الْقُبَلِ

میں ایسے ہاتھ کو بوسہ دینا پسند نہیں کرتا جس کا کاٹنا افضل ہے، اس بوسہ سے۔

انا مسند الیہ کی تقدیم للتخصیص۔

(۲۱)

ثَلَاثَةٌ تُشْرِقُ الدُّنْيَا بِبَهْجَتِهَا　　شَمْسُ الضُّحٰى وَاَبُوْاِسْحَاقَ وَالْقَمَرُ

تین آدمی اپنے حسن سے دنیا کو روشن کرتے ہیں، شمس الضحیٰ، ابو اسحاق اور قمر۔

ثلاثۃ سے اخیر تک پورا مصرعہ مسند ہے، اس کی تقدیم للتشویق الی المتاخر، یہ شعر محمد بن وھب کا ہے جو معتصم باللہ کی تعریف میں کہا گیا تھا، شمس الضحیٰ اور قمر سے مراد معتصم کے والدین ہیں، اور ابو اسحاق معتصم کی کنیت ہے۔

(۲۲)

وَالَّذِيْ حَارَتِ الْبَرِيَّةُ فِيْهِ　　حَيَوَانٌ مُسْتَحْدَثٌ مِنْ جَمَادٍ

اور وہ شخص جس میں مخلوق کو حیران ہے وہ ایسا جانور ہے جو زمین سے پیدا ہوتا ہے۔

والذی سے اخیر تک پورا مصرعہ مسند الیہ ہے اور دوسرا مصرعہ مسند، اور مسند الیہ کی تقدیم

للتشویق الی المتاخر۔

شعر کی تشریح:۔۔حیوان سے مراد قبروں سے نکلنے والے اجسام ہیں اور جماد سے مراد مٹی ہے، شاعر کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو اس میں حیرانی ہے، قبروں میں دفن شدہ برسہابرس کے مردے قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوکر کیوں کر نکل سکیں گے۔



الباب الرابع فی التعریف والتنکیر

چوتھا باب تعریف اور تنکیر کے بیان میں

المسندُ الیه محکومٌ علیه فَحَقُّهٗ ان یکونَ مَعْرِفةً لیکونَ الْحکْمُ مُفِیْدًا وَتَعْرِیْفُهٗ یکونُ بِالْمَعَارِفِ النَّحوِیَّةِ السَّبْعَةِ وَهِیَ الضَّمِیْرُ وَالْعَلَمُ وَاِسْمُ الْاِشَارَةِ وَالْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ وَالْمُحلّٰی بِاَلْ وَالْمُضَافُ اِلٰی مَعْرِفَةٍ وَالْمُنَادٰی۔

مسند الیہ محکوم علیہ ہے لہٰذا اس کا حق یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو، تا کہ اس پر حکم لگانا مفید ہو اور اس کو معرفہ بنانا سات نحوی معارف کے ذریعے ہوتا ہے، اور وہ ضمیر اور علم، اسم اشارہ، اسم

موصول اور معرف باللام اور مضاف الی معرفہ اور منادیٰ ہیں۔

تشریح:۔علم معانی کے آٹھ ابواب میں سے چوتھا باب ذکر کیا جارہا ہے، جس میں لفظ کو پیش آنے والے احوال میں سے تعریف اور تنکیر کو ذکر کیا جائے گا اور یہ بات تو ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ معرفہ کی دلالت ذات معین پر ہوتی ہے اور نکرہ کی ذات غیر معین پر، اب اس کے بعد جانو کہ یہ دو حالتیں کونسے لفظ کو پیش آتی ہیں چنانچہ صاحب کتاب نے بیان کیا کہ تعریف مسند الیہ کے مناسب ہے، یعنی یہ حالت مسند الیہ کو پیش آتی ہے، اس وجہ سے کہ مسند الیہ پر حکم لگایا جاتا ہے، اور جس پر حکم لگایا جائے اس کا معلوم اور متعین ہونا ضروری ہے، لہٰذا مسند الیہ کا بھی معلوم اور متعین ہونا ضروری ہوگا، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ مسند الیہ کی تعریف سے عدول کا کوئی مقتضی نہ ہو، ورنہ اگر کوئی اس سے عدول کا مقتضی ہوگا تو مسند الیہ کو نکرہ لایا جائے گا، اور مسند الیہ کو معرفہ بنانا سات نحوی معارف کے ذریعے ہوگا یعنی ان معارف کے ذریعے جن کو نحو کی کتابوں میں ذکر کیا جاتا ہے اور وہ ضمیر، علم، اسم اشارہ، اسم موصول اور معرف باللام اور ان پانچوں میں سے کسی کی طرف مضاف ہونا اور منادیٰ ہے۔

فَيُؤْتىٰ بِالضَّمِيْرِ لِكَوْنِ الْمَقَامِ لِلتَّكَلُّمِ اَوِ الْخِطَابِ اَوِ الْغَيْبَةِ۔

پس مسند الیہ کو معرفہ لایا جاتا ہے، ضمیر کی صورت میں مقام کے تکلم یا خطاب یا غیبوبت کے ہونے کی وجہ سے۔

تشریح:۔معرفہ کی تمام اقسام میں سب سے پہلے ضمیر کو اس لئے بیان کیا کہ وہ اعرف المعارف ہے اور کلام میں ضمیر کی صورت میں مسند الیہ کو معرفہ لانا اس وقت ہوتا ہے جبکہ مقام تکلم کا ہو یا خطاب یا غیبوبت کا یعنی کلام کے تین مقام ہے (۱) مقام تکلم (۲) مقام خطاب (۳) مقام غیبوبت، اگر مقام مقام تکلم ہے تو ضمیر متکلم کے ساتھ مسند الیہ کو معرفہ لایا جائے گا، جیسے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان، انا النبی لا کذب، انا ابن

عبد المطلب ،اور اگر مقام، مقام خطاب ہے تو ضمیر خطاب کے ساتھ مسند الیہ کو معرفہ لایا جائے گا، مثلاً انت مولانا، اور اگر مقام مقام غیبوبت کا ہے تو ضمیر غائب کے ساتھ مسند الیہ کو معرفہ لایا جائے گا لیکن ضمیر غائب کو لانا اس وقت ہوگا جبکہ اس کے مرجع کا ذکر پہلے ہو چکا ہو چاہے لفظاً ہوا ہو جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان واصبر حتی یحکم اللہ بیننا وھو خیر الحاکمین ،اس آیت میں ھو کا مرجع لفظ اللہ کا ذکر پہلے لفظاً ہو چکا ہے یا تو اس کا مرجع معنیً گذر چکا ہو جیسے اعدلوا ھواقرب للتقویٰ، اس مثال میں ھو کا مرجع عدل ہے جو معنیً گذر چکا ہے، جو اعدلوا کے لفظ سے مستفاد ہوتا ہے، یا مرجع پر کوئی قرینہ حالیہ دلالت کرتا ہو، جیسے فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ۔ اس میں ترک کی ضمیر کا مرجع نہ لفظاً گذرا ہے نہ معنیً بلکہ حالت دلالت کرتی ہے کہ اس کا مرجع میت ہے، کیونکہ اسی کا بیان چل رہا ہے۔

تنبیہ:۔ ضمیر خطاب لانے میں اصل یہ ہے کہ وہ معین مخاطب کے لئے ہو اور وہ مخاطب سامنے موجود ہو، جیسے انت مولانا، لیکن کبھی مخاطب کیا جاتا ہے معین غیر موجود کو، جبکہ وہ مخاطب دل میں متحضر ہو، جیسے لاالہ الا انت، اور کبھی ضمیر خطاب سے کسی نکتہ اور غرض کی وجہ سے مخاطب غیر معین کو خطاب کیا جاتا ہے، اور مخاطب معین سے خطاب کو چھوڑ دیا جاتا ہے تا کہ یہ خطاب علی سبیل البدلیت یکے بعد دیگرے ہر مخاطب کو شامل ہو سکے، مثلاً باری تعالیٰ کا ارشاد وَلَوْ تَرىٰ اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اس آیت کریمہ میں ترىٰ میں خطاب کی ضمیر کا مخاطب معین نہیں ہے بلکہ مطلق مخاطب مراد ہے، یعنی اس ضمیر کا مخاطب ہر وہ شخص ہوگا جس میں دیکھنے کی صلاحیت ہو اور مطلق مخاطب مراد لینے کی غرض مجرمین کی عام رسوائی کا اظہار ہے۔

(۲) وَبِالْعَلَمِ لِاِحْضَارِهٖ بِعَيْنِهٖ اِبْتِدَاءً ا فِيْ ذِهْنِ السَّامِعِ اَوْ لِلتَّعْظِيْمِ اَوْ الْاِهَانَةِ۔

اور مسند الیہ کو معرفہ لایا جاتا ہے علم کی صورت میں، مسند الیہ کو متعین طریقے پر ابتداء

سامع کے ذہن میں حاضر کرنے کے لئے یا تعظیم کے لئے یا اہانت کے لئے۔

تشریح:۔ مسند الیہ کو کبھی معرفہ کی دوسری قسم علم کی صورت میں معرفہ لایا جاتا ہے اور علم سے معرفہ لانا اس وقت ہوگا جب کہ متکلم یہ چاہتا ہو کہ مسند الیہ بغیر کسی واسطہ کے اس کے خاص نام کے ساتھ سامع کے ذہن میں متحضر کیا جاوے، اور یہ معنٰی علم سے حاصل ہوتا ہے، لہذا مسند الیہ کو علم لایا جائے گا، جیسے وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ اس آیت میں یرفع مسند ہے اور مسند الیہ دو علم ہیں ابراہیم اور اسماعیل۔ اور مسند الیہ کو علم لانے سے مقصود یہ ہے کہ ان دو پاکیزہ شخصیتوں کو سامعین کے اذہان میں متحضر کیا جاوے۔

علم کے استعمال کی اصل غرض تو یہ ہے کہ مسند الیہ کو مخصوص نام کے ساتھ سامع کے ذہن میں متحضر کیا جاوے، لیکن کبھی علم لانے کی غرض اس کی عظمت ظاہر کرنا ہوتا ہے، جیسے رکب سیف الدولہ اس مثال میں سیف الدولہ علم لانے سے مقصود اس مسند الیہ کی تعظیم ہے، تعظیم پر یہ لفظ خود ہی دلالت کرتا ہے، اسی طرح کبھی مسند الیہ کی اہانت وتحقیر کی غرض سے مسند الیہ کو علم لایا جاتا ہے، جیسے حَضَرَ اَنْفُ النَّاقَةِ اس مثال میں انف الناقۃ علم ہے وہ خود ہی اہانت پر دلالت کرتا ہے، اور اسی معنٰی کے لئے مسند الیہ علم لایا گیا ہے۔

(۳) وَبِالْإِشَارَةِ لِمَعَانٍ تُسْتَفَادُ بِالْقَرَائِنِ كَالْقُرْبِ وَالْبُعْدِ وَالتَّعْظِيْمِ وَالتَّحْقِيْرِ۔

اور مسند الیہ کو اسم اشارہ کی صورت میں معرفہ لایا جاتا ہے چند معانی کے لئے جو معانی قرائن سے مستفاد ہوں گے جیسے قرب، بعد اور تعظیم وتحقیر کا معنٰی۔

تشریح:۔ اسم اشارہ کے ذریعے مسند الیہ کو معرفہ لانے سے کبھی قرب کا معنٰی یا بعد یا تحقیر یا تعظیم کا معنٰی مقصود ہوتا ہے، اور یہ معانی قرائن سے معلوم ہوں گے کہ اسم اشارہ کس معنٰی کے لئے ہے جیسے ''ھذا البیت'' اسم اشارہ ھذا مسند الیہ کے قرب کو بتلاتا ہے، مسند الیہ

کے دور ہونے کو بتلادے اس کی مثال تلک الشجرۃ، تعظیم کی مثال ذلک الکتاب لاریب فیہ اور تحقیر کی مثال ھل ھذا اِلاَّ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ۔

(۴) وَبِالْمَوْصُوْلِ لِلْاِبْهَامِ وَالتَّفْخِيْمِ وَالتَّعْظِيْمِ وَالتَّوْبِيْخِ اَوْ لِاَنَّ الْمُتَكَلِّمَ لَا يَعْلَمُ مِنْ اَمْرِهٖ سِوَى الصِّلَةِ۔

ترجمہ:- اور مسند الیہ موصول کی صورت میں معرفہ لایا جاتا ہے، معاملے کو مبہم رکھنے کے لئے اور تفخیم وتعظیم کے لئے اور توبیخ کے لئے یا اس لئے کہ متکلم مسند الیہ کے احوال میں سے سوائے صلہ کے کچھ نہیں جانتا ہے۔

تشریح:- مسند الیہ کو اسم موصول کے ذریعے معرفہ لانے کی چند اغراض ہیں، پہلی غرض یہ ہے کہ کبھی متکلم کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ایک حکم کو بیان کیا جاوے لیکن محکوم علیہ کو مبہم رکھا جاوے اور اس طرح مبہم رکھنے میں کوئی بڑا فائدہ ہوتا ہے، جیسے لیس للانسان الا ما سعٰی۔ اس مثال میں الا کے بعد ما موصولہ لائے جو مسند الیہ ہے اور اس کو موصول لانے کی غرض ابہام ہے، اور دوسری غرض تفخیم اور تعظیم ہے یعنی مسند الیہ کو عظیم المرتبت اور ذی شان بتلانا جیسے وَاِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى، میں ما موصول ہے جو مسند الیہ ہے اور اس کو تفخیم وتعظیم کی غرض سے لایا گیا اور تعظیم کا معنٰی ظاہر ہے، تیسری غرض توبیخ ہے یعنی مسند الیہ اسم موصول لاکر مخاطب کو ڈانٹنا مقصود ہے، والذی احسن الیک اسأت الیہ۔ اس مثال میں الذی موصول کو توبیخ کے لئے لایا گیا ہے، اور چوتھی غرض مسند الیہ کو اسم موصول لانے کی یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ متکلم مسند الیہ کے احوال میں سے صرف صلہ کو جانتا ہے اور صلہ کے علاوہ باقی کسی امر کو نہیں جانتا یعنی متکلم نہ تو مسند الیہ کا علم جانتا ہے اور نہ اس کی کنیت یا کوئی صفت وغیرہ تو جب متکلم صرف صلہ کو جانتا ہے اور دوسرا کوئی حال نہیں جانتا تو اس کو مسند الیہ بنانے کے لئے موصول کو اور اس کے صلہ کو لانا ہی پڑے گا، جیسے مثلاً متکلم ایک شخص کے بارے میں ایک حکم لگانا چاہتا ہے اور اس شخص کا علم وغیرہ اس کو کچھ معلوم نہیں صرف اس بات

کو جانتا ہے کہ ہم نے کل اس کا بیان سنا تھا تو اب اس کا تعارف کرانے کے لئے لامحالہ موصول اور صلہ کو لانا ہی پڑے گا، اس لئے کہ اس کے بغیر اس کے پاس کوئی دوسرا طریقہ ہے ہی نہیں، لہذا وہ یوں کہے گا ''والذی سمعناہ امس خطیبٌ مِصْقَعٌ'' تو اس مثال میں موصول کے ذریعے معرفہ لانے کی غرض یہ ہوئی کہ متکلم کو صلہ کے بغیر کچھ علم نہیں، لہذا موصول اور صلہ سے مسند الیہ کا تعارف کرایا۔

فائدہ:- مصقع: بمعنی بلیغ، عالی صوت، جس کے کلام میں اشتباہ نہ ہو۔

(۵) وَيُعَرَّفُ بِاَلْ لِلْاِشَارَةِ اِلٰى مَعْهُوْدٍ نحوُ حَكَمَ الْقَاضِىْ بِكَذَا۔

اور مسند الیہ کو الف لام کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے، معہود کی طرف اشارہ کرنے کے لئے جیسے قاضی نے ایسا فیصلہ کیا۔

تشریح:- مسند الیہ کو الف لام کے ذریعے معرفہ اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ الف لام کا مدخول، متکلم اور مخاطب کے نزدیک معہود ہو اب الف لام کر اس معہود کی جانب اشارہ مقصود ہوتا ہے، جیسا حکم القاضی بکذا اس مثال میں الف لام لانے سے معہود اور متعین قاضی کی جانب اشارہ کیا کہ اسی نے یہ فیصلہ کیا نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور قاضی نے۔

فائدہ:- الف لام کی دو قسمیں ہیں (۱) لام عہدی (۲) لام جنسی، دوسرا نام لام حقیقت پھر لام عہدی کی تین قسمیں ہیں (۱) صریحی (۲) کنائی (۳) حضوری، کیونکہ لام عہدی کے مدخول کا لام سے پہلے مذکور ہونا ضروری ہے پس اگر اس کا مدخول صراحۃً مذکور ہے، مثلاً کما ارسلنا الی فرعون رسولاً فعصٰی فرعون الرسول میں الرسول پر الف لام اس لئے لایا گیا کہ اس کا مدخول صراحۃً معہود و متعین ہو چکا ہے تو اس طرح متعین کرنے کا نام عہد صریحی ہے، اور اس لام کو لام عہدی صریحی کہیں گے۔

(۲) یا لام سے پہلے اس کا ذکر اشارۃً گذرا ہو تو اس لام کو عہد کنائی کہیں گے، مثلاً

ولیس الذکر کالانثیٰ میں الذکر پر الف لام لائے اور اس کا ذکر پہلے صراحۃً تو نہیں گذرا مگر ماقبل آیت میں اشارہ ہو چکا ہے مثلاً ماقبل میں آیت ہے، رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا اس میں ما سے مراد ذکر ہی ہے لہذا پھر بعد میں لام عہدی سے متعین کرنے کا نام عہد کنائی ہوگا۔

(۳) لام سے پہلے اس کا ذکر نہ صراحۃً گذرا ہو اور نہ کنایۃً بلکہ قرائن سے سامع اس کو جانتا ہو، اس لئے اس کو لام سے معہود کر کے لائے، اس کا نام حضوری ہے، مثلاً ھل انعقد المجلس، اور المجلس سے مراد متعین مجلس ہے جو سامع جانتا ہے لہذا اس طرح معہود کرنے والے لام کو حضوری کہیں گے، لام حضوری کی دوسری صورت یہ ہے کہ جس پر الف لام داخل ہوا ہے خود اس کی ذات حاضر اور موجود ہے، مثلاً الیوم اکملت لکم دینکم میں یوم پر لام داخل ہے اور وہ خود موجود ہے، لہذا اس کا نام بھی حضوری ہے۔

الف لام کی دوسری قسم لام جنسی ہے، لام جنسی کی چار قسمیں ہیں (۱) لام جنس (۲) لام عہدی ذہنی (۳) لام استغراقی حقیقی (۴) لام استغراقی عرفی، کیونکہ جس پر لام جنس داخل ہوا ہے۔

اس کے افراد سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو وہ لام جنس کا ہے مثلاً الانسان حیوان میں انسان کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ (۲) اور اگر کسی فرد غیر معین، مبہم کے ضمن میں حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو وہ لام عہد ذہنی ہوگا، مگر اس پر قرینہ کا ہونا ضروری ہے، جیسے واخاف ان یأ کلہ الذئب اور اگر اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے جو حقیقت تمام افراد کے ضمن میں پائی جاتی ہے تو وہ لام استغراق کا ہوگا، پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۳) اگر جن تمام افراد کے ضمن میں حقیقت پائی گئی ہے اگر ان تمام افراد کو لفظ، لغت کے اعتبار سے شامل ہے تو یہ لام استغراقی حقیقی ہوگا، جیسے عالم الغیب والشہادۃ ای کلّ غائب وشاہد۔ (۴) اور اگر لفظ ان تمام افراد کو عرف کے اعتبار سے شامل

ہے تو یہ لام استغراق عرفی ہوگا، جیسے جَمَعَ الْاَمِیْرُ التُّجَّار وَالْقٰی عَلَیْھِمْ نَصَائِحَہٗ میں التجار پر الف لام تجار کے تمام افراد کو شامل ہے، لیکن عرفاً یعنی تجار کے وہ افراد جو امیر کی ماتحتی میں ہیں نہ کہ دوسرے تجار لہذا یہ لام استغراقی عرفی ہوگا۔

(٦) وَبِالْاِضَافَةِ لِلْاِخْتِصَارِ اَوِ التَّعْظِیْمِ نحوُ جَاءَ غُلَامِیْ وَقَالَ نَبِیُّ اللّٰہِ مُوْسٰی وَعَبْدِیْ عِنْدِیْ۔

اور مسند الیہ کو اضافت کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے، اختصار کے لئے یا تعظیم کے لئے جیسے میرا غلام آیا اور جیسے اللہ تعالیٰ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اور میرا غلام میرے پاس ہے۔

تشریح:- مسند الیہ کو اضافت سے معرفہ لانے کی غرض اختصار ہے یعنی کلام اضافت کی وجہ سے مختصر ہوگا برخلاف اس کے کہ اگر اضافت نہ کی جاوے جیسے جاءَ غلامی یہ مختصر ہے، جاء غلام الذی لی کا، ملاحظہ فرمایئے اضافت کی وجہ سے کتنا اختصار ہوا، نیز دوسری غرض تعظیم ہے یعنی مضاف کی تعظیم یا مضاف الیہ کی تعظیم کی غرض سے اضافت کی جاتی ہے، جیسے مضاف کی تعظیم ہو، اس کی مثال قال نبی اللہ موسیٰ، اس مثال میں نبی کی اضافت لفظ اللہ کی طرف کرنے کی وجہ سے مضاف میں عظمت کا معنٰی پیدا ہوا اور مضاف الیہ کی تعظیم کی مثال وعبدی عندی، اس مثال میں عبد کی اضافت ی ضمیر کی طرف کرنے کی وجہ سے مضاف الیہ میں یعنی متکلم میں عظمت کا معنٰی پیدا ہوا اور وہ اس طریقے پر کہ متکلم ایسا آدمی ہے کہ جس کے پاس غلام ہے۔

وَیُنَکَّرُ قَصْدَ الْاِفْرَادِ اَوِ النَّوْعِیَّةِ نحوُ وَیْلٌ اَھْوَنُ مِنْ وَیْلَیْنِ وَلِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ وَالتَّکْثِیْرِ اَوِ التَّقْلِیْلِ نحوُ اِنَّ لَہٗ لَاِبِلًا، وَغَنَمًا، وَعِنْدَہٗ کِسَرٌ یَقْتَاتُ بِھَا۔

اور مسند الیہ کو نکرہ لایا جاتا ہے افراد یا نوعیت کے بیان کے لئے جیسے ایک ہلاکت

آسان ہے دو ہلا کتوں سے، اور ہر قسم کی بیماری کے لئے دواء (علاج) ہے اور تکثیر یا تقلیل کے بیان کے لئے جیسے بیشک اس کے پاس بہت اونٹ اور بکریاں ہیں، اور اس کے پاس چند ٹکڑے ہیں جس سے وہ روزی حاصل کرتا ہے۔

تشریح:۔ مسند الیہ میں اصل تو یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو لیکن کبھی کسی غرض کی وجہ سے اس کو نکرہ بھی لایا جاتا ہے، ان ہی اغراض میں سے یہاں چار غرضوں کو بیان کیا، پہلی غرض یہ کہ کبھی مسند الیہ کو نکرہ لانا وحدت کا معنٰی بیان کرنے کے لئے ہوتا ہے جیسے ویلٌ اھونُ من ویــنـیــن ، اس مثال میں ویل مسند الیہ کو نکرہ لانا وحدت کا معنی بتانے کے لئے ہے، اور کبھی نوعیت بیان کرنے کے لئے مسند الیہ نکرہ لایا جاتا ہے، مثلاً لــکــل داءٍ دواء اس مثال میں دواء مسند الیہ کو نکرہ لانا نوعیت بتانے کے لئے ہے، اسی طرح کبھی تکثیر یا تقلیل کی غرض سے مسند الیہ کو نکرہ لایا جاتا ہے، جیسے ان له لابلاً وغنماً میں ابل اور غنم کی تنکیر للتکثیر ہے، اور تقلیل کی مثال وعــنــده کِــسَــرٌ یقتــات بھا، کسرٌ کو نکرہ لانا تقلیل اور افراد کی قلت کو بتلانے کے لئے ہے۔

وَقَدْ یُعَرَّفُ الْمُسْنَدُ بِلَامِ الْجِنْسِ فَیُفِیْدُ الْقَصْرَ نحوُ اَنْتَ الْاَمِیْرُ حَقِیْقَةً اَوْ مُبَالَغَةً وَیُنَكَّرُ قَصْدَ اِنْتِفَاءِ الْعَهْدِ اَوِ الْحَصرِ نحوُ اَنْتَ اَمِیْرٌ۔

اور کبھی مسند کو لام جنس کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے اس وقت وہ حصر کا فائدہ دے گا، جیسے آپ ہی امیر ہے حقیقۃً یا مبالغۃً ، اور مسند کو نکرہ لایا جاتا ہے عہد یا حصر کی نفی کے لئے جیسے آپ امیر ہیں۔

تشریح:۔ مسند میں اصل نکرہ ہونا ہے، لیکن کبھی کسی غرض کی وجہ سے اس کو معرفہ بھی لایا جاتا ہے، مثلاً حصر پیدا کرنے کے لئے مسند کو لام جنس کے ذریعے معرفہ لاتے ہیں جیسے انت الامیر، اس مثال میں امیر مسند کی تعریف سے مقصود حصر ہے، یعنی امیر کے معنی کو مخاطب

منحصر کرنا، چاہے یہ حصر حقیقۃً ہو یا مبالغۃً یعنی حقیقت میں مخاطب اکیلا ہی امیر بننے کا اہل ہے، لہذا حقیقت میں وہ امیر ہے اور اس پر حصر کیا گیا، یا صرف مبالغۃً کہہ دیا جاوے، انت الامیر حالانکہ مخاطب کے علاوہ اور بھی دوسرے حضرات بھی امیر ہیں، تو اس وقت اس حصر سے مقصود مبالغہ ہوگا۔

وَيُخَصَّصُ بِالْوَصْفِ اَوِ الْاِضَافَةِ لِتَكُوْنَ الْفَائِدَةُ اَتَمَّ نحوُ هٰذا عالمٌ بَلِيْغٌ وذاكَ طَالِبُ علمٍ۔

اور کبھی مسند کو صفت یا اضافت کے ذریعے خاص کیا جاتا ہے تاکہ فائدہ تام ہو، جیسے یہ بلیغ عالم ہے اور وہ علم کا طالب ہے۔

تشریح:- مسند کو کبھی فائدۂ تام کی غرض سے صفت یا مضاف الیہ کے ذریعے سے خاص کیا جاتا ہے، اور اس طرح خاص کرنے سے فائدہ کا تام ہونا ظاہر ہے، اس لئے کہ اگر صفت یا مضاف الیہ نہ لاوے تو اس میں عمومیت زیادہ ہوگی، اور صفت یا مضاف الیہ لانے کی وجہ سے اس میں عمومیت کی کمی ہوگی اور تخصیص کا معنیٰ پیدا ہوگا، جس کی وجہ سے فائدہ تام ہوگا جیسے ھٰذا عالمٌ بلیغٌ اس مثال میں عالم کی صفت بلیغ کے ذریعے مسند کو خاص کیا اور ذاک طالب علمٍ اس مثال میں علم مضاف الیہ لاکر طالب میں تخصیص کا معنیٰ پیدا ہوا۔

فائدہ:- معارف نحو یہ تو سات ہیں لیکن اپنی کتاب سفینہ میں ان میں سے چھ کو بیان کیا اور ایک "منادیٰ" کو بیان نہیں کیا شاید سہواً چھوٹ گیا ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ تمرین میں ایک ایسے جملے کے متعلق بھی سوال ہے جس کی تعریف حرف ندا کے ذریعے سے ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یا تو اس کا ذکر سہواً رہ گیا یا کاتب نے اس کو چھوڑ دیا ہو، بہر حال نداء کے ذریعے تعریف کی بھی چند اغراض ہیں ایک تو یہ کہ متکلم مخاطب کے کسی خاص حال کو نہ جانتا ہو تو وہ یا رجل کہے گا یعنی یہ بتانا مقصود ہے کہ منادیٰ کیسا ہے وہ مجھے معلوم نہیں، یا نداء سے تعریف کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس علت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے جس کا مخاطب

سے مطالبہ ہے، مثلاً ''یا تلمیذ اکتب الدرس'' کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ میں یہ حکم اس لئے کر رہا ہوں کہ وہ میرا شاگرد ہے۔

اسئلة

(۱) وَضِّحِ الْمُرَادَ مِنْ تَعْرِيْفِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ بِالضَّمِيْرِ وَالْعَلَمِ ؟ مسند الیہ کو ضمیر یا علم کی صورت میں معرفہ لانے کی مراد کو واضح کیجئے ؟ ص ۵۹ کو دیکھو۔

(۲) وَضِّحِ الْمُرَادَ مِنْ تَعْرِيْفِهِ بِالْمَوْصُوْلِ وَالْاِشَارَةِ؟ مسند الیہ کو موصول یا اشارہ کے ذریعے معرفہ لانے کی مراد واضح کرو؟

(۳) اُذْكُرْ اَغْرَاضَ تَعْرِيْفِهِ بِاَلْ وَالْاِضَافَةِ؟ مسند الیہ کو الف لام اور اضافت کے ذریعہ معرفہ لانے کی اغراض بیان کرو؟

(۴) لِمَ يَعَرَّفُ الْمُسْنَدُ بِلَامِ الْجِنْسِ وَلِمَ يُنَكَّرُ؟ مسند کو لام جنس کے ذریعے کیوں معرفہ لایا جاتا ہے اور اس کو نکرہ کیوں لایا جاتا ہے؟

تمرين

بين نوع المعرفة واذكر سبب التعريف والتنكير فيما يلى

آنے والے جملوں میں معرفہ کی قسم بیان کرو اور معرفہ ونکرہ لانے کے اسباب کو ذکر کرو۔

(۱) قَرأْنَا شِعْرَ الْاَخْطَلِ وَلَمْ نَقْرأْ شِعْرَ الْفَرَزْدَقِ۔ ہم نے اخطل کا شعر پڑھا اور فرزدق کا شعر نہیں پڑھا۔ مسند الیہ کو نا ضمیر کے ذریعے معرفہ لانا مقام تکلم کی وجہ سے ہے، نیز مفعول شعر کی اضافت اخطل کی جانب للتعظیم ہے، اور فرزدق کی جانب للتحقیر

ہے۔

(۲) يَا بَوَّابُ افْتَحْ لِی۔ اے دربان میرے لئے دروازہ کھول دے۔ تعریف بالنداء، اس علت کی جانب اشارہ کے لئے جس کا مخاطب سے مطالبہ ہے۔

(۳) هٰذا قَرِيْبُ الْفَائِدَةِ ۔ یہ قریب الفائدہ ہے، تعریف بالاشارہ للقریب نیز مسند کی اضافت للاختصار۔

(۴) اِنَّ لَهُ لَاِبِلًا وَغَنَمًا، مسند اليه ابلاً وغنماً کی تنکیر للتکثیر ۔

(۵) الجزاءُ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ۔ جزاء عمل کی جنس سے ہے، تعریف با ل للاشارۃ الی المعہود۔

(۶) جَوْلَةُ الْبَاطِلِ سَاعَةٌ وجَوْلَةُ الْحَقِّ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ۔ باطل کا غلبہ تھوڑی دیر کے لئے ہے اور حق کا غلبہ قیامت تک کے لئے ہے، تعریف بالاضافت للاختصار۔

(۷) جَلِيْسُ الْمَرْءِ مِثْلُهُ۔ انسان کا ہم نشین اسی جیسا ہوتا ہے، تعریف بالاضافت للاختصار۔

(۸) اَنَا هُوَ الرَّبُّ اِلٰهُكَ لَا يَكُنْ لَكَ اِلٰهٌ غَيْرِیْ۔ میں ہی تیرا معبود ہوں تیرے لئے میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تعریف بالضمیر لمقام التکلم نیز مسند الرب کی تعریف للحصر۔

(۹) اَلْمُؤْمِنُ اَسْعَدُ مِنَ الْكَافِرِ۔ مومن کافر سے نیک بخت ہے۔ تعریف بلام الاستغراق تمام افراد کو گھیرنے کے لئے۔

(۱۰) عندهٗ كِسَرٌ يقتاتُ بها، اس کے پاس چند ٹکڑے ہیں جس سے وہ روزی حاصل کرتا ہے۔ مسند الیہ کِسَرٌ کی تنکیر للتقلیل ۔

(۱۱) شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ۔ بڑے شر نے کتے کو بھونکایا، مسند الیہ کی تنکیر للنوعیۃ ۔

(۱۲) هٰذهٖ بتلک والبادئ اَظْلَمُ۔ یہ اس کے بدلے میں ہے اور ابتداء کرنے والا زیادہ

ظالم ہے، تعریف بالاشارۃ للقریب۔

(۱۳) عِنْدَ جُهَيْنَةَ الْخَبَرُ الْيَقِيْنُ. جہینہ کے پاس ہی یقینی خبر ہے، مسندالیہ الخبر الیقین کی تعریف للاشارۃ الی المعھود۔

(۱۴) لِكُلِّ جَوَادٍ كَبْوَةٌ. ہر تیز رفتار گھوڑے کے لئے ٹھوکر کھانا ہے۔ مسندالیہ کبوۃ کی تنکیر للنوعیۃ۔

(۱۵) عَيْنٌ عَرَفَتْ فَذَرَفَتْ. آنکھ نے پہچان لیا تو اس نے آنسوں بہادیئے۔ مسندالیہ کی تنکیر للافراد غیر معین۔

(۱٦) جَارٌ قريبٌ خيرٌ مِنْ اَخٍ بَعِيْدٍ. قریبی پڑوسی دور رہنے والے بھائی سے بہتر ہے۔ مسندالیہ نکرہ کی تخصیص بالوصف للافادۃ اور تنکیر للنوعیۃ۔

(۱۷) لَهُ حَاجِبٌ عَنْ كُلِّ اَمْرٍ يَشِيْنُهُ. وليس له عن طالبِ الْعُرْفِ حاجبٌ،

قول مروان ابن ابی حفصہ۔

اس کے لئے بڑا مانع ہے ہر اس امر سے جو اس کو عیب دار بنا دیوے اور اس کے لئے بھلائی کے طالب سے کوئی مانع نہیں ہے پہلے مصرعہ میں حاجب مسندالیہ کی تنکیر للتعظیم اور دوسرے مصرعہ میں حاجب مسندالیہ کی تنکیر للتحقیر

(۱۸)

وَالْخِلُّ كَالْمَاءِ يُبْدِىْ لِىْ ضَمَائِرَهٗ مَعَ الصَّفَاءِ وَيُخْفِيْهَا مَعَ الْكَدَرِ

''قول ابی العلاء'' دوست پانی کی طرح ہے ظاہر کر دیتا ہے میرے لئے اپنی پوشیدہ باتوں کو صفائی کے ساتھ اور چھپاتا ہے کدورت کے ساتھ۔ تعریف بال للاشارۃ الی المعھود۔

(۱۹)

النَّاسُ اَرْضٌ لِكُلِّ اَرْضٍ وَاَنْتَ مِنْ فَوْقِهِمْ سَمَاءٌ

لوگ زمین ہیں ہر جگہ میں اور آپ ان کے اوپر آسمان ہیں۔ تعریف بلام الاستغراق

للاستغراق۔

(۲۰)

كُلُّ دَاءٍ دَوَاءٌ يُسْتَطَبُّ بِهٖ   اِلَّا الْحَمَاقَةَ اَعْيَتْ مَنْ يُدَاوِيْهَا

ہر بیماری کی دواء ہے جس سے اس کا علاج کیا جاتا ہے مگر بیوقوفی کہ وہ تھکا دیتی ہے اس کو جو اس کا علاج کرے، دواء مسند الیہ کی تنکیر للنوعیۃ۔



الباب الخامس فی الاطلاق والتقیید

پانچواں باب اطلاق اور تقیید کے بیان میں

(۱) الإِطْلَاقُ هُوَ اَنْ يُقْتَصَرَ فِي الْجُمْلَةِ عَلٰى ذِكْرِ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ نحوُ سَافَرَ اِبْرَاهِيْمُ وَيُسَمّٰى الْكَلَامُ حِيْنَئِذٍ مُطْلَقًا وَهُوَ يَكُوْنُ حَيْثُ لَمْ يَتَعَلَّقِ الْغَرَضُ بِتَقْيِيْدِ الْحُكْمِ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ حَتّٰى يَتَاَتّٰى لِلسَّامِعِ اَنْ يَذْهَبَ فِي الْكَلَامِ كُلَّ مَذْهَبٍ۔

اطلاق یہ ہے کہ جملہ میں مسند اور مسند الیہ کے ذکر پر اکتفا کیا جائے، جیسے ابراہیم نے سفر کیا اور اس وقت ایسے کلام کو مطلق کہا جائے گا اور وہ (کلام مطلق رکھنا) وہاں ہوتا ہے

جہاں حکم کو کسی وجہ کے ساتھ مقید کرنے سے کوئی غرض متعلق نہ ہو، تا کہ سامع کے لئے کلام میں ہر راستے پر چلنے کی گنجائش ہو۔

تشریح:- علم معانی کا یہاں سے پانچواں باب ذکر کیا جا رہا ہے جس میں کلام اور حکم کو مطلق رکھنے اور مقید کرنے کے متعلق امور ذکر کئے جائیں گے، چنانچہ بیان کیا کہ اطلاق اس کا نام ہے کہ جملہ میں صرف مسند اور مسند الیہ کو ذکر کیا جائے، اس کے علاوہ کسی اور قید کو ذکر نہ کیا جائے، اس کو اطلاق کہتے ہیں، اور کلام کو مطلق لانا اس وقت ہوتا ہے جب کہ کسی قید کے ساتھ مقید کرنے میں کوئی غرض وابستہ نہ ہو، یعنی قید کے بغیر کلام کے مفہوم ومعنی میں کوئی خلل واقع نہ ہو، نیز کوئی فائدہ مقصودہ کے فوت ہونے کا بھی کوئی خوف نہ ہو، مثلاً کوئی متکلم ابراہیم کے سفر کرنے کی خبر دینا چاہتا ہو اور مقصود صرف ابراہیم کا سفر کرنا ہی بیان کرنا ہے تو اس وقت وہ یوں کہے گا سافر ابراہیم تو یہ کلام اور حکم مطلق ہوگا اور کلام مطلق رکھنے کی صورت میں سامع اور مخاطب اس کلام کے متعلق جو قید لگانا چاہے اور سوچے وہ سوچ سکتا ہے، مثلاً مخاطب یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ شاید ابراہیم نے اکیلا ہی سفر کیا یا کسی اور کے ساتھ یا اس نے پیدل سفر کیا ہوگا اور یہ بھی مراد لے سکتا ہے کہ سواری پر وغیرہ ذلک، لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ تمام قیودات میں سے کسی قید کو بیان کرنا متکلم کا مقصود نہیں وہ تو صرف ابراہیم کے سفر کرنے کو بتانا چاہتا ہے۔

(۲) وَالتَّقْيِيْدُ هُوَ اَنْ يُزَادَ عَلَى الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ شَيْءٌ يَتَعَلَّقُ بِهِمَا اَوْ بِاَحَدِهِمَا نحوُ ظَلَّ الْهَوَاءُ حَارًّا، وَلَمْ يَخْلُقِ اللهُ الْعَالَمَ مُفْتَقِرًا اِلَيْهِمْ، وَيُسَمَّى الْكَلَامُ حِيْنَئِذٍ مُقَيَّدًا، وَهُوَ يَكُوْنُ حَيْثُ يَتَعَلَّقُ الْغَرَضُ بِتَقْيِيْدِ الْحُكْمِ بِوَجْهٍ مَخْصُوْصٍ لَوْ لَمْ يُرَاعِ لَفَاتَتِ الْفَائِدَةُ الْمَقْصُوْدَةُ اَوْ كَانَ الْكَلَامُ كَاذِبًا۔

اور تقیید یہ ہے کہ مسند اور مسند الیہ پر کوئی چیز بڑھا دی جائے جو ان دونوں سے یا ان

میں سے کسی ایک سے متعلق ہو جیسے دن کو ہوا گرم رہی، اور اللہ تعالیٰ نے عالم کو اس کا محتاج ہو کر پیدا نہیں کیا، اور اس وقت کلام کو مقید کہا جائے گا اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں حکم کو کسی خاص وجہ کے ساتھ مقید کرنے سے کوئی غرض متعلق ہو، کہ اگر اس کی رعایت نہ کی جائے تو فائدہ مقصودہ فوت ہو جائے یا کلام جھوٹا ہو جائے۔

تشریح: -اور تقیید اس کا نام ہے کہ مسند اور مسند الیہ پر کسی شئی کو بڑھا دیا جائے یعنی ان کی قید لائی جائے، چاہے اس شئی اور قید کا تعلق مسند اور مسند الیہ دونوں کے ساتھ ہو یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ، بہر حال اس طرح قید لانے کا نام تقیید ہے، اور قید والے کلام کو مقید کہا جاتا ہے، اور قید کو اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ اس کے ساتھ کوئی فائدہ مقصودہ وابستہ ہو کہ اگر اس قید کو نہ لایا جائے تو وہ فائدہ فوت ہو جائے یا قید کے بغیر پورے کلام کا مفہوم ہی غلط ہو جائے، لہذا ایسے وقت میں قید کو بڑھانا ضروری ہوگا، جیسے ظل الھواء حارًا۔ ہوا دن کو گرم رہی، اس مثال میں غور کیجئے کہ متکلم اس بات کی خبر دینا چاہتا ہے کہ دن میں ہوا گرم رہی، اب اگر ظل قید کے بغیر صرف مسند اور مسند الیہ کو ذکر کیا جائے اور الھواء حارٌ کہہ دیا جائے تو کلام کا معنٰی ہوگا کہ ہوا گرم ہے، یعنی فی الحال اور یہ معنی متکلم کے مقصود کے خلاف ہے، لہذا اس معنٰی مقصودہ کے حاصل کرنے کے لئے ظل قید کا بڑھانا ضروری ہوگا، اسی طرح دوسری مثال لم تخلق اللہ العالم مُفْتَقِرًا الیہم، اللہ تعالیٰ نے عالم کو ان کا محتاج ہو کر پیدا نہیں کیا، اس مثال میں مُفْتَقِرًا الیہم قید کو بڑھایا گیا ہے جو لم تخلق مسند اور لفظ اللہ مسند الیہ پر زیادہ کی گئی ہے، اور اگر اس قید کو نہ لایا جاوے تو کلام کا مفہوم ہی غلط ہو جائے گا، اور وہ اس طریقے پر کہ اس وقت کلام ہوگا لم تخلق اللہ العالم اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا نہیں کیا، اور اس کلام کا غلط ہونا بالکل ظاہر ہے، لہذا کلام کے معنٰی و مفہوم کو صحیح کرنے کے لئے اس قید کا بڑھانا ضروری ہے۔

فائدہ: - پہلی مثال میں قید کا تعلق دونوں کے ساتھ ہے اور دوسری مثال میں

صرف مسند الیہ کے ساتھ اس لئے کہ وہ قید حال بن رہی ہے مسند الیہ کے لئے۔

(۳) وَالتَّقْيِيْدُ يَكُوْنُ بِأَدَوَاتِ الشَّرْطِ وَالنَّفْيِ وَالنَّوَاسِخِ وَالْمَفَاعِيْلِ وَالْحَالِ وَالتَّمْيِيْزِ وَالْمُسْتَثْنٰى بِإِلَّا وَالتَّوَابِعِ۔

اور حکم کو مقید کرنا حروف شرط اور حروف نفی اور نواسخ اور مفاعیل اور حال اور تمیز اور مستثنیٰ بالاّ اور توابع کے ذریعے ہوگا۔

تشریح:- اس عبارت میں ان قیودات کو بیان کیا جن کو مسند اور مسند الیہ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جوڑا جاتا ہے، یہ بات یاد رہے کہ ان قیودات میں سے ہر قید کیساتھ کلام کو مقید کرنے کی غرض الگ الگ ہوگی، مثلاً ادوات شرط سے کلام کو مقید کرنے کی اغراض خود کتاب میں مذکور ہیں اور باقی قیودات کی اغراض کو چونکہ نحو کی کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے، اس لئے ان کی اغراض کو یہاں بیان نہیں کیا گیا، مثلاً حروف نفی سے مقید کرنے کی غرض مخصوص طریقے پر حکم کی نفی کرنا ہے، مثلاً حروف نفی سات ہیں، ما، لا، لات، ان، لن، لم، لمّا۔ ان میں سے لا سے کلام مقید کرنے کی غرض مطلق نفی ہے بغیر کسی زمانہ کے لحاظ کئے ہوئے، اور ما، ان اور لات اگر مضارع پر داخل ہوں تو حال کی نفی کے لئے آتے ہیں، اور لن استقبال کی نفی کے لئے، اور لم اور لمّا ماضی کی نفی کے لئے، اسی طرح نواسخ یعنی ان افعال اور حروف سے کلام کو مقید کرنا جو مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا اور خبر کے حکم کو زائل اور منسوخ کر دیتے ہیں، ان سے کلام کو مقید کرنا بھی بہت سی اغراض کے لئے ہوتا ہے، جن اغراض کو نواسخ کے الفاظ سمجھائیں گے، مثلاً کلام کو کان ناسخ سے مقید کرنا کبھی استمرار کا معنیٰ سمجھانے کے لئے ہوتا ہے، اور کبھی حالِ ماضیہ کی حکایت کے لئے ہوتا ہے، اسی طرح دوسرے نواسخ میں سے بعض حکم کو مخصوص زمانے کے ساتھ مقید کرنے کا فائدہ دیتے ہیں مثلاً اضحیٰ، اصبح، امسیٰ، ظل اور بات وغیرہ، اور بعض نواسخ حکم کو محقق اور مضبوط کرنے کا فائدہ دیتے ہیں جیسے اِنَّ اور اَنَّ، اور بعض حکم کی قربت کو بتلاتے ہیں، جیسے افعال مقاربہ وغیرہ اسی طرح

باقی نواسخ کو جان لو۔

اور مفاعیل کے ساتھ کلام کو مقید کرنا یا تو فعل کی تاکید کے لئے یا نوعیت بیان کرنے کے لئے ہوتا ہے، جیسے مفعول مطلق میں، یا اس بات کو بیان کرنے کے لئے کہ یہ فعل کس پر یا کس میں یا کس کی وجہ سے یا کس کے ساتھ واقع ہوا ہے، اور حال اور تمیز کی قید سے غرض حالت بیان کرنا یا ابہام دور کرنا ہوتا ہے، اور مستثنیٰ بالا سے مقید کرنا، مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ سے خارج کرنے کے لئے ہوتا ہے، اور توابع سے یعنی صفت، تاکید، عطف بیان، عطف نسق (معطوف علیہ، معطوف) اور بدل سے مقید کرنا بھی مختلف اغراض کے لئے ہوتا ہے، مثلاً صفت سے مقید کرنا موصوف کی تخصیص کے لئے اگر موصوف نکرہ ہو، اور اگر معرفہ ہو تو اس کی وضاحت کے لئے اور تاکید کی غرض مفہوم کی تقریر اور عطفِ بیان کی غرض اپنے متبوع کی مدح ہوتی ہے، اور عطف نسق کی غرض معطوف کو معطوف علیہ کے حکم اعرابی میں شریک کرنا، اسی طرح بدل سے مقید کرنا بدل کے مقصود ہونے کو بیان کرنے کے لئے۔

اَمَّا التَّقْيِيْدُ بِاَدَوَاتِ الشَّرْطِ فَالْغَرَضُ مِنْهُ هُنَا التَّكَلُّمُ عَلٰى اِنْ وَاِذَا لِاِخْتِصَاصِهَا بِاُمُوْرٍ لَمْ يَتَعَرَّضْ لِذِكْرِهَا فِيْ عِلْمِ النَّحْوِ۔

بہر حال ادوات شرط کے ساتھ مقید کرنے سے یہاں پر غرض ان، اذا اور لو پر کلام کرنا ہے، ان تینوں کے ایسے امور کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے جن کا ذکر علم نحو میں نہیں ہوتا۔

اِنَّ الْاَصْلَ فِی اِنْ عَدَمُ الْجَزْمِ بِوُقُوْعِ الشَّرْطِ وَفِیْ اِذْ الْجَزْمُ بِوُقُوْعِهٖ فَلِذَا غَلَبَ الْاِتْيَانُ بِالْقَلِيْلِ الْوُقُوْعِ بَعْدَ الْاُوْلٰى بِلَفْظِ الْمُضَارِعِ وَبِكَثِيْرِهٖ بَعْدَ الثَّانِيَةِ بِلَفْظِ الْمَاضِیْ نحوُ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ۔

بیشک اِن حرف شرط میں اصل یہ ہے کہ شرط کے وقوع کا یقین نہ ہو اور اِذ میں شرط

کے وقوع کا یقین ہو اسی وجہ سے قلیل الوقوع کو اِنْ کے بعد فعل مضارع کے لفظ کے ساتھ لانا اکثر ہوتا ہے، اور کثیر الوقوع کو اِذْ کے بعد ماضی کے لفظ سے لاتے ہیں جیسے جب ان کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے، تو وہ کہتے ہیں یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے اور گر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی ہے تو موسٰی اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے ہیں۔

وَالْاَصْلُ فِیْ لَوْ الْجَزْمُ بِانْتِفَاءِ الشَّرْطِ فِیْمَا مَضٰی فَلِذَا غَلَبَ الْاِتْیَانُ بِالْمَاضِیْ فِیْ جُمْلَتَیْهِمَا نحوُ لَوْ اَحْبَبْتَ صُنْعَکَ لَاَتْقَنْتَهٗ۔

اور لَوْ میں اصل یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں شرط کی نفی کا یقین ہو اس لئے لو کے بعد اس کے دونوں جملوں میں فعل ماضی لاتے ہیں جیسے اگر تم کو اپنے کام سے محبت ہوتی تو اس کو اچھی طرح کرتے۔

تشریح:- اس عبارت میں ادوات شرط کے ساتھ کلام کو مقید کرنے کی اغراض کو بیان کرتے ہیں، لیکن یہ بات یاد رہے کہ اپنی کتاب میں ادوات شرط میں سے صرف تین کو یعنی اِنْ، اِذْ، اور لَوْ کو بیان کیا جائے گا اور باقی ادوات کا تذکرہ نہیں کریں گے، اس وجہ سے کہ ان تین کے علاوہ باقی ادوات شرط سے کلام کو مقید کرنے کی وہی اغراض ہیں جو نحو کی کتابوں میں مذکور ہیں، جبکہ مذکور تین ادوات کے ساتھ بعض وہ امور مخصوص ہیں جو نحو کی کتابوں میں مذکور نہیں، اس لئے ان تینوں کو یہاں بیان کیا جائے گا، چنانچہ بیان کیا کہ حرف شرط اِنْ کے ساتھ کلام کو مقید کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ جہاں شرط کے واقع ہونے کا یقین نہ ہو وہاں حرف شرط ان کو استعمال کیا جاتا ہے اور اِذ میں اصل یہ ہیکہ وہ ایسے مواقع میں استعمال ہوتا ہے، جہاں شرط کے واقع ہونے کا یقین ہو، اسی وجہ سے جو فعل قلیل الوقوع ہو اس کو اِنْ کے بعد فعل مضارع کی صورت میں لاتے ہیں، اس لئے کہ فعل مضارع میں فعل کے وجود اور عدم وجود دونوں کا احتمال ہے، لہذا حرف شرط اِنْ کے بعد اس کو لانا مناسب

ہے، اور اِذْ کے بعد ایسا فعل لاتے ہیں جو کثیر الوقوع ہو اور وہ بھی ماضی کے صیغے کے ساتھ تاکہ ماضی کا صیغہ اس کے وقوع کے یقینی ہونے کو بتلا دے، جیسے فَاِذَا جَاءَ تْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ۔ اس مثال میں حسنہ کا وقوع باری تعالیٰ کی طرف سے اکثر ہوتا رہتا ہے لہذا اس کو ماضی کے صیغے سے بیان کیا، اور اِنْ کی مثال وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ، اس مثال میں اصابتِ سیئہ کا وقوع کبھی کبھار ہوتا ہے اس لئے اس کو مضارع کے صیغے سے اِنْ کے بعد ذکر کیا اس لئے کہ اِنْ کا معنٰی بھی یہ ہے کہ وہ اپنے بعد والے فعل کے وقوع کے عدم یقین کو بتلاتا ہے، اور حرف شرط لَوْ میں قاعدہ یہ ہے کہ وہ جس فعل اور شرط پر داخل ہو، زمانہ ماضی میں اس کے واقع نہ ہونے کے یقینی ہونے کو بتلاتا ہے، اور جب شرط منتفی ہوگی تو اس پر موقوف جزاء بھی بالیقین منتفی ہوگی اسی وجہ سے اس کے بعد شرط اور جزاء دونوں میں فعل ماضی لاتے ہیں تاکہ دونوں کا منتفی ہونا یقینی ہو، جیسے لَوْ اَحْبَبْتَ صُنْعَكَ لَا تْقَنْتَهٗ اس میں لو نے یہ معنٰی دیا کہ تم نے اپنے کام سے محبت نہ رکھی اسی وجہ سے اس کو اچھی طرح نہ کیا۔

فَالْمَقْصُوْدُ بِالذَّاتِ مِنْ جُمْلَتَيِ الشَّرْطِ وَالْجَوَابِ هُوَ جُمْلَةُ الْجَوَابِ فَقَطْ وَاَمَّا جُمْلَةُ الشَّرْطِ فَهِيَ قَيْدٌ لَّهَا، فَاِذَا قُلْتَ اِنِ اجْتَهَدَ زَيْدٌ اُكْرِمْتُهٗ كَانَ الْمَقْصُوْدُ اَنَّكَ سَتُكْرِمُهٗ وَلٰكِنْ فِيْ حُصُوْلِ الْاِجْتِهَادِ لَا فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ وَعَلَيْهِ فَتُعَدُّ اِسْمِيَّةً اَوْ فِعْلِيَّةً اَوْ اِنْشَائِيَّةً بِاِعْتِبَارِ الْجَوَابِ۔

اور مقصود بالذات شرط اور جواب کے دو جملوں میں سے وہ صرف جواب کا جملہ ہے، اور جملہ شرطیہ تو اس کے لئے قید ہوتا ہے، پس جب تو کہے اگر زید محنت کرے تو میں اس کا اکرام کروں گا، تو اس جملے سے مقصود یہ ہے کہ تو زید کا اکرام کرے گا، مگر اجتہاد کے حصول کی صورت میں نہ کہ تمام احوال میں، اور اسی بناء پر جملہ شرطیہ کو جواب کے اعتبار سے اسمیہ یا

فعلیہ یا خبریہ یا انشائیہ کہا جائے گا۔

تشریح:- اس عبارت میں اس بات کی وضاحت کردی کہ شرط اور جزاء دونوں پر حروف شرط داخل ہوتے ہیں تو ان دونوں میں سے کون سا جملہ اصل ہوگا اور کون سا قید بنے گا، چنانچہ بیان کیا کہ جواب اور جزاء کا جملہ وہی مقصود ہوتا ہے اور اسی کے لئے کلام کو لایا جاتا ہے، اور شرط کا جملہ اس کے لئے قید بنا کر ذکر کیا جاتا ہے، مثلاً جب تو یوں کہے اِنْ اجْتَهَدَ زَيْدٌ اُكْرِمْهُ. تو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ تو زید کا اکرام کرے گا لیکن اکرام کرنا ایک قید کے ساتھ مقید ہے اور وہ قید زید کا محنت کرنا یعنی زید کے محنت کی صورت میں اکرام ہوگا ورنہ نہیں، تو اب ملاحظہ فرمائیے کہ اصل مقصود بالذات وہ جواب کا جملہ ہی ہوا، اور شرط کا جملہ اس کے لئے قید ہوگا۔

اب جبکہ یہ بات جان چکے کہ شرط اور جزاء میں مقصود بالذات جزاء ہی ہے تو اسی جزاء کے اعتبار سے پورے جملہ شرطیہ اور جزائیہ کو اسمیہ یا فعلیہ اور خبریہ اور انشائیہ کا حکم لگایا جائے گا یعنی اگر جزاء جملہ فعلیہ ہے چاہے شرط جملہ اسمیہ ہو تو اسی جزاء کے اعتبار سے پورے جملہ کو فعلیہ کہیں گے، اسی طرح اسمیہ اور خبریہ وغیرہ کا حکم جزاء کے اعتبار سے ہی ہوگا۔

وَاَمَّا مَا بَقِيَ مِنَ الْقُيُوْدِ فَالْكَلَامُ عَلَيْهِ مِنْ خَصَائِصِ عَلْمِ النَّحوِ فَلْيُرَاجِعْ فِيْ مَحَالِّه۔

اور بہر حال باقی قیودات پس ان پر کلام علم نحو کی خصوصیات میں سے ہے اس لئے ان کو وہاں ہی دیکھ لیا جائے یعنی قیودات میں سے صرف تین کو بیان کیا اور اس کے علاوہ باقی حروف شرط اسی طرح حروف نفی، نواسخ، توابع وغیرہ کو یہاں بیان نہیں کیا گیا اس لئے کہ ان تمام کو کتب نحو میں ذکر کیا جاتا ہے، لہذا ان کے معانی کتب نحو میں دیکھ لی جائے۔

تنبیہ

قَدْ سَبَقَ الْكَلَامُ اَنَّ جُمْلَةَ الصِّلَةِ وَالْمُضَافَ اِلَيْهِ لَا يُعَدَّانِ مِنَ الْقُيُوْدِ فَتَدَبَّرْ۔

یہ بات گذر چکی ہے کہ موصول کا صلہ اور مضاف الیہ یہ دونوں کا شمار قیودات میں نہیں ہے پس سوچ لو۔

تشریح:—سفینۃ البلغاء کے ص۲۱ پر یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ یہ دونوں قیودات میں سے نہیں بلکہ صلہ موصول کا جزو ہے، اور موصول اور صلہ مل کر ایک کلمہ ہے اسی طرح مضاف الیہ مضاف کے ساتھ مل کر ایک جزو ہوتا ہے لہذا یہ دونوں قید نہ ہوں گے، بلکہ اگر موصول اور مضاف یہ دونوں یا تو مسند الیہ یا مسند بنیں گے، یا کسی کی قید بنیں گے۔ فتدبر۔

☆☆☆

اسئلة

(۱) مَاذَا تَفْهَمُ بِالْاِطْلَاقِ وَالتَّقْيِيْدِ وَمَتٰى يَكُوْنُ كُلٌّ مِنْهُمَا ؟ اطلاق اور تقیید سے تم کیا سمجھتے ہو اور یہ کب ہوتے ہیں؟ شروع باب میں بیان ہو چکا ہے۔

(۲) لِمَاذَا يُقَيَّدُ بِالْمَفَاعِيْلِ وَالْحَالِ وَالتَّمْيِيْزِ ؟ مفعولات، حال اور تمیز سے کیوں مقید کیا جاتا ہے؟

(۳) لِمَاذَا يُقَيَّدُ بِالنَّوَاسِخِ ؟ نواسخ کے ذریعہ کیوں مقید کیا جاتا ہے؟

(۴) مَاذَا يُفِيْدُ الْقَيْدُ بِالتَّوَابِعِ؟ توابع سے مقید کرنا کیا فائدہ دیتا ہے؟

(۵) لِمَاذَا يُقَيَّدُ بِالشَّرْطِ وَمَا الْفَرْقُ بَيْنَ اِنْ وَاِذَا وَلَوْ؟ شرط کے ذریعے کیوں مقید کیا جاتا ہے اور ان، إذا اور لَوْ میں کیا فرق ہے؟

(۶) مَا الْمَقْصُوْدُ مِنَ الْجُمْلَةِ الشَّرْطِيَّةِ؟ جملہ شرطیہ سے مقصود کیا ہے؟ جواب جزاء کا جملہ مقصود ہے۔

(۷) هَلْ يُخَالِفُ حُكْمُ إِنْ وَإِذَا فَتُسْتَعْمَلُ الْأُوْلٰى فِيْ مَقَامِ الْجَزْمِ بِوُقُوْعِ الشَّرْطِ وَالثَّانِيَةُ فِيْ مَقَامِ الشَّكِّ؟

کیا إن اور إذا کے حکم میں مخالفت ہوتی ہے کہ پہلے کو (ان) کو شرط کے وقوع کے یقینی ہونے کی جگہ میں اور دوسرے کو یعنی إذا کو شرط کے مشکوک ہونے کی جگہ میں استعمال کیا جاوے؟ ہاں کبھی ان دونوں کے حکم میں مخالفت بھی ہوتی ہے اور ہر ایک کو ایک دوسرے کی جگہ میں استعمال کرتے ہیں، دیکھو ۶۴ حاشیہ میں۔

تمرین

اَشِرْ اِلٰى نَوْعِ الْقَيْدِ وَالْغَرَضِ مِنْهُ وَمَيِّزِ الْجُمْلَةَ الرَّئِيْسِيَّةَ مِنَ الْفَرْعِيَّةِ فِيْمَا يَأْتِيْ.

آنے والے جملوں میں قید کی قسم اور اس کی غرض کو بیان کرو، اور جملہ اصلیہ اور فرعیہ کا فرق بتلاؤ؟

تشریح:- جملہ رئیسیہ اس کو کہتے ہیں جو مستقل مقصود بالذات ہو اور وہ کسی کے لئے قید نہ بنتا ہو اور یہاں جملہ رئیسیہ سے مقصود جزاء ہے جو جملہ شرطیہ میں مقصود بالذات ہوا کرتا ہے۔

(۱) اَلرَّبُّ اَلرَّبُّ الرَّحِيْمُ وَرَؤُوْفٌ، طَوِيْلُ الْاَنَاةِ كَثِيْرُ الْمَرَاحِمِ وَالْوَفَاءِ.

رب رب رحم کرنے والا اور بہت مہربانی کرنے والا معبود ہے، بہت مہلت دینے والا، بہت زیادہ رحم اور وفا والا ہے، اس جملہ میں قید تاکید ہے یعنی دوسرا الرَّبُّ اور غرض متبوع کو پختہ کرنا، نیز صفات سے مقید کرنا، وضاحت، تعریف اور بڑائی کے لئے۔

(۲) اَلْكَلَامُ الْمَنْطُوْقُ بِهٖ فِيْ اَوَانِهٖ تُفَّاحٌ مِنْ ذَهَبٍ فِيْ

سَلَالٍ مِنْ فِضَّةٍ۔ وہ کلام جو اپنے وقت میں بولا جاوے وہ سونے کا سیب ہے، چاندی کی ٹوکری میں، اس جملہ میں قید کی قسم ظرف ہے اور وہ فی اوانہ ہے، اور اس کی غرض فائدہ مقصودہ کا حاصل کرنا ہے اس لئے کہ ہر کلام کے متعلق یہ خبر دینی مقصود نہیں ہے جو مذکور ہے، بلکہ اس کلام کے بارے میں جو موقع کے مناسب ہو اس کے بارے میں مقصود ہے۔

(۳) اِنْ کُنْتَ مِنْ تُرَابٍ فَلَا تفتخرْ اگر تو مٹی سے بنا ہے تو فخر مت کر اِن حرف شرط کے بعد فعل ماضی خلاف اصل استعمال ہوا ہے، لِتَنْزِيلِ الْعَالِمِ مَنْزِلَةَ الْجَاهِلِ۔ اپنے علم کے مقتضی کے خلاف عمل کرنے کی وجہ سے اور یہ قول متکبر کو کہا جاتا ہے تو قید شرط ہے اور غرض خلاف اصل شرط کے وقوع کے یقینی ہونے کو بتلانا۔

(۴) اِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ، جب عقل پوری ہو جاتی ہے تو بات کم ہو جاتی ہے، اِذَا تَمَّ الْعَقْلُ قید ہے، اور نقص الکلام جملہ رئیسیہ ہے، اور غرض شرط کے وقوع کے یقینی ہونے کو بتلانا۔

(۵) الْحُرُّ حُرٌّ وَاِنْ مَسَّهُ الضُّرُّ۔ آزاد آزاد ہی ہے اگر چہ اس کو ضرر پہنچے، دوسرا ترجمہ، شریف شریف ہی رہتا ہے اگر چہ اس کو تنگ دستی لپٹی ہوئی ہو، اس جملہ میں اِن شرط کا نہیں ہے بلکہ وصلیہ ہے جو واو حالیہ کے بعد واقع ہے اور واِنْ مَسَّہُ الضر قید ہے ماقبل والے جملہ رئیسیہ کے لئے، اور غرض تعریف ہے کہ تنگ دستی میں بھی شریف شریف ہی رہتا ہے۔

(۶) اِذَا سَقَطَ عَدُوُّكَ فَلَا تَشْمِتْ وَاِذَا وَقَعَ فَلَا يَبْتَهِجْ قَلْبُكَ۔ جب تیرا دشمن گرے تو تو مت ہنس اور جب وہ گرے تو تیرا دل خوش نہ ہو، فلا تشمت اور فلا تبتہج یہ دونوں جملے اصلیہ اور رئیسیہ ہیں، اور ان سے پہلے والے فرعیہ ہیں، اور قید اِذا حرف شرط ہے، اور غرض ارشاد ہے۔

(۷) لَوْ دَقَّقْتَ السَّفِيهَ فِيْ هَاوَنٍ بَيْنَ الْجَشِيشَةِ بِالْمِدَقِّ

لَمْ يُفَارِقْهُ سَفَهُهُ۔ اگر کوٹنے تو بیوقوف کو ہاون میں پیسی ہوئی چیز کے درمیان رکھ کر دستہ سے تو بھی اس کی بیوقوفی اس سے جدا نہ ہوگی۔ لَمْ يُفَارِقْهُ جملہ رئیسیہ اور لو دققت سے پورہ جملہ فرعیہ اور قید حرف شرط لَوْ ہے اور غرض ناامیدی کا اظہار۔

حل لغات: -ھاون، دوا وغیرہ کوٹنے کا برتن (کھل) جشیشۃ۔ موٹی پسی ہوئی چیز۔ مدق۔ کوٹنے کا آلہ۔ اوزار۔ اسم آلہ ہے۔

(۸) **لَوْ ذَاتُ سِوَارٍ لَطَمَتْنِي** کاش کوئی کنگن والی عورت مجھ کو طمانچہ مارتی، اس میں لو حرف شرط تمنی کے لئے ہے جو قید بن رہا ہے، غرض اظہار افسوس، یہ جملہ حاتم طائی کا مقولہ ہے، اس وقت کہا تھا جبکہ حاتم طائی نے اپنے آپ کو ایک قیدی کے فدیہ میں بنی عنزہ کے پاس خود کو رہن یعنی گروی رکھ دیا ایک لونڈی نے اس کو طمانچہ مارا اس وقت حاتم طائی نے کہا کاش کوئی کنگن والی عورت یعنی آزاد عورت مجھے طمانچہ مارتی، آزاد عورت کو تعبیر کیا، کنگن والی سے اس لئے کہ باندیاں کنگن نہیں پہنتی تھیں، یعنی آزاد عورت کا طمانچہ کھانا بہتر ہے گھٹیہ اور کمینہ باندی کے طمانچے سے، اب یہ کہاوت مشہور ہوگئی کہ بہتر صورت اور حالت کے مقابلہ میں گھٹیہ صورت اختیار کرنے پر یا کم رتبہ شخص کے ہاتھوں ذلیل ہونے کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

(۹) **اِنْ نَدِمْتَ فَلُمْ نَفْسَكَ۔** اگر تو ندامت کرے تو اپنے آپ کو ملامت کر، اِنْ حرف شرط قید ہے اس کے بعد فعل ماضی خلاف اصل ہے، جاہل مخاطب کو اپنے فعلِ بد کا احساس دلانا۔

(۱۰) **اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ هٰذا فَعَنْ خَطَإٍ** اگر میں نے ایسا کیا تھا تو غلطی سے ہو گیا، اِنْ حرف شرط قید ہے اس کے بعد ماضی خلاف اصل لایا گیا ہے، متکلم کا اپنے آپ کو جاہل ثابت کرنے کے لئے۔

(۱۱) **لَوْ زُرْتَنِي لَاَكْرَمْتُكَ** اگر تو میری زیارت کرتا تو میں ضرور تیرا اکرام

کرنا، حرف شرط لَوْ قید ہے اور غرض وہی ہے جو کتاب میں لَوْ کے تحت مذکور ہوئی۔

(۱۲)

اِذَا اَمْسٰی وِسَادِیْ مِنْ تُرَابٍ　　وَبِتُّ مُجَاوِرَ الرَّبِّ الرَّحِیْمِ

فَھَنُّوْنِیْ اُصَیْحَابِیْ وَقُوْلُوْا　　لَکَ الْبُشْرٰی قَدِمْتَ عَلٰی کَرِیْمِ

جب ہو جاوے میرا تکیہ مٹی کا (یعنی قبر میں چلا جاؤں) اور ہو جاؤں میں رب رحیم کا پڑوسی پس مجھ کو مبارک باد دوا ے میرے دوستوں اور کہو، تم کو بشارت ہے کہ تم کریم کے پاس گئے ہو۔ (ان دو اشعار میں پہلا مکمل شعر جملہ فرعیہ ہے قید ہے اور دو شعر اصلیہ رئیسیہ ہے، اور غرض اپنے انجام کو بہتر بنانا کہ تمہارے اس قول کی وجہ سے رب تعالیٰ میرے ساتھ لطف و عنایات کا معاملہ فرمائے گا۔

(۱۳)

اِذَا جَارَ الزَّمَانُ عَلَیْکَ فَاصْبِرْ　　فَاِنَّ الصَّبْرَ اَحْسَنُ مَا یَکُوْنُ

جب زمانہ تجھ پر ظلم کرے تو صبر کر، اس لئے کہ صبر تمام ہونے والی چیزوں میں سب سے اچھی چیز ہے۔ فاصبر جملہ رئیسیہ اصلیہ ہے جو مقصود ہے، اور اس سے پہلا والا جملہ فرعیہ اور قید ہے غرض تسلی دینا۔

(۱۴)

لَیْسَ بِدْعٌ اِنْ سَاءَ حَالِیْ لَدَیْکُمْ　　فَزَمَانِیْ ھُوَ الْمُضَیِّعُ لِحَالِیْ

کوئی تعجب کی بات نہیں اگر آپ لوگوں کے نزدیک میرا حال برا ہو گیا، اس لئے کہ میرا زمانہ میرے حال کو خراب کرنے والا ہے (لیس بدعٌ جملہ رئیسیہ ہے اور ان ساء الخ فرعیہ ہے۔ غرض اظہار افسوس)

(۱۵)

إِنْ يَكُنْ فِي الْأَرْضِ شَيْءٌ حَسَنٌ فَهُوَ فِي دُوْرِ بَنِي عَبْدِ الْمَلِكِ

اگر زمین میں کوئی اچھی چیز ہے تو وہ عبدالملک کے بیٹوں کے گھروں میں ہے۔(فہو فی دور الخ جملہ رئیسیہ مقصودہ ہے، اور ان یکن فی الارض الخ جملہ فرعیہ ہے قید ہے۔ غرض مدح)

(۱۶)

وَإِذَا خَلَا الْجَبَانُ بِأَرْضٍ طَلَبَ الطَّعْنَ وَحْدَهُ وَالنِزَالَا

اور جب بزدل کسی زمین (جگہ) میں اکیلا ہوتا ہے تو نیزہ بازی اور تلوار زنی کو طلب کرتا ہے اکیلا ہی (طلب الطعن وحدہٗ والنزالا، جملہ رئیسیہ مقصودہ ہے، اور اذا خلی الخ جملہ فرعیہ اور قید ہے اگر قید کو ذکر نہ کریں تو کلام کاذب ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

الباب السادس فی القصر

القصر هو تخصيص شيء بآخر بطريق مخصوص وهو إما حقيقي أو إضافي.

قصر وہ ایک چیز کا خاص کرنا ہے دوسری چیز کے ساتھ مخصوص طریقے پر اور وہ قصر یا تو حقیقی ہوگا یا اضافی۔

تشریح:- یہاں صاحب کتاب علم معانی کے چھٹے باب کا ذکر کرتے ہیں، اس باب میں قصر کی تعریف، اس کے اقسام اور قصر کے طُرق کو بیان کریں گے، قصر کے لغوی معنٰی ہے حَبس (روکنا) جیسے فرمانِ خداوندی، حُوْرٌ مَقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ، یعنی محبوسات فی الخیام، بعض حضرات نے کہا قصر کا معنٰی ہے، دوسرے سے تجاوز نہ کرنا۔

،صطلاحی تعریف صاحب کتاب کرتے ہیں، ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ مخصوص طریقے سے یعنی جو طریقے علماء معانی کے نزدیک مشہور و معلوم ہیں، اِن طریقوں سے خاص کرنا قصر کہلاتا ہے، جس کو خاص کیا جاوے اس کو مقصور اور جس کے ساتھ خاص کیا جاوے اس کو مقصور علیہ کہتے ہیں، اور یہ قصر کے دوارکان ہیں۔

فَالْحَقِيقِيُّ هُوَ مَاكَانَ التَّخْصِيص فِيْهِ بِحَسَبِ الْحَقِيقَةِ وَالْوَاقِعِ لَا بِحَسَبِ الْإِضَافَةِ إِلٰى شَيْءٍ آخَرَ نحوُ لَا مَعْبُوْدَ بِحَقٍّ إِلَّا الله وَإِنَّمَا زَيْدٌ إِنْسَانٌ ۚ وَالْإِضَافِيُّ هُوَ مَاكَانَ التَّخْصِيْصُ فِيْهِ بِحَسَبِ الْإِضَافَةِ إِلٰى شَيْءٍ مُّعَيَّنٍ نحوُ مَا اَمِيْنٌ إِلَّا يُوْسُفَ وَإِنَّمَا يُوْسُفُ اَمِيْنٌ۔

ترجمہ:- پس قصر حقیقی وہ ہے کہ جس میں تخصیص حقیقت اور واقع کے اعتبار سے ہونہ کہ دوسری چیز کی طرف نسبت کے اعتبار سے جیسے کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ ہی اور اِنَّمَا زَيْدٌ انسانٌ، زید انسان ہی ہے، اور اضافی وہ ہے کہ جس میں تخصیص معین چیز کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہو جیسے مَا اَمِيْنٌ اِلَّا يُوْسُفُ نہیں ہے امین مگر یوسف ہی اور انما یوسف امین، اور یوسف امین ہی ہے۔

تشریح:- یہاں سے قصر کے اقسام بیان کرتے ہیں، قصر کی دو طرح تقسیم کی گئی ہے ایک باعتبار حقیقت اور واقع کے، دوم، باعتبار ارکان قصر کے، اس عبارت میں حقیقت اور واقع کے اعتبار سے قصر کی اقسام بیان کی گئی کہ حقیقت اور واقع کے اعتبار سے قصر کی دو قسمیں ہیں، ا۔ قصر حقیقی، ۲۔ قصر اضافی، اگر ایک شئی کو دوسری شئی کے ساتھ خاص کرنا کسی معین چیز کی طرف نسبت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ حقیقت اور واقع کے اعتبار سے ہے تو یہ قصر حقیقی ہے، حقیقت اور واقع کا مطلب یہ ہے کہ مقصور مقصور علیہ سے دوسری چیز کی طرف بالکل متجاوز نہو، بلکہ ہر حال میں مقصور مقصور علیہ کے ساتھ ہی مخصوص ہو مثلاً لا معبود بحق الا

اللہ اس مثال میں معبودِ حق ہونے کو صرف ذاتِ اللہ ہی پر منحصر کیا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک سے نفی کی گئی ہے، چنانچہ معبودِ حق ہونا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کی طرف قطعاً متجاوز نہ ہو گا، اس لئے اس مثال میں قصرِ حقیقی ہوگا، دوسری مثال انما زید انسان میں زید مقصور کو انسان مقصور علیہ کے ساتھ اس طرح خاص کیا گیا ہے کہ زید مقصور انسان مقصور علیہ سے دوسری چیز کی طرف بالکل متجاوز نہ ہوگا، بلکہ زید کے لئے حقیقت اور واقع میں انسانیت ثابت ہے کہ وہ اس سے تجاوز کر ہی نہیں سکتا، لہذا یہ بھی قصر حقیقی ہے، اور دو مثالیں لاکر اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ قصر کی ارکان کے اعتبار سے یعنی مقصور اور مقصور علیہ کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں، ایک قصر موصوف علی الصفت، دوم قصر صفت علی الموصوف، پہلی مثال قصر صفت علی الموصوف کی ہے، اور دوسری مثال قصر موصوف علی الصفت کی ہے، اور اگر ایک شئ کو دوسری شئ کے ساتھ خاص کرنا معین شئ کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے یعنی شئ اول (مقصور) شئ ثانی یعنی مقصور علیہ سے کسی معین چیز کی طرف متجاوز نہ ہو اگر چہ اس کے علاوہ دوسری اشیاء کی طرف متجاوز ہو تو اس کو قصرِ اضافی کہتے ہیں، مثلاً ما امین الا یوسف، اس مثال میں وصف امانت داری کو یوسف کے ساتھ خاص کرنا ایک معین شخص مثلاً عبید کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے نہ کہ تمام اشخاص کی طرف نسبت کرتے ہوئے، لہذا وصفِ امانت داری یوسف سے عبید کی طرف متجاوز نہ ہوگا، اگر چہ عبید کے علاوہ دوسرے اشخاص کی طرف متجاوز ہو سکتا ہے، دوسری مثال انما یوسف امین اس میں یوسف مقصور کو وصف امین مقصور علیہ کے ساتھ خاص کرنا ایک معین وصف مثلاً شاعر کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے نہ کہ تمام اوصاف کی طرف نسبت کرتے ہوئے، لہذا یوسف وصفِ امین سے معین وصف شاعر کی طرف تجاوز نہ کرے گا، البتہ اس کے علاوہ دوسرے اوصاف کی طرف متجاوز ہو سکتا ہے، لہذا یہ دونوں مثالیں قصر اضافی کی ہوگی اور دو مثالیں اس لئے لائے کہ پہلی مثال قصرِ صفت علی الموصوف کی ہے اور دوسری قصر موصوف علی الصفت کی ہے۔

وَكُلٌّ مِنهُمَا يَنقَسِمُ اِلٰى قَصرِ صِفَةٍ عَلٰى مَوصُوفٍ وَقَصرِ مَوصُوفٍ عَلٰى صِفَةٍ۔

ترجمہ:- اور قصر حقیقی اور اضافی میں سے ہر ایک منقسم ہوتا ہے، قصر صفت علی موصوف اور قصرِ موصوف علی الصفۃ کی طرف۔

تشریح:- یہاں سے قصر کی چاہے حقیقی ہو یا اضافی ارکان کے اعتبار سے اقسام بتا رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں (۱) قصر موصوف علی الصفت (۲) قصر صفت علی الموصوف، قصر موصوف علی الصفت کا مطلب یہ ہے کہ موصوف اس صفت سے جس پر موصوف کو منحصر کیا گیا ہے دوسری صفت کی طرف متجاوز نہ ہو، البتہ یہ صفت دوسرے موصوف میں پائی جاسکتی ہو مثلاً ما زید إلا قائم میں زید موصوف کو صفتِ قیام پر منحصر کیا گیا ہے، لہذا زید اس صفت سے دوسری صفت (قعود) کی طرف متجاوز نہیں ہے، اگر چہ یہ صفتِ قیام، زید کے علاوہ دیگر موصوف میں پائی جاسکتی ہے، یعنی ایسا ہوسکتا ہے کہ زید کے علاوہ دوسرے لوگ بھی قیام کے ساتھ متصف ہو، اور قصرِ صفت علی الموصوف کا مطلب یہ ہے کہ صفت اس موصوف سے جس پر صفت کو منحصر کیا گیا ہے، دوسرے موصوف کی طرف متجاوز نہ ہو البتہ اس موصوف کے لئے دوسری صفات ہوسکتی ہیں، مثلاً ما قائمٌ الّا زیدٌ میں صفتِ قیام کو زید پر منحصر کیا گیا ہے، لہذا صفتِ قیام زید سے دوسرے موصوف کی طرف متجاوز نہیں ہے، اگر چہ زید کے لئے دوسری صفات اکل، شرب وغیرہ صفات ثابت ہوسکتی ہیں۔

فائدة

اَلمُرَادُ بِالصِّفَةِ هُنَا الصِّفَةُ المَعنَوِيَّةُ كَالفِعلِ وَالظَّرفِ وَالجَارِ وَالمَجرُورِ وَاِسمَي الفَاعِلِ وَالمَفعُولِ وَالمَنصُوبِ

وَالصِّفَةِ الْمُشَبَّهَةِ وَيَقَعُ الْقَصْرُ بَيْنَ الْمُبْتَدأِ وَالْخَبَرِ كَمَا يَقَعُ بَيْنَ الْفِعْلِ وَمَعْمُولَاتِهِ مَا عَدَا الْمَفْعُوْلَ مَعَهُ، وَقَصْرُ الْفِعْلِ عَلٰى مَعْمُوْلَاتِهٖ يُعْتَبَرُ قَصْرُ صِفَةٍ عَلٰى مَوْصُوْفٍ اِلَّا فِي الْحَالِ وَالْمَفْعُوْلِ لِاَجْلِهٖ وَفِي الْمُبْتَدَأ وَالْخَبَرِ يُعَدُّ الْمُبْتَدَأُ مَوْصُوْفًا وَالْخَبَرُ صِفَةً غَالِبًا۔

ترجمہ:- یہاں پر صفت سے مراد صفتِ معنویہ ہے، جیسے کہ فعل، ظرف، جار مجرور، اسم فاعل ومفعول اسم منصوب اور صفتِ مشبّہ اور مبتدا وخبر کے درمیان قصر واقع ہوسکتا ہے جیسے کہ فعل اور اس کے معمولات میں ہوتا ہے، مفعول معہ کے علاوہ، اور فعل کا قصر اپنے معمولات پر قصر صفت علی الموصوف شمار ہوگا مگر حال اور مفعول لہ میں، اور مبتدا وخبر میں عام طور سے مبتدا کو موصوف اور خبر کو صفت شمار کیا جاتا ہے۔

تشریح:- اس فائدہ میں صاحب کتاب ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قصر کے باب میں صفت سے مراد صفتِ معنویہ ہے، صفتِ نحویہ مراد نہیں ہے، پہلے ان دونوں کی تعریفات سمجھو کہ صفت معنوی اس معنٰی کو کہتے ہیں جو غیر کے ساتھ قائم ہو اور صفتِ نحویہ اس تابع کو کہتے ہیں جو ایسے معنٰی پر دلالت کرے جو متبوع کی ذات میں پائے جاتے ہوں، شمول کے علاوہ (مطول) بہرحال باب قصر میں صفت سے صفتِ معنوی مراد ہے، صفتِ نحوی مراد نہیں ہے، اس لئے کہ آگے قصر کے جو طریقے بیان کئے جائیں گے ان طریقوں میں سے کسی طریقے میں صفتِ نحوی کو کوئی دخل نہیں ہے، یعنی صفت نحویہ میں ان میں سے کوئی طریقہ نہیں پایا جاتا ہے، مثلاً قصر کا ایک طریقہ لا کے ساتھ عطف ہے، مگر صفتِ نحوی میں لا کے ساتھ عطف نہیں ہوتا اور نہ صفتِ نحوی الّا کے بعد واقع ہوتی ہے، اور نہ کلمۂ انما کے بعد، اور نہ ہی صفت نحوی کو مقدم کیا جاتا ہے اور نہ صفت نحوی اور اس کے موصوف کے درمیان ضمیر فصل لائی جاسکتی ہے، خلاصہ یہ کہ صفت نحوی میں قصر کا کوئی طریقہ نہیں پایا جاتا ہے اور قصر کے لئے ان

طریقوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے، لہذا بابِ قصر میں صفت نحوی مراد لینا بالکل صحیح نہ ہوگا۔

دوسری بات فائدہ میں یہ بتائی گئی کہ قصر جس طرح فعل اور اس کے معمولات میں واقع ہوتا ہے اسی طرح مبتدا اور خبر میں بھی واقع ہوسکتا ہے، لیکن فعل کے معمولات میں سے صرف دو معمول یعنی مفعول معہٗ جس کو صاحب کتاب نے ذکر کیا، اور دوسرا مفعولِ مطلق جو تاکید کے لئے لایا گیا ہو، ان دو معمول اور فعل میں قصر واقع نہ ہوگا، بالاجماع، اس لئے کہ ان میں قصر سنا نہیں گیا ہے۔

تیسری بات کہ فعل کا جو قصر ہوگا اپنے معمولات پر وہ قصر صفت علی موصوف شمار کیا جائے گا، مگر حال اور مفعول لہ میں، یعنی فعل کا قصر حال اور مفعول لہ میں قصر موصوف علی الصفت شمار ہوگا، کیونکہ حال کا تعلق فاعل یا مفعول بہ کے ساتھ یا ان دونوں کے ساتھ ہوتا ہے لہذا قصر فاعل کا ہوگا یا مفعول کا یا دونوں کا ہوگا، اور وہ دونوں اسم ذات ہیں، لہذا قصرِ موصوف علی الصفت ہوگا اور یہی حال مفعول لہ میں ہے، اور مبتدا وخبر میں عام طور سے مبتدا کو موصوف اور خبر کو صفت شمار کیا جائے گا، لہذا اگر مبتدا کا قصر ہے خبر پر تو قصر موصوف علی الصفت ہوگا اور اگر خبر کا قصر ہے مبتدا پر تو قصر صفت علی الموصوف ہوگا۔

يَنْقَسِمُ الْقَصْرُ الْإِضَافِيُّ بِاعْتِبَارِ حَالِ الْمُخَاطَبِ اِلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ، قَصْرُ اِفْرَادٍ اِذَا اعْتَقَدَ الْمُخَاطَبُ الشِّرْكَةَ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ فَاَكْثَرَ وَقَصْرُ تَعْيِيْنٍ اِذَا اعْتَقَدَ وَاحِدًا غَيْرَ مُعَيَّنٍ، وَقَصْرُ قَلْبٍ اِذَا اعْتَقَدَ عَكْسَ الْحُكْمِ نَحْوُ مَا زَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ وَاِنَّمَا قَائِمٌ زَيْدٌ۔

ترجمہ:- قصر اضافی مخاطب کی حالت کے اعتبار سے منقسم ہوتا ہے، تین قسموں کی طرف (۱) قصر افراد جب کہ مخاطب دو یا زیادہ چیزوں میں شرکت کا اعتقاد رکھتا ہو (۲) قصر تعیین جب کہ مخاطب غیر معین طور پر ایک کا اعتقاد رکھتا ہو (۳) اور قصر قلب جب کہ مخاطب

مخالف حکم کا اعتقاد رکھتا ہو جیسے نہیں ہے زید مگر کھڑا ہی اور کھڑا زید ہی ہے۔

تشریح:۔ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ قصر اضافی کی مخاطب کی حالت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔(۱) قصر افراد (۲) قصر تعیین (۳) اور قصر قلب، اگر مخاطب دو یا زیادہ چیزوں میں شرکت کا اعتقاد رکھتا ہو یعنی قصر موصوف علی الصفت کی صورت میں مخاطب اس بات کا معتقد ہو کہ ایک موصوف میں دو صفتیں شریک ہیں، یعنی ایک موصوف میں دو صفتیں پائی جاتی ہیں، اور قصر صفت علی الموصوف کی صورت میں مخاطب اس بات کا معتقد ہو کہ ایک صفت میں دو موصوف شریک ہیں، یعنی ایک صفت مشترکہ طور پر دو موصوف میں پائی جاتی ہے، مثلاً قصر موصوف علی الصفت کی صورت میں کتاب میں ذکر کردہ مثال ما زیدٌ اِلاَّ قائمٌ کا مخاطب وہ شخص ہوگا جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ زید قائم بھی ہے اور فاھم بھی، اور قصر صفت علی الموصوف کی صورت میں ذکر کردہ مثال انما قائم زیدٌ کا مخاطب وہ شخص ہوگا جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ قائم زید بھی ہے اور عبید بھی ہے، اب اس اعتقاد کو باطل کرنے کے لئے ایک بات پر قصر کیا جاوے تو وہ قصر افراد ہوگا، کیونکہ متکلم اس شرکت کو جس کا مخاطب معتقد ہے قطع کر کے مقصور کو صرف ایک مقصور علیہ کے ساتھ خاص کر دیتا ہے، اسی وجہ سے اس کو قصرِ افراد کہتے ہیں، اور اگر مخاطب کو غیر معین طریقے پر کسی ایک امر کا اعتقاد ہو یعنی دونوں امر مخاطب کے نزدیک برابر ہو، مثلاً قصرِ موصوف علی الصفت میں یہ اعتقاد ہو کہ موصوف اس صفتِ مذکورہ کے ساتھ یا اس کے علاوہ دوسری صفت کے ساتھ متصف ہے اور دونوں کے بارے میں اعتقاد برابر ہو، اور قصر صفت علی الموصوف میں یہ اعتقاد ہو کہ صفت کے ساتھ موصوف مذکور متصف ہے یا اس کے علاوہ دوسرا موصوف متصف ہے اور دونوں کے بارے میں اعتقاد برابر ہو، پس قصر موصوف علی الصفت کے مثال ما زیدٌ الا قائمٌ کا مخاطب وہ شخص ہوگا جس کا یہ اعتقاد ہو کہ زید قیام کے ساتھ متصف ہے یا قعود کے ساتھ اور مخاطب کو متعین طریقے پر کسی ایک کے ساتھ متصف ہونے کا علم نہ ہو، اور قصر صفت علی الموصوف کی مثال انما قائمٌ

زیدٌ کا مخاطب وہ شخص ہوگا جس کا یہ اعتقاد ہو کہ قائم زید ہے یا عبید ہے مگر اس کو متعین طریقے پر معلوم نہ ہو کہ ان دونوں میں سے قائم کون ہے، اب متکلم اس قصر کے ذریعہ اس چیز کو متعین کر دیتا ہے جو مخاطب کے نزدیک غیر متعین ہے اسی لئے اس کو قصرِ تعیین کہتے ہیں، اور اگر مخاطب متکلم کے ثابت کردہ حکم کے عکس کا اعتقاد رکھتا ہو چنانچہ قصر موصوف علی الصفت میں مازید الا قائم کا مخاطب وہ شخص ہوگا جس کا اعتقاد یہ ہو کہ زید قعود کے ساتھ متصف ہے قیام کے ساتھ متصف نہیں ہے، اور قصر صفت علی الموصوف میں انما قائم زیدٌ کا مخاطب وہ شخص ہوگا جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ قائم عبید ہے زید نہیں، اب متکلم اس قصر کے ذریعہ مخاطب کے باطل اعتقاد کو تبدیل کر دیتا ہے اسی لئے اس کا نام قصر قلب ہے۔

وَطُرُقُ الْقَصْرِ كَثِيْرَةٌ الْمَشْهُوْرُ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ، اَلْاَوَّلُ النَّفْيُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ نحوُ اِنْ هٰذا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔

ترجمہ:- اور قصر کے طریقے بہت زیادہ ہیں، ان میں سے چار مشہور ہیں، پہلا طریقہ نفی اور استثناء ہے جیسے، اِنْ هٰذا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ، نہیں ہے یہ مگر مکرم فرشتہ ہی۔

تشریح:- صاحب کتاب کہتے ہیں کہ قصر کا فائدہ دینے کے لئے متعدد اسباب اور طریقے ہیں، ان میں سے چار جو مشہور تھے، ان کو یہاں ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ بھی مختلف اسباب ہیں جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں چودہ اسباب کا تذکرہ فرمایا ہے، نیز جواہر البلاغہ میں ان اسباب کا تذکرہ فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ مثلاً لفظ وحدہ یا فقط لا غیر، لیس غیر یا مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر فصل یا خبر کو معرف باُلْ لانا وغیرہ، لیکن ان اسباب کے ذکر کرنے کے بعد آگے فرمایا لکن هذه الطُرُق خالية من اللطائف البلاغية بہرحال جن چار طریقوں کو صاحب کتاب نے ذکر کیا ہے ان میں سے ایک نفی و استثناء ہے، ادوات نفی میں سے کسی بھی ادات کے ذریعہ نفی ہو مثلاً لیس ما، ان، لا اور استثناء الا کے ذریعہ ہو یا اس کے اخوات غیر، سواء میں سے کسی

ایک کے ذریعہ ہو، بہر حال نفی واستثناء مفید قصر ہے، جیسے ان ھذا الا ملکٌ کریم نہیں ہے یہ مگر مکرم فرشتہ ہی۔

وَالثَّانِیُ اِنَّمَا نحوُ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

ترجمہ:- اور دوسرا انّما ہے جیسے انما یتذکر اولوالباب صرف عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

تشریح:- ان طریقوں میں سے انما بھی ہے جو مفید قصر ہے۔

وَالثَّالِثُ الْعَطْفُ بِلا و بَلْ وَلٰکِنْ نحوُ اَنَا نَاثِرٌ لَا نَاظِمٌ وَمَا اَنَا طَامِعٌ بَلْ اَوْ لٰکِنْ قَانِعٌ۔

ترجمہ:- اور تیسرا طریقہ لا، بل اور لکن سے عطف کرنا ہے، جیسے انا ناثرٌ لا ناظم میں نثر کلام ہی کرنے والا ہوں نظم کلام کرنے والا نہیں ہوں، ما انا طامعٌ بل قانعٌ: میں لالچ کرنے والا نہیں ہوں بلکہ قناعت ہی کرنے والا ہوں۔

تشریح:- صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ ان طرق واسباب میں سے ایک سبب لا، بل اور لکن سے عطف کرنا ہے، یعنی یہ بھی مفید قصر ہے۔

تنبیہ:- لا کے ذریعہ عطف کے صورت میں لا کا ماقبل مقصور علیہ ہوگا، اور لا کا مابعد اس مقصور علیہ کا مقابل ہوگا، اور بل اور لکن کے ذریعہ عطف کی صورت میں ان کا مابعد مقصور علیہ ہوگا اور ان کا ماقبل مقصور علیہ کا مقابل ہوگا، مثلاً انا ناثرٌ لا ناظم، میں انا مقصور ناثر مقصور علیہ اور ناظم ناثر کا مقابل، اور دوسری مثال میں قانع مقصور علیہ اور طامع مقابل اور انا مقصور ہوگا۔

وَالرَّابِعُ تَقْدِیْمُ مَا حَقُّہُ التَّاخِیْرُ نحوُ اِنَّا عَلَی اللّٰہِ مُعْتَمِدُوْنَ۔

چوتھا طریقہ تاخیر کے مستحق کی تقدیم ہے جیسے ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔

تشریح:- تقدیم ماحقہ التاخیر بھی مفید قصر ہے۔

فوائد

اَوَّلًا یُعْتَبَرُ الْمُقَدَّمُ مَقْصُوْرًا فَانْظُرْ فِیْهِ فَاِنْ کَانَ صِفَةً فَقَصْرُ صِفَةٍ عَلٰی مَوْصُوْفٍ وَاِلَّا فَقَصْرُ مَوْصُوْفٍ اَمَّا الْمُقَدَّمُ وَحَقُّهُ التَّاخِیْرُ فَهُوَ مَقْصُوْرٌ عَلَیْهِ وَالْخَبَرُ الْمُعَرَّفُ بِاَلْ هُوَ الْمَقْصُوْرُ، وَالْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ الْمُعَرَّفَانِ، فَالثَّانِیْ مَقْصُوْرٌ عَلَیْهِ وَمَا بَعْدَ ضَمِیْرِ الْفَصْلِ مَقْصُوْرٌ۔

ترجمہ:- چند فائدے: فائدہ ۱۔ مقدم کو مقصور سمجھا جاتا ہے پھر اس میں غور کر، اگر مقدم صفت ہے تو وہ قصر صفت علی الموصوف ہوگا ورنہ قصر موصوف علی الصفت ہوگا، بہرحال وہ مقدم کہ جس کا حق مؤخر کرنا ہے پس وہ مقصور علیہ ہے، اور وہ خبر جو ال کے ذریعہ معرفہ ہو وہ مقصور ہوتی ہے، اور مبتدا و خبر دونوں معرفہ ہو تو دوسرا (خبر) مقصور علیہ ہوتا ہے اور ضمیر فصل کا مابعد مقصور ہوتا ہے۔

تشریح:- صاحب کتاب اس عبارت سے مقصور اور مقصور علیہ کی تعیین کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ مقدم کو مقصور سمجھا جائے گا یعنی قصر کے طرق مذکورہ میں سے تقدیم ماحقہ التاخیر کے سوا باقی طریقوں سے قصر کی صورت میں مقصور مقدم ہوگا اور مقصور علیہ مؤخر، مثلاً نفی و استثناء کی صورت میں مقصور علیہ ادات استثناء کے بعد ہوتا ہے اور مقصور اس سے پہلے جیسے ان ھذا الا ملک کریم میں ھذا مقصور ہے جو مقدم ہے، اور ملک کریم مقصور علیہ، اور انما کے ذریعہ قصر کی صورت میں بھی مقصور مقدم ہوتا ہے اور مقصور علیہ وجوبا مؤخر ہوتا ہے جیسے انما یتذکر اولو الالباب میں یتذکر مقصور ہے جو مقدم ہے، اور اولو الالباب مقصور علیہ، اور اسی

طرح عطف بلا وبل ولکن کی صورت میں بھی مقصور مقدم ہوتا ہے اور مقصور علیہ مؤخر جیسا کہ اس کے متعلق تفصیلی بحث الثالث العطف بلا الخ کے ضمن میں تم جان چکے ہو۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان تینوں صورتوں میں وہ مقدم اگر صفت کا صیغہ ہے تو یہ قصر صفت علی الموصوف ہوگا، ورنہ قصر موصوف علی الصفت ہوگا اس لئے کہ قصر صفت علی الموصوف اور قصر موصوف علی الصفت کا فیصلہ مقصور کے اعتبار سے ہوتا ہے، اور ان تینوں صورتوں میں مقصور مقدم ہوتا ہے، لہذا اسی مقدم کے اعتبار سے قصر صفت علی الموصوف یا قصر موصوف علی الصفت کا اعتبار ہوگا، اور قصر کا چوتھا طریقہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی صورت میں وہ مقدم کلمہ مقصور علیہ ہوگا۔ جس کا حق مؤخر کرنا ہے اور مقصور مؤخر ہوگا، مثلاً انا علی اللہ معتمدون، میں علی اللہ متعلق ہے معتمدون کے اور معتمدون متعلق ہے بفتح العین، اور متعلَق متعلّق سے مقدم ہوتا ہے، اور مذکورہ مثال میں متعلق کو مقدم کیا گیا ہے اور متعلَّق کو مؤخر لہذا وہ مقدم (علی اللہ) مقصور علیہ ہوگا، اور معتمدون مقصور ہوگا، وَالخبر المعرف الخ اور خبر معرف بلام لانے کی وجہ سے قصر کا معنٰی حاصل ہونے کی صورت میں خبر مقصور ہوگی اور مبتدا مقصور علیہ جیسے انت الامیر، میں انت مقصور علیہ اور الامیر مقصور ہے، لیکن یہ اس وقت ہوگا جب کہ مبتدا معرف بلام الجنس نہ ہو کیونکہ مبتدا معرف بلام الجنس کی خبر معرف بلام لانے کی صورت میں معاملہ برعکس ہوگا، کہ خبر مقصور علیہ ہو جائے گی جیسا کہ صاحب کتاب نے اسی بات کو والمبتدأ والخبر المعرفان الخ سے سمجھائی، یعنی مبتدا اور خبر دونوں معرف بلام ہو تو خبر مقصور علیہ ہوگی اور مبتدا مقصور ہوگا، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، الکرم التقویٰ والحسب المال والدین النصیحۃ۔ میں الکرم مقصور ہے، اور التقویٰ مقصور علیہ، اسی طرح الحسب اور الدین مقصور ہے، اور المال والنصیحۃ مقصور علیہ، اور مطلب اس حدیث پاک کا لا کرم الا التقوی ولا حسب الا المال ولا دین الا النصیحۃ ہے، خلاصہ یہ کہ پہلی صورت میں صرف خبر معرف بلام ہوگی اور دوسری

صورت میں مبتداوخبر دونوں معرف بلام ہوں گے، ماخوذ از کتاب الکافیہ فی النحوص ۲۴، ج ۲۔

اور مبتداوخبر کے درمیان ضمیر فصل لانے کی وجہ سے قصر کا معنیٰ حاصل ہونے کی صورت میں ضمیر فصل کا مابعد مقصور ہوگا اور ماقبل مقصور علیہ ہوگا، جیسے کلیم اللہ ھو موسیٰ میں کلیم اللہ مقصور علیہ ہے اور موسیٰ مقصور ہے۔

ثَانِيًا اِنَّمَا تفيد إنما الْحُكْمَيْنِ اَىْ اِثْبَاتَ الْحُكْمِ لِلْمَقْصُوْرِ عَلَيْهِ وَنَفْيَهُ عَمَّا عَدَاهُ فِى آنٍ وَاحِدٍ وَبِذٰلِكَ تَمْتَازُ عَنِ الْعَطْفِ وَاَمَّا النَّفْىُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ فَلَا يَقْتَضِيَانِ ذٰلِكَ۔

فائدہ:۔ ۲ لفظ انّما دونوں حکموں کا فائدہ دیتا ہے یعنی مقصور علیہ کے لئے حکم کے اثبات اور اس کے ماسوا سے اس کی نفی کا ایک ہی وقت میں، اور اسی وجہ سے اِنما عطف سے ممتاز ہو جاتا ہے، اور بہر حال نفی اور استثناء تو اس بات کا تقاضہ ہی نہیں کرتے۔

تشریح:۔ یہاں سے صاحب کتاب کلمۂ انّما کی عطف بلا و بل ولکن پر فضیلت اور برتری کو ثابت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ انما آن واحد میں مقصور علیہ کے لئے حکم کو ثابت بھی کرتا ہے اور مقصور علیہ کے ماسوا سے اس حکم کی نفی بھی کرتا ہے، مثلاً انما یتذکر اولوا الالباب میں ایک ہی وقت میں کلمۂ انما یتذکر کو اولو الالباب کے لئے ثابت بھی کرتا ہے اور اولوا الالباب کے ماسوا سے تذکر کی نفی بھی کرتا ہے، اور دونوں حکموں کے فائدہ دینے کا کام ایک ہی آن میں ہو رہا ہے اور ایسی بات عطف کی صورت میں نہیں ہوتی اگرچہ عطف کی صورت میں بھی دونوں حکموں کا ثبوت ضرور ہوتا ہے، مگر ایک ہی وقت میں نہیں ہوتا، بلکہ پہلے حکم کا اثبات ہوتا ہے اس کے بعد نفی جیسے اَنَا قَاعِدٌ لَا قَائِمٌ یا پہلے حکم کی نفی ہوتی ہے اور بعد میں اثبات، جیسے ما انا قاعد بل قائم، خلاصہ یہ ہے کہ اِنما کے ذریعہ دونوں حکموں کا ثبوت کا ایک ہی ساتھ ہوتا ہے اور عطف میں یکے بعد دیگرے، لہذا اس مفہوم کے اعتبار سے کلمۂ اِنما سے حاصل ہونے والے قصر کی فضیلت و برتری ہوگی، اس قصر پر

جو عطف سے حاصل ہونے والا ہے، واما النفی والاستثناء الخ اس عبارت کا ظاہری مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ نفی اور استثناء اس بات کا تقاضا ہی نہیں کرتے جس کا تقاضا انما کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انما اور نفی واستثناء کے درمیان اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ کلمۂ انما جیسے آنِ واحد میں مقصور علیہ کے لئے حکم کا اثبات اور اس کے ماسوا سے حکم کی نفی کرتا ہے، اسی طرح فائدہ نفی واستثناء سے بھی حاصل ہوتا ہے، مستفاد از تکمیل الامانی ص ۲۳۹ ج ۲۔

يُسْتَحْسَنُ اِسْتِعْمَالُ اِنَّمَا فِي مَوَاطِنِ التَّعْرِيْضِ، نحوُ اِنَّمَا اللَّبِيْبُ مِنَ الْاِشَارَةِ يُفْهَمُ تَعْرِيْضًا بِغَيْرِهٖ اَنَّهٗ لَا يَفْهَمُ وَلَيْسَ ذٰلِكَ فِيْ سِوَاهَا۔

ترجمہ:- فائدہ: ۳۔ لفظ انما کا استعمال تعریض کی جگہوں میں بہتر سمجھا جاتا ہے جیسے عقل مند ہی اشارہ سے سمجھتا ہے تعریض اور اشارہ کرتے ہوئے غیر عاقل کی طرف کہ وہ سمجھتا نہیں اور یہ بات انما کے سوا میں نہیں۔

تشریح:- صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ کلمہ انما کے استعمال کا سب سے اچھا موقع تعریض ہے، تعریض کا مطلب یہ ہے کہ کلام جس معنٰی میں مستعمل ہے وہ معنٰی مراد نہ لئے جائیں بلکہ دوسرے معنٰی کی طرف اشارہ کیا جائے مثلاً کوئی شخص غیر عاقل پر تعریض کرتے ہوئے کہے، انما اللبیب من الاشارۃ یفھم، عقلمند ہی اشارہ سے بات سمجھتا ہے، تو اس کلام سے متکلم کا مقصود اس کی خبر دینا نہیں ہے کہ عقل مند ہی اشارہ سے بات سمجھتا ہے بلکہ نہ سمجھنے والے پر تعریض کرنا اور اس کو چڑھانا ہے کہ اس کے بات نہ سمجھنے کی وجہ سے گویا کہ وہ بے عقل ہے، اس میں عقل ہی نہیں، اور یہ معنٰی انما کے ماسوا سے حاصل نہیں ہوتے، کلمہ انما کے استعمال کا بہترین موقع تعریض اس لئے ہے کہ کلمہ انما کا مدلول حکمِ معلوم کا افادہ ہے، اور حکمِ معلوم کا افادہ نہ کوئی معقول بات ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے، لہٰذا مناسب یہی ہے کہ کسی دوسرے حکم کی طرف جس کا مخاطب منکر ہو اشارہ کیا جائے اور یہ معنٰی انما کے

ماسوا سے حاصل نہیں ہوتے۔

رَابِعًا يُؤَخَّرُ الْمَقْصُوْرُ عَلَيْهِ دَائِمًا وَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُهٗ۔

فائدہ: -۴ انما کے ساتھ مقصور علیہ ہمیشہ مؤخر ہوتا ہے، اس کا مقدم کرنا جائز نہیں۔

تشریح: - یہاں سے صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ کلمہ انما سے قصر کی صورت میں مقصور علیہ ہمیشہ مؤخر ہوگا، اور مقصور مقدم، مقصور علیہ کا مقصور پر مقدم کرنا جائز نہ ہوگا، چنانچہ قصر فاعل علی المفعول میں انما ضرب زید عمرواً کہنا تو جائز ہوگا لیکن مقصور علیہ (عمرو) کو مقدم کر کے انما ضرب عمروٌ زیداً کہنا جائز نہ ہوگا، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انما کے ذریعہ قصر کی صورت میں اگر مقصور علیہ کو مقدم کر دیا گیا تو مقصود غیر مقصود کے ساتھ ملتبس ہو جائے گا، کیونکہ فعل کے بعد واقع ہونے والے فاعل اور مفعول میں سے ہر ایک مقصور علیہ بھی ہو سکتا ہے اور مقصور بھی اور ایسا کوئی قرینہ نہیں جو ایک کے مقصور اور دوسرے کے مقصور علیہ ہونے پر دلالت کرے، پس علماء بلاغت نے علامت کے طور پر کہا کہ جو مؤخر ہوگا وہ مقصور علیہ ہوگا اور جو مقدم ہوگا وہ مقصور ہوگا، اب اگر مقصور علیہ کو مقدم کیا گیا اور قصر فاعل علی المفعول کی صورت میں یوں کہا انما عمرٌ وازیدٌ تو علماء بلاغت کی مقرر کردہ علامت کی روشنی میں مخاطب یہ سمجھے گا کہ یہ قصر مفعول علی الفاعل ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ عمرو کو زید ہی نے مارا ہے، حالانکہ متکلم کا مقصود قصر فاعل علی المفعول ہے یعنی متکلم یہ کہنا چاہتا ہے کہ زید نے عمرو ہی کو مارا ہے، خلاصہ یہ کہ مقصور علیہ کو مقدم کرنے سے مقصود کا غیر مقصود کے ساتھ التباس ہو جانے کی وجہ سے مقصور علیہ کا مؤخر کرنا واجب ہوگا، اور مقدم کرنا جائز نہ ہوگا۔

خَامِسًا تُفِيْدُ اِنَّمَا عَدَمَ الْاِصْرَارِ اَیِ الْاِنْكَارِ الشَّدِيْدِ فَهِيَ دُوْنَ النَّفْيِ وَالْاِسْتِثْنَاءِ فِيْ تَوْكِيْدِ الْحُكْمِ۔

ترجمہ: - فائدہ: ۵۔ انما عدم اصرار یعنی انکار شدید کے نہونے کا فائدہ دیتا ہے اس

لئے وہ حکم کی تاکید میں نفی واستثناء سے کم ہے۔

تشریح:۔ کسی حکم میں نفی واستثناء کے ذریعہ قصر کا معنٰی پیدا کرنا اس وقت ہوتا ہے جب کہ مخاطب اس حکم کا منکر ہو اور اس حکم سے جاہل ہو اور یہ بات تم پہلے جان چکے ہو کہ کلام مخاطب کے احوال کے اعتبار سے کیا جاتا ہے، اگر مخاطب حکم کا منکر ہے اور اس کا انکار بھی شدید ہے کہ بالکل اس حکم کو باور کرنے کے لئے ہی تیار نہیں ہے، تو ایسے مخاطب کو جب اس حکم کی خبر دی جاوے تو کلام اس کے انکار کے اعتبار سے موکدلا: ضروری ہے، اور نفی واستثناء کے ذریعہ بھی کسی حکم میں قصر کا معنی پیدا کرنا اور حکم کو مؤکد کرنا اس وقت ہوتا ہے جب کہ مخاطب کو اس حکم سے انکارِ شدید ہو لہذا جس حکم میں بھی نفی واستثناء کا ذکر ہو وہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اس حکم کا مخاطب منکر شدید ہے اور اس حکم سے بالکل جاہل ہے، اور انما ایسے حکم میں مستعمل ہے جس حکم سے مخاطب کو جاہل اور منکر نہ ہونا چاہئے اگر چہ وہ بالفعل اس سے جاہل اور اس کا منکر ہے لیکن چونکہ وہ اپنے انکار پر مصر نہیں، اس لئے معمولی سی تنبیہ کرنے سے اس کا انکار زائل ہو جائے گا، لہذا معلوم ہوا کہ انما سے لائی ہوئی خبر اور حکم اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ مخاطب کو اس حکم سے انکارِ شدید نہیں، خلاصہ یہ کہ مذکورہ تفصیل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ نفی واستثناء والے حکم کا مخاطب منکر شدید ہے، اور انما والے حکم کا مخاطب منکر شدید نہیں، لہذا انما حکم کو مؤکد کرنے میں نفی واستثناء سے کم درجہ میں ہوگا۔

اَسْئِلَۃٌ

(۱) مَا الْقَصْرُ وَكَمْ قِسْمًا هُوَ؟ قصر کیا ہے؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب، قصر کی حقیقت اور واقع کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں، قصر حقیقی واضافی اور ارکان کے

اعتبار سے ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں، (۱) قصر حقیقی موصوف علی الصفت، (۲) قصر حقیقی صفت علی الموصوف، اسی طرح اضافی کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۲) اُفْرُقْ بَیْنَ الْحَقِیْقِیِّ وَالْإِضَافِیِ ؟ قصر حقیقی واضافی کے درمیان فرق بیان کرو؟

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ قصر حقیقی میں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنا حقیقت اور واقع کے اعتبار سے ہوتا ہے کسی اور چیز کی طرف نسبت کے اعتبار سے قصر نہیں ہوتا، اور اضافی میں دوسری چیز کی طرف نسبت کے اعتبار سے قصر ہوتا ہے۔

(۳) مَاالْفَرْقُ بَیْنَ قَصْرِ الْمَوْصُوْفِ عَلَی الصِّفَةِ وَقَصْرِ الصِّفَةِ عَلَی الْمَوْصُوْفِ ؟

قصر موصوف علی الصفت اور قصر صفت علی الموصوف کے درمیان کیا فرق ہے؟

قصر موصوف علی الصفت میں مقصور موصوف ہوتا ہے اور قصر صفت علی الموصوف میں مقصور صفت ہوتی ہے۔

(۴) کَمْ قِسْمًا الْقَصْرُ الْإِضَافِیُ بِاِعْتِبَارِ الْمُخَاطَبِ ؟ مخاطب کے (احوال کے) اعتبار سے قصر اضافی کی کتنی قسمیں ہیں؟

مخاطب کے احوال کے اعتبار سے قصرِ اضافی کی تین قسمیں ہیں (۱) قصر افراد (۲) قصر تعیین (۳) قصر قلب۔

(۵) اُذْکُرْ الْفَرْقَ بَیْنَ قَصْرِ الْإِفْرَادِ وَالْقَلْبِ وَالتَّعْیِیْنِ ؟ قصر افراد، قصر قلب اور تعیین کے درمیان فرق ذکر کرو؟

دو یا زیادہ چیزوں میں حکم کی شرکت کے معتقد مخاطب کو جس قصر والے کلام سے جواب دیا جائے وہ قصرِ افراد ہے، اور غیر معین طریقہ پر کسی ایک فرد پر حکم کے معتقد مخاطب کو جس کلام سے جواب دیا جائے وہ قصرِ تعیین ہے اور اگر مخاطب عکسِ حکم کا معتقد ہے تو

قصر قلب ہے۔

(٦) مَا الْمُرَادُ بِالصِّفَةِ فِي الْقَصْرِ ؟ صفت سے مراد قصر میں کیا ہے؟

صفت سے مراد صفتِ معنویہ ہے، صفت نحویہ نہیں، اس کی مکمل تفصیل فائدہ کے ذیل میں جان چکے ہو۔

(٧) مَا هِيَ طُرُقُ الْقَصْرِ ؟ قصر کے طریقے کیا ہیں؟

قصر کے چار طرق ہیں (١) نفی واستثناء (٢) اِنما (٣) عطف بلا وبل ولکن (۴) تقدیم ما حقه التاخیر وغیر ذالک من الطرق الغیر المشھورۃ۔

(٨) اُفْرُقْ بَيْنَ اِنَّمَا وَالنَّفْيِ وَالْاِسْتِثْنَاءِ فِي الْقَصْرِ ؟ انما اور نفی واستثناء کے درمیان قصر کے اعتبار سے فرق بیان کرو؟

انما عدم اصرار کا فائدہ دیتا ہے اور نفی واستثناء اصرار وانکارِ شدید کا۔

تمرین

بَيِّنْ نَوْعَ الْقَصْرِ وَطَرِيْقَهُ وَرُكْنَيْهِ فِيْمَا يَلِيْ۔

ترجمہ:- آنے والے جملوں میں قصر کی قسم اور طریق قصر اور اس کے دونوں رکنوں کو بیان کرو۔

(١) بِالْاَرْضِ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ۔ زمین ہی پر تیری ماں نے تجھے جنا، قصر کی نوع، قصر صفت علی الموصوف حقیقی ہے، اور طریقہ تقدیم ماحقہ التاخیر ہے۔ وَلَدَتْ مقصور اور بالارض مقصور علیہ۔

فائدہ:- یہ مثال کسی کو تکبر اور غرور سے روکنے کے لئے اور اعتدال اختیار کرنے کی ترغیب کے لئے بولی جاتی ہے کہ تیری ماں نے تجھے زمین پر جنا تو خاک کا پتلا ہے تکبر مت کر، ماخوذ المنجد، مجمع الامثال ص ١٠٧ ج ١۔

(۲) اِنَّمَا هُوَ كَبَرْقِ الْخُلَّبِ. اس کے سوانہیں کہ وہ دھوکہ دینے والی بجلی کی طرح ہے۔اس میں قصر موصوف علی الصفت اضافی قلب ہے، جبکہ مخاطب اس کو وفادار سمجھے اور طریقہ انما ہے، ھو مقصور اور کبرق الخلب مقصور علیہ ہے۔

فائدہ:- یعنی جس طرح بجلی چمکتی ہے مگر بارش نہیں ہوتی اسی طرح وہ بھی دھوکہ دینے والا ہے کہ دعویٰ وفاداری کا کرتا ہے مگر وہ دھوکہ دینے والا ہے (ماخوذ از مجمع الامثال ص۲۸ ج۱۔)

(۳) لَا يُدْعٰى لِلْجُلّٰى اِلَّا اَخُوْهَا. نہیں پکارا جاتا ہے کسی بڑے معاملہ کے لئے مگر اس کے اہل کو یعنی بڑے معاملہ کے لئے اس کے ماہر کو ہی بلایا جاتا ہے۔اس میں قصر صفت علی الموصوف حقیقی ہے اور طریقہ لا والا (نفی واستثناء) ہے، یُدْعٰی مقصور اور اخوھا مقصور علیہ ہے۔

(۴) لِلْاَرْضِ مِنْ كَأْسِ الْكِرَامِ نَصِيْبٌ. زمین کے لئے شریف لوگوں ہی کے جام سے حصہ ہے، اس میں قصر صفت علی الموصوف افراد ہے، اور طریقہ تقدیم ما حقہ التاخیر ہے، نصیب مقصور اور کاس الکرام مقصور علیہ ہے۔

(۵) مَا الدَّهْرُ اِلَّا هٰكَذَا فَاصْبِرْ لَهٗ. زمانہ نہیں ہے مگر اسی طرح پس اس کے لئے تو صبر کر، اس میں قصر موصوف علی الصفت حقیقی ہے، اور طریقہ النفی والاستثناء ہے، الدھر مقصور اور ھکذا مقصور علیہ ہے۔

(۶) بِالسَّاعِدِ تَبْطِشُ الْكَفُّ، کلائی ہی کی وجہ سے ہتھیلی مضبوط پکڑتی ہے، اس میں قصر صفت علی الموصوف حقیقی ہے اور طریقہ تقدیم ما حقہ التاخیر ہے، تبطش مقصور اور بالساعد مقصور علیہ ہے۔

(۷) اِنَّهٗ لَيْسَ خَفِيٌّ اِلَّا سَيَظْهَرُ وَلَا مَكْتُوْمٌ اِلَّا سَيُعْلَنُ، کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے مگر وہ عنقریب ظاہر ہوگی اور نہ کچھ چھپا ہوا ہے، مگر عنقریب اس کا اعلان

ہوگا، اس میں قصر موصوف علی الصفت حقیقی ہے اور طریقہ نفی واستثناء ہے، اور خفی ومکتوم مقصور اور سیظھرو سیعلن مقصور علیہ ہے۔

(۸) لِلرَّبِّ اِلٰهِکَ تَسْجُدُ وَاِیَّاهُ تَعْبُدُ۔ اپنے معبود ہی کے لئے تو سجدہ کرتا ہے اور اسی ایک کی تو عبادت کرتا ہے، اس میں قصر صفت علی الموصوف حقیقی نیز اضافی افراد ہے، اور طریقہ تقدیم ماحقہ التاخیر ہے، تسجد وتعبد مقصور اور للرب وایاہ وحدہ مقصور علیہ ہے۔

(۹) لَایَحْتَاجُ الْاَصِحَّاءُ اِلٰی طَبِیْبٍ لٰکِنْ ذَوُوْا الْاَسْقَامِ، تندرست لوگ طبیب کے محتاج نہیں ہیں لیکن بیماریوں والے ہی، اس میں قصر صفت علی الموصوف حقیقی ہے اور طریقہ عطف بلکن ہے، یحتاج مقصور اور ذوو الاسقام مقصور علیہ ہے۔

(۱۰) اِنِّیْ اُرِیْدُ رَحْمَةً لَا ذَبِیْحَةً۔ میں رحم کرنا ہی چاہتا ہوں، ذبح کرنا (عذاب دینا) نہیں چاہتا، اس میں قصر صفت علی الموصوف اضافی قلب ہے اور طریقہ عطف بلا ہے، اُرِیْدُ مقصور اور رحمۃً مقصور علیہ ہے۔

(۱۱) لَا یَبْقٰی لِلْاِنْسَانِ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا عَمَلُهٗ۔ نہیں باقی رہے گا آخرت میں انسان کے لئے مگر اس کا عمل ہی۔ اس میں قصر صفت علی الموصوف حقیقی نیز اضافی تعیین ہے، اور طریقہ نفی واستثناء ہے، یبقٰی مقصور اور عملہ مقصور علیہ ہے۔

(۱۲) لِلْفَرَسِ السَّوْطُ وَلِلْحِمَارِ اللِّجَامُ وَلِظُهُوْرِ الْجُهَّالِ الْعَصَا۔ گھوڑے کے لئے کوڑا اور گدھے کے لئے لگام اور جاہلوں کی پشتوں کے لئے لاٹھی ہے، اس میں قصر موصوف علی الصفت اضافی تعیین ہے اور طریقہ تقدیم ماحقہ التاخیر ہے، السوط واللجام والعصا مقصور اور للفرس وللحمار ولظهور الجهال اپنے متعلق ثابت کے مقصور علیہ ہے۔

(۱۳) اِنَّـمَا حَيَاتُنَا ظِلٌّ يَمْضِیْ۔ بیشک ہماری زندگی صرف ایک گذرتا ہوا سایہ ہے، اس میں قصر موصوف علی الصفت حقیقی ہے اور طریقہ انما ہے اور حیاتنا مقصور ظلّ یمضی مقصور علیہ ہے۔

(۱۴) لَيْسَ بِالْخُبْزِ وَحْدَهٗ يَحْیٰ الْاِنْسَانُ بَلْ بِكُلِّ كَلِمَةٍ تَخْرُجُ مِنْ فَمِ اللّٰهِ۔ صرف روٹی سے ہر انسان زندہ نہیں رہتا بلکہ ہر اس کلمہ سے جو اللہ کے منہ سے نکلے۔ (اللہ کا حکم) اس میں قصرِ صفت علی الموصوف اضافی افراد ہے، طریقہ العطف بل ہے، یحیٰ الانسان ''مقصور'' بکل کلمۃ تخرج مقصور علیہ ہے۔

(۱۵) بِكَ يَا رَبِّ اعْتَصَمْتُ فَلَا أَخْزَ اِلَى الْاَبَدِ۔ اے میرے رب آپ ہی کو میں نے مضبوط پکڑ لیا پس میں کبھی بھی رسوا نہیں ہوں گا، اس میں قصر صفت علی الموصوف حقیقی نیز اضافی افراد ہے، طریقہ، تقدیم ماحقہ التاخیر ہے، اعتصمت مقصور، بک مقصور علیہ ہے۔

(۱۶) لَيْسَ الْيَتِيْمُ الَّذِیْ قَدْمَاتَ وَالِدُهٗ بَلْ الْيَتِيْمُ يَتِيْمُ الْعِلْمِ وَالْاَدَبِ۔ یتیم وہ نہیں جس کے والد کا انتقال ہو چکا ہو بلکہ یتیم وہ ہے جو علم وادب سے یتیم ہو، قصر صفت علی الموصوف، اضافی قلب، طریقہ، عطف بل، یتیم مقصور، یتیم العلم والادب مقصور علیہ۔

(۱۷) وَلِلْفَتٰى مِنْ مَالِهٖ مَا قَدَّمَتْ يَرَاهُ قَبْلَ مَوْتِهٖ لَا مَا اقْتَنٰى۔ آدمی کو اس کے مال میں سے وہ ہی کام آئے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج دیا، اپنی موت سے پہلے نہ کہ وہ جو اس نے جمع کیا۔ قصر صفت علی الموصوف، اضافی قلب اور تعیین باعتبار المخاطب ہے، طریقہ، تقدیم ماحقہ التاخیر ہے، ماموصولہ مقصور علیہ، قدمت مقصور۔

(۱۸) لَيْسَ عَارٌ بِاَنْ يُقَالَ فَقِيْرٌ اِنَّمَا الْعَارُ اَنْ يُقَالَ بَخِيْلٌ۔ اس بات میں شرم نہیں کہ فقیر کہا جاوے، شرم تو اس بات میں ہے کہ بخیل کہا جاوے، اس میں قصر

موصوف علی الصفت اضافی افراد ہے، طریقہ انما عار مقصور، ان یقال بخیل مقصور علیہ۔

(۱۹) وَفَضِيْلَةُ الدِّيْنَارُ يَظْهَرُ سِرُّهَا مِنْ حَكِّهٖ لَا مِنْ مَلَاحَةِ نَقْشِهٖ۔ دینار کی فضیلت کہ اس کا راز ظاہر ہوتا ہے، اس کے رگڑنے سے نہ کہ اس کے نقش کی چمک دمک سے۔ اس میں قصر صفت علی الموصوف، اضافی قلب ہے، اور طریقہ عطف بلا ہے، یظہر مقصور من حکہ مقصور علیہ۔

(۲۰) شِعْرًا نَظَمْتُ فلستَ اَنْتَ بِجَاهِلٍ بلْ عَالِمٌ بِتَضَلُّعِيْ وَتَفَنُّنِيْ۔ میں نے شعر ہی کو نظم کیا ہے (کہا ہے) پس تو تو جاہل نہیں ہے بلکہ جاننے والا ہے میری علمی قابلیت کو اور میری مہارت کو، اس میں قصر صفت علی الموصوف ہے اور طریقہ عطف بل ہے، انت مقصور، عالم مقصور علیہ، نیز شعراً نظمت میں قصر صفت علی الموصوف اضافی قلب، طریقہ تقدیم ماحقہ التاخیر، نظمت مقصور، شعراً مقصور علیہ۔

الباب السابع فی الوصل والفصل

ساتواں باب وصل اور فصل کے بیان میں

الْوَصْلُ عطفُ جُمْلَةٍ عَلٰی اُخْرٰی وَالْفَصْلُ ترْكُ العطفِ بَيْنَهُمَا والْكَلَامُ هُنَا عَلَى الْعَطْفِ بِالْوَاوِ لِاَنَّ الْعَطْفَ بِغَيْرِهَالا يَقَعُ فِيْهِ اِشْتِبَاهٌ۔

ترجمہ:- وصل ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر عطف کرنے کا نام ہے، اور فصل ان دونوں کے درمیان ترکِ عطف کا نام ہے، اور یہاں عطف بالواو کے متعلق گفتگو ہوگی اس لئے کہ واؤ کے علاوہ باقی حروف عاطفہ سے عطف کرنے کی صورت میں کوئی اشتباہ واقع نہیں

ہوتا۔

تشریح:- صاحب کتاب یہاں سے علم معانی کے ساتویں باب کا ذکر فرماتے ہیں، اس ساتویں باب میں وصل، فصل کی تعریف اور ان کے مواقع کا ذکر کریں گے، وصل اور فصل کے متعلق سب سے پہلے یہ ذہن نشین کرلو کہ جن دو جملوں میں عطف کرنا ہے ان میں من وجہ مناسبت اور من وجہ مغائرت کا ہونا ضروری ہے، اگر دو جملوں میں مکمل طور پر مغائرت اور منافات ہو تب بھی وصل نہ ہوگا، اور اگر مکمل طور پر مناسبت ہو تب بھی وصل نہ ہوگا، بلکہ بین بین والی صورت ہونی چاہئے، جیسا کہ آگے وصل اور فصل کے مواضع بیان کرنے کے ذیل میں یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آئے گی، اب یہاں سے وصل اور فصل کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ کو بیان کیا جاتا ہے، وصل کے لغوی معنیٰ ہیں ملانا اور فصل کے لغوی معنیٰ جدا کرنا، اور اصطلاح میں وصل ایک جملہ کا دوسرے جملے پر عطف کرنے کا نام ہے، اور فصل ان دو جملوں کے درمیان عطف نہ کرنے کا نام ہے، وصل کا معنیٰ لغۃً ملانا اور اصطلاحاً درپے درپے آنے والے جملوں میں سے ایک کو دوسرے پر عطف کرنے کا نام وصل ہے، صاحب کتاب کی اس عبارت عطف جملۃ علی اُخریٰ پر ایک اعتراض واقع ہوتا ہے، اعتراض یہ ہے کہ صاحب کتاب نے وصل کی تعریف یوں بیان فرمائی کہ وصل ایک جملے کا عطف کرنا ہے دوسرے جملے پر، لہذا صاحب کتاب کی ظاہری عبارت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عطف صرف جملوں میں ہوتا ہے، مفردات میں عطف نہیں ہوتا، حالانکہ یہ غلط ہے، کیونکہ عطف جس طرح جملوں میں ہوتا ہے اسی طرح مفردات میں بھی ہوتا ہے، چنانچہ اگر مفردات کے درمیان کوئی جہت جامعہ پائی جاوے تو ان مفردات کے درمیان بھی وصل اور عطف ہوگا جس طرح کہ دو جملوں کے درمیان جہت جامعہ کے پائے جانے کی وجہ سے عطف ہوتا ہے، مثلاً ھو الاول والآخر والظاھر والباطن ۔ان چاروں مفردات کے درمیان تقابل (جو جہت جامعہ ہے) کے پائے جانے کی وجہ سے عطف کیا گیا ہے، اور اگر مفردات کے

درمیان کوئی جہت جامعہ نہ ہوتو فصل اور ترک عطف ہوگا، مثلاً الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر ۔ان مفردات میں کوئی جہت جامعہ نہیں، لہذا عطف ترک کردیا گیا، خلاصہ یہ کہ عطف جس طرح جملوں میں ہوتا ہے اسی طرح مفردات میں بھی ہوتا ہے، پھر صاحب کتاب نے عطف جملۃ علی اخریٰ کیسے کہدیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب کتاب نے مطلق وصل اور فصل کی تعریف کو بیان نہیں فرمایا، بلکہ وصل اور فصل کی اس نوع کی تعریف کو بیان فرمایا جو جملوں میں واقع ہے، لہذا اب کوئی اعتراض نہ ہوگا، کیونکہ وصل اور فصل کی بہت سی انواع ہیں، مثلاً دو جملوں میں وصل ہو یا دو مفردوں میں یا ایک مفرد اور ایک جملہ میں وغیرہ ذلک، تو ان انواع میں سے صرف اس نوع کو بیان کیا جو دو جملوں میں واقع ہوتا ہے، فافہم وتدبر وتشکر۔

وَالْکَلَامُ هُنَا الْعَطْفُ بِالْوَاوِ۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حروف عاطفہ تو بہت سارے ہیں لیکن ہم ان میں سے صرف عطف بالواو پر گفتگو کریں گے، اس لئے کہ واو کا معنٰی فقط تشریک ہے یعنی واو اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم میں شریک اور جمع کرنے کے لئے آتا ہے، اور واو کا اس معنٰی کے علاوہ کوئی دوسرا معنٰی نہیں ہے، اور یہ بات مسلّم ہے کہ دو چیزوں میں شرکت جب ہی ہوسکتی ہے جب کہ ان دو چیزوں کے درمیان کوئی جامعیت ہو یعنی ایسا معنٰی ہو کہ جس میں ان دونوں کی شرکت ہوسکے، اس لئے ضروری ہوا کہ عطف بالواو اور اس کے مواضع جن میں عطف ہوتا ہے ان کو بیان کیا جاوے اور باقی حروف عاطفہ سے عطف کرنے میں کوئی اشتباہ نہیں ہے اس لئے کہ واو کے علاوہ بقیہ حروف عاطفہ میں سے ہر ایک کا تشریک کے علاوہ ایک مخصوص معنٰی ہے، مثلاً فاء کا معنٰی تعقیب مع الوصل، ثم کا تعقیب مع التراخی وغیرذلک، تو اب غور کیجئے کہ جب واؤ کے علاوہ دیگر حروف عاطفہ میں شرکت کے علاوہ دوسرے معانی بھی ہیں تو جب ان حروف سے عطف کی صورت میں اگر شرکت کا معنٰی صحیح نہ ہو تو اس کے علاوہ دوسرا معنی مراد لیا جائیگا مثلاً (فا) سے عطف کی صورت میں

شرکت کا معنی صحیح نہ ہوتو اس حرف عطف فا سے تعقیب مع الوصل کا معنی مراد لیں گے، لہذا کوئی اشتباہ نہ ہوگا، یہی حال باقی حروف عاطفہ کا ہے، جن کو تم نحو کی کتب میں تفصیل سے جان چکے ہو۔ خلاصہ یہ کہ واؤ کے علاوہ دیگر حروف عاطفہ سے عطف کی صورت میں چونکہ کوئی اشتباہ نہیں ہے، اس لئے ان کو یہاں بیان نہیں کیا جاتا، اور واؤ صرف شرکت کے لئے آتا ہے، اس لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کون سے جملوں میں شرکت ہوسکتی ہے اور کہاں نہیں ہوسکتی اور شرکت کے لئے کیا شرائط ہیں، اور شرائط نہ پائے جانے کی صورت میں کیا ہوگا، وغیرہ اس لئے عطف بالواو پر کلام کرنا ضروری ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ:- حروف عاطفہ کل دس ہیں، جو اس شعر میں مذکور ہیں، واو وفا وثم حتی، لا وبل، او واما ولکن بے خلل۔

☆☆☆

فصلٌ فی الوصلِ

یَجِبُ الْوَصْلُ فِیْ مَوْضَعَیْنِ، اَلْاَوَّلُ اَنْ یکونَ بَیْنَ الجملتین کمالُ الانقطاع وترکُ العطفِ یُوْهِمُ خِلَافَ الْمَقْصُوْدِ نحوُ لَا وَاَیَّدَکَ اللہ۔

ترجمہ:- وصل دو جگہوں میں واجب ہے، پہلی جگہ یہ کہ دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہو، اور ترک عطف خلاف مقصود کا وہم پیدا کرتا ہو، جیسے لا وایّدک اللہ، ایسا نہیں اور اللہ تعالیٰ تیری مدد فرماوے۔

تشریح:- یہاں سے وصل کے مواقع بیان فرماتے ہیں، کہ وصل اور عطف دو جگہوں میں واجب ہے، ان میں سے پہلی جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہو اور ترک عطف خلاف مقصود کا وہم پیدا کرتا ہو، اس وقت وصل کرنا واجب ہے، کمال انقطاع

کا مطلب یہ ہے کہ دونوں جملے لفظا خبریہ اور انشائیہ ہونے میں مختلف ہوں، پہلا خبریہ ہوتو دوسرا انشائیہ ہو، یا دو جملے معنیٰ مختلف ہوں، یعنی ایک معنیٰ خبریہ ہوتو دوسرا معنیٰ انشاء ہو، اگرچہ لفظاً دونوں متفق ہوں یا ان دو جملوں کے درمیان معنوی حیثیت سے کوئی مناسبت نہ ہو اگرچہ دونوں جملے لفظاً ومعنیٰ خبر وانشاء ہونے میں متفق ہوں۔ معنوی مناسبت کا مطلب یہ ہے کہ دو جملوں میں وصل کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان دونوں جملوں کے مسند الیہ اور مسند کے درمیان مناسبت پائی جاوے، یعنی دونوں کے مسند الیہ میں بھی مناسبت ہو اور دونوں مسندوں کے درمیان بھی، اور وہ مناسبت یہاں نہ پائی جاوے، مناسبت کے متعلق تفصیلی بحث والثانی ان یکون الخ کے ضمن میں آئے گی، تو یہ تینوں صورتیں کمالِ انقطاع کی ہیں، تو جب دو جملوں کے درمیان کمالِ انقطاع ہوتو کمالِ انقطاع اگرچہ فصل اور ترک عطف کا مقتضی ہے لیکن ترک عطف کی صورت میں خلافِ مقصود کا وہم پیدا ہوتا ہے اس لئے ان دو جملوں میں وصل وعطف کرنا ضروری ہے تا کہ خلاف مقصود کا وہم پیدا نہ ہو جیسے لاوَاَیَّدَکَ اللہ، ایسا نہیں اور اللہ تیری مدد کرے، یہ دو جملے ہیں ایک تو لا جو جملہ خبریہ ہے، سابق مضمون کی نفی کے لئے ہے، اور دوسرا جملہ اَیَّدَکَ اللہ جملہ انشائیہ ہے، ان دو جملوں کے درمیان کمالِ انقطاع ہے جو فصل کا مقتضی ہے لیکن چونکہ فصل اور ترکِ عطف کی صورت میں خلافِ مقصود کا وہم پیدا ہوتا ہے اس لئے وصل کرنا ضروری ہے، کیونکہ اہل عرب یہ کلام مخاطب کے لئے دعا کرتے وقت بولتے ہیں تو اب اگر ترک عطف کے ساتھ بولیں گے تو یہ بددعائیہ جملہ ہو جائے گا، اور مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تیری مدد نہ کرے اور اس کا متکلم کے مقصود کے خلاف ہونا بالکل ظاہر ہے اس لئے وصل کرنا ضروری ہے لہٰذا لاوَاَیَّدَکَ اللہ واؤ کے ساتھ کہیں گے اور بغیر حرفِ عطف واؤ کے کہنا جائز نہ ہوگا، خلاصہ یہ کہ دو جملوں کے درمیان کمالِ انقطاع ہو اور کمالِ انقطاع کی وجہ سے ترک عطف سے خلافِ مقصود کا وہم پیدا ہوتا ہو، اس صورت میں عطف کرنا واجب ہے۔

وَالثَّانِيُ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ تَوَسُّطٌ بَيْنَ الْكَمَالَيْنِ وَذٰلِكَ بِأَنْ تَتَّفِقَا خَبَرًا وَاِنْشَاءً وَيَكُوْنُ بَيْنَهُمَا جِهَةٌ جَامِعَةٌ اَىْ مُنَاسَبَةٌ تَامَّةٌ كَالْاِتِّحَادِ اَوِ التَّمَاثُلِ اَوِ التَّقَابُلِ وَلَمْ يَكُنْ مَانِعٌ مِنَ الْعَطْفِ كَقَوْلِهِ ، اَلْعِلْمُ يَنْهَضُ بِالْخَسِيْسِ اِلَى الْعُلٰى وَالْجَهْلُ يَقْعُدُ بِالْفَتٰى الْمَنْسُوْبِ.

ترجمہ:- اور دوسری جگہ یہ کہ دو جملوں کے درمیان توسط بین الکمالین ہو اور وہ اس طور پر ہوگا کہ دونوں جملے خبر اور انشاء ہونے میں متفق ہوں اور ان دونوں کے درمیان جہت جامعہ یعنی مناسبت تامہ ہو جیسے اتحاد یا تماثل یا تقابل (کی مناسبت) اور عطف سے کوئی مانع نہ ہو جیسے شاعر کے قول میں علم کمینہ کو بلندی کی طرف اٹھاتا ہے، اور جہالت بڑے خاندان کی طرف منسوب نوجوان کو بٹھا دیتی ہے۔

تشریح:- یہاں سے صاحب کتاب وصل کی دوسری جگہ کا تذکرہ فرماتے ہیں، دوسری جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان توسط بین الکمالین ہو، توسط بین الکمالین کا مطلب یہ ہے کہ دو جملوں میں نہ تو کمال اتصال ہو اور نہ کمال انقطاع ہو لہذا یہ دو جملے دو کمالوں کے بین بین ہیں، اسی لئے اس کو توسط بین الکمالین کہتے ہیں، تو جب دو جملوں کے درمیان توسط بین الکمالین ہو، اور صاحب کتاب نے توسط بین الکمالین کی صورت یہ بیان کی کہ دو جملے خبر اور انشاء ہونے کے اعتبار سے متفق ہوں اس کی چار صورتیں ہوں گی، دونوں لفظاً خبر ہوں (۲) لفظاً دونوں انشاء ہوں (۳) معنًی دونوں خبر ہوں (۴) معنًی دونوں انشاء ہوں، اخیری دو صورتوں میں لفظاً اختلاف ہوگا اور خبر وانشاء میں متفق ہونے کے ساتھ ان دونوں جملوں کے درمیان جہت جامعہ بھی موجود ہو، جہت جامعہ سے مراد ان دونوں کے درمیان مناسبت تامہ ہو اور وہ مناسبت کا مسند الیہ اور مسند دونوں کے اعتبار سے ہونا ضروری ہے یعنی وہ مناسبت مسند الیہ کے اعتبار سے بھی ہو اور مسند کے اعتبار سے بھی۔ صاحب

کتاب نے مناسبت تامہ کی تین حالتیں بیان کی:

(۱) اتحاد کی حالت اور مناسبت

(۲) تماثل کی حالت

(۳) تقابل کی حالت، یعنی ان دونوں جملوں کے مسند الیہ و مسند میں مناسبت یا تو اتحاد کی ہو یا تماثل یا تقابل کی، اتحاد سے مراد یہ ہے کہ دونوں جملوں کا مسند الیہ یا مسند ایک ہی شئی ہو، اور تماثل سے مراد یہ ہے کہ دونوں جملوں کے مسند الیہ یا دونوں کے مسند ایک ایسے وصف میں شریک ہو جو وصف ان دونوں کو عام ہو، اور تقابل کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان منافات ہو، اور تقابل بھی مناسبت کی صورتوں میں سے ہے اس لئے کہ مناسبت سے مقصود یہ ہے کہ ایک کے جاننے اور تصور کرنے سے دوسرا سمجھ میں آجاوے اور یہ بات تقابل کی صورت میں حاصل ہے، اس لئے کہ دوضدوں میں سے ایک کے تصور کرنے سے ذہن دوسرے کا تصور کرلے گا، لہذا تقابل بھی مناسبت کی صورتوں میں سے ہوگا، فافہم وتشکر۔ اب ہر ایک کی مثال ملاحظہ فرمائیں، اتحاد کی مثال زیدٌ یعطی ویمنع ان دو جملوں کے مسند الیہ میں اتحاد ہے کہ دونوں زید ہی ہے اور مسندوں میں تقابل ہے، اور مسند الیہ میں تقابل کی مثال جیسے یشعر زیدٌ وعمروٌ ای یشعر عمروٌ (۲) تماثل کی مثال ذہب زیدٌ وحضر سعیدٌ ان دو جملوں کے مسندوں میں تماثل ہے، بایں طور کہ ذہاب اور حضور دو مسند ایک وصف یعنی سیر (چلنے) میں شریک ہے، نیز مسند الیہ میں بھی تماثل ہے کہ دونوں اخوۃ میں شریک ہے تو مسند الیہ و مسند دونوں میں مناسبت تماثل کی ہے (۳) تقابل کی مثال یعطی راشدٌ ویمنع بکرٌ جب کہ راشد اور بکر دونوں کے درمیان کوئی تعلق نہ ہو تو دونوں مسند الیہ میں بھی تقابل ہے اور مسندوں میں بھی، ولم یکن مانعا من العطف الخ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے حکمِ اعرابی یا حکم مخصوص میں شریک کرنا مقصود ہو تو وصل ہوگا کیونکہ جب دو جملوں کو ایک حکم میں شریک کرنا مقصود ہے تو اب عطف سے کوئی مانع نہ رہا

اور اگر شریک کرنا مقصود نہیں ہے تو فصل ہوگا، کیونکہ جب شرکت کا قصد ہی نہیں ہے تو قصد کا نہ ہونا یہ عطف سے مانع بنے گا، کقولہ سے توسط بین الکمالین والے دو جملوں میں جہت جامعہ پائے جانے کی وجہ سے عطف اور وصل کیا گیا ہے اس کی مثال ہے، نیز عطف سے کوئی مانع بھی نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیے، العلم ینھض بالخسیس الی العلی، پہلا جملہ ہے اور والجھل یقعد بالفتی المنسوب، دوسرا جملہ ہے، ان دونوں جملوں کے مسند الیہ العلم اور الجھل ہے جن میں تقابل کی مناسبت ظاہر ہے، نیز دو مسند یعنی ینھض اور یقعد میں بھی تقابل کی مناسبت ہے، اور وصل سے کوئی مانع بھی نہیں لہذا وصل ہوا۔

☆☆☆

فصل فی الفصل

یہ فصل ہے فصل کے بیان میں

یَجِبُ الْفَصْلُ فِیْ خَمْسَةِ مَوَاضِعَ، اَلْاَوَّلُ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ کَمَالُ الْاِتِّصَالِ اَیْ اِتِّحَادٌ تَامٌّ بِاَنْ تَکُوْنَ الثَّانِیَةُ بَیَانًا لِلْاُوْلٰی اَوْ تَوْکِیْدًا لَهٗ اَوْ بَدَلًا مِنْهَا نحوُ فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطَانُ قَالَ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ، وَاَزْهَرَ الْبُسْتَانُ اَزْهَرَتْ اَشْجَارُہ، وَیُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیَاتِ۔

ترجمہ:- فصل واجب ہے پانچ جگہوں میں پہلی جگہ یہ کہ دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہو یعنی اتحاد تام ہو اس طریقے پر کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے لئے بیان ہو یا اس کی تاکید ہو یا اس سے بدل ہو جیسے شیطان نے آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا، کہا کہ کیا میں تجھ کو ہیشگی کے درخت کی رہنمائی نہ کروں؟ اور باغ پھلدار ہوگیا، اس کے درخت

پھلدار ہو گئے، وہی ہر امر کی تدبیر کرتا ہے، دلائل کو صاف صاف بیان فرماتا ہے۔

تشریح:- یہ بات پہلے اجمالاً جان چکے ہو کہ وصل اور عطف کے لئے من وجہ مناسبت اور من وجہ مغائرت کا ہونا ضروری ہے، اگر مکمل مغائرت ہے یا مکمل مناسبت تو وصل نہ ہوگا، اب آگے سمجھو کہ فصل اور ترکِ عطف کے پانچ مواضع میں سے پہلی دو جگہوں میں یعنی دو جملوں کے درمیان کمالِ اتصال یا شبہ کمالِ اتصال کی صورت میں مکمل طور پر مناسبت پائی جاتی ہے، مغائرت کا نام ونشان نہیں، حالانکہ عطف کے لئے بین بین والی صورت ہونی چاہئے، اس لئے ان دو جگہوں میں فصل واجب ہوگا، اور تیسری اور چوتھی جگہوں میں یعنی کمالِ انقطاع اور شبہ کمالِ انقطاع کی صورت میں مکمل مغائرت ہے مناسبت کا نام ونشان نہیں، اس لئے ان دو جگہوں میں بھی فصل ضروری ہوگا، اور پانچویں جگہ دو جملوں کے درمیان توسط بین الکمالین کی صورت ہے جو وصل اور عطف کو مقتضی ہے لیکن چونکہ توسط بین الکمالین کی صورت میں عطف اس وقت ضروری ہوتا ہے جب کہ عطف سے کوئی مانع نہ ہو اور یہاں مانع پایا جاتا ہے اس لئے اس پانچویں جگہ میں بھی فصل واجب ہوگا۔ الاول ان یکون الخ اس عبارت میں صاحب کتاب فصل کی مواضع خمسہ میں سے پہلی جگہ کی وضاحت کرتے ہیں، چنانچہ کہا کہ پہلی جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان کمالِ اتصال ہو یعنی کامل اتحاد ہو، کامل اتحاد کی تین صورتیں ہیں، یا تو دوسرا جملہ پہلے جملہ کے لئے بیان ہو، جیسے فوسوس الیہ الشیطان یہ ایک جملہ ہے جس میں اجمال ہے، کہ شیطان نے آدم علیہ السلام کے دل میں کس چیز کا وسوسہ ڈالا اس اجمال کو دور کرنے کے لئے دوسرا جملہ بطور بیان کے ذکر کر دیا اور وہ ہے هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ۔ اب غور کیجئے جب دوسرا بیان ہے پہلے جملے کے لئے تو دونوں میں اتنا اتحاد ہے کہ اگر دوسرے کو پہلے جملے کی جگہ پر رکھ دیا جاوے تو ایسی صورت میں مفہوم میں کوئی خرابی نہ ہوگی، کیونکہ دوسرا پہلے کا عین ہے، اور دوسری صورت اتحادِ تام کی یہ ہے کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید بن رہا ہو چاہے تاکید

لفظی ہو یا معنوی مثلاً اَزْهَرَ الْبُسْتَانُ یہ ایک جملہ ہے اس کی تاکید کیلئے دوسرا جملہ ازہرت اشجارہ لایا گیا، اور تاکید اور مؤکّد میں اتحاد ظاہر ہے، تیسری صورت کہ دوسرا جملہ پہلے جملے سے بدل واقع ہو رہا ہو تو جب دوسرا جملہ پہلے سے بدل واقع ہوگا ایسی صورت میں بھی دونوں کا متحد ہونا ظاہر ہے کہ مبدل منہ سے وہی مراد ہے جو بدل سے ہے جیسا کہ تم جان چکے ہو کتب نحو میں، کہ مقصود بدل ہوتا ہے، ایک بات یاد رکھو کہ یہاں بدل سے مراد بدل کی چار قسموں میں سے تین ہی قسمیں (بدل الکل، بدل البعض، اور بدل الاشتمال) مراد ہے، بدل الغلط مراد نہیں، اس لئے کہ بدل الغلط فصحاء و بلغاء کے کلام میں واقع ہی نہیں ہوتا تو جب واقع ہی نہیں ہوتا تو اس کو مراد نہیں لیا جائے گا، جیسے یدبّر الامر یہ مبدل منہ ہے اور اس سے بدل البعض کے طریقے پر دوسرا جملہ لایا گیا یفصل الآیات کہ تمام امور کی تدبیر کا ایک جزء یہ بھی ہے کہ وہ آیات کو صاف صاف بیان کرتا ہے، لہذا یہ بدل البعض ہے، الحاصل دو جملوں کے درمیان اتحاد تام ہونے کی صورت میں چونکہ مکمل مناسبت پائی جاتی ہے، مغائرت بالکل نہیں ہوتی اس لئے اس جگہ فصل اور ترک عطف واجب ہوگا۔

وَالثَّانِیُ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ کَمَالُ الْاِنْقِطَاعِ اَیْ تَبَایُنٌ تَامٌّ بِاَنْ یَخْتَلِفَانِ خَبَرًا وَاِنْشَاءً، کَقَوْلِهٖ لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَاْتِیَ مِثْلَهٗ عَارٌ عَلَیْکَ اِذَا فَعَلْتَ عَظِیْمٌ، او بِاَنْ لَا یَکُوْنَ بَیْنَهُمَا مُنَاسَبَةٌ فِی الْمَعْنٰی نحوُ الْمَلِکُ عادِلٌ، الْاَدَبُ مَطْلُوْبٌ۔

ترجمہ:- اور دوسری جگہ یہ کہ دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہو یعنی تباین تام ہو، اس طریقے پر کہ دونوں جملے خبر اور انشاء ہونے میں مختلف ہوں جیسے ابوالاسود دؤلی شاعر کا قول، ایسی عادات سے مت روک جس کو تو خود کرتا ہے اگر تو ایسا کرے تو تجھ پر بڑی شرم کی بات ہے، یا اس طریقے پر کہ دونوں جملوں کے درمیان معنًی میں کوئی مناسبت نہ ہو جیسے بادشاہ عادل ہے ادب مطلوب ہے۔

تشریح:-ان مواضع فصل میں سے دوسری جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان کامل تباین اور تضاد ہو، اور کامل تضاد اور تباین فصل کا مقتضی ہے لہذا فصل ضروری ہے، صاحب کتاب نے کامل تباین کی دوصورتیں بیان کی۔(۱) ایک تو دو جملے خبر اور انشاء ہونے میں مختلف ہوں کہ ایک جملہ خبریہ ہوتو دوسرا جملہ انشائیہ ہو، اور دوسری صورت کہ خبر اور انشاء کے اعتبار سے تو تباین نہ ہو بلکہ توافق ہومگر ان دو جملوں کے درمیان معنوی اعتبار سے کوئی بھی مناسبت نہ ہو، اول کی مثال شاعر ابوالاسود دولی کا شعر ہے (حاشیہ شرح ابن عقیل) کہ اس شعر میں پہلا جملہ انشائیہ ہے اور دوسرا خبریہ ہے، اور اسی اختلاف کا نام تباین تام ہے، اور دوسری صورت کی مثال الملک عادل ،الادب مطلوب ہے، اگر چہ اس مثال میں دو جملے خبریت میں متفق ہیں لیکن معنوی لحاظ سے کوئی مناسبت نہیں ہے، کیونکہ مناسبت کی جو تین صورتیں مذکور ہوئی ان میں سے کوئی بھی نہیں پائی جاتی نہ اتحاد کی مناسبت ہے اور نہ تماثل اور تقابل کی ،اور دو جملوں میں ایسی مناسبت کا نام بھی تباین تام ہے، خلاصہ کلام یہ کہ دو جملوں کے مابین مذکورہ بالا دونسبتوں میں سے جو بھی نسبت ہو اس کو تباین تام کہا جائے گا، جس کا نام کتاب میں انقطاع رکھا گیا ہے اور کمالِ انقطاع فصل کا مقتضی ہے لہذا فصل واجب ہوگا۔

اَلثَّالِثُ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ شِبْهُ كَمَالِ الْاِتِّصَالِ وَهُوَ كَوْنُ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ جَوَابًا عَنْ سُؤَالٍ نَشَأَ مِنَ الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰى كَقَوْلِهٖ جَزَى اللّٰهُ الشَّدَائِدَ كُلَّ خَيْرٍ عَرَفْتُ بِهَا عَدُوِّىْ مِنْ صَدِيْقِىْ۔

ترجمہ:- تیسری جگہ یہ کہ دو جملوں کے درمیان شبہ کمالِ اتصال ہو اور وہ دوسرے جملے کا پہلے جملے سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول اللہ تعالیٰ مصائب کو جزاء خیر دے کہ انہی کے ذریعہ میں نے دشمن اور دوست کو پہچانا۔

تشریح:- مواضع فصل میں سے تیسری جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان شبہ کمال

اتصال ہو اور شبہ کمالِ اتصال کی صورت یہ ہے کہ دوسرا جملہ اس سوال کا جواب بن رہا ہو جو پہلے جملہ سے پیدا ہونے والا ہے، تو اب غور کیجئے کہ جب دوسرا جملہ جواب بن رہا ہے تو جس طرح حقیقی سوال و جواب میں قوی ربط کی وجہ سے فصل کرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی دو جملوں کے درمیان فصل ضروری ہوگا، خلاصہ یہ کہ ان دو جملوں کے درمیان اتنا قوی ربط ہے کہ وہ اتحادِ تام والے جملوں کے مشابہ ہوگیا، لیکن اتحاد تام نہیں پایا جاتا اسی لئے اس کا نام شِبہ کمالِ اتصال رکھا تو ان دو جملوں میں اتنا قوی ربط ہونا عطف سے مانع بنے گا کیونکہ عطف کے لئے ربط اور مناسبت کے ساتھ مغائرت بھی ہونی چاہئے جو مغائرت یہاں معدوم ہے، لہذا فصل ضروری ہوگا، جیسے جزی اللہ الشّد ائدَ کل خیر، یہ ایک جملہ ہے جب یہ جملہ ہم سنیں گے تو فوراً ایک سوال پیدا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مصائب کو کیوں جزائے خیر دے تو اس سوال کے جواب کے طور پر دوسرا جملہ (عرفت بھا) لایا گیا لہذا ان دونوں میں شبہ کمالِ اتصال ہے۔

الرَّابِعُ شِبْهُ كَمَالِ الْإِنْقِطَاعِ وَهُوَ اَنْ تُسْبَقَ جُمْلَةٌ بِجُمْلَتَيْنِ يَصِحُّ عَطْفُهُمَا عَلٰى وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَلَا يَصِحُّ عَطْفُهُمَا عَلَى الثَّانِيَةِ لِوُجُوْدِ فَسَادٍ فِي الْمَعْنٰى فَيُتْرَكُ الْعَطْفُ دَفْعًا لِلْوَهْمِ كَقَوْلِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنِّيْ اَحْمِلُ الضَّيْمَ عِنْدَهُمْ، اَعُوْذُ بِرَبِّيْ اَنْ يُضَامَ نَظِيْرِيْ.

ترجمہ:- چوتھی جگہ شبہ کمالِ انقطاع ہے اور وہ یہ ہے کہ دو جملوں کو ایک جملہ سے پہلے لائے جاویں کہ جس کا عطف ان جملوں میں سے ایک پر صحیح ہو اور اس کا عطف دوسرے پر صحیح نہ ہو معنیٰ میں فساد کی وجہ سے، پس عطف تو ترک کردیا جائے گا وہم کو دور کرنے کے لئے جیسے شاعر کا قول:

وہ کہتے ہیں کہ میں برداشت کرتا ہوں ظلم ان کے پاس میں پناہ مانگتا ہوں اپنے رب

کی اس بات سے کہ مجھ جیسے پر ظلم کیا جاوے۔

تشریح:- مواضع فصل میں سے چوتھی جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان شبہ کمال انقطاع ہو اور شبہ کمالِ انقطاع کی صورت یہ ہے کہ دو جملوں کے بعد ایک تیسرا جملہ ہو اور اس تیسرے جملے کا عطف پہلے دو جملوں میں سے ایک پر تو صحیح ہوتا ہو کیوں کہ ان دو جملوں کے درمیان مناسبت پائی جاتی ہے، لیکن اس تیسرے جملہ کا ان دو میں سے دوسرے پر عطف صحیح نہ ہو اس لئے کہ اگر اس پر عطف کریں گے تو معنیٰ فاسد ہو جائیں گے، اب ملاحظہ فرمائیے کہ تیسرے جملہ کا اگر واؤ کے ذریعہ عطف کیا جاوے تو وہ تیسرا جملہ معطوف بنے گا، لیکن اس سے پہلے دو جملے ہیں لہذا معطوف علیہ کون ہے؟ یہ متعین نہیں، اس لئے کہ پہلا جملہ بھی معطوف علیہ ہو سکتا ہے اسی طرح دوسرا بھی جب ایسی بات ہے تو واؤ کے ذریعہ عطف کی صورت میں جیسے یہ احتمال ہے کہ اس تیسرے جملہ کا عطف اس پر ہو جس پر عطف صحیح ہوتا ہو، اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی وہم ہے کہ دوسرے پر عطف ہوتا ہو کیونکہ کوئی قرینہ تو ہے نہیں جس کی وجہ سے معطوف علیہ کی تعیین ہوتی ہو تو ایسی صورت میں خلافِ مقصود کے وہم سے بچنے کے لئے ترکِ عطف واجب ہوگا، خلاصہ یہ کہ مذکورہ بالا صورت میں عطف کی صورت میں خلافِ مقصود کا وہم ہوتا ہے اس لئے ترکِ عطف ضروری ہوگا۔

فائدہ:- اس کا نام شبہِ کمال انقطاع اس لئے رکھا گیا کہ عطف کی صورت میں چونکہ خلافِ مقصود کا وہم پیدا ہوتا ہے اور خلافِ مقصود کا وہم مانعِ عطف ہے لیکن یہ ایسا مانع ہے جو ذاتی نہیں بلکہ خارجی ہے کہ جس کو قرائن کی مدد سے دور کیا جا سکتا ہے، اور کمالِ انقطاع کی صورت میں جو مانع ہوتا ہے وہ ذاتی ہوتا ہے کہ ان دو جملوں کی ذات ہی ایک دوسرے سے منقطع ہے تو جب یہاں مانع ذاتی نہیں ہے تو اس کو کمالِ انقطاع میں تو شامل نہیں کر سکتے ہیں، ہاں مطلق مانع عطف پر مشتمل ہونے کی وجہ سے کمالِ انقطاع کے مشابہ ضرور قرار دیا جا سکتا ہے، اسی لئے اس کا نام شبہ کمالِ انقطاع رکھ دیا گیا، جیسے شاعر کے قول

میں یقولون پہلا جملہ ہے اور انی احمل الضیم عندھم دوسرا جملہ ہے، اور اعوذ بربی ان ایضام نظیری، تیسرا جملہ ہے، اب اگر تیسرا جملہ اعوذ بربی ان الخ کا عطف کیا جاوے یقولون پر تو یہ عطف صحیح ہے، اور اگر انی احمل پر عطف کیا جاوے تو یہ عطف صحیح نہیں، اس لئے کہ عطف بالواو کی صورت میں وہ تیسرا جملہ بھی یقولون کے تحت ہو کر عوام کا قول ہو جاتا اور وہ یقولون کا مقولہ ہوتا اور اس کا بطلان بالکل واضح ہے کہ یہ یقولون کا مقولہ نہیں، لہذا خلاف مقصود کے وہم کی وجہ سے ترکِ عطف ضروری ہوا۔

وَالْخَامِسِ التَّوَسُّطُ بَيْنَ الْكَمَالَيْنِ وَهُوَ اَنْ لَا يُقْصَدَ تَشْرِيْكُ الْجُمْلَتَيْنِ فِي الْحُكْمِ لِوُجُوْدِ مَانِعٍ مِنَ الْعَطْفِ نحوُ اِنَّمَا زَيْدٌ شَاعِرٌ، اخوهُ ناثرٌ، فَالْمَانِعُ وُجُوْدُ الْقَصْرِ فِي الْاُوْلٰى وَلَيْسَ مُرَادًا فِي الثَّانِيَةِ۔

ترجمہ:- پانچویں جگہ توسط بین الکمالین ہے اور وہ یہ ہے کہ دو جملوں کو حکم میں شریک کرنے کا ارادہ نہ کیا جاوے، عطف سے کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے زید شاعر ہی ہے اس کا بھائی ناثر ہے، پس مانع پہلے جملے میں قصر کا وجود ہے، اور جس قصر کا دوسرے جملے میں ارادہ نہیں کیا گیا ہے۔

تشریح:- فصل کے مواضع خمسہ میں سے پانچویں جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان توسط بین الکمالین ہو یعنی دو جملوں کے درمیان مناسبت تو ہو لیکن عطف سے کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرے جملے کو پہلے جملہ کے حکم میں شریک کرنے کا ارادہ نہ کیا جاوے اور وہ مانع خلافِ مقصود کا وہم پیدا ہونا ہے، مثلاً کتاب میں ذکر کردہ مثال انما زیدٌ شاعرٌ اخوہ ناثر، میں اگر دوسرے جملے (اخوہ ناثر) کا پہلے جملہ پر عطف کیا جاوے تو مطلب یہ ہوگا کہ پہلے جملہ میں جو قصر ہے اس کا تعلق دوسرے جملے کے ساتھ بھی ہے، حالانکہ متکلم نے دوسرے جملے میں قصر کا قصد نہیں کیا تو مانع پہلے جملے میں قصر کا وجود ہے، جس کا ارادہ

دوسرے جملہ میں نہیں کیا گیا، الحاصل وصل سے چونکہ خلافِ مفہوم کا ابہام لازم آتا ہے اس لئے ترکِ وصل لازم ہوگا، واللہ اعلم بالصواب۔

اَسْئِلَةٌ

(۱) مَالْفَرْقُ بَيْنَ الْفَصْلِ وَالْوَصْلِ ؟ فصل اور وصل کے درمیان کیا فرق ہے؟ (جواب) وصل ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کا نام ہے، اور فصل ان دونوں کے درمیان ترکِ عطف کا نام ہے۔

(۲) هَلْ يَصِحُّ الْوَصْلُ بِغَيْرِ الْوَاوِ ؟ کیا واؤ کے علاوہ دیگر حروف عاطفہ سے وصل صحیح ہوگا؟

واؤ کے علاوہ دیگر حروف عاطفہ سے بھی وصل ہوسکتا ہے لیکن کتب بلاغت میں وصل بالواؤ کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

(۳) مَتٰى يَجِبُ الْوَصْلُ ؟ وصل کب واجب ہوتا ہے؟

جب کہ دو جملوں کے درمیان کمالِ انقطاع ہو اور ترکِ عطف خلاف مقصود کا وہم پیدا کرے اسی طرح دو جملوں کے درمیان توسط بین الکمالین پایا جاوے اور ساتھ ہی ان دونوں کے درمیان جہتِ جامعہ پائی جاوے اور عطف سے کوئی مانع نہ ہو تو ان دو جگہوں میں وصل واجب ہوگا۔

(۴) مَالْمُرَادُ بِالْجَامِعِ اَوِ الْجِهَةِ الْجَامِعَةِ؟ جامع یا جہتِ جامعہ سے کیا مراد ہے؟

جامع یا جہت جامعہ سے مراد یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان یا تو اتحاد کی حالت ہو یا تماثل کی یا تقابل کی۔

(۵) اَيْنَ يَتَعَيَّنُ الْفَصْلُ ؟ فصل کہاں متعین ہوتا ہے؟

فصل پانچ جگہوں میں متعین ہے، جن پانچ جگہوں کو فصل فی الفصل کے تحت تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے۔

(٦) اُفْرُقْ بَيْنَ الْكَمَالَيْنِ ؟ دو کمالوں کے درمیان فرق کرو؟ جواب:- دو کمالوں سے مراد کمالِ اتصال اور کمال انقطاع ہے، کمال اتصال میں دو جملوں کے درمیان کامل اتحاد ہوتا ہے اور کمالِ انقطاع کی صورت میں دو جملوں کے درمیان تباین تام ہوتا ہے۔

(٧) مَالْفَرْقُ بَيْنَ شِبْهَيِ الْكَمَالَيْنِ۔ دو شبہ کمالین کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب، شبہ کمالِ اتصال میں دوسرے جملہ کا پہلے جملے سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہونے کی وجہ سے وہ دو جملے کمالِ اتصال کے مشابہ ہوتے ہیں، اور جن دو جملوں میں شبہ کمالِ انقطاع ہوتا ہے اس میں عطف کی صورت میں خلافِ مقصود کے ایہام کی وجہ سے کمالِ انقطاع کے مشابہ ہوتے ہیں۔

(٨) اُفْرُقْ بَيْنَ التَّوَسُّطِ بَيْنَ الْكَمَالَيْنِ وَصْلًا وَفَصْلًا ؟ وصل اور فصل کے اعتبار سے دو توسط بین الکمالین کے درمیان فرق کرو۔

جواب:- جن دو جملوں میں توسط بین الکمالین ہے اگر اس کے ساتھ جہت جامعہ بھی ہو اور عطف سے کوئی مانع نہ ہو تو وصل ہوگا، اور اگر جن دو جملوں میں توسط بین الکمالین ہے اگر اس کے ساتھ عطف کی صورت میں کوئی مانع پایا جاتا ہو تو فصل ہوگا۔

(٩) مَا هُوَ الْمَانِعُ ؟ مانع وہ کیا ہے؟

جواب:- مانع یہ ہے کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے حکمِ اعرابی یا حکمِ مخصوص میں شریک کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

تمرینٌ

تَكَلَّمْ عَلٰى مَا يَأْتِيْ مِنَ الْفَصْلِ وَالْوَصْلِ وَبَيِّنِ السَّبَبَ۔

آنے والے جملوں میں فصل اور وصل کے متعلق کلام کرو اور سبب کی وضاحت کرو۔

(۱) لَاتُدِیْنُوا لِئَلَّا تُدَانُوا۔ بدلہ مت لوتا کہ تم سے بدلہ نہ لیا جاوے، لا تدینوا ایک جملہ اور لِئَلَّا تدانوا دوسرا جملہ ہے، ان دونوں میں فصل واجب ہے، شبہ کمال اتصال کی وجہ سے کیونکہ دوسرا جملہ پہلے جملہ سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہے۔

(۲) اَحِبُّوا اَعْدَاءَ کُمْ وَاحْسِنُوا اِلٰی مَنْ یُبْغِضُکُمْ، اپنے دشمنوں سے محبت کرو اور احسان کرو ان کے ساتھ جو تم سے بغض رکھے، وصل واجب، توسط بین الکمالین کی وجہ سے، نیز دو جملوں میں جامع بھی ہے کہ دو مسند الیہ میں اتحاد ہے کہ پہلے میں بھی مسند الیہ واو ضمیر ہے، اور دوسرے میں بھی، اور دو مسند یعنی احسان اور محبت میں مناسبت ظاہر ہے کہ دونوں میں تلازم کا تعلق ہے کہ محبت کے لئے احسان اور احسان کے لئے محبت ضروری ہے۔

(۳) لَا تَهْتَمُّوا بِشَأْنِ الْغَدِ فَالْغَدُ یَهْتَمُّ بِشَأْنِهٖ۔ آئندہ کل کے کام کا اہتمام مت کر، اس لئے کہ آئندہ کل خود اپنے کام کا اہتمام کرے گا، اِن دو جملوں میں شبہ کمالِ اتصال کی وجہ سے فصل ہوا، دوسرا جملہ اس سوال کا جواب ہے، جو پہلے جملہ سے پیدا ہونے والا ہے، دوسرے جملہ کے شروع میں جو فاء ہے وہ تعلیلیہ ہے۔

(۴) مَا اَضْیَقَ الْبَابَ وَاَحْرَجَ الطَّرِیْقَ الْمُؤَدِّیْ اِلَی الْحَیَاةِ۔ کیا ہی تنگ ہے دروازہ اور کیا ہی تنگ ہے وہ راستہ جو زندگی تک پہنچانے والا ہے، توسط بین الکمالین کی وجہ سے وصل ہوا دونوں جملہ انشاء ہونے میں متفق ہیں اور مناسبت ہے اتحاد کی کہ دونوں کے مسند الیہ ما ہے جو ائی شیء کے معنٰی میں ہے، اور دونوں مسند یعنی اضیق واحرج میں بھی اتحاد ہے اگرچہ الفاظ الگ ہیں۔

(۵) اَکْرِمْ اَبَاکَ وَاُمَّکَ، اَحِبْ قَرِیْبَکَ کَنَفْسِکَ۔ تیرے والد اور والدہ کا اکرام کر، اپنے رشتہ دار سے ایسی محبت کر جیسی اپنی ذات سے، دو جملوں میں کمال اتصال کی وجہ سے فصل ہوا دوسرا جملہ اَحِبْ قریبک الخ تاکید ہے پہلے جملے کے لئے۔

(٦) السَّمَاوَاتُ تَنطِقُ بِمَجْدِ اللهِ وَالْجلْدُ يُخبِرُ بِعَمَلِ يَدَيهِ. آسمان اللہ کی بزرگی بیان کرتا ہے اور زمین اس کے ہاتھوں کے عمل (کاریگری) کی خبر دیتی ہے، توسط بین الکمالین کی وجہ سے وصل ہوا، دونوں جملے خبریت میں متفق ہیں، نیز دونوں مسند الیہ میں تقابل کی مناسبت ہے اور دونوں مسند میں تماثل کی مناسبت کہ دونوں کا صلہ حرف باء ہے لہذا حرف جر باء میں شریک ہے، جس کی وجہ سے تماثل ہے، نیز نطق اور خبر وصفِ اطلاع میں شریک ہے۔

(٧) ذَابَتْ نَفْسِيْ شَوْقًا اِلٰى خَلَاصِكَ اِنَّمَا رَجَوْتُ كَلِمَتَكَ، میرا نفس پگھل گیا تیری ملاقات کے شوق میں، صرف میں نے امید کی تیرے کلام کی، دو جملوں میں کمال اتصال کی وجہ سے فصل ہوا، دوسرا جملہ (انما رجوت) بیان ہے پہلے کے لئے۔

(٨) لَا تَحْلِفُوْا اَلْبَتَّةَ لَا بِالسَّمَاءِ فَاِنَّهَا عَرْشُ اللهِ وَلَا بِالْاَرْضِ فَاِنَّهَا مَوْطِئُ قَدَمَيْهِ. بالکل قسم مت کھاؤ نہ آسمان کی اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور نہ زمین کی اس لئے کہ وہ قدموں کے روندنے کی جگہ ہے، دو جملوں میں توسط بین الکمالین کی وجہ سے وصل ہوا، دونوں انشائیت میں متفق ہیں، نیز دونوں جملوں کے مسند الیہ و مسند میں اتحاد کی مناسبت ہے کہ دونوں کا مسند الیہ واو ضمیر ہے اور مسند حلف ہے۔

(٩) لَا تَطْمَحَنَّ اِلَى الْمَرَاتِبِ قَبْلَ اَنْ تَتَكَامَلَ الْاَدْوَاتُ وَالْاَسْبَابُ اِنَّ الثِّمَارَ تَمُرُّ قَبْلَ بُلُوْغِهَا طَعْمًا وَهُنَّ اِذَا بَلَغْنَ عُذَابٌ. ہرگز مت نگاہ اٹھاؤ مراتب کی طرف قبل اس کے کہ مکمل ہو آلات و اسباب، بیشک کہ پھل اپنی انتہا کو پہنچنے سے پہلے مزے کے اعتبار سے کڑوے ہوتے ہیں اور جب وہ انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو میٹھے ہو جاتے ہیں۔ شبہ کمالِ اتصال کی وجہ سے فصل ہوا، دوسرا جملہ پہلے جملے سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہے، لا تطمحنّ سے الاسباب تک پہلا جملہ اور انّ الثمار سے اخیر تک دوسرا جملہ ہے۔

(۱۰)

اَلدَّھْرُ لَوْلَاکَ مَا رَقَّتْ سَجَایَاہُ   وَالْمَجْدُ لَفْظٌ عَرَفْنَا مِنْکَ مَعْنَاہُ

کَانَ الْعُلٰی وَالنُّھٰی سِرًّا تَضَمَّنَہٗ   صَدْرُ الزَّمَانِ فَلَمَّا لُحْتَ اَفْشَاہُ

اگر آپ نہ ہوتے تو زمانہ کی عادات عمدہ نہ ہوتیں، اور مجد ایسا لفظ ہے جس کا معنٰی ہم نے آپ ہی سے جانا، بلندی اور عقل مندی دونوں ایک راز تھا جس کو چھپا کر رکھا تھا زمانہ کے سینہ نے، پس جب آپ ظاہر ہوئے تو زمانہ نے اس کو ظاہر کر دیا، شبہ کمالِ اتصال کی وجہ سے فصل ہوا، کان العلٰی والنُّھٰی الخ اس سوال کا جواب ہے جو پہلے جملہ سے پیدا ہونے والا ہے۔

(۱۱) لَمْ یُبْقِ جُوْدُکَ مِنْ شَیْءٍ اُؤَمِّلُہٗ   تَرَکْتَنِیْ اُصْحِبُ الدُّنْیَا بِلَا اَمَلٍ

نہیں چھوڑا تیری سخاوت نے کسی چیز کو جس کی میں امید کروں، تو نے مجھ کو ایسا بنا دیا کہ میں دنیا میں رہوں بغیر امید کے، فصل ہوا کمالِ اتصال کی وجہ سے، دوسرا جملہ ترکتنی الخ تاکید ہے پہلے جملے کے لئے۔

(۱۲) وَدَعْ مِنَ الْاَمْرِ اَدْنَاہُ لِاَبْعَدِہٖ   فِیْ لُجَّۃِ الْبَحْرِ مَا یُغْنِیْ عَنِ الْوَشَلِ

چھوڑ دے تو معاملہ میں سے اس کے ادنٰی کو اس کے اَبعد لئے سمندر کی موج (گہرائی) میں وہ ہے جو بے نیاز کر دیتا ہے تھوڑے پانی (چھینٹوں) سے، فصل ہوا شبہ کمالِ اتصال کی وجہ سے، دوسرا جملہ فی لجۃ الخ پہلے جملہ سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہے۔



الباب الثامن

فِي الْإِيجَازِ وَالْإِطْنَابِ وَالْمُسَاوَاتِ

آٹھواں باب، ایجاز، اطناب اور مساوات کے بیان میں

كُلُّ مَا يَخْطُرُ بِالْفِكْرِ مِنَ الْمَعَانِيْ يُمْكِنُ اَنْ يُعَبَّرَ عَنْهُ بِثَلَاثِ طُرُقٍ، الْإِيجَازِ وَالْإِطْنَابِ وَالْمُسَاوَاتِ۔

ترجمہ:- ہر وہ معانی جو دل وفکر میں پیدا ہوتے ہیں ممکن ہے کہ اس کی تعبیر کی جائے تین طریقوں سے: ایجاز، اطناب اور مساوات سے۔

تشریح:- جب متکلم کسی مفہوم اور معنٰی کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا چاہے گا تو اس مفہوم اور معنٰی کو ایسی عبارت اور الفاظ سے تعبیر کرے گا کہ اس کا یہ بیان کرنا اور تعبیر کرنا

صحیح اور مقبول ہو، اب وہ بیان جو متکلم کے معنٰی ومفہوم کا اظہار کرتا ہے وہ تین طریقوں اور صورتوں میں منحصر ہوگا، یا تو وہ مفہوم کو ایجاز کے ساتھ تعبیر کرے گا یا اطناب سے یا مساوات سے، ان تین طریقوں میں سے کسی ایک کو اپنانا ہی پڑے گا، لیکن یہ بات ضرور یاد رہے کہ متکلم ان تین طریقوں میں سے جو بھی طریقہ اختیار کرے، لیکن اس کا یہ کلام بلیغ ہی شمار ہو ایسی بات نہیں، مثلاً مقام اور محل ہے کلام کے اطناب کا اور متکلم نے موجز یا مساوی کلام ذکر کر دیا تو اس کا یہ کلام بلیغ نہ ہوگا، الحاصل متکلم کا تین طریقوں میں سے کسی طریقے پر کلام کرنا مقتضیٰ حال کی رعایت کے ساتھ ہو تو اس کا کلام بلیغ ورنہ غیر بلیغ ہوگا، واللہ اعلم بالصواب۔

اب آگے تینوں طریقوں کو الگ الگ فصلوں میں وضاحت کے ساتھ ذکر کریں گے۔

فَصلٌ فِی الْمُسَاوَاتِ

یہ فصل ہے مساوات کے بیان میں

اَلْمُسَاوَاتُ هِيَ تَأْدِيَةُ الْمَعْنٰى بِعِبَارَةٍ مُسَاوِيَةٍ لَهُ بِأَنْ تَكُوْنَ عَلٰى حَسَبِ مُتَعَارَفِ اَوْسَاطِ النَّاسِ وَهُمُ الَّذِيْنَ لَمْ يَرْتَقُوْا اِلٰى دَرَجَةِ الْبَلَاغَةِ وَلَمْ يَنْحَطُّوْا اِلٰى دَرَكَةِ الْفَهَاهَةِ كَقَوْلِهٖ اِذَا اَكْمَلَ الرَّحْمٰنُ لِلْمَرْءِ عَقْلَهٗ فَقَدْ كَمُلَتْ اَخْلَاقُهٗ وَمَآرِبُهٗ۔

ترجمہ:- مساوات وہ معنٰی کا اس کے مساوی عبارت کے ذریعہ ادا کرنا ہے اس طریقے پر کہ وہ متوسط درجے کے لوگوں کے عرف کے مطابق ہو، اور وہ وہ لوگ ہیں جو

بلاغت کے درجے تک نہ پہنچے ہوں اور عاجزی کے درجہ تک بھی نہ گرے ہوں، جیسے شاعر کا قول جب رحمٰن انسان کے لئے اس کی عقل کو مکمل کردے پس تحقیق کہ اس کے اخلاق وحاجات مکمل ہوجاتے ہیں۔

تشریح:-- مساوات اپنی مافی الضمیر کو اس طریقے پر ادا کرنے کا نام ہے جس میں معنیٰ مرادی اور اس کو ادا کرنے والی عبارت والفاظ دونوں مساوی ہوں یعنی الفاظ بقدر معانی اور معانی بقدر الفاظ ہوں نہ الفاظ زیادہ ہوں معانی سے اور نہ معانی زیادہ ہوں الفاظ سے، بلکہ الفاظ ومعانی دونوں ایک دوسرے کے عین مطابق ہوں، بان تکون الخ سے مساوات کا مصداق بتلاتے ہیں کہ وہ تعبیر اور مافی الضمیر کی ادائیگی متوسط درجے کے لوگوں کے عرف کے مطابق ہوں اور متوسط درجے کے لوگ وہ ہیں جو بلاغت کے درجے کو پانے والے نہ ہوں اور نہ وہ بلاغت سے اس قدر دور ہوں کہ وہ کلام کرنے سے بھی عاجز ہوں، ایسے لوگ اوساط الناس کہلاتے ہیں، تو جو کلام درمیانی درجہ کے لوگوں کے عرف کے مطابق ہوگا وہ کلام مساوی کہلائے گا جیسے اذا اکمل الرحمن للمرء عقله فقد کملت اخلاقه و مآربه۔ اس مثال میں ایک لفظ بھی ضرورت سے زیادہ نہیں، جتنا مفہوم ہے اتنی ہی عبارت ہے اگر ایک لفظ بھی حذف کردیا جائے تو اس کے مفہوم میں خلل واقع ہوگا، لہذا اس میں مساوات ہے۔

فائدہ:- مساوات کی دو قسمیں ہیں (۱) مساوات مع الاختصار (۲) مساوات بدون الاختصار۔

مساوات مع الاختصار یہ ہے کہ بلیغ آدمی اپنے مافی الضمیر کو ایسے الفاظ سے ادا کرے کہ وہ الفاظ اس کے معنیٰ ومفہوم کے بالکل برابر ہوں مگر اس معنیٰ کو ادا کرنے میں ایسے الفاظ لاوے جس کے حروف کم ہوں، مثلاً ایک بات کو دو طرح کے الفاظ سے ادا کی جاسکتی ہے، اور ایک میں حروف کم ہیں اور دوسرے میں زیادہ تو کم حروف والے کلمہ کو ذکر

کرے تا کہ وہ عبارت مفہوم کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ مختصر بھی ہو، اور مساوات بدون الاختصار یہ ہے کہ جس میں اختصار کو طلب کئے بغیر مقصود کو مساوی عبارت سے ادا کیا جاوے۔

اعتراض:۔۔صاحب کتاب نے عنوان میں ایجاز کو مقدم کیا تھا اور بعد میں مساوات سے کلام شروع کیا، اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ درجاتِ کلام میں جو پسندیدہ درجہ ہے وہ ایجاز ہے، لہذا عنوان میں اس کو مقدم ذکر کیا، پھر اطناب کو ایجاز کا مقابل ہونے کی وجہ سے دوسرے نمبر پر ذکر کیا اور اب رہ گیا مساوات، لہذا اس کو تیسرے نمبر پر ذکر کیا۔

اور بعد میں مساوات کو مقدم اس لئے کیا تا کہ مساوات کو جاننے کے بعد باقی دو کو اس پر قیاس کیا جاوے اور اس کے سمجھنے میں سہولت ہو کیونکہ مساوات وہ متعارف کلام ہے جو اس پر زیادہ ہو وہ اطناب ہے اور جو کم ہو وہ ایجاز ہے۔

فصلٌ فِی الْاِیْجَازِ

یہ فصل ہے ایجاز کے بیان میں

اَلْاِیْجَازُ هُوَ تَأْدِیَةُ الْمَعْنٰی بِعِبَارَةٍ نَاقِصَةٍ عَنْ مُتَعَارَفِ اَوْسَاطِ النَّاسِ مَعَ وَفَائِهَا بِهٖ نحوُ اَلْمَرْءُ بِأَصْغَرَیْهِ فَاِذَا لَمْ تَفِ بِهٖ سُمِّیَ اِخْلَالًا كَقَوْلِهٖ۔

وَالْعَیْشُ خَیْرٌ فِیْ ظِلَا   لِ الْجَهْلِ مِمَّنْ عَاشَ كَدًّا

ایجاز وہ معنٰی کا ادا کرنا ہے متوسط درجے کے لوگوں کے عرف سے ناقص عبارت کے ذریعے اس عبارت سے اس معنٰی کے پورا ادا ہونے کے ساتھ جیسے آدمی کی زینت اس کی

دو چھوٹی چیزوں کی وجہ سے ہے، لہذا جب وہ عبارت معنیٰ کو پورا ادا نہ کرے تو اس کا اخلال نام رکھا جائے گا، جیسے شاعر کا قول (آسودہ) زندگی بے وقوفی اور جہالت کے سایہ میں اچھی ہے اس سے جو مشقت کی حالت میں زندگی گذارے (عقل کے سایہ میں)۔

تشریح:- ایجاز اپنے مافی الضمیر کو اس طریقے پر ادا کرنے کا نام ہے جس میں معنیٰ مرادی زیادہ اور اس کو ادا کرنے والی عبارت اوساط الناس کے عرف سے کم ہو، یعنی اس مفہوم اور معنیٰ کو ادا کرنے کے لئے اوساط الناس جس قدر عبارت لاتے ہوں اس سے کم عبارت سے تعبیر کرنا، مگر شرط یہ ہے کہ اس کم عبارت سے معنیٰ مرادی پورے طور پر ادا ہو جاوے، جیسے المرأ باصغریہ۔ آدمی کی زینت (کمال) ان دو چھوٹی چیزوں کی وجہ سے ہے یعنی زبان اور دل کی وجہ سے، اب غور کیجئے جو معنیٰ مراد ہے، اس سے کم عبارت سے معنیٰ کو ادا کیا گیا، اور اس عبارت سے وہ معنیٰ مکمل طور پر سمجھ میں بھی آجاتا ہے، اس لئے کہ یہ مثال کہاوت کے طور پر مستعمل ہے، اور جو کہاوت کے طور پر مستعمل ہو اس کے سمجھنے میں کوئی پریشانی نہیں لہذا اس جملے کے سمجھنے میں بھی کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور سمجھ میں آجاتا ہے، نیز قرینہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باصغریہ میں باء حرف جر قرینہ ہے اس بات پر کہ یہاں کوئی فعل ضرور ہے جو اس جار مجرور کا متعلق بنے گا، اوساط الناس سے اس عبارت کا کم ہونا اس طریقے پر ہے کہ اگر اسی مفہوم کو وہ لوگ ادا کرے تو عبارت اس طریقے پر ہوگی یکمل المرأ بھما ای بالقلب واللسان، اب کتاب میں مذکورہ مثال کا موجز ہونا واضح ہے، اور اگر اس عبارت ناقصہ کے ذریعے مکمل طور پر معنیٰ مرادی ادا نہ ہوتے ہوں تو اس صورت میں وہ کلام ایجاز سے خارج ہو کر فصاحت و بلاغت میں بھی مخل ہوگا، اسی مفہوم کو صاحب کتاب نے فاذالم تف بہ سمی اخلالاً سے تعبیر کیا ہے، یعنی کلام میں ایسا اختصار کہ متکلم کا کلام مافی الضمیر کو پوری طرح واضح نہ کر سکے گویا یہ اختصار مافی الضمیر کو واضح کرنے میں خلل ڈالنے والا ہے، جیسے شاعر اپنی اس مراد کو (کہ عقلمند رہ کر تنگ عیش زندگی گذارنے سے بہتر یہ ہے کہ احمق رہ کر

خوش حال زندگی گذارے) ایسے الفاظ میں تعبیر کرتا ہے جس سے اس کی مراد مکمل طور پر واضح نہیں رہی، مثلاً شعر ملاحظہ فرمائیے:

وَالْعَيْشُ خَيْرٌ فِيْ ظِلَا لِ الْجَهْلِ مِمَّنْ عَاشَ كَدًا

اس شعر سے متکلم کی مراد واضح نہیں ہو رہی ہے اسی لئے اس کو اخلال کہا جاتا ہے، شاعر کو یوں کہنا چاہئے، انّ العيش الرغد فی ظلال الجهل خير من العيش الشاق فی حال العقل ،شاعر نے کتاب میں ذکر کردہ شعر میں ایک تو عیش کی صفت رغدا کو حذف کردیا نیز ممن عاش کدا کی ایک قید فی حال العقل بھی حذف کردی گئی اور ان دو محذوف پر کوئی قرینہ بھی موجود نہیں، اس لئے یہ شعر فہم مراد میں مُخل ہے۔

☆☆☆☆

الایجاز قسمان

ایجازُ قصرٍ وَهُوَ تَادِيَةُ الْمَعَانِيْ الْكَثِيْرَةِ بِعِبَارَةٍ قَصِيْرَةٍ بِدُوْنِ حَذْف وَهٰذَا مَرْكَزُ عِنَايَةِ الْبُلَغَاءِ نحوُ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ.

ترجمہ:- ایجاز کی دو قسمیں ہیں (۱) ایجاز قصر، اور وہ بغیر حذف کے مختصر عبارت سے معانی کثیرہ کا ادا کرنا ہے، اور یہی قسم بلغاء کی توجہ کی مرکز ہے جیسے کہ فرمانِ خداوندی ''ولكم فی القصاص حيٰوة'' اور تمہارے لئے قصاص میں حیات ہے۔

تشریح:- ایجاز کی دو قسمیں ہیں، ایک ایجاز قصر اسی کا دوسرا نام ایجاز البلاغہ ہے، اور دوسری قسم ایجازِ حذف، ایجاز قصر اس کا نام ہے کہ مختصر عبارت کے ذریعے بہت زیادہ معانی ادا کیا جاوے اور اس عبارت سے کسی لفظ کو حذف بھی نہ کیا گیا ہو، آگے فرمایا کہ پہلی قسم

بلغاء کی توجہ کی مرکز ہے کہ بلغاء کی نظر اس پر لگی رہتی ہے اس لئے کہ مختصر عبارت جس سے معانی کثیرہ مکمل طور پر سمجھ میں آجاوے اس لمبی عبارت سے بہتر ہے جس سے معانی واضح طور پر سمجھ میں نہ آتے ہوں، نیز یہی ایجاز قصر کی وجہ سے بلغاء کے فرق مراتب کو پہچانا جاتا ہے، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے، ولکم فی القصاص حیوۃ (اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے) ملاحظہ فرمائیے کہ آیت کریمہ مختصر ہونے کے باوجود معانی کثیرہ کو ادا کر رہی ہے اس طریقے پر کہ جب قاتل قتل سے پہلے حکم قصاص کو سوچے گا تو وہ قتل سے رُک جائے گا اور جب وہ قتل سے رُکے گا تو اس کی وجہ سے مقتول ہونے والے کی جان بچے گی اور جب مقتول کی جان بچے گی تو اس کے بدلے میں قاتل کی بھی جان بچی، نیز حکم قصاص سے قاتل و مقتول دونوں کی جماعتیں اور خاندان بھی قتل سے بچے، تو غور کیجئے یہ قصاص والی آیت مختصر ہونے کے باوجود کتنے معانی کثیرہ کو ادا کر رہی ہے۔

وَاِيْجَازُ حَذْفٍ وَهُوَ اَنْ يُحْذَفَ مِنَ الْعِبَارَةِ كَلِمَةٌ اَوْ جُمْلَةٌ اَوْ اَكْثَرُ مَعَ قَرِيْنَةٍ تُعَيِّنُ الْمَحْذُوْفَ حَذْفُ كَلِمَةٍ نحوُ وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ اَوْيُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذا، حَذْفُ جُمْلَةٍ نحوُ قُلْتُ لَهُ اِجْتَهِدْ فَنَجَحَ اَوِ الْكِلَابَ عَلَى الْبَقَرِ، اَكْثَرَ مِنْ جُمْلَةٍ نحوُ فَقُلْنَا اِذْهَبَا اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا۔

ترجمہ:- (اور دوسری قسم) ایجاز حذف اور ایجاز حذف یہ ہے کہ عبارت میں سے ایک کلمہ یا ایک جملہ یا اس سے زیادہ حذف کر دیا جائے ایسے قرینہ کے ساتھ جو محذوف کو متعین کر دے، حذف کلمہ (کی مثال) جیسے واسأل القریۃ اور گاؤں والوں سے پوچھو اور یوسف اعرض عن ھذا، اے یوسفؑ اس بات سے اعراض کیجئے، اور حذف جملہ جیسے قلت لہ اجتھد فنجح میں نے اس سے کہا محنت کر (تو اس نے محنت کی) پس وہ کامیاب ہو گیا (دوسری مثال) کتوں کو گائے پر چھوڑ دیجئے، اور حذف اکثر من جملہ جیسے فقلنا اذھبا الی

القوم الخ تو ہم نے کہا جاؤ تم دونوں ان لوگوں کے پاس جنھوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی، (تو وہ دونوں گئے اور انھوں نے تکذیب کی) تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، ہلاک کرنا۔

تشریح:- ایجاز کی دوسری قسم ایجاز حذف ہے، ایجاز حذف، اس کو کہتے ہیں کہ عبارت میں سے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے کسی کلمہ یا جملہ یا جملہ سے زائد عبارت کو حذف کر دینا۔

کلمہ کے حذف کرنے کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول واسأل القریۃ ہے کہ اس میں قریہ سے پہلے ایک کلمہ اہل جو ترکیب میں مضاف بن رہا ہے حذف کر دیا اور قرینہ یہ ہے کہ سوال قریہ سے نہیں ہوتا بلکہ اہل قریہ سے ہوتا ہے، دوسری مثال یوسف اعرض عن ھذا ہے کہ اس میں یوسف سے پہلے یا، حرف نداء محذوف ہے اور قرینہ یہ ہے کہ اگر یا حرف نداء کو محذوف نہ مانے تو یوسف ترکیب میں مبتدا بنے گا اور اعرض عن ھذا پورا جملہ اس کی خبر بنے گا، اور اعرض عن ھذا یہ جملہ انشائیہ ہے اسمیں خبر بننے کی صلاحیت نہیں، لہذا یوسف سے پہلے حرف ندا محذوف مانیں گے تاکہ جملہ انشائیہ خبر بننے سے بچ جائے، حذف جملہ کی مثال قلت لہ اجتھد فنجح ہے کہ اس میں فنجح سے پہلے فاجتھد جملہ محذوف ہے، قرینہ یہ ہے کہ اگر جملہ محذوف نہ مانا گیا تو معنی میں خرابی لازم آوے گی اور وہ اس طریقے پر کہ بغیر محذوف کے کلام کا معنی یہ ہوگا کہ میں نے اس سے کہا کہ محنت کر پس میرے کہنے کی وجہ سے وہ کامیاب ہوگیا، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اس کے بعد اس نے محنت کی جس کی وجہ سے وہ کامیاب ہوگیا، اسی طرح دوسری مثال الکلاب علی البقر ہے کہ اس میں ارسل جملہ انشائیہ محذوف ہے، الکلاب پر نصب قرینہ ہے فعل کے حذف پر، اکثر من جملہ کے حذف کی مثال فقلنا اذھبا الی القوم الذین کذبو بایاتنا الخ ہے کہ اس میں بایاتنا کے بعد فذھبا وکذبوھما محذوف ہے، جس کا محذوف ماننا ضروری ہے اس کے بغیر مفہوم واضح طور پر ادا نہ ہوگا۔

وَمِنْ دَوَاعِي الْإِيجَازِ تَسْهِيلُ الْحِفْظِ وَتَقْرِيبُ الْفَهْمِ

وَضِيقُ الْمَقَامِ وَالْإِخْفَاءُ وَدَفْعُ السَّآمَةِ۔

ترجمہ:- اور ایجاز کے دواعی واسباب میں سے یاد کرنے میں سہولت پیدا کرنا ہے اور فہم کے قریب کرنا، مقام کا تنگ ہونا بات کو دوسروں سے چھپانا اور اکتاہٹ کا دور کرنا۔

تشریح:- ایجاز کے بہت سارے اسباب ہیں، یہاں ان میں سے چند ذکر کئے جاتے ہیں، چنانچہ پہلا سبب، تسہیل حفظ یعنی یاد کرنے میں سہولت پیدا کرنا، ظاہر بات ہے کہ جب کوئی کلام موجز ہوگا تو اسکو یاد کرنا بمقابل مُطنب کلام کے زیادہ آسان ہے، دوسرا سبب، تقریب الفہم ہے، یعنی فہم کے قریب کرنا، اس کا معنیٰ بھی بالکل واضح ہے کہ اگر ایک مفہوم کو ادا کرنے کے لئے لمبی عبارت کو لایا جاوے تو بسا اوقات کلام میں طوالت کی وجہ سے شروع کلام سے سمجھی ہوئی باتوں کا استحضار نہ رہے گا جس کی وجہ سے اس کلام کے سمجھنے میں دقت اور پریشانی ہوگی، برخلاف موجز کلام کے کہ اس میں ایجاز کی وجہ سے شروع کلام سے آخر کلام تک عبارت کا استحضار رہے گا جس کی وجہ سے بات بہت جلد سمجھ میں آجائے گی، تیسرا سبب، مقام کا تنگ ہونا جو لمبے کلام کی گنجائش نہیں رکھتا، مثلاً تحذیر وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے، چوتھا سبب ہے سامع کے علاوہ سے بات کو مخفی رکھنا، یعنی کلام کو موجز لانے کا ایک سبب یہ ہے کہ متکلم چاہتا ہے کہ میری مراد پر مخاطب کے علاوہ کوئی دوسرا مطلع نہ ہو تو ایسی صورت میں اس انداز سے موجز کلام ذکر کرے گا کہ متکلم کی مراد صرف وہ مخاطب جان سکے جس کو سمجھانا چاہتا ہے اور دیگر احباب پر اس کی مراد مخفی رہے اور پانچواں سبب ہے اکتاہٹ کا دور کرنا، یعنی اگر موجز کلام لایا جائے گا تو یہ کلام ذہین اور سمجھدار سامعین کے لئے اکتاہٹ اور ملال کا سبب نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فصلٌ فِی الاِطْنَاب

یہ فصل ہے اطناب کے بیان میں

اَلْاِطْنَابُ هُوَ تَأْدِيَةُ الْمَعْنٰى بِعِبَارَةٍ زائدة عَنْ مُتَعَارَفِ اَوْسَاطِ النَّاسِ لِفَائِدَةٍ جَدِيْدَةٍ مِنْ غَيْرِ تَرْدِيْدٍ نحوُ رَأَيْتُهُ بِعَيْنِيْ وَسَمِعْتُهُ بِأُذُنِيْ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الزِّيَادَةِ فَائِدَةٌ سُمِّيَ حَشْوًا، اِنْ تَمَيَّزَ الزَّائِدُ مِنْ غَيْرِهٖ وَتَطْوِيْلًا اِنْ لَمْ يَتَمَيَّزْ فَالْاَوَّلُ كَقَوْلِهٖ:

وَاَعْلَمُ عِلْمَ الْيَوْمِ وَالْاَمْسِ قَبْلَهٗ وَلٰكِنَّنِيْ عَنْ عِلْمِ مَا فِيْ غَدٍ عَمِيْ

وَالثَّانِيْ كَقَوْلِهٖ:

وَقَدَّدَتِ الْاَدِيْمَ لَرَاهِشَيْهِ وَاَلْفٰى قَوْلَهَا كَذِبًا وَمَيْنًا

ترجمہ:- اطناب وہ معنی مرادی کو متوسط درجے کے لوگوں کے عرف سے زائد عبارت کے ذریعہ ادا کرنا کسی فائدۂ جدیدہ کے لئے بغیر تردید کے جیسے رأیتہ بعینی میں نے اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میں نے اس کو اپنے کانوں سے سُنا، پھر اگر زائد عبارت میں کوئی فائدہ نہ ہو تو اس کو حشو کہا جائے گا، جب کہ زائد عبارت غیر زائد عبارت سے الگ اور ممتاز ہو، اور اگر ممتاز نہ ہو تو تطویل کہیں گے، پہلے کی مثال جیسے شاعر کا قول میں جانتا ہوں آج اور گذشتہ کل کے علم کو جو اس سے پہلے ہے اور لیکن میں اس علم سے جو آئندہ کل میں ہونے والا ہے اندھا ہوں، اور دوسری کی مثال جیسے عدی بن زید شاعر کا یہ قول اور زباء نے کاٹ ڈالی جزیمہ کے باہوں کی اندرونی رگوں تک کھال کو، اور جزیمہ نے اس کے قول کو جھوٹ پایا۔

تشریح:- اطناب اپنے مافی الضمیر کو اس طریقے پر ادا کرنے کا نام ہے جس میں

معنی مرادی کم اور اس کو ادا کرنے والی عبارت زیادہ ہو اور یہ عبارت کی زیادتی کسی نئے فائدہ کے لئے ہو اور وہ عبارت کی زیادتی تردید کے قبیل سے نہ ہو، تردید کا مطلب یہ ہے کہ کسی لفظ یا جملہ کی تکرار جیسے سورۃ الرحمٰن میں بار بار فبای آلاء ربکما تکذبان کی تکرار ہے اس کا نام تردید ہے، ایسے جملوں کی تکرار میں تاکید کے علاوہ ایک دوسرا بھی فائدہ مقصود ہوتا ہے، مثلاً ہر نئے مضمون کے بعد اس جملہ کی تکرار صرف تاکید کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ یہ ایک نئے مضمون کا پتہ دیتی ہے، ایسی تکرار کا نام علامہ سیوطیؒ نے تردید رکھا ہے جو فصاحت وبلاغت کے خلاف نہیں بلکہ یہ ایک مستحسن امر ہے، جو بلیغوں، شعراء اور ادیبوں وغیرہ کے نزدیک مطلوب ہے، بہرحال تردید سے مراد تکرارِ لفظ یا تکرار جملہ جس کا کم سے کم فائدہ تاکید لفظی ہے کما سیأتی فی علم البدیع، اطناب کی مثال دیتے ہوئے صاحب کتاب نے فرمایا جیسے رأیتہ بعینی میں نے اس کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا اور جیسے سمعتہ باذنی میں نے اس کو اپنے دونوں کانوں سے سُنا، ملاحظہ فرمایئے ان دونوں مثالوں میں رأیتہ اور سمعتہ سے متکلم کا معنیٔ مرادی مکمل طور پر ادا ہو جاتا ہے، اس کے باوجود ایک نئے فائدہ کی غرض سے بعینی وباذنی عبارت کو بڑھا دیا اور وہ فائدۂ جدیدہ یہ ہے کہ دیکھنے اور سننے میں اہتمام کو ثابت کرنا جیسا کہ ہمارے محاورے میں ایک بات کو یقینی ثابت کرنے کے لئے ایسا بولا جاتا ہے کہ بھئی یہ میری آنکھوں دیکھا واقعہ ہے اس سے مراد اہتمام وتاکید ہوتی ہے، بہرحال خلاصۂ کلام یہ کہ عبارت کی زیادتی ایک فائدۂ جدیدہ کی وجہ سے ہے اس لئے اس کا نام اطناب رکھیں گے جو اطناب فصاحت وبلاغت کے منافی نہیں۔

اور اگر زائد عبارت میں کوئی فائدۂ جدیدہ نہ ہو تو وہ اطناب سے خارج ہو کر فصاحت وبلاغت میں بھی معیب ہوگی پھر بغیر فائدۂ جدیدہ کے لائی ہوئی زائد عبارت یا تو غیر زائد سے ممتاز اور الگ ہو سکتی ہوگی یا الگ نہ ہو سکتی ہوگی، یعنی قرائن کے ذریعہ زائد عبارت متعین ہو سکتی ہوگی یا نہیں؟ اگر متعین ہو سکتی ہے تو اس کو حشو کہیں گے ورنہ تطویل، لیکن ایک بات

یاد رہے کہ حشو اور تطویل میں فرق صرف تعیین اور عدم تعیین کا ہے، ورنہ دونوں کا زائد ہونا بلا فائدہ ہے، جو بلاغت میں معیب اور مخل ہے، و کل من الحشو و التطویل معیب فی البیان و کلاهما بمعزل عن مراتب البلاغة جواہر البلاغۃ ۔۔ ۲۲۷۔

اب دونوں کی مثالیں ملاحظہ فرمایئے جیسے حشو کی مثال شاعر زہیر بن ابی سلمٰی کا یہ قول :

وَاَعْلَمُ عِلْمَ الْيَوْمِ وَالْاَمْسِ قَبْلَهٗ   وَلٰكِنَّنِيْ عَنْ عِلْمِ مَا فِيْ غَدٍ عَمِيْ

اس شعر میں قبلہ کا لفظ بلا فائدہ زائد ہے اور اسکا زائد ہونا متعین بھی ہے، اس کا بلا فائدہ زائد ہونا تو اس لئے ہے کہ معنیٰ مرادی کو ادا کرنے کے لئے واعلم علم الیوم والامس اتنی عبارت کافی تھی اور قبلہ کی ضرورت نہ تھی کیونکہ امس سے وہ کل ہی مراد ہے جو آج سے پہلے ہو اور یہ معنیٰ جب امس سے ادا ہو گئے تو پھر مزید ایک لفظ قبلہ لانے سے کوئی فائدہ نہ ہوا، اور یہاں قبلہ کا زائد ہونا متعین اس لئے ہے کہ امس کا عطف الیوم پر صحیح ہے اور لفظ قبلہ کا عطف اس پر صحیح نہیں اس لئے کہ الیوم کا مناسب امسِ ہے نہ کہ قبلہ، لہذا قبلہ کا زائد ہونے کو اطناب نہیں کہیں گے، بلکہ حشو کہا جائے گا، اور تطویل کی مثال عدی بن زید کا یہ شعر ہے:

وَقَدَّدَتِ الْاَدِيْمَ لِرَاهِشَيْهِ   وَاَلْفٰى قَوْلَهَا كَذِبًا وَمَيْنًا

غور کیجئے اس مثال میں مرادِ متکلم کو ادا کرنے کے لئے الفی قولھا کے بعد کذبا اور مینا میں سے صرف کوئی ایک لفظ لایا جاتا تو کافی تھا دونوں کو لانے کی چنداں ضرورت نہ تھی، کیونکہ دونوں کا معنیٰ ہے جھوٹ، تو جب دونوں سے ایک ہی مفہوم ادا ہوتا ہے تو لامحالہ ایک کی زیادتی بلا فائدۂ جدیدہ کے ہوئی اور چونکہ ہم یہاں تعیین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ ان دونوں میں سے کون سا لفظ زائد ہے اس لئے ہم اس طرح کی زیادتی کو اطناب نہیں بلکہ تطویل کہیں گے، یہ شعر جزیمہ الابرش کے قتل کے قصہ سے تعلق رکھتا ہے، قصہ یہ ہوا کہ جزیمہ الابرش یہ حیرہ کا بادشاہ تھا اس نے زباء جو جزیرہ کی ملکہ تھی اس کے باپ کو قتل کر دیا تو پھر زباء

نے جزیمہ کو اپنے ساتھ شادی کرنے کے دھوکے سے بلایا اور بندھوا کر اس کے ہاتھوں کی رگیں کٹوادیں جس سے وہ مرگیا جس کے متعلق شاعر کہتا ہے کہ جزیمہ نے زباء کے قول کو جھوٹا پایا کہ بلایا تھا شادی کے لئے اور دھوکے سے اس کو قتل کردیا، واللہ اعلم بالصواب۔



مبحث فی اقسامِ الاطناب

یہ بحث ہے اطناب کے اقسام کے بیان میں

الْاِطْنَابُ یَکُوْنُ بِاُمُوْرٍ کَثِیْرَةٍ مِنْهَا:

(۱) ذِکْرُ الْخَاصِ بَعْدَ الْعَامِ وَالْعَکْسُ نحوُ اِجْتَهِدُوْا فِیْ رَاجِبَاتِکُمْ وَاِکْرَامِ وَالِدَیْکُمْ وَتَعَلَّمُوْا بَابَ الْقَصْرِ وَالْبَلَاغَةِ۔

ترجمہ:- اطناب بہت سے امور سے ہوتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں (۱) خاص کا ذکر عام کے بعد اور اس کا برعکس (عام کا ذکر خاص کے بعد) جیسے تم اپنے واجبات میں اور والدین کے اکرام میں کوشش کرو، تم قصر کا باب اور بلاغت کو سیکھوں۔

تشریح:- یہاں سے اطناب کی اقسام ذکر کررہے ہیں کہ اطناب کی متعدد اقسام ہیں، ان میں سے یہاں آٹھ ذکر کی جارہی ہیں۔

پہلی قسم یہ ہے کہ عام کو ذکر کیا جائے پھر خاص کو لایا جائے، جیسے اجتہدوا فی واجباتکم واکرام والدیکم دیکھئے اس مثال میں واجبات عام لفظ ہے جس میں اکرام والدین بھی شامل ہے اس کے باوجود اکرام والدین جو خاص ہے اس کو ذکر کیا اس خاص کی فضیلت اور اہتمام کو بتانے کے لئے تو یہاں اکرام والدین وہ زائد عبارت کا بڑھانا بلا فائدہ نہیں، اس لئے اس کو تطویل میں شامل نہیں کریں گے، والعکس سے مراد عام کو ذکر کرنا خاص کے بعد جیسے تعلموا ابواب القصر والبلاغۃ دیکھئے اس مثال میں پہلے خاص کو ذکر کیا اس کے بعد عام کو کہ جس عام میں وہ خاص بھی شامل تھا اگر اس کو الگ سے ذکر نہ بھی کیا جاتا تب بھی وہ عام میں شامل ہوتا، لیکن پہلے خاص کو ذکر کر کے پھر عام کو لانے میں خاص کی اہمیت کو ثابت کرنا، نیز باقی افراد کو حکم میں شامل کرنا مقصود ہے۔

(۲) اَلْاِیْضَاحُ بَعْدَ الْاِیْهَامِ نحوُ ثَلَاثَةٌ تُوْرِثُ ثَلَاثَةً، النَّشَاطُ یُوْرِثُ الْغِنٰی وَالْکَسَلُ یُوْرِثُ الْفَقْرَ، وَالشَّرَهُ یُوْرِثُ الْمَرَضَ۔

ترجمہ:- ایہام کے بعد وضاحت جیسے تین چیزیں تین چیزوں کو پیدا کرتی ہیں، چستی غِنٰی کو پیدا کرتی ہے، اور سستی فقر کو پیدا کرتی ہے، اور زیادہ کھانا بیماری کو پیدا کرتا ہے۔

تشریح:- کبھی اس طرح اطناب ہوتا ہے کہ پہلے ایک شئی کو مبہم طور پر ذکر کیا جائے پھر اس ایہام کی وضاحت کی جائے تاکہ ایک بات کو دو مرتبہ ذکر ہونے کی وجہ سے سامع کے ذہن میں راسخ اور پختہ ہو جائے کہ جب پہلے اس بات کو ایہام کے طریقے پر ذکر کرے گا، تو سامع کو اس کے سمجھنے کا شوق پیدا ہوگا، پھر شوق اور طلب کے بعد اسی بات کو وضاحت کے ساتھ ذکر کرے گا تو وہ بات سامع کو اچھی طرح سمجھ میں آجاوے گی، اور اس کے دل ودماغ میں راسخ ہو جاوے گی، جیسے ثلاثۃ تورث ثلاثۃ (تین چیزیں تین چیزوں کو

پیدا کرتی ہیں) یہ جملہ مبہم ہے جب متکلم اس کو کہے گا تو اس کے ایہام کی وجہ سے سامع کو اس کے سمجھنے کا شوق پیدا ہوگا پھر جب متکلم اس کی وضاحت کرے گا کہ "النشاط یورث الغنٰی" یہ جملہ اس ایہام کو دور کرنے والا اور اس کی وضاحت کرنے والا ہے تو جب ایہام کے بعد اس کی وضاحت ہوئی تو اب وہ سامع کے ذہن میں راسخ ہو جائے گی۔

(۳) التَّکْرِیْرُ لِغَرَضٍ کَطُوْلِ الْفَصْلِ فِیْ قَوْلِهٖ:

وَاِنَّ امْرَأً دَامَتْ مَوَاثِیْقُ عَهْدِهٖ عَلٰی مِثْلِ هٰذَا اِنَّهٗ لَکَرِیْمٌ

اَوْ زِیَادَةِ التَّرْغِیْبِ فِی الْعَفْوِ نحوُ اِنْ تَعْفُ عَنِ الْمُسِیْءِ اِلَیْکَ وَتَصْفَحْ عَنْ زَلَّتِهٖ وَتَغْفِرْ لَهٗ تَفُزْ بِرَضَائِهٖ تعالٰی اَوْ تَاکِیْدِ الْاِنْذَارِ نحوُ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ثم کلا سوف تعلمون۔

ترجمہ:۔ تکریر کسی غرض کے لئے جیسے طول فصل شاعر کے قول میں:

بیشک وہ شخص جس کے عہد کئے ہوئے وعدے ہمیشہ رہیں اس جیسے پر بلاشبہ وہ شخص کریم ہے، یا معافی میں زیادہ ترغیب کے لئے جیسے اگر تو معاف کردے اپنے ساتھ برائی کرنے والے کو اور اس کی لغزش سے درگذر کرے اور اس کو بخش دے، تو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرے گا، یا ڈرانے میں تاکید پیدا کرنے کے لئے جیسے ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا، پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

تشریح:۔اطناب کی تیسری قسم تکریر ہے، تکریر سے مراد ایک لفظ کو دو یا زیادہ مرتبہ لانا پھر اس تکرار کی اغراض مختلف ہیں، ان میں سے یہاں چند ذکر کی جاتی ہیں۔

کبھی تکریر کی غرض طولِ فصل ہے، یعنی ایک بات کو اتنا لمبا کیا کہ اب اندیشہ ہے کہ مخاطب آغاز کلام کو بھول جائے گا اس وقت اس کلمہ کو جس کو شروع کلام میں ذکر کیا تھا دوبارہ اس کا اعادہ کردیتے ہیں تا کہ اس کی تازگی ہو جائے، مثلاً حماسی کے قول میں وَاِنَّ امْرَأً دَامَتْ مَوَاثِیْقُ عَهْدِهٖ عَلٰی مِثْلِ هٰذَا اِنَّهٗ لَکَرِیْمٌ اس میں شروع کلام میں اِنَّ

امرأ ذکر کیا پھر کلام کی طوالت کی وجہ سے اس کی خبر میں بہت فصل ہوگیا جس کی وجہ سے اب مخاطب کو یہ شبہ ہوگا کہ الکریم کس کی خبر ہے؟ اور اس کا تعلق کس کے ساتھ ہے، اس بات کو سمجھانے کے لئے انہ کو دوبارہ لائے تا کہ ربط باقی رہے۔

تکریر کی دوسری غرض یہ ہے کہ سامع کو معافی کی جانب زیادہ راغب کیا جائے جیسے ان تعف عن المسیئ الیک و تصفح عن زلته و تغفر له تفز برضائة تعالیٰ اس مثال میں تین جملے ایسے ہیں جن کا مفہوم ایک ہے یعنی معافی میں ترغیب، تو جب یہی مفہوم کے تین جملے کہے گئے تو ایسی صورت میں معافی میں ترغیب کی زیادتی ضرور ہوگی، مذکورہ مثال میں پہلا جملہ جو معافی میں ترغیب پر دال ہے، وان تعف عن المسیئ الیک ہے، اور اس کے بعد کے دو جملے یعنی تصفح عن زلته اور تغفر له اسی ترغیب کی زیادتی کے لئے ہے، تو ان دو جملوں کی تکرار معافی کی جانب ترغیب کی زیادتی کے لئے ہوئی۔

تکریر کی تیسری غرض یہ ہے کہ ایک لفظ یا جملہ کی تکرار لا کر سامعین اور مخاطبین کو خوب اچھی طرح ڈرایا جائے جیسے کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون، اس مثال میں پہلا جملہ کلا سوف تعلمون ہے اس میں حرف ردع کلا آخرت سے بالکل غافل ہو کر دنیا میں مشغول ہو جانے پر دھمکانے اور زجر کے لئے ہے، اور سوف تعلمون انذار اور تہدید کے لئے ہے، یعنی تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا جس غلطی پر تم ہو جب کہ قیامت کے خوفناک احوال دیکھو گے یعنی اس جملہ میں کلا سے ان کو غفلت سے متنبہ کیا گیا اور سوف تعلمون سے اپنی گمراہی اور غلطی سے ڈرایا گیا، پھر دوسرے جملے میں ان دونوں الفاظ کے تکرار کی وجہ سے اس زجر اور انذار میں تاکید اور پختگی پیدا کر دی گئی تو اس دوسرے جملے کی تکرار اس انذار کی تاکید کے لئے ہوئی۔

فائدہ:- صاحب کتاب نے لغرض کی قید اس لئے بڑھائی کہ اگر وہ تکریر بلاغرض ہو تو وہ اطناب سے خارج ہو کر تطویل میں شامل ہوگی جو بلاغت سے خارج ہے۔

(۴) اَلْاِعْتِرَاضُ وَهُوَ تَوَسُّطُ جُمْلَةٍ اَوْ اَكْثَرَ بَيْنَ اَجْزَاءِ جُمْلَةٍ اَوْ بَيْنَ جُمْلَتَيْنِ مُرْتَبِطَيْنِ مَعْنًى كَقَوْلِهِ :

اِنَّ الثَّمَانِيْنَ وَبُلِّغْتَهَا قَدْ اَحْوَجَتْ سَمْعِيْ اِلٰى تَرْجُمَانِ

وَكَقَوْلِهِ:

لَعَمْرِيْ وَمَا عُمْرِيْ عَلَيَّ بِهَيِّنٍ لَقَدْ نَطَقَتْ بُطْلًا عَلَيَّ الْاَقَارِعُ

ترجمہ:- اعتراض اور وہ ایک جملہ یا اس سے زیادہ کا کسی ایک جملہ کے اجزاء کے درمیان معنٰی کے اعتبار سے دو مربوط جملوں کے درمیان لانا کسی غرض کے لئے جیسے شاعر کا قول: بیشک اسی سال کی عمر نے ''اور تو بھی اس عمر تک پہنچایا جاوے'' میرے کانوں کو ترجمان کا محتاج کر دیا، اور جیسے دوسرے شاعر کا قول: میری عمر کی قسم'' اور میری عمر مجھ پر ذلیل نہیں ہے البتہ تحقیق کہ جھوٹ بات کہی ہے مجھ پر آل اقرع نے۔

تشریح:- اطناب کی چوتھی قسم اعتراض ہے، اور اعتراض اس کو کہتے ہیں کہ ایک جملہ کے اجزاء کے درمیان کسی جملہ کو یا اس سے زیادہ عبارت کو لانا کسی غرض کی وجہ سے اور بیچ میں آنے والے جملہ کو معترضہ کہتے ہیں، اسی طرح معنٰی کے اعتبار سے دو مربوط اور جڑے ہوئے جملوں کے درمیان کسی جملہ یا اس سے زائد عبارت کو لانا اس کو بھی اعتراض کہیں گے، اور یہ جملہ یا اس سے زائد عبارت کا لانا کسی غرض کی وجہ سے ہو اگر بلا غرض ہوگا تو وہ اطناب سے خارج ہو کر تطویل میں شمار ہوگا جو بلاغت سے بھی خارج کہا جائے گا، جیسے ایک جملہ کے درمیان کسی جملہ کے لانے کی مثال پہلا شعر ہے، ان الثمانین وقد بلغتها قد احوجت سمعی الی ترجمان اس مثال میں ان الثمانین قد احوجت سمعی الی ترجمان ایک جملہ ہے اور اس جملہ کے درمیان میں ایک جملہ معترضہ ہے اور وہ قد بلغتها ہے اور اس کو لانے کی غرض مخاطب کو دعا دینا ہے۔ اور دو مربوط جملوں کے درمیان جملہ معترضہ کی مثال دوسرا شعر ہے لعمری وما عمری علی بھین لقد نطقت بطلا علی

الاقـارع اس مثال میں ایک جملہ لعمری ہے جو جملہ تم ہے، اور دوسرا جملہ لقد نطقت بطلا علی الاقارع ہے جو جوابِ قسم ہے، اور قسم اور جوابِ قسم دو ایسے جملے ہیں جو معنی کے اعتبار سے مربوط اور متصل ہیں، اور ان دونوں کے درمیان ایک جملہ معترضہ ہے اور وہ و مـا عـمـری عـلـی بھین ہے، اور اس جملہ معترضہ کو لانے کی غرض قسم کی اہمیت پر تنبیہ مقصود ہے کہ میں جس عمر کی قسم کھاتا ہوں وہ عمر ذلیل نہیں بلکہ وہ عمر قابلِ صد افتخار ہے، اور قسم ایسی مکرم چیزوں کی کھائی جاتی ہے لہذا اس میں قسم کی اہمیت ظاہر ہے۔

(۵) اَلتَّذْيِيْلُ وَهُوَ تَعْقِيْبُ جُمْلَةٍ بِأُخْرٰى تَشْتَمِلُ عَلٰى مَعْنَاهَا تَاكِيْدًا لَّهَا وَهُوَ قِسْمَانِ، قِسْمٌ جَارٍ مَجْرَى الْاَمْثَالِ لِاِسْتِقْلَالِ مَفْهُوْمِهٖ نحوُ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ، اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر، وَقِسْمٌ غَيْرُ جَارٍ مَجْرَى الْاَمْثَالِ لِعَدَمِ اِسْتِقْلَالِهٖ كَقَوْلِهٖ:

لَمْ يُبْقِ جُوْدُكَ لِيْ شَيْئًا اُؤَمِّلُه   تَرَكْتَنِيْ اُصْحِبُ الدُّنْيَا بِلَا اَمَلٍ

ترجمہ:- تذییل وہ ایک جملہ کا دوسرے جملہ کے ذیل (بعد) میں لانا جو دوسرا جملہ پہلے جملہ کے معنی پر مشتمل ہو پہلے جملے کی تاکید کے لئے اور تذییل دو قسموں پر ہیں، پہلی قسم جو کہاوتوں کی جگہ پر جاری ہو اس کے مفہوم کے مستقل ہونے کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور دوسری قسم جو کہاوتوں کی جگہوں پر جاری نہ ہو، اس کے مستقل نہ ہونے کی وجہ سے جیسے شاعر کا قول: تیری سخاوت نے کوئی چیز باقی نہیں رکھی میرے لئے جس کی میں امید رکھوں، تم نے مجھے ایسی حالت میں چھوڑا کہ میں دنیا میں رہوں بغیر کسی امید کے۔

تشریح:- تذییل کے لغوی معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ذیل میں کرنا، اطناب کا پانچواں طریقہ تذییل ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک جملہ کے بعد تاکید اور تقویت کے لئے دوسرا ایسا جملہ لانا جو پہلے جملہ کے معنی پر مشتمل ہو اور وہ دوسرا جملہ جو پہلے کی تاکید کے لئے بڑھایا

گیا ہے، اس تاکید کی دو قسمیں ہیں۔(۱) تاکید لمنطوق یعنی دوسرا جملہ پہلے جملہ کے لئے لفظی تاکید ہو (۲) تاکید لمفہوم یعنی وہ دوسرا جملہ جو مفہوم کی تاکید کے لئے ہو۔

تذییل کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم تذییل جاری مجری الامثال، اور دوسری غیر جاری مجری الامثال، تذییل جاری مجری الامثال اس تذییل کو کہا جاتا ہے جو مستقل بالمفہوم ہونے کی وجہ سے اپنے ماقبل جملے سے مستغنی ہو اس کا سمجھنا ماقبل پر موقوف نہ ہو اور اس سے حکم کلی مقصود ہونے کی وجہ سے بطور کہاوت کے استعمال کیا جاسکتا ہو، جیسے اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان ،الله يخلق ما يشاء ان الله على كل شيء قدير ،اس مثال میں دوسرا جملہ بطور تاکید کے بڑھایا گیا ہے اور وہ عام طور پر اس کے مستقل بالمفہوم ہونے کے اعتبار سے بطور کہاوت کے مستعمل ہوتا ہے اور اس کا سمجھنا ماقبل پر موقوف نہیں، لہذا یہ تذییل جاری مجری الامثال ہے، اور تذییل غیر جاری الامثال اس کو کہتے ہیں کہ جو مستقل بالمفہوم نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ماقبل جملے سے مستغنی نہ ہو، بلکہ اس کا سمجھنا ماقبل پر موقوف ہو اسی وجہ سے وہ بطور کہاوت کے استعمال نہ کیا جاسکتا ہو جیسے شاعر کے قول میں لم يبق جودك لي شيئا اوملهٔ تركتني اصحب الدنيا بلا امل اس مثال میں دوسرا مصرعہ تذییل ہے جو پہلے جملے کے مضمون کی تاکید کے لئے بڑھایا گیا ہے لیکن وہ دوسرے جملے کا مفہوم مستقل نہ ہونے کی وجہ سے بطور کہاوت کے مستعمل نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اس جملے کا سمجھنا پہلے مصرعے پر موقوف ہے اور کہاوت اور مثل کا مستقل بالمفہوم ہونا ضروری ہے لہذا یہ تذییل غیر جاری مجری الامثال ہے، فافہم وتشکر۔

(٦) اَلْاِحْتِرَاسُ اَوِ التَّكْمِيْلُ وَهُوَ اَنْ يُؤْتٰى فِيْ كَلَامٍ يُوْهِمُ خِلَافَ الْمَقْصُوْدِ بِمَا يَدْفَعُهُ نحوُ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ وَنحوُ قَوله:

فَسَقٰى دِيَارَكَ غَيْرَ مُفْسِدِهَا　　　صَوْبُ الرَّبِيْعِ وَدِيْمَةٌ تَهْمِيْ

ترجمہ:- احتراس یا تکمیل اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے کلام میں جو خلاف مقصود کا وہم پیدا کرتا ہو ایسی عبارت لائی جاوے جو اس وہم کو دور کر دیوے، جیسے خبر دار! ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علاوہ باطل ہے اور جیسے شاعر کا قول: پس سیراب کرے تیرے گھروں کو، درا حالانکہ خراب کرنے والی نہ ہو، موسمِ بہار کی بارش اور مسلسل دھیمی برسنے والی بارش۔

تشریح:- اطناب کی چھٹی قسم احتراس ہے اور اسی کا دوسرا نام تکمیل ہے، احتراس یا تکمیل اسے کہتے ہیں کہ کسی کلام میں اگر خلاف مقصود کا وہم ہوتا ہو تو کلام میں ایسے الفاظ بڑھانا جو اس وہم کو دور کر دے اسے تکمیل یا احتراس کہتے ہیں، اب وہ تکمیل کے الفاظ کبھی وسطِ کلام میں بھی آسکتے ہیں اور کبھی آخر کلام میں۔

فائدہ:- وہ زائد عبارت کو احتراس اور تکمیل اس لئے کہا جاتا ہے کہ احتراس کے معنٰی ہیں بچانا حفاظت کرنا، اور چونکہ یہ زائد عبارت خلاف مقصود کے وہم سے بچاتی ہے اس لئے اس کو احتراس کہتے ہیں اور اگر یوں کہا جاوے کہ اس سے متکلم کی مراد مکمل ہوتی ہے اس لئے اسے تکمیل کہتے ہیں کہ وہ مرادِ متکلم کی تکمیل کرتی ہے، جیسے الا کل شیء ما خلا اللہ باطل ، اس مثال میں ماخلا اللہ کو بطور تکمیل کے بڑھایا گیا ہے، اس لئے کہ اگر اس کو بڑھایا نہ جاتا تو کلام "الا کل شیء باطل ہوتا اور اس سے یہ وہم ہوتا کہ ہر چیز یہاں تک کہ اللہ بھی (نعوذ باللہ) باطل ہے اور یہ وہم متکلم کے مقصود کے خلاف ہے، اس لئے اس وہم کو دور کرنے اور متکلم کی مراد کو پورا کرنے کے لئے ماخلا اللہ کو زیادہ کیا گیا، دوسری مثال شاعر طرفہ بن العبد کا یہ شعر جو قتادہ بن مسلمہ الحنفی کی تعریف میں کہا ہے: "فَسَقٰی دِیَارَکَ غَیْرَ مُفْسِدِھَا صَوْبُ الرَّبِیْعِ وَدِیْمَۃٌ تَھْمِیْ" اس شعر میں شاعر کی مراد غیر مفسد بارش ہی ہے مگر اس کے مطلق ہونے سے، اور غیر مفسدھا عبارت نہ بڑھانے سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ یہ بددعا حالانکہ شاعر دعا دینا چاہتا ہے اس لئے اس وہم کو دور کرنے کے لئے غیر مفسدھا کو بڑھایا گیا، بددعا کا وہم اس طریقے پر ہوگا کہ شاعر کثرت بارش کی دعا دے رہا ہے لیکن کبھی بارش

کی کثرت فسادِ دیار کا ذریعہ ہو جاتی ہے لہذا شاعر نے بطور تکمیل واحتراس کے غیر مفسدھا لا کر اس وہم کو دور کر دیا کہ بارش کی کثرت ہو لیکن وہ کثرت نہیں جو فسادِ دیار کا ذریعہ ہو بلکہ رحمت والی غیر مفسد بارش کی کثرت۔

فائدۃٌ

مِنَ الْإِطْنَابِ اَيْضًا الْإِيْغَالُ وَهُوَ الْمُبَالَغَةُ لُغَةً وَاِصْطِلَاحًا خَتْمُ الْبَيْتِ بِمَا يُتِمُّ الْمَعْنٰى بِدُوْنِهٖ كَقَوْلِ الْخَنْسَاءِ:

وَاِنَّ صَخْرًا لَتَأْتَمُّ الْهُدَاةُ بِهٖ ۔۔۔ كَاَنَّهٗ عَلَمٌ فِىْ رَاْسِهٖ نَارٌ

ترجمہ:- اطناب میں سے ایغال بھی ہے اور ایغال کا لغوی معنٰی مبالغہ کے ہے، اصطلاحی معنٰی ہے شعر کو ایسے لفظ پر ختم کرنا جس کے بغیر معنٰی پورا ہو جاتا ہو، جیسے خنساء کا قول اور بیشک صخر کہ البتہ اقتداء کرتے ہیں اس کی رہبران قوم گویا کہ وہ بلند پہاڑ ہے جس کے اوپر کے حصہ میں آگ ہے۔

تشریح:- اطناب کی اقسام میں سے ایک قسم ایغال ہے اور ایغال کا مطلب یہ ہے کہ شعر کو ایسے الفاظ پر ختم کیا جائے جن الفاظ کے لائے بغیر بھی معنٰی تام ہو جاتا ہو اور ان زائد الفاظ کو بڑھانا کسی نکتہ اور فائدہ کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسے خنساء کے قول میں جو اپنے بھائی صخر کی تعریف میں کہا ہے، وان صخراً لتأتم الهداة به کانه علم فی راسه نار۔ اس مثال میں "کانه علم" پر معنٰی تام ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی ایک نکتہ کی وجہ سے شعر کے اخیر میں فی رأسہ نارٌ بڑھا دیا اور نکتہ تشبیہ میں مبالغہ پیدا کرنا ہے، اور وہ اس طریقے پر کہ خنساء نے صخر کی تشبیہ دی بلند پہاڑ کے ساتھ کہ جس طرح بلند پہاڑ سے عام طور پر ہدایت حاصل کی جاتی ہے، اسی طرح میرے بھائی صخر سے بھی ہدایت اور رہبری حاصل کی جاتی ہے، تشبیہ پوری ہو گئی، لیکن تشبیہ میں مبالغہ کے نکتہ کی غرض سے فی رأسہ نارٌ بڑھا دیا اور مبالغہ اس طرح

ہوا کہ ایک تو پہاڑ سے خود رہبری حاصل کی جاتی ہے اور اگر اس پر آگ ہو تو اور زیادہ رہبری حاصل کرنے میں قوت ہوگی، لہذا اس کی وجہ سے تشبیہ میں مبالغہ ہوا اور تشبیہ میں مبالغہ کی وجہ سے صخر میں بھی امام اور مقتدی کے معنٰی میں اضافہ ہوا، الحاصل اس شعر کے اخیر میں فی رأسہ نارٌ کا اضافہ چونکہ مبالغہ کے نکتہ کی وجہ سے ہوا اس لئے اس کو ایغال کہا جائے گا۔

وَالتَّتمِيمُ وَهُوَ اَنْ يُّوْتٰى لِنُكْتَةٍ كَالْمُبَالَغَةِ بِفُضْلَةٍ تَزِيْدُ الْمَعْنٰى التَّامَّ حُسْنًا نحوُ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

ترجمہ:- اور اطناب میں سے تتمیم بھی ہے اور تتمیم یہ ہے کہ کسی نکتہ کی وجہ سے مثلاً مبالغہ کے نکتہ کی وجہ سے زائد عبارت کو لائی جائے جو معنٰی تام میں حسن کو زیادہ کردے جیسے اور وہ اپنی ذاتوں پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ ان پر فاقہ ہی ہو۔

تشریح:- اور اطناب کی اقسام میں سے ایک قسم تتمیم ہے، اور تتمیم کی صورت یہ ہے کہ کسی نکتہ کی وجہ سے فضلہ یعنی زائد عبارت کو لائی جاوے اور وہ زائد عبارت معنٰی تام کے حسن کو زیادہ کردے یعنی اس کے لائے بغیر بھی کلام کا مفہوم و معنٰی تام تھا لیکن اس کے لانے کی وجہ سے کلام میں مبالغہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے کلام کا حسن دوبالا ہوگیا، فضلہ سے مراد جو جملہ نہ ہو یعنی وہ زائد عبارت مستقل جملہ نہ ہو بلکہ مفعول، تمیز، جار مجرور وغیرہ میں سے کوئی ہو اور اگر جملہ ہو تو مستقلہ نہ ہو بلکہ کسی اور کا محتاج ہو مثلاً وہ زائد عبارت پورا جملہ ہے لیکن وہ جملہ حال بنتا ہو یا صفت بنتا ہو تو وہ جملہ ہے لیکن مستقلہ نہیں ہے بلکہ وہ مفرد کی تاویل میں ہوکر ذوالحال اور موصوف کے محتاج ہوں گے، خلاصہ یہ کہ وہ فضلہ کلام کے دو اہم رکن مسند الیہ و مسند نہ ہو بلکہ اس کے علاوہ فضلہ میں اس کا شمار ہوتا ہو، خواہ وہ پورا جملہ ہو یا نہ ہو، جیسے ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصۃ اس مثال میں علیٰ انفسھم کو بطور تتمیم کے بڑھایا گیا ہے کہ اگر اس کو نہ بھی لایا جاتا تب بھی معنٰی تام ہوجاتا کیونکہ ایثار نام ہی ہے

اپنے اوپر اور کسی کو ترجیح دینے کا لیکن پھر بھی علٰی انفسھم بڑھا کر کے اس معنٰی میں مبالغہ پیدا کیا جس کی وجہ سے اس کا حسن دوبالا ہو گیا۔

اَسْئِلَۃٌ

(۱) مَاالْفَرْقُ بَيْنَ الْإِيْجَازِ وَالْمُسَاوَاتِ وَالْإِطْنَابِ ؟ ایجاز، مساوات اور اطناب کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب:- اوساط الناس کے عرف کے مطابق مساوی عبارت کے ذریعہ معنٰی مرادی کو ادا کرنے کا نام مساوات ہے اور اگر اس سے کم ہو تو ایجاز اور زیادہ ہو تو اطناب۔

(۲) مَاالْإِخْلَالُ وَمَا الْفَرْقُ بَيْنَ الْحَشْوِ وَالتَّطْوِيْلِ ؟ اخلال کیا ہے؟ اور حشو اور تطویل کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب:- کلام میں ایسا اختصار کہ متکلم کا کلام مافی الضمیر کو پوری طرح واضح نہ کر سکے اس کو اخلال کہیں گے گویا یہ اختصار مافی الضمیر کے واضح کرنے میں مخل ہے، اور حشو اور تطویل میں فرق یہ ہے کہ کلام میں بغیر کسی فائدے کے جو زائد عبارت لائی گئی ہے، اگر وہ زائد غیر زائد سے ممتاز ہو جاتی ہو تو اس کو حشو کہیں گے، اور اگر زائد غیر زائد سے ممتاز اور جدا نہ ہوتی ہو تو اس زائد عبارت کو تطویل کہیں گے۔

(۳) مَاهِيَ دَوَاعِي الْإِيْجَازِ ؟ ایجاز کے دواعی، اسباب کیا ہیں؟

جواب:- ایجاز کے اسباب بہت سارے ہیں منجملہ ان میں سے تسہیل الحفظ وتقریب الفہم اور ضیق المقام اور اخفاء الامر علی غیر السامع اور دفع السامۃ (اکتاہٹ دور کرنا) ہے۔

(۴) مَاهِيَ دَوَاعِي الْإِطْنَابِ ؟ اطناب کے دواعی کیا ہیں؟

جواب:- اطناب کے دواعی فائدۂ جدیدہ کا حصول اور وہ فائدۂ جدیدہ کے حصول

کی صورتیں مختلف ہوگی۔

(۵) کَمْ قِسمًا الْاِیْجَازُ ؟ایجاز کتنی قسم پر ہے؟

جواب:-ایجاز کی دو قسمیں ہیں(۱) ایجاز قصر (۲) ایجاز حذف، وَمَا الْفَرْقُ بَیْنَ قِسْمَیْہِ اوراس کی دو قسموں کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب:- اگر کلام میں اختصار بغیر کسی حذف کلمہ کے ہوتو اس کو ایجازِ قصر کہتے ہیں جو بلغاء کی توجہ کا مرکز ہے اور اگر وہ اختصار کسی کلمہ یا جملہ کے حذف کی وجہ سے ہوتو اس کو ایجاز حذف کہیں گے۔

(۶) اُذْکُرْ اَقْسَامَ الْاِطْنَابِ ؟اطناب کی اقسام ذکر کرو؟

جواب:-اطناب کی بہت ساری اقسام ہیں منجملہ ان میں سے یہاں آٹھ مذکور ہیں،جن کو اقسام الاطناب کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

(۷) مَا الْغَرَضُ مِنَ التَّکْرِیْرِ ؟تکریر سے کیا غرض ہوتی ہے؟

جواب:-تکریر کی اغراض بھی مختلف ہیں،مثلاً طولِ فصل، یا معانی میں ترغیب کی زیادتی یا انذار کی تاکید وغیرہ۔

(۸) مَا الْاِعْتِرَاضُ وَمَا التَّذْیِیْلُ ؟ وَکَمْ قِسمًا ھٰذَا الْاَخِیْرُ ؟ اعتراض اور تذییل کیا ہے؟اور یہ اخیر والا یعنی تذییل کتنی قسم پر ہے؟

جواب:-اعتراض یہ ہے کہ ایک جملہ کے اجزاء کے درمیان کسی جملہ کو یا جملہ سے زائد عبارت کو لانا، یا دو معنی کے اعتبار سے مربوط جملوں کے درمیان کسی جملہ وغیرہ کی زیادتی کسی غرض کے لئے ہو اسکو اعتراض کہتے ہیں،اور تذییل اس کا نام ہے کہ ایک جملہ کے بعد اس کے مضمون کی تاکید کے لئے دوسرا جملہ لانا،اور تذییل کی دو قسمیں ہیں (۱) جاری مجری الامثال (۲) غیر جاری مجری الامثال۔

(۹) مَا الْاِحْتِرَاسُ ؟احتراس کیا ہے؟

جواب:- کلام میں خلافِ مقصود کے وہم کو دور کرنے کے لئے جو عبارت بڑھائی جاوے اس کو احتراس کہتے ہیں۔

(۱۰) تَكَلَّمْ عَلٰى اِيْجَازِ الْقَصْرِ مَعَ التَّمْثِيْلِ؟ ایجاز قصر پر مثال دے کر کلام کرو؟

جواب:- ایجاز قصر اس کو کہتے ہیں کہ معانی کثیرہ کو ادا کرنا مختصر عبارت کے ذریعہ کسی کلمہ کو حذف کئے بغیر جیسے ولكم فى القصاص حيٰوة۔

تمارین

(الف) بَيِّنْ نَوْعَ الْإِيْجَازِ فِيْمَا يَلِىْ

آنے والے جملوں میں ایجاز کی قسم بیان کرو؟

(۱) اَلْقَتْلُ اَنْفٰى لِلْقَتْلِ؟ قتل روکنے والا ہے قتل کو؟ اس میں ایجاز قصر ہے اس لئے کہ معانی زیادہ ہے اور عبارت کم، زیادہ اس طریقے پر ہے کہ یہ عبارت یہ مفہوم اور معنٰی ادا کرتی ہے کہ جب قتل کے بدلے میں قتل کریں گے تو قاتل قتل سے بچے گا تو مقتول ہونے والے کی بھی جان بچے گی، جس کی وجہ سے قاتل کی بھی جان بچے گی، اور نہ معلوم دو خاندانوں میں سے کتنی جانوں کا بچاؤ ہوگا تو یہ عبارت کم ہے، اور معانی زیادہ

(۲) جاء ابو واخو زيد زید کا باپ اور اس کا بھائی آیا، اس میں ایجاز حذف ہے، ابو کے بعد زید محذوف ہے جس پر اخو کا مضاف الیہ دلالت کرتا ہے۔

(۳) جَاءَ بَعْدَ اللَّتَيَّا وَالَّتِىْ، بہت ٹال مٹول کے بعد آیا، اس میں ایجاز قصر ہے، ٹال مٹول میں بہت سارے معانی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

(۴) مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ۔ جو کفر کریگا اس پر اس کے کفر کا وبال ہے اس میں ایجاز حذف ہے۔ کفرہٗ سے پہلے وبال محذوف ہے جس کے بغیر معنٰی تام نہیں ہوتا۔

(۵) اِنْتَظَرْتُکَ طَوِیْلًا میں نے تیرا لمبے زمانہ تک انتظار کیا۔ اس میں ایجاز حذف ہے، طویلا سے پہلے زمنا محذوف ہے، جس پر انتظرتک دال ہے، نیز طویلا صفت بھی موصوف چاہتی ہے، جو سیاق فعل کے قرینہ سے زمنا موصوف متعین ہے۔

(۶) اَلظَّالِمُ هَالِکٌ وَلَوْ مَلِکًا؟ ظالم ہلاک ہونے والا ہے اگر چہ وہ بادشاہ ہو، اس میں ایجاز حذف ہے، ملکاً سے پہلے کان محذوف ہے جس پر لو دال ہے کہ وہ فعل پر داخل ہوتا ہے۔

(۷) اُدْرُسُوْا تَحْفَظُوْا، پڑھاؤتم کو محفوظ رہے گا، ایجاز حذف ہے، اُدرسوا کے بعد اِنْ تَدْرُسُوْا محذوف ہے جس پر تحفظوا دال ہے، اس لئے کہ تحفظو جواب امر نہیں ورنہ یہ مطلب ہوگا کہ اس امر کی وجہ سے محفوظ رہے گا، اور یہ مفہوم غلط ہے، لہذا شرط محذوف مان کر تحفظوا کو اس کا جواب مانا جائے گا۔

(۸) زَادَکُمُ اللّٰهُ صَلَاحًا اِلٰی صَلَاحِکُمْ، اللہ تعالیٰ تمہاری صلاحیت میں مزید صلاحیت کا اضافہ کردے، اس میں ایجاز حذف ہے صلاحاً کے بعد مضموماً محذوف ہے جس کے بغیر کلام صحیح نہ ہوگا۔

(۹) لَوْ تَرٰی اِذِ الْحَرْبُ حَامِیَةُ الْوَطِیْسِ۔ اگر دیکھتا تو جبکہ لڑائی گھسان کی تھی، لرأیت امرافضیعا محذوف، تو البتہ معاملہ بڑی گھبراہٹ والا دیکھتا، اس میں حذف جملہ ہے جس پر دال مذکور جملہ ہے۔

(۱۰) اَلْمَنِیَّةَ وَلَا الدَّنِیَّةَ، موت اچھی ہے نہ کہ کمینگی، اس میں ایجاز حذف ہے، المنیۃ سے پہلے اختار اور الدنیہ سے پہلے لا اختار محذوف ہے، جس پر قرینہ حال ہے جس سے پتہ چلے گا کہ متکلم کی مراد یہ ہے۔

(۱۱) قَالَ یَسُوْعُ لِلرَّجُلِ اُمْدُدْ یَدَکَ فَمَدَّهَا فَعَادَتْ صَحِیْحَةً مِثْلَ الْاُخْرٰی۔ حضرت یسوع (عیسٰی) علیہ السلام نے ایک آدمی سے کہا اپنا ہاتھ کھینچ (میرے

سامنے لا) پس اس نے کھینچا تو وہ پہلے کے مانند تندرست ہوگیا، اس میں ایجاز حذف ہے، ندھا کے بعد مسح علیہ محذوف ہے جس پر سیاق وسباق دال ہے، عبرانی زبان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یسوع کہا جاتا ہے۔

(۱۲) قَالَ الْجَاهِلُ فِيْ قَلْبِهٖ لَيْسَ اِلٰهٌ۔ جاہل نے اپنے دل میں کہا کہ کوئی معبود نہیں ہے، اس میں ایجاز حذف ہے، لیس کی خبر موجوداً محذوف ہے کیونکہ لیس کے لئے خبر کا ہونا ضروری ہے، قال الجاہل، جاہل سے مراد خدا کا منکر ہے، بلاغت میں منکر خدا کو جاہل کہا جاتا ہے۔

(۱۳) لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ۔ بُرا مکر نہیں گھیرتا ہے مگر مکر والے کو اس میں ایجاز حذف ہے، لا یحیق کا مفعول بہ احداً محذوف ہے۔

(۱۴) دخلتُ المدرسَةَ فنِلْتُ الشَّهَادَةَ۔ میں مدرسہ میں داخل ہوا تو میں نے سند کو پالیا، اس میں ایجاز حذف ہے، فنلت سے پہلے فاجتهدت محذوف ہے، جس کے بغیر مفہوم صحیح نہ ہوگا۔

(ب) وَضِّحِ الْاَطْنَابَ وَاذْكُرْ نَوْعَهٗ فِيْمَا يَأْتِيْ۔

آنے والے جملوں میں اطناب کی وضاحت کرو اور اس کی نوع کو ذکر کرو۔

(۱) اِجْتَهِدُوْا فِيْ دُرُوْسِكُمْ وَاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ تم اپنے درس میں محنت کرو اور لغت عربی میں۔ ذکر الخاص بعد العام للأهمية۔

(۲) اَكْرِمْ وَالِدَيْكَ اَبَاكَ وَاُمَّكَ اکرام کرو والدین کا تیرے ماں باپ کا، ایضاح بعد الایهام لتوجيه الذهن الى معرفته یا تکریر لزیادة الترغيب فى الاكرام۔

(۳) سَرَّ الرَّئِيْسُ التَّلَامِذَةَ مَنَحَهُمْ يَوْمَ عُطْلَةٍ، رئیس نے تلامذہ کو خوش کردیا اور ان کو انعام دیا، چھٹی کے دن، ایضاح بعد الایهام لتوجيه الذهن الى

(۴) اِجْتَهِدْ وَلَا تَكْسَلْ وَلَا تُهْمِلْ دُرُوْسَكَ۔ محنت کر، سستی مت کر، اور اپنے اسباق کو مت چھوڑ، تکریر لزیاۃ الترغیب فی الاجتہاد۔

(۵) اَعِدْ غَيْرَ مَامُوْرٍ مَا قُلْتَهُ لَنَا سَابِقًا۔ وہ بات جو آپ نے ہم سے پہلے کہی تھی دہرا دیجئے، آپ پر حکم نہیں ہے، احتراس یا تکمیل لدفع ما یوھم خلاف المقصود، تکمیل کے لئے غیر مامور بڑھا دیا، اس وہم کو دور کرنے کیلئے کہ شاید مخاطب یہ سمجھے گا مجھے اس کا حکم دیا جا رہا ہے، حالانکہ یہ مفہوم متکلم کے مقصود کے خلاف ہے کیونکہ ممکن ہے جس سے یہ بات کہی جا رہی ہو وہ متکلم سے معزز ہو۔ (٦) نَحْنُ الْعُرْبَ نَقْرِي الضَّيْفَ، ہم عرب ہیں ہم مہمان نوازی کرتے ہیں، العرب پر نصب اَخُصُّ فعل محذوف کی وجہ سے ہے، اعتراض للتفاخر والاھمیۃ، اصل عبارت نحن نقری الضیف اور درمیان میں اخص العرب معترض ہے۔

(۷) نَجَحَ الْمُجْتَهِدُ بِاجْتِهَادِهٖ وَمَا يَنْجَحُ اِلَّا الْمُجْتَهِدُوْنَ۔ محنت کرنے والا اپنی محنت سے کامیاب ہو گیا اور کامیاب نہیں ہوتے مگر محنت کرنے والے، تذییل جاری مجری الامثال لاستقلال مفھومہ۔

(۸) اُدْرُسْ عِلْمَ الْمَعَانِيْ وَبَابَ الْاِيْجَازِ وَالْمُسَاوَاتِ وَالْاِطْنَابِ۔ علم معانی کو پڑھو اور ایجاز، مساوات اور اطناب کے باب کو، ذکر خاص بعد العام للاہمیۃ۔

(۹) اِحْفَظِ الْوَصَايَا الْعَشْرَ وَوَصِيَّةَ اِكْرَامِ وَالِدَيْنِ۔ دس وصیتوں کو یاد رکھ اور والدین کے اکرام کی وصیت بھی، ذکر الخاص بعد العام للاھمیۃ۔

(ج) مَيِّزِ الْاِيْجَازَ مِنَ الْمُسَاوَاتِ وَالْاِطْنَابِ وَاذْكُرْ نَوْعَ الْاِطْنَابِ فِيْمَا يَلِيْ۔

مساوات اوراطناب سے ایجاز کی تمیز کرواوراطناب کی قسم کوذکر کروآنے والی مثالوں میں۔

(۱) اَوَّلُ الْغَضَبِ جُنُوْنٌ وَاٰخِرُهٗ نَدَمٌ۔ غصہ کی ابتدا جنون ہےاوراس کی انتہا شرمندگی ہے،اس میں ایجاز قصر ہے۔

(۲) الرَّثِیْئَةُ تَفُثَأُ الْغَضَبَ۔ دودھ غصہ کوٹھنڈا کر دیتا ہے۔

اس میں ایجاز قصر ہے، یہ مثل ہے، رثیئہ ترش دودھ، جس میں کچھ میٹھا ملا ہوا ہو۔ دہی یالسی،کوئی بھوکا ایسے شخص کامہمان بنا جس سے ناراض تھااس کی تواضع میں میزبان نے دودھ اورلسی پلائی تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔

(۳) المسند قسمان اسمٌ و فعلٌ۔ مسند کی دوقسمیں ہیں اسم اورفعل، اس میں اطناب بالایضاح بعدالا یہام ہے۔

(۴) قَطَعَتْ جَهِیْزَةُ قَوْلَ كُلِّ خَطِیْبٍ جہیزہ نے ہر بولنے والے کی بات کاٹ ڈالی۔اس میں ایجاز قصر ہے، مثل ہے اور یہ اس وقت کہی گئی تھی جب کہ دوفریقوں کے درمیان قتل کے کسی معاملہ میں صلح کی گفتگو ہورہی تھی،اتنے میں جہیزہ نامی لونڈی نے آکراطلاع دی کہ مقتول کے وارثوں میں سے کسی نے قاتل کوقصاصاً قتل کر دیا، لوگوں نے کہا قطعت جهيزة قول كل خطيب مجمع الامثال ص۹۱ ج ۲۔

(۵) كَلْبٌ جَوَّالٌ خَيْرٌ مِنْ اَسَدٍ رَابِضٍ۔ بہت گھومنے والا کتاپڑے رہنے والے شیر سے بہتر ہے۔اس میں مساوات ہے۔

(۶) اُطْلُبُوْا تَجِدُوْا اِقْرَعُوْا يُفْتَحْ لَكُمْ تلاش کرو، پالوگے،کھٹکھٹاؤ تمہارے لئے دروازہ کھولا جائے گا،اس میں ایجاز حذف ہے،اصل عبارت ہے اطلبوا ان تطلبو تجدوا اقرعوا ان تقرعوا يفتح لكم۔

(۷)

وَقَيَّدْتُ نَفْسِيْ فِيْ ذَرَاكَ مَحَبَّةً وَمَن وَجَدَ الْإِحْسَانَ قَيْدًا تَقَيَّدَا

میں نے مقید کیا اپنے آپ کو تیرے صحن خانہ میں محبت کی وجہ سے اور جو احسان کو قید پاتا ہے مقید ہو جاتا ہے، اطناب بتذییل جاری مجری الامثال، دوسرا مصرعہ کہاوتوں کے مواقع میں مستعمل ہے۔

(۸)

وَتَحْتَقِرُ الدُّنْيَا احْتِقَارَ مُجَرِّبٍ يَرىٰ كُلَّ مَا فِيْهَا وَحَاشَاكَ فَانِيَا

اور تو دنیا کو حقیر سمجھتا ہے، اس تجربہ کار کے حقیر سمجھنے کی طرح جو دیکھتا ہے دنیا کی تمام چیزوں کو فانی تیرے سوا، اس میں اطناب باعتراض، وحاشاک معترض ہے۔

(۹)

يَا خَادِعَ الْبُخَلَاءِ فِيْ أَمْوَالِهِمْ هَيْهَاتَ تَضْرِبُ فِيْ حَدِيْدٍ بَارِدِ

اے بخیلوں کو ان کے مال میں دھوکہ دینے والے، دور ہو جا، مارتا ہے تو ٹھنڈے لوہے پر اس میں اطناب بتذییل جاری مجری الامثال ہے دوسرا مصرعہ مثل ہے۔

(۱۰)

إِلٰى مَعْدِنِ الْعِزِّ الْمُؤَثَّلِ وَالنَّدىٰ هُنَاكَ هُنَاكَ الْفَضْلُ وَالْخُلُقُ الْجَزْلُ

پائیدار عزت اور سخاوت کے خزانوں کی طرف (دوڑو) وہاں ہی فضیلت اور عمدہ اخلاق ہے، اس میں اطناب بتکریر لزیادۃ الترغیب ہے، دوسرا مصرعہ بطور تکریر کے زیادہ کیا گیا

(۱۱)

مَا أَحْسَنَ الْأَيَّامَ إِلَّا أَنَّهَا يَا صَاحِبَيَّ إِذَا مَضَتْ لَمْ تَرْجِعِ

کتنے اچھے ہیں یہ دن مگر اے میرے دونوں دوستوں جب گزر جائیں گے تو واپس نہیں آئیں گے، اس میں اطناب باعتراض ہے یا صاحبیَّ للتنبہ۔

(۱۲)

لَوْ شِئْتَ لَمْ تُفْسِدْ سَمَاحَةَ حَاتِمٍ　　　　كَرَمًا وَلَمْ تَهْدِمْ مَآثِرَ خَالِدِ

اگر تو چاہتا تو حاتم کی سخاوت کو خراب نہ کرتا بخشش کر کے اور خالد کے کارناموں کو نہ ڈھاتا، اس میں ایجاز قصر ہے، مختصر عبارت میں کثیر معانی جو متکلم و مخاطب کے درمیان معہود ہے ادا کر دیئے۔

تتمہ

اِنَّ اِيْرَادَ الْكَلَامِ عَلٰى حَسَبِ مَا تَقَدَّمَ مِنَ الْقَوَاعِدِ يُدَّعٰى اِخْرَاجَ الْكَلَامِ عَلٰى مُقْتَضٰى الظَّاهِرِ اَیْ مُقْتَضَى الْحَالِ الَّذِیْ تَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ الْبَلَاغَةُ وَهُوَ الْاَصْلُ فِی الْكَلَامِ فَلَا يُعْدَلُ عَنْهُ اِلَّا لِاَغْرَاضٍ۔

ترجمہ:- بیشک کلام کا ان قواعد کے مطابق لانا جن کا ذکر مقدم ہو چکا کلام کا مقتضیٰ ظاہر کے مطابق لانا کہا جائے گا، یعنی اس مقتضیٰ حال کے مطابق جس پر بلاغت موقوف ہوتی ہے، اور وہی اصل ہے کلام میں، لہذا اس اصل سے عدول نہیں کیا جائے گا، مگر کسی غرض کی وجہ سے۔

تشریح:- اس عبارت میں صاحب کتاب یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کلام کو ان قواعد کی رعایت کے ساتھ ذکر کیا جائے جو قواعد ہم کو علم معانی کے آٹھ ابواب کے ضمن میں معلوم ہوئے تو ایسے کلام کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ کلام مقتضیٰ ظاہر کے مطابق ہے، اسی سے مقتضیٰ ظاہر کی تفسیر کی یعنی اس حال کے مقتضیٰ کے مطابق ہے جس پر بلاغت موقوف ہے، کیونکہ کلام جب مقتضیٰ حال کے مطابق ہو تو اس کو کلام بلیغ کہتے ہیں لہذا کلام میں جب ماقبل مذکور قواعد کی رعایت کی گئی تو وہ کلام مقتضیٰ ظاہر کے مطابق ہوگا، یعنی مخاطبین

ومقام کی حالت کے تقاضے کے مطابق ہوگا، جس حالت کے تقاضے کے مطابق کلام لانے پر کلام کی بلاغت موقوف ہے اور کلام میں اصل یہی ہے کہ کلام مقتضیٰ حال کے مطابق ہو، لہذا کلام کو اس اصل کے خلاف نہیں لائیں گے۔ اور اس اصل سے عدول کرنا اور مقتضیٰ ظاہر کے خلاف کلام کرنا خلاف اصل ہونے کے ساتھ خلافِ بلاغت بھی ہے، لہذ ابغیر کسی غرض کے اس سے عدول نہیں کیا جائے گا، اب آگے ان اغراض کو بیان کرتے ہیں جن کی وجہ سے کلام کو خلاف اصل لایا جاتا ہے۔ اور ایسا کلام جو خلاف اصل اور مقتضیٰ ظاہر کے خلاف ہو اس کو اخراج الکلام علی خلافِ مقتضی الظاہر کہا جائے گا۔ لیکن اس کو غیر بلیغ نہیں کہیں گے، فتدبر۔

مـنهـا وَضـعُ الْمظْهَرِ مَوْضَعَ الْمُضْمَرِ وَعَكْسُهٗ خِلَافًا لِما يَقْتَضِيْهِ الظَّاهِرُ نحوُ اَيَأْذَنُ لِيْ مَوْلَايَ اَنْ اَتَكَلَّمَ وَ كَقَوْلِه:

هِـيَ الـدُّنْيَـا تَـقُوْلُ بِمِلْءِ فِيْهَا　　　حَـذَارِ حَـذَارِ مِـنْ بَـطْشِيْ وَفَتْكِيْ

ترجمہ:- ان اغراض میں سے ایک غرض اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ لانا اور اس کا عکس (یعنی اسمِ ضمیر کو اسم ظاہر کی جگہ لانا) اس کے خلاف جس کا ظاہر تقاضا کرتا ہے، جیسے کیا مجھے میرا مولیٰ اجازت دیتا ہے کہ میں بات کروں؟ اور جیسے شاعر کا قول وہ دنیا کہتی ہے اپنا منہ بھر کر، بچ بچ تو میری پکڑ اور میرے قتل سے۔

تشریح:- ان اغراض میں سے ایک غرض کہ جس کی وجہ سے کلام کو مقتضیٰ ظاہر کے خلاف لایا جاتا ہے، یہ ہے کہ ظاہر کا تقاضہ یہ ہے کہ کلام میں ضمیر لائی جاوے، لیکن کسی غرض کے خاطر اس کے خلاف اسم ظاہر کو لانا یا ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ اسم ظاہر کو لایا جاوے، لیکن اس کے بجائے اسمِ ضمیر کو لانا مثلاً کتاب میں ذکر کردہ مثالوں میں سے پہلی مثال أیأذن لی مولای أن أتکلم میں ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ مولای کہنے کے بجائے اسمِ ضمیر کو ذکر کیا جاتا، کیونکہ جب مولیٰ سامنے موجود ہے تو اس کا موجود ہونا اس ظاہر حال نے تقاضا کیا کہ اس سے خطاب

کے صیغے سے مخاطب کیا جائے، اور یوں کہا جائے اتاذن لی ربی ان اتکلم لیکن خطاب کی ضمیر کی جگہ مولای لائے استعطاف کی غرض سے، یعنی آقا کو اپنے اوپر مہربان بنانے کے لئے کہ جب مولای کا لفظ سنے گا تو اپنے کو بڑا سمجھ کر متکلم پر عطوفیت کا معاملہ کرے گا۔ لہذا یہاں استعطاف کی غرض سے مقتضیٰ ظاہر کے خلاف کلام کو لانا ہوا، اور دوسری مثال میں جو شعر کے شروع میں ھی ضمیر کو ذکر کیا وہ ظاہر کے تقاضہ کے خلاف ہے اس لئے کہ اس کے بعد الدنیا تقول الخ سے بات پوری ہو جاتی ہے، اور ھی ضمیر کو لانے کا کوئی تقاضا بھی نہیں ہے، لیکن پھر بھی ظاہر کے تقاضہ کے خلاف ھی ضمیر کو لائے تا کہ ھی کے مابعد والی بات سامع کے ذہن میں راسخ ہو جاوے، کیونکہ یہ ضمیر ضمیر قصہ ہے، جو سامع میں شوق پیدا کرے گی۔ اس لئے کہ جو بات کہی جا رہی ہے اس کو پہلے ضمیر قصہ کے ذریعہ مجملاً ذکر کیا اور کوئی بات جب مجملاً ذکر کی جاتی ہے تو اس کے سمجھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، اور شوق کے بعد جو چیز حاصل ہو وہ ذہن میں راسخ ہو جاتی ہے، لہذا یہاں بھی ضمیر قصہ کا ذکر مقتضیٰ ظاہر کے خلاف مابعد والے مضمون کو سامع کے ذہن میں راسخ کرنے کی غرض سے ہوا۔

(۲) التَّعْبِيْرُ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ بِلَفْظِ الْمَاضِيْ نحوُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتأْتُوْنَ اَفْوَاجًا وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا اَیْ وَتُفْتَحُ۔

ترجمہ:- مستقبل کو ماضی کے لفظ سے تعبیر کرنا جیسے جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے اور آسمان کھل جائے گا، پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جاویں گے، یعنی تُفْتَحُ۔

تشریح:- دوسری غرض جس کی وجہ سے کلام کو مقتضیٰ ظاہر کے خلاف لایا جاتا ہے، یہ ہے کہ ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ کلام کو مستقبل کے لفظ سے تعبیر کیا جاوے کیونکہ اس مضمون کا تعلق جس کا کلام میں ذکر ہے، مستقبل کے ساتھ ہے لیکن اثباتِ یقین یعنی اس کے یقینی

ہونے کو ثابت کرنے کی غرض سے مقتضی ظاہر کے خلاف اس کو ماضی کے صیغے سے تعبیر کیا جاتا ہے، مثلاً مذکورہ مثال میں آسمانوں کا کھلنا اوران کے دروازے ہونا، مستقبل میں ہونے والا ہے، لیکن اس امر کے یقینی ہونے کو ثابت کرنے کے لئے فتحت سے تعبیر کیا حالانکہ ہونا چاہئے تفتح السماء فتکون۔

(۳) التَّغلِيبُ وَهُوَ اِطْلَاقُ لَفْظِ اَحَدِ الصَّاحِبَيْنِ عَلَى الْاٰخَرِ تَرْجِيحًا لَهُ عَلَيْهِ نحوُ عَلَى الْأَبوَيْنِ تَرْبِيَةُ اَوْلَادِهِمَا تَرْبِيَةً حَسَنَةً

ترجمہ:۔ تغلیب اور وہ دوساتھیوں میں سے ایک کے لفظ کو دوسرے پر بولنا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی وجہ سے جیسے ماں باپ پر اپنے اولاد کی بہترین تربیت کرنا لازم ہے۔

تشریح:۔تغلیب کا مطلب یہ ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دے کر دونوں پر ایک چیز کے نام کا اطلاق کرنا، لیکن ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا وہ کسی مناسبت کی وجہ سے ہوگا، اسی لئے مصنف نے صاحبین کا لفظ استعمال کیا تا کہ اس کی طرف اشارہ ہوجائے کہ ان دو چیزوں کے درمیان مناسبت کی وجہ سے گویا وہ دونوں ساتھی اور دوست ہوگئے، مثلاً مذکورہ مثال علی الابوین تربیۃ اولادھما تربیۃ حسنۃً میں ابٌ کو امٌ پر ترجیح دیتے ہوئے دونوں پر ابٌ کا اطلاق کردیا اور کہہ دیا ابوین، اس میں تغلیب المذکر علی المونث ہے اور دونوں میں مناسبت ظاہر ہے اسی کے مانند ہے قمرین، شمسین، اور کبھی ذوی العقول کی تغلیب ہوتی ہے، غیر ذوی العقول پر، اور سب کے لئے ذوی العقول کا لفظ بولا جاتا ہے، مثلاً الحمد للہ رب العالمین اس مثال میں العالمین ذوی العقول کی جمع ہے حالانکہ اس میں غیر ذوی العقول بھی شامل ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمام کا رب ہے، صرف ذوی العقول کا نہیں لہذا بطور تغلیب کے سب پر ذوی العقول کا لفظ بولا گیا۔

فائدہ:- تغلیب کا استعمال کلام عرب میں کثرت کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۴) اَلْقَلْبُ وَهُوَ جَعْلُ كُلٍ مِنَ الْجُزْئَيْنِ فِي الْكَلَامِ مَكَانَ صَاحِبِهٖ لِنُكْتَةٍ كَالْمُبَالَغَةِ كَقَوْلِهٖ وَمَهْمَهٍ مُغْبَرَّةٍ اَرْجَاءُ هٗ كَاَنَّ لَوْنَ اَرْضِهٖ سَمَاءُ هٗ، اَیْ كَاَنَّ لَوْنُ سَمَائِهٖ لَوْنُ اَرْضِهٖ، عَكْسَ التَّشْبِيْهَ مُبَالَغَةً فِي وَصْفِ لَوْنِ السَّمَاءِ حَتّٰى صَارَ بِحَيْثُ يُشَبَّهُ بِهٖ لَوْنُ الْاَرْضِ۔

ترجمہ:- قلب اور وہ کلام کے دو جزوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کی جگہ لانا کسی نکتہ کی وجہ سے مثلاً مبالغہ کا نکتہ جیسے، رؤبہ بن عجاج کا شعر اور بہت سے جنگل کہ اس کے اطراف (کنارے) غبار آلود ہیں گویا کہ اس کی زمین کا رنگ اس کے آسمان کا رنگ ہے۔

تشریح:- مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کی ایک غرض قلب ہے، قلب کا معنیٰ الٹ دینا، پلٹ دینا اور اصطلاح میں قلب اس کا نام ہے کہ کلام کے دو جزوں میں سے ایک کو دوسرے کی جگہ پر کر دینا اور ایسا کرنا کسی نکتہ اور غرض کی وجہ سے ہو، مثلا ایک غرض تو مبالغہ ہے اصل تو یہ کلام مقتضی حال کے خلاف ہے لیکن چونکہ ایک مقصد کے ماتحت ہے اس لئے اس کو بلاغت کے خلاف نہیں کہیں گے مثلاً رؤبہ بن العجاج شاعر کے شعر میں قلب ہے، اصل میں ہونا چاہئے کان لون سمائہٖ لون ارضہٖ لیکن مبالغہ کے نکتہ کی وجہ سے لون سمائہٖ کی جگہ لون ارضہٖ اور لون ارضہ کی جگہ لون سمائہٖ کو رکھ دیا اور اسی کا نام قلب ہے، اور شاعر نے ایسا مبالغہ کے طور پر کہا ہے، اور وہ اس طریقے پر کہ شاعر یہ بتلانا چاہتا ہے کہ بہت سے جنگل ایسے ہیں کہ جن میں گرد وغبار کے سوا کچھ نہیں حتی کہ ان کی گرد اڑ اڑ کر آسمان پر پہنچی کہ آسمان کا رنگ بھی ایسا ہو گیا جیسا کہ زمین کا رنگ ہے، تو یہاں اصل کلام یوں ہونا چاہئے تھا، کان

لون سمائه لون ارضه یعنی لون سماء مشبہ اور لون ارضہ مشبہ بہ، مگر شاعر نے تشبیہ میں مبالغہ پیدا کرنے کے لئے لون سماء کو مشبہ بہ بنادیا کہ آسمان پر اس قدر کثرت سے گرد وغبار جمع ہے گویا کہ آسمان کا رنگ میالا پن میں زمین کے رنگ سے بھی بڑھا ہوا ہے، گویا آسمان کا رنگ اب اس حالت میں ہوگیا کہ اس کے ساتھ زمین کے رنگ کو تشبیہ دی جائے اور اس طرح قلب میں مبالغہ کا معنٰی ظاہر ہے۔

(۵) الْاِلْتِفَاتُ وَاُسْلُوْبُ الْحَکِیْمِ وَسَیَأْتِی الْکَلَامُ عَلَیْهَا فِی الْبَدِیْعِ۔

ترجمہ: پانچویں غرض التفات اور اسلوب حکیم ہے، اور ان دونوں کے بارے میں کلام عنقریب علم بدیع میں آئے گا، تشریح: علم بدیع کے ص ۱۲۳ پر اسلوبِ حکیم کا بیان اور ص ۱۲۶ پر التفات کا بیان آرہا ہے، مقتضٰی ظاہر کے خلاف کلام لانے کی ایک غرض التفات ہے، التفات کہتے ہیں بات میں تفنن پیدا کرنے کے لئے اور سامع کو مزید توجہ پر ابھارنے کے لئے متکلم کا تکلم سے صیغہ غائب یا صیغہ خطاب کی طرف پھرنا جیسا کہ اس کی تفصیلی بحث ص ۱۲۳ پر آرہی ہے، اور اسلوب حکیم اس کو کہتے ہیں کہ مخاطب جس کا منتظر ہے اس کے علاوہ جواب دینا یا سائل کے سوال سے ہٹ کر جواب دینا، اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ یہ مقصد کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

فائدہ:- سیأتی الکلام علیھا کے بعد فی البدیع کا لفظ چونکہ قدیم نسخوں میں موجود ہے اسی لئے عبارت میں اس کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اسئلة

(۱) عَلٰی اَیِّ شَیْءٍ تَتَوَقَّفُ الْبَلَاغَةُ ؟ کس چیز پر بلاغت موقوف ہے،

جواب:۔ مقتضی حال کے مطابق کلام لانے پر بلاغت موقوف ہے۔

(۲) مَا الْاَصْلُ فِی الْکَلَامِ؟ کلام میں اصل کیا ہے؟ جواب:۔کلام میں اصل اخراج الکلام علی مقتضی الحال ہے۔

(۳) مَتٰی یُعْدَلُ عَنْ مُقْتَضَی الظَّاهِرِ؟ مقتضی ظاہر سے کب عدول کیا جاتا ہے؟ جواب لاغراض۔

(۴) اُذْکُرِ الْاَغْرَاضَ الَّتِیْ یُعْدَلُ لِاَجْلِهَا عَنْ مُقْتَضَی الظَّاهِرِ؟ ان اغراض کو بیان کرو جن کی وجہ سے مقتضی ظاہر سے عدول کیا جاتا ہے۔

جواب پانچ اغراض ہیں التی مرت آنفاً۔

تمرین

بَیِّنْ مُقْتَضَی الظَّاهِرِ وَالنُّکْتَةَ الَّتِیْ عُدِلَ عَنْهُ لِاَجْلِهَا فِیْمَا یَلِیْ۔

آنے والے جملوں میں مقتضی ظاہر کو بیان کرو اور اس نکتہ کو جس کی وجہ سے مقتضی ظاہر سے عدول کیا گیا۔

(۱) اَنْتُمْ قَوْمٌ تَعْرِفُوْنَ مَا یَجِبُ عَلَیْکُمْ۔ تم ایسے لوگ ہو کہ پہچانتے ہو جو تم پر واجب ہے۔اس میں تغلیب المعنٰی علی اللفظ ہے، آنا چاہئے تھا یعرفون صیغہ غائب کے ساتھ اس لئے کہ یعرفون کی ضمیر لوٹتی ہے قوم کی طرف تو لفظ کے اعتبار سے یعرفون آنا چاہئے تھا لیکن اس پر معنٰی کو غالب کردیا، اور معنٰی اور مفہوم کے اعتبار سے صیغہ خطاب استعمال کیا اس لئے کہ پہلے انتم ضمیر ہے اور مخاطب حاضر ہے لہذا مفہوم کے اعتبار سے بجائے یعرفون کے تعرفون لائے۔

(۲) هٰذا امْرٌ ذَاعَ فِي الْخَافِقَيْنِ۔ یہ ایسا امر ہے جو مشرق و مغرب میں پھیل چکا ہے، اس میں بھی خافقین میں تغلیب ہے، خافق بولا جاتا ہے مغرب کے لئے لیکن اس کے صاحب، مشرق پر بھی بولا گیا، مغرب کو اس پر ترجیح دیتے ہوئے لہذا اس میں بھی تغلیب ہے۔

(۳) اِنْ تَسْأَلُوْا الْحَقَّ نُعْطِ الْحَقَّ سَائِلَهٗ، اگر تم حق کا سوال کروگے تو ہم حق کے سائل کو حق دیں گے، اس میں وضع المظہر موضع المضمر ہے، اصل میں نعطکموہ ہونا چاہئے اس لئے کہ مرجع کا ذکر ہو چکا ہے لیکن اہمیت کی وجہ سے اسم ظاہر لائے۔

(۴) قَالَ سَيِّدٌ لِعَبْدِهٖ اَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ اُدْخُلْ فَرَحَ سَيِّدِكَ، آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ اے صالح غلام اپنے آقا کی خوشی میں شامل ہو، اس میں بھی وضع المظہر موضع المضمر ہے اصل میں ادخل فَرَحِيْ آنا چاہئے لیکن مخاطب پر اپنا رعب اور شان دکھلانے کے لئے اسم ظاہر لائے۔

(۵) اَوْلَانِيْ صَدِيْقِيْ نِعْمَةً وَهَلْ اُقَابِلُ نِعْمَتَهٗ بِالْكُفْرَانِ۔ میرے دوست نے مجھ پر احسان کیا اور کیا میں اس کے انعام کا ناشکری سے جواب دوں، اس میں بھی وضع المظہر موضع المضمر ہے، آنا چاہئے وهل اقابلها لیکن اہمیت کے خاطر نعمۃ کی صراحت کی۔

(۶) خَيْرُ النَّاسِ مَنْ نَفَعَ النَّاسَ۔ لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے، اس میں وضع المظہر موضع المضمر ہے، آنا چاہئے من نفعهم لیکن اہمیت کے خاطر اسم ظاہر لائے نیز نفع ماضی سے تعبیر کیا، آنا چاہئے من ينفعهم۔

(۷) اللهُ اَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا۔ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بھیجا پس وہ ہواؤں کو اڑاتے ہیں، اس میں ماضی سے مضارع کی طرف التفات ہے، ارسل کے بعد فأثار کے بجائے فتثیر فعل مضارع لائے اس کا بیان آگے آئے گا۔

(۸)

اِلٰهِی عَبْدُکَ الْعَاصِیْ اَتَاکَ مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاکَا

اے میرے معبود تیرا گنہ گار بندہ گناہوں کا معترف ہوکر تیرے در پر آیا ہے اور تحقیق کہ تجھ کو ہی پکارا ہے، اس میں وضع المظہر موضع المضمر ہے۔ اصل میں اتیتک آنا چاہئے لیکن ت ضمیر کے بجائے عبدک العاصی اسم ظاہر ذکر کر دیا اپنی احتیاج ظاہر کرنے کے لئے۔

(۹)

اَنَا الَّذِیْ نَظَرَ الْاَعْمٰی اِلٰی اَدَبِیْ وَاَسْمَعَتْ کَلِمَاتِیْ مَنْ بِهٖ صَمَمٌ

میں وہ ہوں کہ میرے ادب کو اندھے نے بھی دیکھ لیا اور میرے کلمات نے شنوا بنا دیا ان لوگوں کو جو اس سے بہرے تھے، اس میں تغلیب المعنٰی علی اللفظ ہے ادبی کے بجائے ادبہ آنا چاہئے تا کہ ادبہ کی ضمیر الذی اسم موصول کی طرف لوٹے، لیکن معنٰی کی تغلیب کے طور پر ادبی کہہ دیا۔

عِلْمُ الْبَیَانِ

هُوَ عِلْمٌ یُعْرَفُ بِهٖ اِیْرَادُ الْمَعْنَی الْوَاحِدِ بِطُرُقٍ مُخْتَلِفَةٍ فِیْ وُضُوْحِ الدَّلَالَةِ عَلَیْهِ وَیُبْحَثُ فِیْهِ عَنِ التَّشْبِیْهِ وَالْمَجَازِ وَالْکِنَایَةِ۔

ترجمہ:- علم بیان ایسا علم ہے جس کے ذریعے سے معلوم ہو جاتا ہے ایک معنٰی کا ادا کرنا، ایسے طریقوں سے جو مختلف ہو، اس معنٰی پر دلالت کے وضوح میں اور علم بیان میں تشبیہ، مجاز اور کنایہ کے متعلق بحث کی جائے گی۔

تشریح:- شروع کتاب میں یہ بات جان چکے ہوں کہ علم بلاغت تین فنون کے

مجموعہ کا نام ہے، (۱) علم معانی (۲) علم بیان (۳) علم بدیع۔ ان میں سے ایک فن علم معانی کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے دوسرا فن علم بیان شروع کرتے ہیں، بیان کے لغوی معنیٰ الکشف والایضاح والظہور ہے، اور اصطلاحی معنیٰ خود کتاب میں موجود ہے، اس کو جاننے سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کرلو تاکہ علم بیان میں بیان کردہ مضامین کے سمجھنے میں مدد حاصل کرسکو۔

(۱) پہلی بات یہ ذہن نشین کرو کہ اس فن کا مدون کون ہے؟ چنانچہ اس کے بارے میں کچھ اشارہ تمہید میں کیا جاچکا ہے کہ اس کا مدون اور واضع ابوعبیدہ بن مثنیٰ ہے جنھوں نے اس فن کے چند مسائل کو اپنی کتاب مجاز القرآن میں جمع کئے، پھر اس کے بعد اس فن میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ شیخ عبدالقاہر جرجانی کا دور آیا تو انھوں نے اس فن کی بنیاد اور زیادہ مضبوط کی، چنانچہ انھوں نے باقاعدہ اس کے قواعد کو مرتب کیا، پھر اس کے بعد بہت سے ادباء نے اس پر کام کیا لیکن سب ہی علامہ جرجانی کے نقشِ قدم پر چلتے رہے، چنانچہ عبداللہ بن المعتز اور ابوعثمان عمرو بن البحر الکنانی البصری جو جاحظ سے مشہور ہے اور قدامہ بن جعفر اور ابوہلال العسکری وغیرہم ان تمام نے شیخ کے نقش قدم پر اس فن پر کام کیا، الحاصل مدونِ اول ابوعبیدہ ہے لیکن باقاعدہ مرتب کرنے والے شیخ عبدالقاہر جرجانی ہیں۔

(۲) دوسری بات کہ اس علم کا موضوع کیا ہے؟ اس کا موضوع ہے الالفاظ العربیۃ من حیث التشبیہ والمجاز والکنایۃ۔

(۳) غرض وغایت، الوقوف علی اسرار کلام العرب، اصطلاحی تعریف: علم بیان ایسے ملکہ اور مہارت تامہ کا نام ہے جن کے ذریعہ سے متکلم ایک معنیٰ کو مختلف طریقوں سے ادا کرسکے، لیکن وہ طریقوں میں اختلاف وضوح کے اعتبار سے ہوگا، یعنی ان میں سے بعض طریقے معنیٰ کو اچھی طرح واضح کریں گے، جب کہ دوسرا طریقہ اس کے مقابل میں کم، تیسرا اس سے بھی کم مثلاً ایک معنیٰ، ارشاد کے سخی ہونے کو بتلانا ہو تو کبھی کہیں گے ارشاد کثیر الرماد

اور کبھی ارشاد کحاتم سے وہ معنٰی ادا کریں گے، اور کبھی لارشاد ید العلیا، اور کبھی ارشاد کریم سے وہ معنٰی ادا کرتے ہیں، تو غور کیجئے ایک معنٰی کو چند طریقوں سے ادا کیا اور وہ طریقہ اس معنٰی کی دلالت میں مختلف ہیں، علم بیان میں تین بحثوں کو ذکر کریں گے، ایک تشبیہ دوسری بحث مجاز کے بارے میں اور تیسری کنایہ کے متعلق۔

فائدہ:- اصطلاحی تعریف میں ھو علم الخ سے مراد ملکہ اور مہارت تامہ ہے۔



الباب الاوّلُ فِی التّشْبِیْہ

التَّشْبِیـہ ھُوَ اِلْحَاقُ اَمْرٍ بِامرٍ آخرَ فِی وَصفٍ بِأَدَاةٍ لِغَرَضٍ نـحوُ الـعـلـمُ كَـالـنُّـوْرِ فِی الهِدَایَةِ وَالْاَمْرُ الْاَوَّلُ یُسَمّٰی مُشَبَّهًا وَالثَّانِیْ مُشَبَّهًا بِـہٖ، وَالـوَصْفُ وَجْهُ الشَّبہِ وَالْاَدَاةُ ھِیَ الْكَافُ وَنَحْوُ ھَا فَالْعِلْمُ فِی الْمِثَالِ مُشَبَّہٌ وَالنُّوْرُ مُشَبَّہٌ بِہٖ وَالْهِدَایَةُ وَجْهُ الشّبْہِ وَالْكَافُ اَدَاةُ التَّشْبِیْہِ۔

ترجمہ:- تشبیہ وہ ایک امر کو دوسرے امر کے ساتھ کسی وصف میں ادات تشبیہ کے

وہ کاف وغیرہ ہیں، پس مثال مذکور میں علم مشبہ ہے اور نور مشبہ بہ اور ہدایت وجہ شبہ اور کاف ادات تشبیہ ہے۔

تشریح:- اوپر مذکور ہوا کہ علم بیان میں تین چیزوں سے بحث ہوگی، ان میں سے ایک کا بیان شروع کیا کہ کبھی کسی معنٰی کو ادا کرنا تشبیہ کے ذریعہ سے ہوگا، تشبیہ کا لغوی معنٰی تمثیل ہے، اور ادباء اور علماءِ بلاغت کی اصطلاح میں تشبیہ نام ہے، ایک شئی کو دوسری شئی کے ساتھ کسی وصف میں ادات تشبیہ کے ذریعہ کسی غرض کے لئے جوڑ دینے کا، امر اول یعنی جس کو ملحق کیا جاوے اس کو مشبہ اور جس کے ساتھ ملحق کیا جاوے اس کو مشبہ بہ کہتے ہیں اور وصف کا نام وجہ شبہ اور کاف وغیرہ کا نام ادات تشبیہ ہے، تشبیہ کی تعریف میں اداۃ کے لفظ سے مراد کلمۂ تشبیہ ہے، حرف تشبیہ نہیں، اس لئے کہ تشبیہ پر دال جیسے حروف ہیں، اس کے علاوہ اسماء اور افعال بھی آلۂ تشبیہ اور تشبیہ پر دلالت کرتے ہیں، جیسے تشبیہ کا معنٰی مثال سے سمجھئے، جیسے العلم کالنور فی الھدایۃ، اس مثال میں علم کو نور کے ساتھ جوڑا ہے، وصفِ ہدایت میں (کہ جیسے نور ہدایت اور رہنمائی کرتا ہے اسی طرح علم بھی رہنمائی کرتا ہے) اور کاف آلۂ تشبیہ ہے۔

وَیَتَعَلَّقُ بِالتَّشْبِیْہِ ثَلَاثَۃُ مَبَاحِثَ اَلْاَوَّلُ فِیْ اَرْکَانِہٖ وَالثَّانِیْ فِیْ اَقْسَامِہٖ وَالثَّالِثُ فِی الْغَرَضِ مِنْہُ۔

ترجمہ:- اور تشبیہ سے متعلق تین بحثیں ہیں، پہلی بحث ارکان تشبیہ میں اور دوسری بحث اقسام تشبیہ میں اور تیسری بحث تشبیہ کی غرض میں۔

تشریح:- تشبیہ کے متعلق تین بحثیں ہیں ان کو آگے بیان کیا جا رہا ہے۔

الْمَبْحَثُ الْاَوَّلُ فِیْ اَرْکَانِ التَّشْبِیْهِ

پہلی بحث تشبیہ کے ارکان کے بیان میں

اَرْکَانُ التَّشْبِیْهِ اَرْبَعَةٌ ، مُشَبَّهٌ وَمُشَبَّهٌ بِهٖ، وَیُسَمَّیَانِ طَرَفَیِ التَّشْبِیْهِ، وَوَجْهُ شِبْهٍ وَاَدَاةُ شِبْهٍ.

ترجمہ:- تشبیہ کے ارکان چار ہیں، مشبہ، مشبہ بہ اور ان دونوں کو تشبیہ کے دو طرف بھی کہا جاتا ہے، اور وجہ شبہ اور ادات تشبیہ۔

تشریح:- اوپر تشبیہ کی تعریف اور مثال کے ضمن میں یہ بات سمجھ چکے کہ تشبیہ کے ارکان چار ہیں، مشبہ اور مشبہ بہ، وجہ شبہ اور اداتِ تشبیہ، ان میں سے پہلے دو کو طرف تشبیہ بھی کہا جاتا ہے، تشبیہ کے وہ دو طرف کبھی تو حِسّی ہوں گے کبھی عقلی ہوں گے، اور کبھی مختلف ہوں گے، یعنی مشبہ حِسّی ہو تو مشبہ بہ عقلی ہوگا، یا اس کا برعکس ہوگا، خلاصہ یہ کہ تشبیہ کے دو طرف کی مادے کے اعتبار سے چار صورتیں ہوں گی، حسی اس کو کہتے ہیں کہ جس کا ادراک حواس خمسہ یعنی، چھونے، دیکھنے، سونگھنے یا سننے یا چکھنے کے ذریعے کیا جاسکے، اور عقلی اس کو کہتے ہیں کہ جس کا ادراک حواسہ خمسہ میں سے کسی سے نہ ہو بلکہ عقل کے ذریعہ ہوتا ہو ہر ایک کی مثال ملاحظہ فرمایئے، جیسے وجہ شبہ کو بدر کے ساتھ تشبیہ دینا اور یوں کہنا الوجہ کالبدر، اس مثال میں وجہ اور بدر دونوں طرف حسی ہیں، ان کا ادراک بصر سے ہوتا ہے، اور دونوں عقلی ہوں اس کی مثال علم کو حیات کے ساتھ تشبیہ دینا، اس میں علم اور حیات دونوں ایسے ہیں جن کا ادراک عقل کرسکتی ہے، حواس سے نہیں ہوسکتا، اور دونوں مختلف ہوں اس کی مثال منیۃ (موت) کو تشبیہ دینا اسدؔ کے ساتھ اس میں مشبہ المنیۃ عقلی ہے اور مشبہ بہ اسد حسی ہے،

اوراس کے برعکس کی مثال عطر کو خلق حسن کے ساتھ تشبیہ دینا اس میں مشبہ حسی ہے، اور مشبہ بہ عقلی ہے، اور کبھی اس کے دو طرف خیالی ہوں گے، خیالی کا مطلب یہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ جن اجزا سے مرکب ہے وہ اجزاء تو حسی ہو کہ ان کا ادراک حواس خمسہ ظاہرہ سے ہوتا ہو لیکن ان اجزاء کے مرکب کا ادراک نہ ہوسکتا ہو، اس لئے کہ اس کا وجود ہی نہیں جب وجود ہی نہیں تو ادراک کیسے ہوسکتا ہے؟ جیسے وَنَارِ نَجْهُمَا بَيْنَ الْغُصُوْنِ كَانَّهَا شُمُوْسُ عَقِيْقٍ فِي سَمَاءِ زَبَرْجَدٍ، اس مثال میں غور کیجئے کہ ٹہنیوں کے درمیان نارنگیوں کے ہونے کی ہیئت کذاتی کو تشبیہ دی جارہی ہے، زبرجد کے آسمان میں عقیق کے چاند کے ہونے کی ہیئت کذاتی کے ساتھ۔ جو مشبہ ہے اس کے اجزاء مثلاً شمس، سماء اور زبرجد تمام حسی ہیں، ان کا ادراک بصر سے ہوتا ہے، لیکن ان کی مجموعی ہیئت کا وجود ہی نہیں اور نہ ہوسکتا ہے، بلکہ محض خیالی شئی ہے، اور یہ تشبیہ خیالی علماء بلاغت کی اصطلاح میں حسی میں داخل ہے۔

فالمشبّهُ هُوَ الامرُ المُلحَقُ بِغَيْرِهٖ كَالعِلْمِ فِي المثال السَّابِقِ والمشبَّهُ بِهٖ عكسُه كالنُّورِ ووجهُ الشِّبْهِ هُوَ الوصفُ الخاصُ الَّذِي يشترِكُ فيه الطرفان كالهِدايَةِ وَالْاَداةُ هِيَ اللَّفظُ الَّذِيْ يَدُلُّ على التَّشبيهِ كالكَافِ وَكَأنَّ۔

ترجمہ:- مشبہ وہ امر ہے جس کو غیر کے ساتھ ملایا گیا ہو جیسے مثال مذکور میں لفظ علم اور مشبہ بہ مشبہ کا برعکس ہوتا ہے (یعنی اس کے ساتھ ملحق ہوتا ہے غیر) جیسے نور اور وجہ شبہ وہ وصفِ خاص ہے جس میں تشبیہ کے دو طرف شریک ہوں جیسے لفظ ہدایت اور کلمہ تشبیہ وہ لفظ ہے جو تشبیہ پر دلالت کرتا ہو جیسے کاف اور کانّ۔

تشریح:- اداتِ تشبیہ حروف بھی ہوتے ہیں، جیسے کاف اور کان اور اسماء بھی ہوتے ہیں جیسے مثل، شبہ اور نحو وغیرہ اور افعال بھی جیسے شبہ تشبہ اور شابہ، یشابہ، یماثل، یحکی وغیرہ۔

فائدہ:- وصف خاص مشبہ بہ میں اقوی ہوگا مشبہ کے مقابلے میں اس لئے کہ تشبیہ میں انقص کا الحاق ہوتا ہے کامل کے ساتھ لہذا مشبہ بہ میں وہ وصف اقوی ہوگا چاہے دعوی ہی کے اعتبار سے یعنی حقیقت میں تو مشبہ میں وہ وصف کمال کے ساتھ پایا جاتا ہے، لیکن ہم نے مبالغہ پیدا کرنے کے لئے مشبہ بہ میں اس وصف کو کامل مانا اور اس کے ساتھ مشبہ کو تشبیہ دی اور یہ صورت تشبیہ مقلوب میں ہوتی ہے، جیسے اس کی صورت بعد میں بیان کریں گے۔

وَالْكَافُ وَشِبْهُ وَمِثْلُ ونحوُهَا مِنْ كُلِّ مَا يَدْخُلُ عَلَى الْمُفْرَدِ يَجِبُ اَنْ يَلِيَهِ الْمُشَبَّهُ بِهٖ بخلافِ كَأَنَّ ونحوِها كَيُشَابِهُ، وَيُمَاثِلُ، وَيَحْكِيْ مِنْ كُلِّ مَا يَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ فَيَلِيْهِ الْمُشَبَّه۔

ترجمہ:- اور کاف، شبہ اور مثل اور ان کے مانند ہر وہ اداتِ تشبیہ جو مفرد کلمہ پر داخل ہوتے ہیں، ضروری ہے کہ ان سے مشبہ بہ متصل ہو، برخلاف کأن اور اس کے مانند یشابہ، یماثل اور یحکی کے ہر وہ اداتِ تشبیہ جو کہ جملہ پر داخل ہوتے ہیں ان سے مشبہ متصل ہوتا ہے۔

تشریح:- اس عبارت میں صاحب کتاب اداتِ تشبیہ کی دو قسمیں بتانا چاہتے ہیں کہ بعض اداتِ تشبیہ وہ ہیں جو مفرد کلمہ پر داخل ہوتے ہیں اور بعض جملہ پر، اور ان دو قسموں میں فرق یہ ہے کہ جو کلماتِ تشبیہ مفرد پر داخل ہوتے ہیں ان کے بعد والا مفرد ہمیشہ مشبہ بہ ہوگا، جیسے کاف، مثل، شبہ وغیرہ کہ ان کے بعد والا مفرد مشبہ بہ ہوگا اور جو جملہ پر داخل ہوتے ہیں ان کے بعد والا مشبہ ہوگا اور پھر مشبہ بہ ہوگا، جیسے كَأَنَّ زيدًا اسدٌ میں كَأَنَّ سے متصل زید مشبہ ہے اور مشبہ بہ اس کے بعد ہے۔

وَكَأَنَّ تُفِيْدُ التَّشْبِيْهَ اِذَا كَانَ خَبَرُهَا جَامِدًا، نحوُ كَأَنَّكَ اَسَدٌ وَالشَّكَّ اِذَا كَانَ مُشْتَقًّا نحوُ كَأَنَّكَ فَاهِمٌ۔

ترجمہ:- اور کَأنَّ تشبیہ کا فائدہ اس وقت دے گا جب کہ اس کی خبر اسم جامد ہو، جیسے کانک اسدٌ اور اگر خبر اسم مشتق ہو تو کأن شک کا فائدہ دے گا، جیسے کأ نک فاھمٌ شاید کہ تو سمجھ رہا ہے۔

تشریح:- کَأنَّ تشبیہ پر دال کلمہ ہے لیکن ہر وقت تشبیہ پر دلالت نہیں کرتا بلکہ جب کَأنَّ کی خبر اسم جامد ہو اس وقت تشبیہ کا فائدہ دے گا ورنہ شک کا فائدہ دے گا۔

وَقَدْ يُذْكَرُ فِعْلٌ يُنْبِئُ عَنِ التَّشْبِيْهِ فَاِنْ كَانَ لِلْيَقِيْنِ اَفَادَ قُرْبَ الْمُشَابَهَةِ وَاِنْ كَانَ لِلشَّكِ اَفَادَ بُعْدَهَا، نحوُ اِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُوًا مَنْثُوْرًا.

ترجمہ:- اور کبھی ایسا فعل ذکر کیا جاتا ہے جو تشبیہ کو بتاتا ہے پس اگر وہ فعل یقین کے لئے ہو تو قرب مشابہت کا فائدہ دے گا اور اگر شک کے لئے ہو تو بعد مشابہت کا فائدہ دے گا، جیسے جب تو ان کو دیکھے تو ان کو بکھرے ہوئے موتی خیال کرے۔

تشریح:- جیسے اوپر مذکور ہوا کہ کلماتِ تشبیہ جیسے حروف اور اسماء ہیں اسی طرح افعال سے بھی تشبیہ کا معنیٰ حاصل ہوتا ہے، اب اگر وہ فعل جو مشبہ کو مشبہ بہ کے ساتھ کسی وصف میں شرکت کو بتلاتا ہے وہ یقین کے لئے ہے، یعنی اس سے یقین کا معنیٰ حاصل ہوتا ہے تو اس فعل سے جو تشبیہ حاصل ہوگی اس میں وہ فعل قرب مشابہت کا فائدہ دے گا، یعنی مشبہ کو مشبہ بہ جیسا ثابت کرے گا اور ان دونوں میں اتحاد کو پیدا کرے گا، اور تشبیہ کا مقصود یہی ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں اتحاد پیدا کرنا لہذا اس فعل کا قرب مشابہت کا فائدہ دینا، ایک بدیہی شئی ہوا، اور اگر وہ فعل شک کے لئے ہے یعنی اس سے شک کا معنیٰ حاصل ہوتا ہے تو اس سے جو تشبیہ حاصل ہوگی اس میں بھی مشبہ کو مشبہ بہ جیسا ہونے میں شک کو ثابت کرے گا، لہذا مشابہت میں قرب نہ رہے گا بلکہ بعد مشابہت کا فائدہ دے گا، جیسے اِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُوًا مَنْثُوْرًا۔ اس میں تشبیہ پر دال فعل حسبتھم جو شک کے لئے ہے، لہذا مشبہ

ھم ضمیر کو مشبہ بہ لؤلوء کے ساتھ شریک کرے گا، وصفِ حسن میں لیکن فعل کے شک کے لئے ہونے کی وجہ سے تشبیہ میں مبالغہ نہ ہوگا، بلکہ مشابہت میں بعد کو ثابت کرے گا، فعل یقین کے لئے ہو، اس کی مثال، رأیت الدنیا سرابا غرّ ارا، اس میں رأیت فعل یقین کے لئے ہے، لہذا یہ قرب مشابہت کا فائدہ دے گا۔

وَاِذَا حَذَفْتَ اَدَاةَ التَّشْبِيهِ وَوَجْهَهُ سُمِّيَ تَشْبِيهًا بَلِيغًا، نحوُ الْعُلماءُ مَصابيحُ الدُّنيَا۔

ترجمہ:- اور جب تو اداتِ تشبیہ اور وجہ شبہ کو حذف کر دے تو اس تشبیہ کا نام تشبیہ بلیغ ہوگا جیسے علماء دنیا کے چراغ ہیں۔

تشریح:- تشبیہ کے ارکان میں سے اگر کسی تشبیہ میں وجہ شبہ اور ادات تشبیہ کو حذف کر دیا جاوے تو اس تشبیہ کا نام تشبیہ بلیغ ہوگا، تشبیہ بلیغ کا معنٰی مابلغ درجۃ القبول لحسنہ یعنی جب تشبیہ میں سے ان دو رکنوں کو حذف کر دیا تو فقط دو طرف یعنی مشبہ اور مشبہ بہ مذکور ہوں گے، اور فقط دو طرفوں کا ذکر کرنا ان دونوں میں اتحاد کا وہم پیدا کرے گا، یعنی یہ کہ دونوں کا مفہوم ایک ہے، ان میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے، لہذا مشبہ اگر چہ اصلاً انقص ہوتا ہے مگر اس تشبیہ میں وہ مشبہ بہ کے برابر درجہ تک پہنچ جائے گا، لہذا تشبیہ میں اس طرح تشبیہ دینا کہ مشبہ مشبہ بہ کے درجے تک پہنچ جائے وہ مبالغہ ہے اور وہ مطلوب ہے، لہذا مطلوب اور درجۂ قبول تک اس تشبیہ کے پہنچنے کی وجہ سے اس کا نام تشبیہ بلیغ رکھ دیا۔

تمرین

وَضِّحْ اَرْكَانَ التَّشْبِيهِ فِيمَا يَأْتِي

آنے والے جملوں میں تشبیہ کے ارکان کی وضاحت کرو۔

(۱) الزَّمَانُ اَكْبَرُ الْمُعَلِّمِينَ۔ زمانہ سب سے بڑا معلم ہے، الزمان مشبہ اکبرالمعلمین مشبہ بہ، کاف اداتِ تشبیہ اور تعلیم وجہ شبہ محذوف، یہ تشبیہ بلیغ ہے۔

(۲) الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ ۔ بھلائی پر رہنمائی کرنے والا بھلائی کے کرنے والے کے مانند ہے۔ الدال علی الخیر مشبہ کاف ادات تشبیہ، فاعلہ مشبہ بہ، فی حصول الثواب وجہ شبہ محذوف ہے۔

(۳) الکلامُ سهمٌ نافذٌ لا یُمکِنُ رَدُّهٗ۔ کلام پار ہونے والے تیر کے مانند ہے، اس کا واپس کرنا ممکن نہیں۔ الکلام مشبہ، سہم نافذ مشبہ بہ، لایمکن ردہ وجہ شبہ کاف ادات تشبیہ محذوف ہے۔

(۴)

اَلْاَخُ فِی السِّلْمِ جَنَاحٌ یُرَقِّیکَ ۔۔۔ وَفِی الْحَرْبِ سِلَاحٌ یَحْمِیکَ

بھائی امن میں پَر کی طرح ہے جو تجھے ترقی کرواتا ہے، اور بھائی لڑائی میں ہتھیار کی طرح ہے جو تیری حفاظت کرتا ہے۔ الاخ مشبہ، جناح مشبہ بہ، یرقیک وجہ شبہ، حرف تشبیہ محذوف ہے، اسی طرح الاخ مشبہ سلاح مشبہ بہ، یحمیک وجہ شبہ اور حرف تشبیہ محذوف ہے۔

(۵) مَنْ وَعَظَ الْمُتَكَبِّرَ كَانَ كَالْكَاتِبِ عَلٰى صَفَحَاتِ الْمَاءِ۔ جو متکبر کو نصیحت کرتا ہے وہ پانی کی سطح پر لکھنے والے کے مانند ہے، من وعظ المتکبر پورا جملہ مشبہ، کاتب علی صفحات الماء مشبہ بہ، کاف حرف تشبیہ، عدم بقاء الاثر وجہ شبہ محذوف ہے۔

(۶) زَيْدٌ كَالْمَوْتِ اِذَا حَانَ النِّزَالُ، زید موت کی طرح ہے جب مقابلہ کا وقت آتا ہے، زید مشبہ، موت مشبہ بہ، کاف حرف تشبیہ، ہلاکت وجہ شبہ، محذوف ہے۔

(۷) الْاَرْضُ وَالسَّمَاوَاتُ هِيَ صُنْعُ يَدَيْكَ يَارَبِّ هِيَ تَزُوْلُ وَاَنْتَ تَبْقٰى وَكُلُّهَا تَبْلٰى كَالثَّوْبِ وَتَطْوِيْهَا كَالرِّدَاءِ فَتَتَغَيَّرُ۔ زمین اورآسمان آپ کے ہاتھوں کی کاریگری ہے اے رب یہ ختم ہوجاویں گے اور آپ باقی رہیں گے اور تمام کپڑے کی طرح بوسیدہ ہوجائیں گے اور آپ ان کو چادر کی طرح لپیٹ دیں گے تو وہ بدل کر فنا ہوجائیں گے۔کلھا مشبہ اور ثوب مشبہ بہ کاف حرف تشبیہ اور تبلی وجہ شبہ ہے اسی طرح تطویھا میں ھا مشبہ، رداء مشبہ بہ، کاف حرف تشبیہ اور تطوی وجہ شبہ ہے۔

(۸) كَرِيْشَةٍ فِيْ مَهَبِّ الرِّيْحِ سَاقِطَةٍ لَا تَسْتَقِرُّ عَلٰى حَالٍ مِنَ الْقَلَقِ۔ (ممجو) ہوا کی گذرگاہ میں پڑے ہوئے پر کی طرح ہے جو بے قراری کی وجہ سے ایک حالت پر ٹھہرا نہیں رہتا، ممجو مشبہ محذوف اور ریشہ مشبہ بہ لاتستقر وجہ شبہ حرف تشبیہ کاف، یہ تشبیہ کا نام استعارہ ہے اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

(۹)

وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمُ

اور نفس بچے کی طرح ہے اگر تو اس کو دودھ پیتا چھوڑ دے تو دودھ کی محبت پر جوان ہوگا۔اور اگر چھوڑادے تو چھوڑ دے گا، نفس مشبہ، طفل مشبہ بہ، کاف حرف تشبیہ، ان تھملہ الخ پورا جملہ وجہ شبہ ہے۔

(۱۰)

وَاِذَا افْتَقَرْتَ اِلَى الذَّخَائِرِ لَمْ تَجِدْ ذُخْرًا يَكُوْنُ كَصَالِحِ الْاَعْمَالِ

اور جب آپ ذخیروں کے محتاج ہوں تو نہیں پائیں گے نیک اعمال کے مانند کوئی ذخیرے، ذخرا مشبہ، صالح الاعمال مشبہ بہ، کاف حرف تشبیہ اور الاعانت وجہ شبہ محذوف

ہے۔

(۱۱)

كَأَنَّ سَوَادَ اللَّيْلِ وَالْفَجْرُ ضَاحِكٌ　　يَلُوحُ وَيَخْفَى أَسْوَدُ يَتَبَسَّمُ

رات کی تاریکی اس حال میں کہ صبح ہنستی ہے ظاہر ہوتی ہے اور چھپ جاتی ہے ہنستا ہوا حبشی ہے، سواد اللیل مشبہ اور اسود یتبسم مشبہ بہ اور وجہ شبہ یلوح ویخفی کا مفہوم۔

(۱۲)

غَيْثٌ وَلَيْثٌ فَغَيْثٌ حِيْنَ تَسْأَلُهُ　　عُرْفًا وَلَيْثٌ لَدَى الْهِجَاءِ ضِرْغَامُ

ہمارا ممدوح بارش اور شیر ہے پس وہ بارش کی طرح ہے جب تو اس سے عطیہ مانگے اور لڑائی کے وقت خونخوار شیر کی طرح ہے، مشبہ ممدوح محذوف، غیث ولیث مشبہ بہ اور وجہ شبہ کثرت عطا اور شجاعت یعنی غیث سے تشبیہ دینے کی صورت میں وجہ شبہ کثرت عطا اور لیث کی صورت میں شجاعت اور حرف تشبیہ محذوف ہے۔

الْمَبْحَثُ الثَّانِيْ فِيْ أَقْسَامِ التَّشْبِيْهِ

دوسری بحث تشبیہ کے اقسام کے بیان میں

يَنْقَسِمُ التَّشْبِيْهُ بِاعْتِبَارِ طَرَفَيْهِ أَرْبَعَةَ أَقْسَامٍ (۱) تَشْبِيْهُ مُفْرَدٍ بِمُفْرَدٍ نحوُ عِلْمٌ لَا يَنْفَعُ كَدَوَاءٍ لَا يَنْجَحُ (۲) تَشْبِيْهُ مُرَكَّبٍ بِمُرَكَّبٍ بِأَنْ يَكُوْنَ كُلٌّ مِنَ الْمُشَبَّهِ وَالْمُشَبَّهِ بِهٖ هَيْئَةً حَاصِلَةً مِنْ عِدَّةِ أُمُوْرٍ كَقَوْلِهٖ وَالْبَدْرُ فِيْ كَبِدِ السَّمَاءِ كَدِرْهَمٍ

مُلقى عَلى دِيبَاجَةِ زَرْقَاءِ (٣) تَشْبِيهُ مُفْرَدٍ بِمُرَكَّبٍ كَقَوْلِه

وحَدَائِقَ لَبِسَ الشَّقِيقَ نَبَاتُهَا كَالأَرْجُوانِ مُنَقَّطٌ بِالعَنْبَرِ (٤) تَشْبِيهُ

مُرَكَّبٍ بِمُفْرَدٍ كَقَوْلِهِ لَا تَعْجَبُوْا مِنْ خَالِهِ فِيْ خَدِّهٖ كُلُّ الشَّقِيْقِ

بِنُقْطَةٍ سَوْدَاءَ۔

ترجمہ:- تشبیہ اپنے دوطرف (مشبہ، مشبہ بہ) کے اعتبار سے منقسم ہے، چار قسموں میں، پہلی قسم (مفرد بمفرد) جیسے علم لاینفع الخ جو علم نفع نہ دیوے فائدہ نہ دینے والی دوا کے مانند ہے۔ (۲) مرکب کو مرکب کے ساتھ تشبیہ دینا، اس طرح کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں میں سے ہر ایک چند امور سے حاصل ہونے والی ہیئت ہو، جیسے شاعر کا قول اور چودہویں کا چاند آسمان کے درمیان ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ کوئی درہم سبز ریشمی کپڑے میں پڑا ہو۔ (۳) مفرد کو تشبیہ دینا مرکب کے ساتھ جیسا کہ اس کا قول اور بہت سے باغات کہ جن کے پودوں نے گلِ لالہ کو رہن رکھا ہے، سرخ کپڑے پر عنبر کا نقطہ لگائے ہوئے کے مانند ہے (۴) مرکب کو تشبیہ دینا مفرد کے ساتھ جیسے اس کا قول، ممدوح کے رخسار پر اس کے تِل سے تعجب نہ کرو، اس لئے کہ ہر گل لالہ کالے نقطہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔

تشریح:- علم بیان میں ذکر کی جانے والی تین بحثوں میں سے یہ دوسری بحث ہے جس میں تشبیہ کے اقسام کو بیان کیا جائے گا، تشبیہ کی تقسیم تین اعتبار سے کریں گے، ایک تو تشبیہ کے دوطرف کے اعتبار سے چار قسموں کو بیان کریں گے، پھر وجہ شبہ کے اعتبار سے چار قسموں کو اور اداتِ تشبیہ کے اعتبار سے دو قسموں کو کل دس اقسام کو بیان کریں گے ان مختلف اعتبار سے، چنانچہ پہلے تشبیہ کے دوطرف مشبہ اور مشبہ بہ کے مفرد اور مرکب ہونے کے اعتبار سے اقسام بیان کرتے ہیں کہ وہ چار ہیں، ان اقسام سے پہلے یہ بات جانو کہ یہاں مفرد اور مرکب سے کیا مراد ہے؟ مفرد سے مراد تو مفرد ہی ہے کہ مفرد کی ذات کو مشبہ یا مشبہ بہ بنانا

اور مرکب سے مراد یہ ہے کہ متکلم چند چیزوں کے ملانے اور ملنے کی صورت میں پیدا ہونے والی ایک مخصوص ہیئت کو مشبہ اور مشبہ بہ بنادے لہذا مشبہ مشبہ بہ چند چیزوں سے حاصل ہونے والی ہیئت کذائی ہوگی تو چونکہ وہ مشبہ یا مشبہ بہ چند چیزوں کے مجموعہ سے حاصل ہے، اس لئے اس کو مرکب کہیں گے۔ باعتبار طرف کے چار قسمیں ہیں۔(۱) مفرد کو مفرد کے ساتھ تشبیہ دینا جیسے علم لا ینفع کدواء لا ینجح اس میں علم کو دوا کے ساتھ تشبیہ دی اور وہ دونوں مفرد ہیں۔

تنبیہ:- یہ خیال نہ کیا جاوے کہ اس مثال میں بھی مشبہ اور مشبہ بہ مرکب ہے اس لئے کہ مرکب کا معنٰی ابھی تم سمجھے کہ چند امور سے حاصل ہونے والی ہیئت کا نام ہے، اور یہاں ایسا نہیں بلکہ نفس علم مشبہ ہے اور دواء مشبہ بہ ہے۔(۲) مرکب کو مرکب کے ساتھ تشبیہ دینا جیسے والبدر فی کبد السماء الخ اس مثال میں آسمان کے درمیان میں چاند کے ہونے کی صورت میں جو ہیئت حاصل ہوگی وہ مشبہ ہے اور مشبہ بہ سبز ریشمی کپڑے پر پڑے ہوئے درہم کی حالت کی ہیئت مخصوصہ ہے، لہذا یہ تشبیہ مرکب بمرکب ہوئی۔(۳) مفرد کو تشبیہ دینا مرکب کے ساتھ، وحدائق لبس الخ اس مثال میں شقیق مفرد کو تشبیہ دینا ہے اس ہیئت کذائی کے ساتھ جو سرخ کپڑے پر عنبر کے نقطے لگنے کی صورت میں حاصل ہے۔ لہذا یہ تشبیہ مفرد بمرکب ہوئی۔(۴) مرکب کو تشبیہ دینا مفرد کے ساتھ جیسے لا تعجبوا من خاله الخ اس مثال میں ممدوح کے رخسار پر تل ہونے کی صورت کی ہیئت مخصوصہ کو تشبیہ دی، شقیق مفرد کے ساتھ لہذا یہ تشبیہ مرکب بمفرد ہوئی۔

وَيَنْقَسِمُ التَّشْبِيْهُ بِاعْتِبَارِ وَجْهِ الشَّبَهِ اَوَّلًا اِلٰى تَمْثِيْلٍ وَغَيْرِ تَمْثِيْلٍ فَالتَّمْثِيْلُ هُوَ مَا كَانَ وَجْهُهٗ مُنْتَزِعًا مِنْ مُتَعَدِّدٍ كَقَوْلِهٖ

كَأَنَّ مُثَارَ النَّقْعِ فَوْقَ رُؤُوْسِنَا وَاَسْيَافَنَا لَيْلٌ تَهَاوٰى كَوَاكِبُهٗ

وَغَيْرُ التَّمْثِيلِ هُوَ مَا لَمْ يَكُنْ وَجْهُهُ مُنْتَزِعًا مِنْ مُتَعَدِّدٍ نحوُ صَوْتُهُ كَالرَّعْدِ. ثَانِيًا اِلَى مُفَصَّلٍ وَمُجْمَلٍ فَالْمُفَصَّلُ هُوَ مَا ذُكِرَ فِيهِ وَجْهُ الشَّبَهِ نحوُ اللِّسَانُ كَالْحَيَّةِ فِي الْاَذىٰ وَالْمُجْمَلُ هُوَ مَا لَمْ يُذْكَرْ فِيهِ وَجْهُ الشَّبَهِ نحوُ الْعِلْمُ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ۔

ترجمہ:- اور تشبیہ وجہ شبہ کے اعتبار سے منقسم ہوتی ہے اولاً تمثیل اور غیر تمثیل کی طرف، پس تمثیل وہ ہے جس کا وجہ شبہ متعدد چیزوں سے نکلا ہوا ہو جیسے بشار بن برد کا قول گویا کہ ہمارے سروں پر اُڑنے والا غبار اور ہماری تلواریں رات ہیں جس کے ستارے ٹوٹ کر گر رہے ہوں، اور غیر تمثیل وہ ہے جس کا وجہ شبہ متعدد چیزوں سے نکلا ہوا نہ ہو جیسے اس کی آواز کڑک کی طرح ہے۔

ثانیاً:- منقسم ہوتی ہے مفصل اور مجمل کی طرف، مفصل وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ مذکور ہو جیسے زبان سانپ کے مانند ہے، تکلیف دینے میں اور مجمل وہ ہے جس میں وجہ شبہ ذکر نہ کیا گیا ہو جیسے بچپن میں علم حاصل کرنا پتھر پر نقش کے مانند ہے۔

تشریح:- اس عبارت میں تشبیہ کی چار اقسام کو بیان کیا وجہ شبہ کے اعتبار سے لیکن وجہ شبہ کے اعتبار سے تقسیم دو طریقے پر ہوگی ایک باعتبار انتزاع اور عدم انتزاع کے اور دوسری باعتبار وجہ شبہ کے ذکر اور حذف کے، باعتبار وجہ شبہ کے انتزاع اور عدم انتزاع کے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) تمثیل (۲) غیر تمثیل اور باعتبار وجہ شبہ کے ذکر و حذف کے بھی دو قسمیں ہیں (۱) مفصل (۲) مجمل۔

تشبیہ تمثیل اس کو کہتے ہیں کہ جس کا وجہ شبہ متعدد چیزوں سے نکلا ہوا ہو کوئی ایک وصف وجہ شبہ نہ ہو جیسے شاعر بشار بن برد کے قول میں تشبیہ تمثیل ہے، کان مثار النقع الخ اس شعر میں مثار النقع فوق رؤسنا واسیافنا ان چیزوں کی مجموعی ہیئت مشبہ ہے، اور لیل تہاوی

کو اکب کی مجموعی ہیئت مشبہ بہ ہے یعنی شاعر اپنے قوم کی بہادری کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میدان میں جب کہ ہماری قوم لڑ رہی ہو اور ان کے سروں پر اڑنے والا غبار اور ان کے درمیان تلواروں کے چلنے کی وجہ سے چمک کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اندھیری رات میں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہوں تو یہ تشبیہ مرکب بمرکب ہوئی، اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو ایک سیاہ چیز میں پھیلے ہوئے چمکدار اجسام ہو اور وہ اجسام بلندی سے نیچائی کی جانب گر رہے ہوں، اس وقت جو ہیئت ہوتی ہے وہ یہاں مقصود ہے جو چند چیزوں کے مجموعہ سے حاصل ہوئی مثلاً ایک شئی تو کالی چیز اور اس میں چمکدار اجسام اور پھر انکا تساقط ان کے ملنے سے جو ہیئت عجیبہ حاصل ہوئی وہ وجہ شبہ ہے لہذا وجہ شبہ چند چیزوں سے منتزع ہے۔ اور غیر تمثیل وہ تشبیہ ہے جس کا وجہ شبہ متعدد چیزوں سے نکلا ہوا نہ ہو، جیسے صوتہ کالرعد، اس میں صوت مشبہ اور رعد مشبہ بہ اور وجہ شبہ وہ آواز کی کیفیت جو رعد سے نکلتی ہے لہذا وہ وجہ شبہ متعدد سے نکلنے والی نہیں بلکہ ایک شئی سے منتزع ہے۔

اوپر مذکور دو قسمیں تو وجہ شبہ کے انتزاع اور عدم انتزاع کے اعتبار سے تھی اور وجہ شبہ کے ذکر اور حذف کے اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مفصل (۲) مجمل۔ مفصل اس کو کہتے ہیں جس میں وجہ شبہ مذکور ہو جیسے اللسان کالحیۃ فی الاذیٰ۔ اس مثال میں فی الاذیٰ وجہ شبہ مذکور ہے، اور مجمل اس تشبیہ کا نام ہے جس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو، جیسے العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر، اس میں العلم فی الصغر مشبہ اور النقش فی الحجر مشبہ بہ اور وجہ شبہ بقاء وعدم زوال محذوف ہے۔

فائدہ:- وجہ شبہ کے اعتبار سے تشبیہ کی اور بھی دو قسمیں ہیں جو کتاب میں مذکور نہیں۔ (۱) تشبیہ قریب (۲) تشبیہ بعید، تشبیہ قریب اس کو کہتے ہیں کہ مشبہ سے مشبہ بہ کی طرف ذہن سہولت کے ساتھ جلدی منتقل ہو جاتا ہو اس وجہ سے کہ مشبہ بہ ہر وقت حاضر رہنے والا ہے اور ساتھ ہی درمیان میں واسطے بھی کم ہوں جیسے الوجہ کالبدر، دیکھئے یہ تشبیہ قریب ہے

کہ وجہ کو بدر کے ساتھ تشبیہ دینے میں فوراً سمجھ میں آجاتا ہے کہ تشبیہ حسن میں مقصود ہے، تشبیہ بعید اس کو کہتے ہیں کہ جلدی ذہن مشبہ بہ کی طرف منتقل نہ ہو بلکہ غور وفکر کے بعد ذہن کی رسائی ہوتی ہو، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان وسائط بہت ہیں، یامشبہ بہ ذہن میں کم حاضر ہونے والا ہے، لہذا کس وصف میں تشبیہ دی ہے وہ غور وفکر کے بعد سمجھ میں آئے گا، جیسے الشمس کالمرآۃِ فی کفّ الأشلِ ۔ سورج (دھوپ) شل والے کے ہاتھ میں آئینے کی طرح ہے، دیکھئے یہ تشبیہ بعید ہے کہ پتہ نہیں چلتا کہ مشبہ کو کس وصف میں تشبیہ دی ہے، اب بہت غور وفکر کے بعد پتہ چلا کہ جس طرح شل والے کا ہاتھ تھرتھرانے کی وجہ سے آئینہ تھرتھراتا ہے اور ہاتھ میں پکڑا نہیں جاتا اسی طرح سورج یعنی دھوپ ہے کہ وہ بھی تھرتھرانے اور حرکت کی وجہ سے پکڑا نہیں جاتا اب یہ غور وفکر کے بعد معلوم ہوا کہ تشبیہ آئینے کے ساتھ تھرتھرانے وحرکت میں ہے یا اس تشبیہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جس طرح شل والے کے ہاتھ میں آئینہ ہو تو ہاتھوں کی حرکت کی وجہ سے آئینہ میں اطمینان سے دیکھنا ممکن نہیں، اسی طرح سورج کو بھی اطمینان سے دیکھا نہیں جاسکتا، واللہ اعلم بالصواب۔

وَيَنْقَسِمُ التَّشْبِيْهُ بِاعْتِبَارِ اَدَاتِهٖ اِلٰى مُرْسَلٍ وَهُوَ مَا ذُكِرَ فِيْهِ اَدَاتُهٗ نحوُ اَنتَ كالبحرِ فِي النَّفعِ وَاِلىٰ مؤكَّدٍ وهو مَا حُذِفَتْ فِيْهِ اَدَاتُهٗ نحوُ اَنْتَ بحرٌ فِي النَّفعِ وَمِنَ المؤكَّدِ مَا اُضِيْفَ فِيْهِ المُشبَّهُ بِهٖ اِلىٰ الْمُشبَّهِ كَقَولِهٖ :

وَالرِّيحُ تَعْبَثُ بِالْغُصُوْنِ وَقَدْ جَرىٰ ۔۔۔ ذَهَبُ الْاَصِيْلِ عَلٰى لُجَيْنِ الْمَاءِ

ترجمہ:- اور اداتِ تشبیہ کے اعتبار سے تشبیہ منقسم ہوتی ہے مرسل کی طرف، اور تشبیہ مرسل وہ ہے جس میں اداتِ تشبیہ کو ذکر کیا جاوے جیسے آپ نفع پہنچانے میں سمندر کے

مانند ہیں اور مؤکد کی طرف اور تشبیہ مؤکد وہ ہے جس میں اداتِ تشبیہ کو حذف کیا جاوے، جیسے نفع پہنچانے میں آپ سمندر ہے، اور تشبیہ مؤکد کی قسم سے یہ صورت بھی ہے کہ جس میں مشبہ بہ کی مشبہ کی طرف اضافت کی جاوے جیسے شاعر کا قول اور ہوا کھیل کر رہی ہے، ٹہنیوں کے ساتھ اس حال میں کہ جاری ہے شام کا سونا پانی کی چاندی پر۔

تشریح:- اداتِ تشبیہ کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مرسل (۲) مؤکد۔ اگر اداتِ تشبیہ مذکور ہے تو مرسل اور اگر محذوف ہے تو مؤکد، اور مؤکد کی ایک اور صورت بھی ہے کہ اداتِ تشبیہ محذوف کر کے مشبہ بہ کو مضاف بنا دو اور مشبہ کو مضاف الیہ۔ یہ بھی تشبیہ مؤکد ہے، جیسے مثالِ مذکور میں، وَقَدْ جَرَىٰ الْاَصِيْل كالذهب على الماء كلجين تھا۔ لیکن اداتِ تشبیہ کو حذف کر کے دونوں تشبیہ میں مشبہ بہ کو مشبہ کی طرف مضاف کر دیا۔

فائدہ:- تشبیہ مؤکد دیگر تشبیہات کے مقابلے میں مختصر ہے اور بلیغ بھی اور نفس میں زیادہ راسخ ہوتی ہے۔

تمرین

وَضِّحْ اَقْسَامَ التَّشْبِيْهِ بِاِعْتِبَارِ الْوَجْهِ فِيْمَا يَأْتِيْ

آنے والے جملوں میں وجہ شبہ کے اعتبار سے تشبیہ کے اقسام کی وضاحت کرو۔

(۱) مَرَّ بِنَا يَوْمٌ كَالْعَلْقَمِ۔ ہم پر ایک دن حنظل (ایلوے) کے مانند گذرا ہے، اس تشبیہ میں وجہ شبہ (کڑواپن) محدوف ہے، لہذا تشبیہ مجمل ہوئی نیز وجہ شبہ متعدد چیزوں سے نکلا ہوا نہیں اس لئے غیر تمثیل ہے۔

(۲) مَتٰى اُخِذَ الْمَاكِرُ بِاُحْبُوْلَةِ مَكْرِهٖ يَاْخُذُ يَرُوْغُ كَالثَّعْلَبِ۔ جب مکار اپنے مکر کی جال میں پکڑا جاتا ہے تو ادھر اُدھر بھاگتا ہے، لومڑی کے مانند، الماکر مشبہ، ثعلب مشبہ بہ، یاخذ یروغ وجہ شبہ، یہ تشبیہ مفصل، غیر تمثیل ہے۔

(۳) اَلْمِكْثَارُ كَحَاطِبِ لَيْلٍ۔ زیادہ بولنے والا رات میں لکڑیاں چننے والے کے مانند ہے، وجہ شبہ محذوف ہے (جید وردی سب کو جمع کرنا) لہذا یہ تشبیہ مجمل غیر تمثیل ہے۔

(۴) هٰذَانِ شَابَّانِ كَفَرَسَيْ رِهَانٍ۔ یہ دونوں نوجوان مقابلہ کے دو گھوڑوں کے مانند ہے (عمدگی) میں تشبیہ مجمل غیر تمثیل ہے۔

(۵) طَبْعُ هٰذَا الْمَمْدُوحِ النَّسِيْمُ رِقَّةً وَالْبَحْرُ جَوَادًا وَكَلَامُهُ الدُّرُّ حُسْنًا۔ اس ممدوح کی طبیعت نرمی میں بادِنسیم کی طرح ہے، اور سخاوت میں سمندر ہے اور اس کا کلام موتی ہے حسن میں، اس میں تین تشبیہ ہے طبع هٰذا الممدوح مشبہ، النسیم مشبہ بہ رقۃً وجہ شبہ، یہ تشبیہ مفصل غیر تمثیل ہے، دوسری تشبیہ طبع هٰذا الممدوح مشبہ البحر مشبہ بہ جوادًا وجہ شبہ، یہ بھی مفصل غیر تمثیل ہے، تیسری کلامہ مشبہ الدُّرُّ مشبہ بہ حسنًا وجہ شبہ مفصل غیر تمثیل ہے۔

(۶) كَلَامٌ كَالْعَسَلِ وَفِعْلٌ كَالْاَسَلِ۔ کلام شہد کے مانند (میٹھا) ہے اور کام نیزے کے مانند ہے (تکلیف میں) مجمل غیر تمثیل ہے۔

(۷) اَلْكَلَامُ الْمَنْطُوْقُ فِي اَوَانِهٖ تُفَّاحٌ مِنْ ذَهَبٍ فِي سِلَالٍ مِنْ فِضَّةٍ۔ وہ کلام جو اپنے وقت میں بولا جاوے سونے کا سیب ہے، چاندی کی ٹوکری میں، الکلام سے فی اوانہ تک مشبہ، تفاح سے اخیر تک مشبہ بہ، اور وجہ شبہ قیمتی ہونا، محذوف ہے لہذا مجمل ہے اور غیر تمثیل ہے۔

(۸) كَالْعُثِّ فِي الثَّوْبِ وَالسُّوْسِ فِي الْخَشَبِ هٰكَذَا الْكَآبَةُ فِيْ قَلْبِ الْاِنْسَانِ۔ کپڑے میں کیڑے کے مانند اور لکڑی میں دیمک کی طرح اسی طرح ہے غم انسان کے دل میں، الکابۃ فی قلب الانسان مشبہ مؤخر، العث فی الثوب مشبہ بہ مقدم، اسی طرح السوس فی الخشب مشبہ بہ مقدم اور وجہ شبہ ہلاکت و بربادی

محذوف ہے، لہذا تشبیہ مجمل ہوئی اور غیر تمثیل۔

(۹) الصَّدِيقُ الْمُنَافِقُ وَالِابْنُ الْجَاهِلُ كِلَاهُمَا كَجَمرِ الْغَضَا۔ منافق دوست اور جاہل بیٹا دونوں جھاؤں کے انگارے کے مانند ہے، الصدیق المنافق اور الابن الجاهل مشبہ اور جمر الغضا مشبہ بہ اور وجہ شبہ دیر پا نقصان باقی رہنا محذوف ہے، لہذا تشبیہ مجمل اور غیر تمثیل ہوئی، غضا جھاؤں کا درخت جس کی لکڑی بہت سخت ہوتی ہے، اور اس کی چنگاری دیر تک نہیں بجھتی۔

(۱۰) لَاحَتْ قُرَاهَا بَيْنَ خُضْرَةِ اَيْكِهَا كَالدُّرِّ بَيْنَ زَبَرْجَدٍ مَكْنُونٍ

محبوبہ کے گاؤں سبز گھنے درخت کے درمیان ایسے چمکتے ہیں جیسے کہ موتی چھپے ہوئے زبرجد کے درمیان، یہ تشبیہ مرکب بمرکب ہے، قراھا سے ایکھا تک جملہ کی مجموعی ہیئت مشبہ، اور کالدر سے اخیر تک جملہ کی ہیئت مشبہ بہ ہے، اور وجہ شبہ لاحت مذکور ہے، لہذا یہ تشبیہ مفصل ہے، نیز تمثیل ہے۔

(۱۱) فَجَرَى النَّهْرُ وَهُوَ يَشْبَهُ سَيْفًا، فِي رِيَاضٍ كَأَنَّهَا لَهُ جَفْنٌ

پس نہر جاری ہوئی اور وہ تلوار کے مشابہ ہے ایسے باغوں میں گویا کہ وہ اس کے لئے میان ہے، اس شعر میں نہر کو تلوار سے تشبیہ دی اور وجہ شبہ محذوف ہے، اور ریاض کو میان سے اور وجہ شبہ محذوف ہے، لہذا یہ مجمل ہوئی اور پہلے میں وجہ شبہ تلوار کی ہیئت یعنی ٹیڑا پن یا چمک ہے اور دوسرے میں چھپانا یہ دونوں مفرد ہے، لہذا یہ غیر تمثیل ہوئی۔

(۱۲) وَمَا الْمَرْأُ اِلَّا كَالْهِلَالِ وَضَوْئِهٖ يُوَافِي تَمَامَ الشَّهْرِ ثُمَّ يَغِيبُ

نہیں ہے انسان مگر چاند اور اس کی روشنی کے مانند پورا مہینہ رہتا ہے پھر غائب ہو جاتا ہے، جیسے چاند اور اس کی روشنی وجود میں آنے کے بعد غائب ہو جاتی ہے اسی طرح انسان پیدا ہونے کے بعد مر کر ختم ہو جاتا ہے، اس میں مشبہ انسان، ھلال وضوئہ مشبہ بہ اور یوافی الخ وجہ شبہ، لہذا یہ تشبیہ مفصل ہوئی اور غیر تمثیل۔

(۱۳) ثُمَّ اَهْدُوْا لَنَا عُقَارًا كَعَيْنِ   الدِّيكِ صَفّٰى سُلَافَهَا الرَّاوُوْقُ

پھرانھوں نے ہمیں شراب ہدیہ دی مرغے کی آنکھ کے مانند اس کے شیرے کو چھننے نے صاف کیا تھا، عقار بضم العین بمعنی شراب مشبہ، عین الدیک مشبہ بہ، اور وجہ شبہ صاف شفاف محذوف، لہذا یہ تشبیہ مجمل اور غیر تمثیل ہے۔

(۱۴) وَالْعَيْشُ نَوْمٌ وَالْمَنِيَّةُ يَقْظَةٌ   وَالْمَرْأُ بَيْنَهُمَا خِيَالٌ سَارِ

زندگی نیند کے مانند ہے (غفلت میں) اور موت بیداری کی طرح ہے (انتباہ میں) اور آدمی ان دونوں کے درمیان رات میں آنے والے خیال کی مانند ہے (سرعت زوال میں) یہ تینوں تشبیہ بلیغ ہیں۔

☆☆☆☆☆

المبحث الثالث في الغرض من التشبيه

تیسری بحث تشبیہ کی غرض کے بیان میں

اب یہاں سے تشبیہ کے متعلق تیسری بحث کو بیان کرتے ہیں، جس میں تشبیہ کی اغراض کو بیان کریں گے، یہ بات یاد رہے کہ تشبیہ کی اغراض کا تعلق اکثر مشبہ کے ساتھ ہوتا ہے، اسی اعتبار سے یہاں تشبیہ کی اغراض کو بیان کرتے ہیں، اکثر مشبہ کے ساتھ ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ کبھی اس غرض کا تعلق مشبہ بہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور یہ تشبیہ مقلوب و معکوس میں ہوگا کہ جس تشبیہ میں مبالغہ کے لئے مشبہ بہ کو مشبہ اور مشبہ کو مشبہ بہ بنا دیوے اس صورت

میں غرض مشبہ بہ (لیکن وہ بھی فی الحال مشبہ ہے) کے ساتھ متعلق ہوتی ہے، خلاصہ یہ نکلا کہ تشبیہ معکوس میں اگر چہ مشبہ بہ کے ساتھ غرض وابستہ ہے، لیکن وہ ترکیبی اعتبار سے تو مشبہ ہے لہذا اغراض کا تعلق مطلقاً مشبہ کے ساتھ ہوگا۔

(۱) اَمَّا بَیَانُ اِمْکَانِ الْمُشَبَّهِ کَقَوْلِهٖ وَزَادَ بِکَ الْحُسْنُ الْبَدِیْعُ نَضَارَۃً کَاَنَّکَ فِیْ وَجْهِ الْمَلَاحَۃِ خَالٌ،

تشبیہ سے مقصود یا تو مشبہ کے ممکن ہونے کو بیان کرنا جیسے اس کا قول اور آپ کی وجہ سے انوکھا حسن تروتازگی میں زیادہ ہوگیا، گویا کہ آپ خوبصورت چہرے میں تل ہے۔

تشریح:۔ پہلی غرض مشبہ کے امکان کا بیان یعنی اس بات کو واضح کرنے کے لئے تشبیہ ہوتی ہے کہ مشبہ ممکن الوجود ہے اور اس کی ایسی جگہ ضرورت پیش آتی ہے جہاں مشبہ کی جانب ایسی چیز کی نسبت کی جاوے جو غریب ہو اور اس کی غرابت کی وجہ سے ممکن ہے کہ کوئی اس مشبہ کے ممتنع اور عدم ثبوت کا دعویٰ کردے، لہذا اس کے ممکن ہونے کو بیان کرنے کے لئے تشبیہ کی ضرورت پیش آئے گی اور تشبیہ سے بتایا جائے گا کہ جیسے مشبہ بہ کے لئے یہ بات ثابت ہے اور اس کو سب مانتے بھی ہیں اور لوگوں کے درمیان یہ بات مشہور بھی ہے، اسی طرح مشبہ کے لئے بھی یہ بات ممکن ہے کہ کوئی محال نہیں، جیسے مثالِ مذکور میں شاعر نے جب یوں کہا کہ آپ کی وجہ سے حسن کی تازگی میں اضافہ ہوگیا تو یہ حکم سامعین کو عجیب سا لگا کہ یہ کیسے؟ کہ کسی کی وجہ سے تروتازگی و مسرت میں اضافہ ہو جب کہ اس کے آنے سے پہلے بھی وہ بات تو موجود تھی تو اس بات کو ممکن الوجود ثابت کرنے کے لئے مشبہ بہ کو ذکر کردیا کہ دیکھو جس طرح اس بات کو تم مانتے ہو کہ ایک خوبصورت چہرہ ہے اور اس میں ایک کالا نقطہ ہے تو اس کالے نقطہ کی وجہ سے اس کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اسی طرح ممدوح کی وجہ سے حسن کی تازگی میں اضافہ ہوگیا۔

(۲) وَاِمَّا بَیَانُ حَالِہٖ اَیْ بِاَنَّہٗ عَلٰی اَیِّ وَصْفٍ مِنَ الْاَوْصَافِ کَقَوْلِہٖ۔

کَاَنَّکَ شَمْسٌ وَالْمُلُوْکُ کَوَاکِبُ اِذَا طَلَعَتْ لَمْ یَبْدُ مِنْہُ کَوْکَبُ

ترجمہ:- اور یا تو مشبہ کے حال اور مقام کو بیان کرنا یعنی اس بات کو بیان کرنا کہ مشبہ اوصاف واحوال میں سے کون سی حالت پر ہیں جیسے اس کا قول گویا کہ آپ سورج ہیں اور تمام بادشاہ ستارے ہیں، جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ان ستاروں میں سے کوئی بھی ستارہ ظاہر نہیں ہوتا۔

تشریح:- دوسری غرض تشبیہ کی یہ ہے کہ تشبیہ دے کر مشبہ کی حالت اور مقام ومرتبہ کو بیان کیا جاوے، اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ مشبہ مبہم غیر معروف الصفت ہو، معلوم نہیں کہ مشبہ کا کیا مقام ومرتبہ ہے، لہذا اس کے مقام کو تشبیہ دے کر سمجھایا جاوے، اس لئے کہ مشبہ بہ جو بیان کیا جائے گا وہ مابین الناس مشہور ہے لہذا اس کو سنتے ہی مشبہ کا مقام معلوم ہو جائے گا جیسے شاعر نے اپنے ممدوح بادشاہ کو سورج کے ساتھ تشبیہ دی اور دوسرے بادشاہوں کو ستاروں کے ساتھ کہ جس طرح سورج کا مقام ہے ستاروں کے مقابلے میں کہ جب سورج نہ ہو تو ستارے برابر جگمگاتے ہیں لیکن جونہی سورج طلوع ہوا ان ستاروں کا سورج کے مقابل میں کوئی مقام نہیں بلکہ نظر بھی نہیں آتے، یہ بات سب جانتے ہیں اب اسی کے ساتھ اپنے ممدوح کی تشبیہ دے رہا ہے کہ آپ کا مقام بھی مثل سورج کے ہے، اور دوسرے بادشاہ مثل ستاروں کے ہیں کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کا کوئی مقام نہیں تو دیکھئے تشبیہ سے فوراً مشبہ کا مقام معلوم ہو گیا۔

(۳) وَاِمَّا بَیَانُ مِقْدَارِ حَالِہٖ مِنْ قُوَّۃٍ اَوْ ضُعْفٍ اَوْ زِیَادَۃٍ اَوْ نُقْصَانٍ کَقَوْلِہٖ:

سُوْدًا كَخَافِيَةِ الْغُرَابِ الْاَسْحَمِ   فِيهَا اِثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ حَلُوْبَةً

ترجمہ:- اور یا تو مشبہ کی حالت کی مقدار کو بیان کرنا کہ اس کی حالت قوی ہے یا ضعیف اور کم ہے یا زیادہ جیسے، اس کا قول: بیالیس دودھ دینے والی کالی اونٹنیاں ہیں، کالے کوے کے پوشیدہ پر کے مانند۔

تشریح:- تیسری غرض یہ ہے کہ تشبیہ کے ذریعہ مشبہ کی حالت کی مقدار کو بیان کرنا یعنی اس بات کو بیان کرنا کہ مشبہ کے ساتھ وہ وصف اور حالت تو متصف ہے لیکن اس کی مقدار معلوم نہیں کہ وہ حالت قوت کے ساتھ یا ضعف کے ساتھ متصف ہے یا نقصان کے ساتھ یا زیادتی کے ساتھ، لہذا یہ تشبیہ دے کر اس مقدار کو بیان کیا جاتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مشبہ کا اس وصف کے ساتھ متصف ہونا معلوم ہوا اجمالی طور پر، لیکن اس وصف کی مقدار معلوم نہ ہو تو تشبیہ دے کر مقدار کو بیان کیا جائے گا جیسے مثال مذکور میں حلوبہ اونٹنیوں کا کالے پن کے ساتھ متصف ہونا تو معلوم ہے لیکن وصف کس قدر ہے وہ معلوم نہیں لہذا اس کو تشبیہ دے کر بیان کیا کہ جیسے کالے کوے کا پوشیدہ پر جس قدر کالا ہوتا ہے اسی مقدار میں وہ اونٹنیاں بھی کالی ہیں۔

(۴) وَاَمَّا تَقْرِيْرُ حَالِهِ فِيْ نَفْسِ السَّامِعِ وَتَقْوِيَةُ شَأْنِهِ كَقَوْلِهِ:

اِنَّ الْقُلُوْبَ اِذَا تَنَافَرَ وُدُّهَا   مِثْلَ الزُّجَاجَةِ كَسْرُهَا لَا يُجْبَرُ

ترجمہ:- اور یا تو مشبہ کی حالت کو سامع کے دل میں بٹھانا اور اس کی شان کو مضبوط کرنا جیسے اس کا قول یقیناً دل جب ان کی محبت میں نفرت آجائے تو وہ شیشے کے مانند ہیں کہ ان ٹوٹے ہوئے کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔

تشریح:- چوتھی غرض یہ ہے کہ تشبیہ کے ذریعہ مشبہ کی حالت کو سامع کے دل میں راسخ کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ بات بغیر تشبیہ کے حاصل ہوگی نہیں جیسے شاعر نے قلوب

متنافرہ کو ایک حِسّی چیز کے ساتھ تشبیہ دے کر ان کی حالت کو سامعین کے دلوں میں راسخ کرنا چاہا ہے کہ جس طرح شیشہ کے ٹوٹنے کے بعد ان کو اپنی اصلی ہیئت کے ساتھ جوڑنا ممکن نہیں اسی طرح دلوں میں نفرت پیدا ہونے کے بعد دوبارہ پہلے جیسی محبت کا پیدا ہونا بھی ممکن نہیں، اس تشبیہ کے ذریعہ شاعر نے دلوں کی حالت کو سامعین کے دلوں میں راسخ کردیا کیونکہ مشبہ بہ ایک ایسی شئی ہے جو اپنے اس معنٰی میں مشہور بھی ہے اور وہ معنٰی کامل طور پر اس میں پایا بھی جاتا ہے لہذا اس مشہور حِسّی شئی کے ساتھ تشبیہ دی تو فوراً مشبہ کی حالت سمجھ میں آگئی اور دل ودماغ میں راسخ ہوگئی۔

(۵) وَاِمَّاتَحْسِيْنُهٗ كَقَوْلِهٖ سَوْدَاءُ وَاضِحَةُ الْجَبِيْنِ كَمُقْلَةِ الظَّبْيِ الْغَرِيْرِ.

اور یا تو تشبیہ کے ذریعہ مشبہ کی خوبی وحسن کو بیان کرنا (ترغیباً الیہ وتعظیماً لہ) جیسے اس کا قول (محبوبہ) کالی روشن چمکدار پیشانی والی ہے، خوبصورت ہرن کے آنکھ کے مانند۔

تشریح:۔اس تشبیہ سے مقصود صرف محبوبہ کی تحسین یعنی اس کے حسن کو بیان کرنا مقصود ہے۔

(٦) وَاِمَّا تَقْبِيْحُهٗ كَقَوْلِهٖ اِذَا اَشَارَ مُحَدِّثًا فَكَاَنَّهٗ قِرْدٌ يُقَهْقِهُ اَوْ عَجُوْزٌ تُلْطَمُ.

یا تو تشبیہ کے ذریعہ مشبہ کی برائی کرنا مقصود ہو جیسے اس کا قول جب مہجو بات کرتے ہوئے اشارہ کرے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ بندر ہے جو قہقہہ مار رہا ہے یا بوڑھیا کو طمانچہ مارا جارہا ہے۔

تشریح:۔مہجو کے بات کرتے وقت اشارہ کرنے اور اس وقت چہرے کی حالت کو بندر کے قہقہہ مارنے یا بوڑھیا کو طمانچہ مارے جانے کے ساتھ تشبیہ سے مقصود مشبہ کی تقبیح اور برائی کرنا مقصود ہے۔

تشریح شعر: کہ جس طرح بندر کے قہقہہ مارتے وقت اس کی شکل بدنما معلوم ہوتی ہے اسی طرح بوڑھیا عورت خود بدنما ہوتی ہے کہ منہ میں دانت نہیں رخسار دبے ہوئے داڑھی کا ہر وقت حرکت کرنا اور پھر اس کو چپت مارے تو اور زیادہ چہرہ بدنما معلوم ہوگا، اسی طرح ہجو ایک تو بندر جیسا ہے ہی اور پھر جب بات کرتے وقت منہ بگاڑ کر اشارے کرنے لگتا ہے تو اور زیادہ بدنما معلوم ہوتا ہے۔

وَقَدْيَعُوْدُ الْغَرَضُ اِلَى الْمُشَبَّهِ بِهٖ اِذَا عُكِسَ طَرَفَا التَّشْبِيْهِ وَمِثْلُ هٰذَا يُسَمّٰى بِالتَّشْبِيْهِ الْمَقْلُوْبِ كَقَوْلِهٖ وَبَدَاالصَّبَاحُ كَأَنَّ غُرَّتَهٗ وَجْهُ الْخَلِيْفَةِ حِيْنَ يُمْتَدَحُ۔

اور کبھی تشبیہ کی غرض مشبہ بہ کی طرف لوٹتی ہے جب کہ تشبیہ کے دو طرفوں کو الٹ دیا جاتا ہے اور اس قسم کی تشبیہ کو تشبیہ مقلوب کہتے ہیں، جیسے اس کا قول اور صبح ظاہر ہوئی گویا کہ اس کی روشنی خلیفہ کا چہرہ ہے جب کہ اس کی تعریف کی جائے۔

تشریح:- شروع باب میں یہ بات بیان کی جاچکی کہ اغراضِ تشبیہ کا تعلق مشبہ کے ساتھ ہوتا ہے اکثر، لیکن کبھی اس کا تعلق مشبہ بہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور یہ اس تشبیہ میں ہوگا جہاں اس کے دو طرف کو الٹ دیا جائے یعنی مشبہ بہ کو مشبہ اور مشبہ کو مشبہ بہ بنادیا جائے، تو اس جیسی تشبیہ میں تشبیہ کی غرض مشبہ بہ کے متعلق ہوگی، جیسے شاعر کے قول میں وبداالصباح کأنّ غرتہ وجہ الخلیفۃ حین یمتدح اس شعر میں شاعر نے صبح کی روشنی کو جو حقیقۃً مشبہ بہ ہے مشبہ بنا کر وجہ الخلیفہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو وجہ الخلیفہ حقیقت کے اعتبار سے مشبہ ہے اور اس سے شاعر کا مقصود مبالغہ پیدا کرنا اور اس بات کا خیال دلانا ہے کہ مشبہ وجہ شبہ کے اعتبار سے مشبہ بہ کے مقابلے میں اقویٰ اور اتم ہے اور اس قسم کی تشبیہ کو تشبیہ مقلوب یا معکوس کہتے ہیں اور اس کا استعمال بھی کثرت سے ہوتا ہے۔

فائدۃ

اِعْلَمْ اَنَّ كُلًّا مِنَ الْاَغْرَاضِ الثَّلاثَةِ الْاُوْلٰی يَقْتَضِیْ اَنْ يَكُوْنَ الْمُشَبَّهُ بِهٖ بِوَجْهِ الشَّبْهِ اَشْهَرَ، وَالرَّابِعُ اَنَّ الْمُشَبَّهَ بِهٖ بِوَجْهِ الشَّبْهِ اَتَمُّ وَاَشْهَرُ مَعاً (٢) اِنَّ اَقْوٰی تَشْبِيْهٍ مَاكَانَ مَحْذُوْفَ الْوَجْهِ وَالْاَدَاةِ نحوُ زَيْدٌ اَسَدٌ اَوْ مَا حُذِفَ الْمُشَبَّهُ وَالْاَدَاةُ وَالْوَجْهُ مَعًا نحوُ اَسَدٌ اَوْ مَا حُذِفَ فِيْهِ وَجْهُ التَّشْبِيْهِ نحوُ زَيْدٌ كَالْاَسَدِ اَوْ اَدَاتُهٗ زَيْدٌ اَسَدٌ فِی الشَّجَاعَةِ اَوْ اَسَدٌ فِی الشَّجَاعَةِ فِیْ مَقَامِ الْكَلَامِ عَنْهُ كَالْاَسَدِ مَعَ حَذْفِ الْمُشَبِّهِ وَالْوَجْهِ مَعًا۔

ترجمہ:- جان لو کہ بیشک پہلی تین اغراض میں سے ہر ایک غرض اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہو اور چوتھی غرض اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ اتم بھی ہو اور زیادہ مشہور بھی۔

(٢) بیشک تشبیہ میں سب سے زیادہ قوی وہ تشبیہ ہے جس کا وجہ شبہ اور ادات محذوف ہو جیسے زیدٌ اَسَدٌ یا وہ ہے جس کا مشبہ، ادات تشبیہ اور وجہ شبہ تینوں محذوف ہوں جیسے اَسَدٌ یا وہ ہے جس میں وجہ تشبیہ محذوف ہو، جیسے زیدٌ کالاسد یا ادات تشبیہ محذوف ہو جیسے زیدٌ اسد فی الشجاعۃ یا أسدٌ فی الشجاعۃ زید کے سلسلے میں بات کے وقت یا کالاسد مشبہ اور وجہ شبہ دونوں کے حذف کے ساتھ۔

تشریح:- اس فائدہ میں صاحب کتاب نے دو باتوں کو ذکر کیا ہے ایک تو تشبیہ کے اغراض کے متعلق اور دوسری تشبیہ کے درجات کے متعلق، پہلی بات کا خلاصہ یہ کہ ماقبل میں جو تشبیہ کی اغراض بیان کی ان میں سے پہلی تین غرضیں اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہونا چاہئے، ورنہ اس کے بغیر وہ اغراض حاصل نہ ہوگی، مثلاً پہلی غرض یہ ہے کہ مشبہ کو مشبہ بہ کے ساتھ جوڑ کر مشبہ کے ممکن الوجود ہونے کو بیان کیا

جاوے تو اب ظاہری بات ہے کہ اس مشبہ کو ایسے مشبہ کے ساتھ جوڑنا پڑے گا، جو مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور ہو اور اس کا وجود لوگوں کے درمیان مشہور ہوتا کہ مخاطب مشبہ بہ کے حکم کو جان کر فوراً یقین کرلے گا کہ مشبہ بھی مشبہ بہ کی طرح ممکن الوجود ہے، اور اگر خود مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور نہ ہو تو مخاطب مشبہ بہ ہی کے وجود میں شک کرے گا تو پھر اس کے ساتھ جوڑ کر مشبہ کو کیسے ممکن الوجود بنایا جاسکتا ہے؟ اسی طرح دوسری غرض ہے کہ اس میں تشبیہ کے ذریعہ مشبہ کے حال اور مقام کو بیان کیا جاتا ہے لہذا پہلے مشبہ بہ کا مقام وحال لوگوں کے درمیان مشہور ہونا چاہئے تا کہ مشبہ کو اس کے ساتھ جوڑنے کی وجہ سے فوراً مشبہ کا بھی مقام معلوم ہوجائے۔ اور تیسری غرض میں بھی مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور ہو اس لئے کہ تیسری غرض ہے مشبہ کے حال کی مقدار کو بیان کرنا تو یہ غرض اس وقت حاصل ہوگی جب کہ ایسے مشبہ بہ کے ساتھ جوڑا جاوے جو اس وجہ شبہ کے ساتھ مشہور ہو جس میں اس کے حال کی مقدار کو بیان کیا گیا ہوتا کہ اس کے ساتھ جوڑنے کی وجہ سے مشبہ کے حال کی مقدار بھی معلوم ہوجائے، اور چوتھی غرض یہ ہے کہ مشبہ کے حال کو مخاطب کے دل میں راسخ کیا جاوے اور یہ اس وقت حاصل ہوگی جب کہ پہلے مشبہ بہ اس حال کے ساتھ مشہور ہو اور وہ حال کامل طور پر اس میں پایا جاتا ہو تو جب مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ اتم اور اشہر ہوگا تو اب مشبہ کو اس کے ساتھ جوڑنے سے مشبہ کا حال سامع ومخاطب کے دل میں راسخ ہوجائے گا۔

تنبیہ:- ان اغراض کا مشہور ہونا یا اتم ہونا کیوں ضروری ہے اس کو ماقبل میں مذکور ہر غرض کی تشریح میں بیان کیا جاچکا ہے اس میں غور کرلیا جاوے۔

فائدہ میں دوسری بات جو مذکور ہے اس میں تشبیہ کے درجات کو بیان کیا ہے چنانچہ بیان کیا تشبیہ میں سب سے زیادہ قوی تشبیہ وہ ہے جس میں وجہ شبہ اور ادات تشبیہ کو حذف کیا جاوے، جس کو تشبیہ بلیغ کہتے ہیں، وہ تشبیہ سب سے زیادہ قوی ہے اس لئے کہ اس میں اتحاد والی بات ہے جو تشبیہ کی اصل غرض ہے لہذا سب سے زیادہ قوت کا معنیٰ تشبیہ بلیغ میں ہوگا،

اور یہ تشبیہ سب سے اعلیٰ ہے، اور دوسرا درجہ متوسط ہے جس میں صرف وجہ شبہ محذوف ہو یا صرف ادات تشبیہ محذوف ہو، اور سب سے ادنیٰ درجہ اس تشبیہ کا ہے جس میں چاروں ارکان مذکور ہوں، الحاصل جو تشبیہ جس قدر مشبہ اور مشبہ بہ میں اتحاد ثابت کرے گی اتنی قوی ہوگی اور وہ اتحاد کا معنیٰ کامل طور پر تشبیہ بلیغ میں پایا جاتا ہے، لہذا وہ سب سے اقویٰ ہوگی اور باقی اس سے کم۔

فائدہ:- صاحب کتاب نے پہلی صورت کے بعد جتنی صورتوں کو بیان کیا ہے وہ سب تشبیہ متوسط میں داخل ہیں، گویا کہ صاحب کتاب نے اپنے فائدہ میں اقویٰ اور متوسط تشبیہ کو ذکر کیا اور ادنیٰ کو ذکر نہیں کیا اس لئے کہ اس کا سمجھنا آسان تھا کہ ان صورتوں کے علاوہ جو صورت رہ گئی وہ ادنیٰ ہوگی۔

اَسْئِلَةٌ

(۱) مَا عِلْمُ الْبَيَانِ ؟ علم بیان کا لغوی، اصطلاحی معنیٰ کیا ہے۔

(۲) مَا التَّشْبِيهُ وَمَا أَرْكَانُهُ؟ تشبیہ کی کیا تعریف ہے اور اس کے کتنے ارکان ہیں؟

(۳) مَا وَجْهُ الشَّبْهِ ؟ وجہ شبہ کیا ہے؟ (کس کو کہتے ہیں)

(۴) تَكَلَّمْ عَلَى التَّشْبِيهِ بِاعْتِبَارِ الْأَدَاةِ۔ ادات تشبیہ کے اعتبار سے تشبیہ پر کلام کرو (یعنی اقسام بیان کرو؟)

(۵) تَكَلَّمْ عَلَى التَّشْبِيهِ بِاعْتِبَارِ وَجْهِ الشَّبْهِ۔ وجہ شبہ کے اعتبار سے تشبیہ کے اقسام بیان کرو۔

(۶) وَضِّحِ الْفَرْقَ بَيْنَ اَدَاتَيِ التَّشْبِيهِ كَأَنَّ وَالْكَافِ۔ تشبیہ کے دو کلمات کأنّ اور کاف کے درمیان فرق کی وضاحت کر؟

(۷) مَتٰی تُفِیْدُ کَاَنَّ التَّشْبِیْهَ وَمَتٰی تُفِیْدُ الشَّکَّ ؟ کَاَنَّ کب تشبیہ کا فائدہ دے گا اور کب شک کا فائدہ دے گا؟

(۸) اَیُّ فِعْلٍ یُنْبِئُ عَنِ التَّشْبِیْهِ ؟ کون سا فعل تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے؟

(۹) مَا التَّشْبِیْهُ الْبَلِیْغُ وَلِمَ سُمِّیَ بِذٰلِکَ ؟ تشبیہ بلیغ کیا ہے؟ اور کیوں اس کا نام تشبیہ بلیغ رکھا گیا؟

(۱۰) مَا الْفَرْقُ بَیْنَ تَشْبِیْهِ التَّمْثِیْلِ وَغَیْرِ التَّمْثِیْلِ؟ تشبیہ تمثیل اور غیر تمثیل میں کیا فرق ہے؟

(۱۱) مَا الْفَرْقُ بَیْنَ التَّشْبِیْهِ الْمُفَصَّلِ وَالْمُجْمَلِ ؟ تشبیہ مفصل اور مجمل کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۱۲) اُفْرُقْ بَیْنَ التَّشْبِیْهِ الْمُرْسَلِ وَالْمُؤَکَّدِ ؟ تشبیہ مرسل اور مؤکد کے درمیان فرق بیان کرو؟

(۱۳) مَا الْغَرَضُ مِنَ التَّشْبِیْهِ ؟ تشبیہ کے اغراض کیا ہیں؟

(۱۴) اِلٰی اَیٍّ مِنْ طَرَفَیِ التَّشْبِیْهِ تَرْجِعُ الْاَغْرَاضُ۔ تشبیہ کے دو طرفوں میں سے کون سے طرف کے ساتھ اغراض وابستہ ہوتی ہیں؟

(۱۵) مَاذَا تَعْرِفُ عَنِ التَّشْبِیْهِ الْمَقْلُوْبِ ؟ تشبیہ مقلوب سے آپ کیا معنیٰ سمجھتے ہیں؟

تنبیہ:- اسئلہ کے جوابات بوجہ آسان ہونے کے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ جوابات کا مطالبہ طلباء سے ہی ہو کہ وہ حل کر کے لاویں، نیز تمارین کے حل کرنے کی ذمہ داری بھی طلباء پر ہی ڈال دی جاوے، اس کا نقد فائدہ یہ ہوگا کہ ماقبل میں مذکور مسائل کا استحضار ہو جائے گا۔

تمرین اول

بَیِّنْ اَرْکَانَ التَّشْبِیْهِ وَالْغَرَضَ مِنْهُ فِیْمَا یَأْتِیْ

آنے والے جملوں میں تشبیہ کے ارکان اور اس کی اغراض کو بیان کرو۔

(۱) **کُوْنُوْا حُکَمَاءَ کَالْحَیَّاتِ وَوُدَعَاءَ کَالْحِمَامِ۔** تم سانپ کی طرح حکیم بن جاؤ اور کبوتر کی طرح خاموش رہنے والے بن جاؤ۔

تشریح جملہ:- عرب کا خیال تھا کہ سانپ بہت حکمت والا ہوتا ہے اور موت بہت خاموشی سے آجاتی ہے اس لئے محاورہ میں کہتے ہیں کہ سانپ کی طرح حکیم بن کر زندگی گذارو اور موت کی طرح زیادہ خاموش رہو، کونوا میں واؤ ضمیر مشبہ، حیات مشبہ بہ، حکماء وجہ شبہ، کاف ادات تشبیہ چاروں ارکان مذکور ہیں، یہ تشبیہ مفرد بمفرد ہے، وجہ شبہ کے اعتبار سے مفصل اور غیر تمثیل اور ادات تشبیہ کے اعتبار سے مرسل ہے، غرض مقدار حال بیان کرنا۔ اسی طرح ودعاء کالحمام میں واؤ ضمیر مشبہ، حمام مشبہ بہ، ودعاء وجہ شبہ اور کاف ادات تشبیہ۔

(۲) **کَرَأفَةِ اَبٍ بِبَنِیْهِ رَئُفَ الرَّبُّ بِالَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَهٗ۔** باپ کے اپنے بیٹوں پر مہربان ہونے کی طرح رب پرہیز گاروں پر مہربان ہوتا ہے، الرب مشبہ، اب مشبہ بہ، رأفۃ وجہ شبہ، کاف ادات تشبیہ، تشبیہ مفرد بمفرد و مفصل وغیر تمثیل و مرسل ہے، غرض مقدار حال بیان کرنا۔

(۳)

اَلْاِنْسَانُ اَیَّامُهٗ کَالْعُشْبِ ۔۔۔ وَاِنَّمَا یَزْهَرُ کَزَهْرِ الْحَقْلِ

انسان کی زندگی ہری گھاس کے مانند ہے اور بیشک وہ کھلتی ہے (تروتازہ ہوتی ہے)

کمیت کے کھلنے کے مانند، ایسامہ مشبہ، عشب مشبہ بہ، کاف اداتِ تشبیہ، وجہ شبہ محذوف ہے، ''تھوڑی مدت میں مرجانا'' یہ تشبیہ مفرد بمفرد و مجمل و غیر تمثیل و مرسل اور غرض بیان حال۔

(۴) اَنْتَ یَا رَبَّ الْمُلْتَحِفُ بِالنُّوْرِ کَرِدَاءٍ وَالْبَاسِطُ السَّمَاءَ کَسَجَفٍ۔ آپ اے پروردگار اوڑھے ہوئے ہیں نور کو چادر کی طرح اور آسمان کو پھیلائے ہوئے ہے پردے کے مانند النور مشبہ، رداء مشبہ بہ، الملتحف وجہ شبہ، کاف اداتِ تشبیہ، تشبیہ مفرد بمفرد اور مفصل، غیر تمثیل و مرسل اور غرض بیان حال اسی طرح السماء مشبہ، سجف مشبہ بہ، کاف اداتِ تشبیہ اور الباسط وجہ شبہ۔

(۵) لِلْمُنَافِقِیْنَ سَمٌّ کَسَمِّ الْحَیَّۃِ کَالْاَفْعٰی۔ منافقین کے لئے زہر ہے اژدہا سانپ کے زہر کے مانند۔ منافقین مشبہ، الافعٰی مشبہ بہ، کاف اداتِ تشبیہ، اور سم وجہ شبہ، تشبیہ مفرد بمفرد اور مفصل، غیر تمثیل و مرسل، غرض مقدار حالت کا بیان، اسی جملہ میں ایک دوسری تشبیہ ہے، منافقین مشبہ، سم الحیۃ مشبہ بہ، اور وجہ شبہ اہلاک محذوف، اس وقت یہ تشبیہ مجمل ہوگی۔

(۶) شَحَذَ فَاعِلُ الْاِثْمِ لِسَانَہٗ کَالسَّیْفِ۔ گناہ کرنے والے نے اپنی زبان کو تلوار کے مانند تیز کیا، لسانہ مشبہ، سیف مشبہ بہ، کاف اداتِ تشبیہ اور وجہ شبہ شَحَذَ لہذا یہ تشبیہ مفرد بمفرد مفصل، غیر تمثیل اور مرسل ہے، غرض تقبیح یعنی جیسے تیز تلوار سے نقصان زیادہ پہنچتا ہے اسی طرح اس کی زبان سے بھی نقصان زیادہ پہنچتا ہے۔

(۷) ذَابَتِ الْجِبَالُ کَالشَّمْعِ مِنْ وَجْہِ الرَّبِّ۔ پہاڑ پگھل گئے شمع کے مانند رب تعالیٰ کے جلال سے۔ الجبال مشبہ، شمع مشبہ بہ، کاف اداتِ تشبیہ، ذابت وجہ شبہ، تشبیہ مفرد بمفرد و مفصل غیر تمثیل و مرسل۔ غرض مقدار حال کا بیان۔

(۸) رَاَیْتُکَ سَیِّدِیْ کَاَنَّکَ مَلَاکُ اللّٰہِ، میں آپ کو دیکھتا ہوں

اے میرے سردار گویا کہ آپ اللہ کی قدرت ہیں، کأنّ اداتِ تشبیہ، ک مشبہ، ملاک اللہ مشبہ بہ، وجہ شبہ محذوف، کسی کام کو کر لینا، یہ تشبیہ مفرد بمفرد اور مجمل غیر تمثیل اور مرسل ہے، غرض بیانِ حال یا تحسین۔

(۹) **سَمِعْتُ هَزِيْمَ الْمِدْفَعِ فَخِلْتُهُ رَعْدًا۔** میں نے توپ کی زوردار آواز کو سنا تو میں نے اس کو گرج محسوس کیا، هزيم المدفع مشبہ، رعدًا مشبہ بہ، خلت اداتِ تشبیہ، اور وجہ شبہ محذوف ہے رفعِ صوت، لہذا یہ تشبیہ مفرد بمفرد اور مجمل غیر تمثیل اور مرسل ہے، غرض مقدارِ حال کا بیان۔

(۱۰) **جَعَلَ اللهُ اللیل لَنَا سِتَارًا۔** اللہ تعالیٰ نے رات کو ہمارے لئے پردہ بنایا ہے، اللیل مشبہ، ستاراً مشبہ بہ، وجہ شبہ مغطی محذوف، اور اداتِ تشبیہ بھی محذوف، لہذا یہ تشبیہ بلیغ ہے، غرض بیانِ حال۔

(۱۱) **سَكَبَتْ عَيْنِيْ غَيْثَ الدُّمُوْعِ۔** میری آنکھ نے آنسوؤں کی بارش برسادی، یہ تشبیہ مؤکد ہے، مشبہ بہ غیث مضاف ہے مشبہ الدموع کی طرف، اصل میں الدموع کالغیث تھا، لہذا یہ تشبیہ مؤکد ہے، وجہ شبہ کثرت یا تسلسل سے گرنا محذوف ہے۔ غرض مقدارِ حال کا بیان کرنا۔

(۱۲) **اَلْاَمِيْرُ حَاتِمٌ فِي الْجُوْدِ وَاَسَدٌ فِي الْوَغٰى وَقُسٌّ فِي الْبَلَاغَةِ۔** امیر سخاوت میں حاتم طائی ہے اور جنگ میں شیر ہے اور بلاغت میں قس ہے، قس ایک شخص کا نام ہے جو بلاغت میں مشہور تھا، اس جملہ میں تین تشبیہ ہیں، الامیر مشبہ، حاتم مشبہ بہ اور فی الجود وجہ شبہ، اور کاف اداتِ تشبیہ محذوف ہے، لہذا یہ تشبیہ مفرد بمفرد مفصل، غیر تمثیل اور مؤکد ہے، اسی طرح الامیر اسد فی الوغی میں سمجھو اور قس فی البلاغۃ اور تینوں کی اغراض تحسین ہیں۔

(۱۳) **اَلْحَقُّ سَيْفٌ عَلٰى اَهْلِ الْبَاطِلِ۔** حق تلوار ہے اہل باطل پر، الحق

مشبہ السیف مشبہ بہ وجہ شبہ قطع اور حرف تشبیہ دونوں محذوف ہیں، لہذا یہ دونوں تشبیہ بلیغ ہے، غرض بیانِ حالت۔

(۱۴) لِهٰذا الشَّاعِرِ نَظِيمٌ مَثَلُ الزَّهْرِ عَلَى النَّهْرِ۔ اس شاعر کی نظم ہے نہر پر پھول کے مانند، نظیم مشبہ الزہر علی النہر مشبہ بہ، مثل اداتِ تشبیہ، وجہ شبہ خوبصورتی محذوف، لہذا یہ تشبیہ مفرد بمفرد مجمل غیر تمثیل و مرسل ہوئی۔ غرض بیان حالت۔

(۱۵) اَلْوَجْهُ مِرْاٰةُ النَّفْسِ۔ چہرہ دل کا آئینہ ہے۔ الوجہ مشبہ، مرآۃ النفس مشبہ بہ، اور وجہ شبہ عیوب ونقائص کا اظہار محذوف، اور ادات تشبیہ بھی محذوف، لہذا یہ تشبیہ بلیغ ہوئی، غرض بیان حال۔

(۱۶) كَمَا عَاشَ الْمَرْءُ يَمُوْتُ۔ انسان جس حال میں زندگی گذارتا ہے اسی حال میں مرتا ہے۔ انسان کی موت کی حالت مشبہ اور اس کی زندگی کی حالت مشبہ بہ اور وجہ شبہ محذوف، ایمان یا کفر کی حالت، اور کاف اداتِ تشبیہ، لہذا یہ تشبیہ مفرد بمفرد ہوئی، اس لئے کہ مشبہ متنوع ہے لیکن متعدد چیزوں سے نہیں اور مجمل غیر تمثیل اور مرسل، غرض ہے تقریر حالت۔

(۱۷) اَلْعِلْمُ حَيَاةُ الْعُقُوْلِ۔ علم عقلوں کی حالت ہے، العلم مشبہ، حیاۃ العقول مشبہ بہ اور وجہ شبہ تازگی محذوف، اور ادات تشبیہ بھی محذوف، لہذا یہ بھی تشبیہ بلیغ ہے، غرض بیانِ حالت۔

تمرینٌ ثانٍ

بَيِّنْ اَرْكَانَ التَّشْبِيْهِ وَاَغْرَاضَهُ فِيْمَا يَلِيْ

مندرذیل اشعار میں تشبیہ کے ارکان اور اس کے اغراض کو بیان کرو۔

وَنَارَنْجُهَا بَيْنَ الْغُصُوْنِ كَاَنَّهُ   شُمُوْسُ عَقِيْقٍ فِيْ سَمَاءِ زَبَرْجَدِ

اور باغ کی نارنگیاں شاخوں کے درمیان ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا کہ وہ عقیق کے سورج ہیں زبرجد کے آسمان میں، اس شعر میں کأنہ سے اخیر تک جملہ تشبیہ والا ہے، کأن اداتِ تشبیہ، ہ ضمیر مشبہ جس کا مرجع نارنجھا بین الغصون ہے اور شموس عقیق فی سماء زبرجد کی مجموعی ہیئت مشبہ بہ ہے، یہ تشبیہ مرکب بمرکب ہے اور وجہ شبہ خوبصورتی محذوف ہے، لہذا مجمل غیر تمثیل ہے اور اداتِ تشبیہ مذکور ہے لہذا مرسل ہے اور غرض بیانِ حالت، یہ تشبیہ خیالی ہے۔

(۲) اَلْعِلْمُ فِی الصَّدْرِ مِثْلُ الشَّمْسِ فِی الْفَلَکِ ۔ وَالْعَقْلُ لِلْمَرْءِ مِثْلُ التَّاجِ لِلْمَلِکِ۔

علم سینے میں آسمان میں سورج کے مانند ہے اور آدمی کے لئے عقل بادشاہ کے لئے تاج کے مانند ہے، العلم مشبہ، الشمس مشبہ بہ، مثل اداتِ تشبیہ اور وجہ شبہ روشنی محذوف، اسی طرح العقل مشبہ التاج مشبہ بہ، اور وجہ شبہ زینت محذوف اور اداتِ تشبیہ مثل مذکور ہے لہذا دونوں تشبیہ مفرد بمفرد، مجمل غیر تمثیل اور مرسل ہے، اور غرض بیانِ حالت۔

(۳) وَالْوَرْدُ فِی اَعْلَی الْغُصُوْنِ کَاَنَّہٗ ۔ مَلِکٌ تَحُفُّ بِہٖ سَرَاۃُ جُنُوْدِہٖ

گلاب کا پھول شاخوں کے اوپر کے حصہ میں ایسا لگتا ہے گویا کہ وہ بادشاہ ہے جس کو فوجوں کے سردار گھیرے ہوئے ہوں، کَاَنَّ اداتِ تشبیہ، ہ ضمیر مشبہ، ملکٌ تحف الخ مشبہ بہ، وجہ شبہ عظمت محذوف، لہذا یہ تشبیہ مرکب بمرکب ہے، اور مجمل غیر تمثیل اور مرسل ہے، غرض تحسین ہے۔

(۴) وَانْظُرْ لِنَرْجِسِہِ الْجَنِیْ کَاَنَّہٗ ۔ طَرْفٌ تَنَبَّہَ بَعْدَ طُوْلِ ھُجُوْدِہٖ

اور توڑے ہوئے نرگس کے پھول کو دیکھو گویا کہ وہ آنکھ ہے جو لمبہ عرصہ سونے کے بعد بیدار ہوئی ہو، اس میں کأن اداتِ تشبیہ، ہ ضمیر مشبہ، طرف مشبہ بہ، اور وجہ شبہ خوبصورتی محذوف ہے، یہ تشبیہ مفرد بمفرد اور مجمل، غیر تمثیل و مرسل ہے، غرض تحسین ہے۔

(۵) وَكَاَنَّ اَجْرَامَ النُّجُوْمِ لَوَامِعًا دُرَرٌ نُثِرْنَ عَلٰى بِسَاطٍ اَزْرَقٖ

ستاروں کے اجسام چمکنے کی حالت میں ایسے ہیں گویا کہ وہ موتی ہیں جو بکھیر دئیے ہو نیلے فرش پر، کاَنَّ اداتِ تشبیہ، اجرام النجوم مشبہ، دُرَرٌ نُثِرنَ علی بساط ازرق کی ہیئت مشبہ بہ نیز وجہ شبہ بھی متعدد سے نکلی ہوئی ہے، جو نثرن علی بساط ازرق سے مستفاد ہے۔

(۶) الشَّمْسُ لَا تَشْرَبُ خَمْرَ النَّدٰى فِى الرَّوْضِ اِلَّا بِكُؤُوْسِ الشَّقِيْقِ

سورج نہیں پیتا ہے شبنم کی شراب کو باغ میں مگر شقیق کے پیالوں سے۔ اس میں دو تشبیہ ہیں دونوں مؤکد ہیں کہ مشبہ بہ مضاف ہے مشبہ کی طرف، پہلی تشبیہ خمر الندی اصل میں الندی کالخمر تھا اسی طرح کؤوس الشقیق اصل میں الشقیق ککؤوس تھا، غرض تحسین یا بیان حالت۔

(۷) اَلْخِلُّ كَالْمَاءِ يُبْدِىْ لِىْ ضَمَائِرَهٗ مَعَ الصَّفَاءِ وَ يُخْفِيْهَا مَعَ الْكَدَرِ

دوست پانی کی طرح ہے کہ ظاہر کر دیتا ہے میرے لئے اپنی پوشیدہ باتوں کو صفائی کے ساتھ اوران کو چھپاتا ہے کدورت کے ساتھ یعنی جیسے پانی میں صفائی ہو تو اندر کی چیز ظاہر ہوتی ہے اور کدورت اور گدلاپن ہو تو نظر نہیں آتی اسی طرح اگر دوست کے ساتھ دوستی خالص ہو تو ساری باتیں ظاہر کر دیتا ہے اور دوستی میں خلل آوے تو پھر چھپانے لگتا ہے، الخل مشبہ الماء مشبہ بہ کاف اداتِ تشبیہ، یبدی و یخفی وجہ شبہ، لہذا یہ تشبیہ مفرد بمفرد اور مفصل غیر تمثیل و مرسل ہے، اور غرض بیان حالت۔

(۸) اَغَرُّ اَبْلَجُ تَأْتَمُّ الْهُدَاةُ بِهٖ كَاَنَّهٗ عَلَمٌ فِىْ رَاْسِهٖ نَارٌ

ممدوح بہت زیادہ چمکیلا بہت زیادہ روشن ہے، جس کی رہبرانِ قوم بھی اقتدا کرتے ہیں گویا کہ وہ پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ ہے، کاَنَّ اداتِ تشبیہ، ہٗ مشبہ، اور علم فی راسہ نار مشبہ بہ، اور وجہ تشبیہ تأتم الھداۃ لہذا یہ تشبیہ مفرد بمفرد، مفصل غیر تمثیل و مرسل ہے غرض تحسین ہے۔

(۹) جَمَالُ الْوَجْهِ مَعَ قُبْحِ النُّفُوْسِ　　كَقِنْدِيْلٍ عَلٰى قَبْرِ الْمَجُوْسِيِّ

چہرے کی خوبصورتی نفوس کی خرابی کے ساتھ مجوسی کی قبر پر فانوس کی طرح ہے، یعنی جس طرح ظاہری روشنی سے اس کی قبر میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس طرح باطن کی خرابی کے ساتھ خوبصورتی بے سود ہے۔ جمال الوجہ مشبہ، قندیل مشبہ بہ، کاف اداتِ تشبیہ، وجہ شبہ بے سود ہونا محذوف ہے، لہذا یہ تشبیہ مفرد بمفرد، مجمل، غیر تمثیل و مرسل ہے اور غرض تقبیح ہے۔

(۱۰) كَأَنَّكَ مِنْ كُلِّ النُّفُوْسِ مُرَكَّبٌ　　فَأَنْتَ إِلٰى كُلِّ الْأَنَامِ حَبِيْبٌ

گویا کہ آپ تمام نفوس سے مرکب ہیں اسی لئے آپ تمام مخلوق کے محبوب ہیں، کانّ اداتِ تشبیہ، ک ضمیر مشبہ، مرکب من کل النفوس مشبہ بہ، اور انت الی کل الانام حبیبٌ وجہ شبہ، لہذا تشبیہ مفرد بمفرد مفصل، غیر تمثیل و مرسل ہے، غرض تحسین۔

(۱۱) رِيْحٌ إِذَا رُكِضَتْ رَعْدٌ إِذَا صَهَلَتْ　　بَرْقٌ سَنَابِكُهَا فِي الصَّخْرِ قَدْ قَدَحَتْ

گھوڑا ہوا کی طرح جب ایڑ لگائی جائے (دوڑے) گرج ہے جب ہنہناوے، بجلی کی طرح ہے جب اس کی کھر چٹان میں چمکے، اس شعر میں تین تشبیہ ہیں، پہلی فرس مشبہ، ریح مشبہ بہ، اور وجہ شبہ سُرعت محذوف اور اداتِ تشبیہ بھی محذوف لہذا ابلغ ہے، دوسری تشبیہ فرس مشبہ، رعد مشبہ بہ، اور وجہ شبہ رفعِ صوت اور ادات دونوں محذوف اور تیسری تشبیہ، برق مشبہ بہ، اور مشبہ یا تو فرس کو بنایا جاوے یا سنابک کو، غرض مقدارِ حالت کا بیان۔

(۱۲) إِنَّمَا النَّفْسُ كَالزُّجَاجَةِ وَالْعِلْمُ　　سِرَاجٌ وَحِكْمَةُ اللّٰهِ زَيْتٌ

بلاشبہ نفس شیشہ کے مانند ہے اور علم چراغ ہے، اور اللہ کی حکمت زیتون ہے، نفس مشبہ، کاف اداتِ تشبیہ اور زجاجہ مشبہ بہ اور وجہ شبہ محذوف، اندر کی چیز ظاہر ہونا لہذا یہ تشبیہ مفرد بمفرد اور مجمل، غیر تمثیل اور مرسل ہے، اسی طرح العلم مشبہ، اور سراج مشبہ بہ، اور وجہ شبہ روشنی اور ادات دونوں محذوف، لہذا ابلغ ہے، اور حکمۃ اللہ مشبہ اور زیت مشبہ بہ، اور وجہ شبہ کسی شئی کو بنیاد کے طور پر استعمال کرنا محذوف (جیسے زیتون کو سالن کے طور پر استعمال کیا

جاتا ہے جو بنیادی شئی ہے) یہ بھی بلیغ ہے اور تینوں کی غرض بیانِ حالت ہے۔



اَلبَابُ الثَّانِیْ فِی المَجَازِ

دوسرا باب مجاز کے بیان میں

جیسا کہ علم بیان کے شروع میں جان چکے ہو کہ معنی مرادی کے ادا کرنے کے باعتبار وضوح الدلالۃ علی المعنٰی کے تین طریقے ہیں (۱) تشبیہ (۲) مجاز (۳) کنایہ پہلا طریقہ تشبیہ کو بیان کرنے کے بعد اب دوسرا طریقہ مجاز بیان کیا جا رہا ہے۔

اَلْمَجَازُ فِی اللُّغَةِ مِنْ قَوْلِکَ جَازَ الْمَکَانَ یَجُوْزُهٗ اِذَا

تَعَدَّاهُ وَفِي الْاِصْطِلَاحِ هُوَ اللَّفْظُ الدَّالُّ عَلٰى غَيْرِ مَا وُضِعَ لَهٗ فِيْ اِصْطِلَاحِ التَّخَاطُبِ وَهُوَ اِمَّا لُغَوِيٌّ اَوْ عَقْلِيٌّ، وَاللُّغَوِيُّ اِمَّا مُفْرَدٌ اَوْ مُرَكَّبٌ وَاِذَا اُطْلِقَ الْمَجَازُ لَا يَنْصَرِفُ اِلَّا لِلُغَوِيِّ۔

ترجمہ:- مجاز لغت میں آپ کے قول جاز المکان یجوزہ سے مشتق ہے جب کہ اپنی جگہ سے تجاوز کر جائے، اور اصطلاح میں مجاز وہ لفظ ہے جو اصطلاح تخاطب میں معنی موضوع لہ کے سوا پر دلالت کرتا ہو اور وہ مجاز یا تو لغوی ہوگا، یا عقلی اور مجاز لغوی مفرد ہوگا یا مرکب ہوگا اور جب مجاز مطلق طور پر بولا جائے تو اس سے مجاز لغوی ہی مراد لیتے ہیں۔

تشریح:- مجاز کے لغوی معنٰی گذر جانا نکل جانا، جیسے ایک شئی کسی جگہ سے گذر جائے، آگے نکل جائے تو اس وقت جاز المکان بولتے ہیں، تو وہی جاز المکان سے مجاز بنا ہے، اور اصطلاح بلاغت میں مجاز ایسے لفظ کو کہا جاتا ہے جو اصطلاحِ تخاطب میں موضوع لہ معنٰی کے علاوہ پر بولا جاوے یعنی انسانوں کی آپسی بات چیت وتخاطب میں جو لفظ جس معنٰی کے لئے موضوع ہے اس کے علاوہ پر اس لفظ کا اطلاق کرنا مجاز کہا جاتا ہے۔

اور مجاز کی، لفظ اور اسناد کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں (۱) لغوی (۲) عقلی، لغوی کا تعلق لفظ سے ہوگا یعنی مجاز ہونا لفظ میں ہوگا، اور عقلی کا تعلق اسناد سے ہوگا جو اسناد کا تعلق عقل اور معنی دونوں سے ہے اسی لئے اسکو عقلی کہتے ہیں یعنی وہ اسناد جو فعل یا شبہ فعل کی فاعل کی طرف ہو اسمیں مجاز کا معنٰی جاری ہو، پھر مجاز لغوی کے باعتبار افراد وترکیب کے دو قسمیں ہیں (۱) مجاز لغوی مفرد (۲) مجاز لغوی مرکب۔ مفرد کا مطلب یہ ہے کہ مجاز کا معنٰی مفرد میں یعنی غیر جملہ میں جاری ہو اور مرکب کا معنٰی یہ ہے کہ مجاز کا معنٰی جملہ میں جاری ہو۔

فائدہ:- مفرد سے مراد غیر جملہ لہذا مفرد میں تثنیہ اور جمع بھی شامل ہے۔ وَاِذَا اُطْلِقَ الْمَجَازُ الخ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب صرف مجاز کا لفظ بولا جاوے یعنی اس کے ساتھ لغوی یا عقلی کی قید نہ ہو تو وہ مجاز سے مجاز لغوی مراد ہوتا ہے اور جب مجاز سے مجاز عقلی

مراد ہوتا ہے تو صراحۃً مجاز عقلی کا لفظ بولا جاتا ہے۔

فصل فی المجاز اللغوی

یہ فصل ہے مجاز لغوی کے بیان میں

اَلْمَجَازُ اللُّغَوِیّ الْمُفْرَدُ هُوَ الْكَلِمَةُ الْمُسْتَعْمَلَةُ فِیْ غَیْرِ مَا وُضِعَتْ لَهٗ لِعَلَاقَةٍ مَعَ قَرِیْنَةٍ مَانِعَةٍ مِنْ اِرَادَةِ الْمَعْنٰی الْاَصْلِیِّ۔

مجاز لغوی مفرد وہ کلمہ ہے جو غیر موضوع لہ معنٰی میں استعمال کیا گیا ہو کسی مناسبت کی وجہ سے ایک قرینہ کے ساتھ جو معنٰی اصلی کے مراد لینے سے مانع ہو۔

تشریح:۔ اس فصل میں مجاز لغوی مفرد کی تعریف اور اس کے اقسام کو بیان کرتے ہیں، چنانچہ بیان کیا کہ مجاز لغوی مفرد اس کو کہتے ہیں کہ اس کا جو معنٰی موضوع لہ ہے اس کے علاوہ دوسرے معنٰی میں اس کا استعمال کرنا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ معنٰی موضوع لہ اور معنٰی غیر موضوع لہ کے درمیان کوئی مناسبت پائی جاوے ساتھ ہی ایسا قرینہ بھی ہو جو سمجھا رہا ہو کہ یہ لفظ غیر موضوع لہ معنٰی میں مستعمل ہے اور وہ قرینہ معنٰی اصلی وموضوع لہ معنٰی کو مراد لینے سے مانع ہو چاہے وہ قرینہ لفظیہ ہو یا غیر لفظیہ، تو اس وقت اس لفظ کو مجاز لغوی مفرد کہتے ہیں۔

فوائد قیود:۔ (۱) لِعَلَاقَةٍ کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ان دو معنوں میں کوئی مناسبت نہ ہو پھر بھی اگر دوسرے معنٰی میں لفظ مستعمل ہے تو اس کا نام مجاز نہ ہوگا بلکہ مرتجل ہوگا جیسے جعفر اصل میں چھوٹی نہر کے لئے موضوع ہے اور بغیر مناسبت کے کسی کا علم بنادیا گیا

تو اب بھر لفظ کا علم کے طور پر استعمال ہونا مجاز نہ ہوگا بلکہ مرتجل ہوگا (۲) قرینہ کے ساتھ مانعۃ من ارادۃ المعنٰی الاصلی کی قید کنایہ کو نکالنے کے لئے ہے اس لئے کہ لفظ کنایہ بھی غیر موضوع لہ معنٰی میں مستعمل ہے لیکن معنٰی اصلی کو بھی مراد لے سکتے ہیں، جب کہ مجاز میں حقیقی معنٰی مراد لینا صحیح نہ ہوگا۔

ثُمَّ اِنْ كَانَتِ الْعَلَاقَةُ بَيْنَ الْمَعْنَيَيْنِ الْمُشَابَهَةَ كَمَا فِي نَحْوِ رَأَيْتُ اَسَدًا يُخَاطِبُ النَّاسَ سُمِّيَ اِسْتِعَارَةً وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ الْمُشَابَهَةِ كَمَا فِي نَحْوِ اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ نَبَاتًا سُمِّيَ مُرْسَلًا۔

ترجمہ:- پھر اگر دو معنوں میں علاقہ مشابہت کا ہو جیسا کہ رأیت اسدا یخاطب الناس جیسی مثالوں میں (میں نے شیر کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے باتیں کر رہا ہے) تو اس کا نام استعارہ رکھا جاتا ہے اور اگر علاقہ غیر مشابہت کا ہو جیسے امطرتِ السماء نباتا جیسی مثالوں میں آسمان نے گھاس کو برسایا تو اس کا نام مجاز مرسل رکھا جاتا ہے۔

تشریح:- اس عبارت میں مجاز لغوی مفرد کے باعتبار علاقہ کے اقسام بیان کرتے ہیں، کہ اگر دو معنوں کے درمیان یعنی معنٰی منقول عنہ، اور معنٰی منقول الیہ اسی کو معنٰی موضوع لہ وغیر موضوع لہ بھی کہہ سکتے ہیں، اگر دو معنوں کے درمیان علاقہ تشبیہ کا ہے تو اس مجاز لغوی مفرد کو استعارہ کہیں گے جیسے رأیت اسدا یخاطب الناس میں لفظ اسد میں مجاز کا معنٰی جاری ہے کہ اسد کا اصلی معنٰی حیوان مفترس کے ہے لیکن علاقہ مشابہت کی وجہ سے اسد بول کر مجازاً زید کو مراد لیا ہے کہ زید شجاعت میں اسد جیسا ہے لہذا اسداً میں مجازی لغوی مفرد اور مفرد کی قسم استعارہ ہے، مجاز لغوی تو اس لئے کہ مجازی معنٰی لفظ میں جاری ہے اور وہ لفظ مفرد ہے لہذا مجاز لغوی مفرد ہوا اور قرینہ بھی ہے "یخاطب الناس" جو اسد سے حقیقی معنٰی مراد لینے سے مانع ہے اس لئے کہ حیوان مفترس میں خطابت کی صلاحیت نہیں ہے، اور دونوں میں علاقہ تشبیہ کا ہے لہذا استعارہ ہوا۔

اور اگر دونوں کے درمیان علاقہ غیر مشابہت کا ہے تو اس مجاز لغوی مفرد کو مرسل کہیں گے، جیسے امطرت السماء نباتا میں نباتا بول کر پانی اور بارش مراد لیا ہے اور دو معنوں میں علاقہ غیر مشابہت کا ہے، نباتا کے لئے بارش سبب ہے لہذا علاقہ غیر مشابہت کا ہونے کی وجہ سے اس کو مجاز مرسل کہیں گے۔

فائدہ:- مجاز کے بیان میں اصل مقصود مجازِ مرسل ہی ہے اور وہ اہم قسم ہے تمام اقسام میں عام طور پر اسی کا استعمال ہوتا ہے۔

فائدہ:- دو معنوں کے درمیان اگر تشبیہ کے علاوہ علاقہ ہو تو اس کو مجاز مرسل اس لئے کہتے ہیں کہ مرسل کے معنٰی ہے مطلق اور یہ مجاز بھی مطلق ہے کسی مخصوص علاقہ کی قید سے، جس طرح استعارہ میں علاقہ مخصوص ہے مشابہت کا اس طرح مرسل میں کوئی مخصوص علاقہ نہیں بلکہ مشابہت کے علاوہ بہت سے علاقات ہے ان میں سے کوئی بھی ہو لہذا کسی مخصوص علاقہ کی قید سے وہ مطلق ہے اس لئے اس کو مرسل کہتے ہے یا مرسل اس لئے کہتے ہیں کہ استعارہ میں اتحاد کے دعویٰ کا اعتبار ہے یعنی مستعار لہ اور مستعار منہ دونوں میں گویا کہ اتحاد ہے اور مرسل کو اس دعویٰ اتحاد سے مطلق رکھا گیا ہے اس لئے اس کو مرسل کہتے ہیں۔

مَبْحَثٌ فِى الْاِسْتِعَارَةِ

یہ بحث ہے استعار کے بیان میں

اَلْاِسْتِعَارَةُ هِىَ مَجَازٌ عَلَاقَتُهُ الْمُشَابَهَةُ وَاَصْلُهَا تَشْبِيْهٌ حُذِفَتْ اَدَاتُهُ وَوَجْهُهُ وَاحَدُ طَرْفَيْهِ وَالْمُشَبَّهُ فِيْهَا يُسَمّٰى مُسْتَعَارًا لَهٗ وَالْمُشَبَّهُ بِهٖ مُسْتَعَارًا مِنْهُ وَلَفْظُهٗ مُسْتَعَارًا فَالْمُسْتَعَارُ لَهٗ فِىْ رَاَيْتُ اَسَدًا يُخَاطِبُ النَّاسَ هُوَ مَعْنَى الرَّجُلِ وَالْمُسْتَعَارُ

مِنْهُ هُوَ مَعْنَى الْاَسَدِ وَالْمُسْتَعَارُ هُوَ لَفْظُهٗ۔

ترجمہ:- استعارہ وہ مجاز ہے جس کا علاقہ مشابہت کا ہو اور اس کی اصل تشبیہ ہے جس کے اداتِ تشبیہ اور وجہ تشبیہ اور دو طرفوں میں سے ایک کو حذف کیا گیا ہے اور استعارہ میں مشبہ کا نام مستعار لہ ہوگا اور مشبہ بہ کا مستعار منہ، اور مستعار منہ کے لفظ کا مستعار، پس رأیت اسدًا یخاطِبُ الناس میں رجل کا معنٰی مستعار لہ ہے اور مستعار منہ وہ اسد کے معنٰی ہے اور لفظ اسد وہ مستعار ہے۔

تشریح:- اس بحث میں استعارہ کی تعریف اور اس کے ارکان اور اس کے اقسام کو بیان کیا جائے گا، استعارہ وہ مجاز لغوی مفرد ہے کہ جس کے معنٰی اصلی اور مجازی میں علاقہ مشابہت کا ہو، اور استعارہ اصل میں تشبیہ ہی ہے لیکن اس تشبیہ میں سے ادات تشبیہ اور وجہ تشبیہ اور دو طرف میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے جب یہ تین رکن محذوف ہوں گے، تو اس کا نام استعارہ ہوگا، پھر یہ بات بھی جان لو کہ استعارہ کے تین رکن ہیں ایک مستعار لہ، یعنی مشبہ کی ذات دوسرا مستعار منہ یعنی مشبہ بہ کی ذات اور تیسرا رکن مستعار یعنی وہ لفظ جو معنٰی حقیقی سے معنٰی مجازی کی طرف منتقل کیا گیا ہو چاہے وہ مستعار لہ یا مستعار منہ ہو جیسے مثال مذکور میں معنٰی رجل کو تشبیہ دی ہے معنیٰ اسد کے ساتھ لہذا معنیٰ رجل مستعار لہ ہوگا، اور معنیٰ اسد یعنی ذات اسد وہ مستعار منہ ہوگا اور لفظ اسد مستعار ہے اس لئے کہ اسد کا استعارہ کیا اور اس کو بول کر رجل کی ذات مراد لی ہے۔

فائدہ:- استعارہ اصل میں تشبیہ ہی ہے مگر مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان اتحاد تام کو پیدا کرنے کے لئے اس کو مختصر کر دیا جاتا ہے اور ایک لفظ کو دوسرے پر محمول کر لیا جاتا ہے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ گویا وہ وہی ہے اسی لئے استعارہ تشبیہ کے مقابلہ میں زیادہ بلیغ ہے۔

وَتُقْسَمُ الْاِسْتِعَارَةُ بِاِعْتِبَارِ مَا يُذْكَرُ مِنَ الطَّرَفَيْنِ اِلٰى تَصْرِيْحِيَّةٍ وَهِيَ مَا صُرِّحَ فِيْهَا بِلَفْظِ الْمُشَبَّهِ بِهٖ كَقَوْلِهٖ:

فَامْطَرَتْ لُؤْلُؤًا مِنْ نَرْجِسٍ وَسَقَتْ   وَرْدًا وَعَضَّتْ عَلَى الْعُنَّابِ بِالْبَرَدِ

وَالَى مَكْنِيَّةٍ وَهِيَ مَا حُذِفَ فِيهِ الْمُشَبَّهُ بِهِ وَرُمِزَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ مِنْ لَوَازِمِهِ كَقَوْلِهِ

وَاِذَا الْمَنِيَّةُ اَنْشَبَتْ اَظْفَارَهَا   اَلْفَيْتَ كُلَّ تَمِيْمَةٍ لَا تَنْفَعُ

شُبِّهَتِ الْمَنِيَّةُ بِالْاَسَدِ ثُمَّ حُذِفَ وَرُمِزَ اِلَيْهَا بِشَيْءٍ مِنْ لَوَازِمِهِ وَهُوَ الْاَظْفَارُ وَاِثْبَاتُ الْاَظْفَارِ لِلْمَنِيَّةِ يُقَالُ لَهُ اِسْتِعَارَةٌ تَخْيِيْلِيَّةٌ۔

استعارہ دو طرف کے ذکر کئے جانے کے اعتبار سے منقسم ہوتا ہے، دو قسموں کی طرف، ایک تصریحیہ: استعارہ تصریحیہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ کے لفظ کی تصریح کی گئی ہو جیسے شاعر کا قول، محبوبہ نے نرگس سے موتی برسائے اور گلاب کے پھول کو سیراب کیا اور اولے کے ذریعہ عناب کو کاٹا۔

اور دوسری قسم مکنیہ، اور مکنیہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ کو حذف کیا جاوے اور مشبہ بہ کی طرف اس کے لوازم میں سے کسی لازم کے ذریعہ اشارہ کیا جاوے جیسے اس کا قول اور موت جب اپنے ناخن کو گاڑ دیوے تو آپ ہر تعویذ کو بے سود پائیں گے۔ موت کو شیر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے پھر شیر مشبہ بہ کو حذف کر دیا گیا اور اس کی طرف اس کے لوازم میں سے ایک لازم سے اشارہ کیا گیا اور وہ لازم اظفار ہے اور موت کے لئے ناخن کا ثابت کرنا اس کو استعارہ تخیلیہ کہتے ہیں۔

تشریح:— استعارہ کی باعتبار دو طرف یعنی مشبہ اور مشبہ بہ کے باعتبار ذکر کے تین قسمیں ہیں (۱) تصریحیہ (۲) مکنیہ (۳) تخیلیہ۔ دو قسم کو صراحۃً ذکر کیا اور تیسری قسم کو ضمناً واشارۃً ذکر کیا، اگر استعارہ میں مشبہ بہ مذکور ہے، باقی تمام ارکان محذوف ہے تو اس کو استعارہ تصریحیہ کہتے ہیں، یعنی اہم رکن کی صراحت کی گئی ہے جیسے مثالِ مذکور میں پانچ

استعارے ہیں اور پانچوں تصریحیہ ہیں، مثلاً شاعر نے آنسوؤں کو موتی کے ساتھ تشبیہ دی پھر مشبہ کو حذف کر کے مشبہ بہ دُرَر کو ذکر کیا لہذا تصریحیہ ہوا، اسی طرح آنکھوں کو نرگس کے ساتھ تشبیہ دے کر مشبہ آنکھ کو حذف کر دیا نیز وَرد کا مشبہ رخسار بھی محذوف ہے، اور برد کا مشبہ دانت اور عناب کا مشبہ پوروے محذوف ہے، لہذا پانچوں میں مشبہ محذوف ہے اور مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا ہے لہذا تصریحیہ ہوں گے، عناب سرخ قسم کا ایک پھول ہے۔

اور اگر مشبہ ذکر کیا جاوے اور مشبہ بہ کو حذف کر کے اس کے کسی لازم کو مشبہ کے لئے ثابت کر کے مشبہ بہ کی طرف اشارہ کیا جائے تو اس کو استعارۂ مکنیہ کہیں گے اور اس لازم کو مشبہ کے لئے ثابت کرنے کو استعارۂ تخئیلیہ کہیں گے جیسے واذا المنیۃ انشبت اظفارھا الفیت کل تمیمۃ لاتنفع، اس مثال میں منیۃ مشبہ ہے اور مشبہ بہ اسد محذوف ہے اور مشبہ بہ کی طرف اس کے لوازم میں سے ایک لازم اظفار سے اشارہ کیا ہے لہذا یہ استعارۂ مکنیہ ہوا اور اظفار کو منیہ کے لئے ثابت کرنے کا نام تخئیلیہ ہوگا یعنی موت کے لئے اظفار ایک خیالی چیز ہے، حقیقت میں اس کا ثبوت نہیں ہے۔

وَتَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ اللَّفْظِ الْمُسْتَعَارِ اِلٰی اَصْلِيَّةٍ وَهِيَ مَاكَانَ فِيْهَا الْمُسْتَعَارُ اِسْمًا جَامِدًا كَاِسْتِعَارَةِ الْاَسَدِ لِلرَّجُلِ فِيْ نحوِ رَأيْتُ اسدًا يُخَاطِبُ النَّاسَ، وَاِلٰی تَبِيْعَةٍ وَهِيَ مَا كَانَ فِيْهَا الْمُسْتَعَارُ حَرْفًا اَوْ فِعْلًا اَوْ اِسْمًا مُشْتَقًّا نحوُ وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ، وَرَكِبَ فُلَانٌ كَتِفَيْ غَرِيْمِهٖ۔

وَكَقَوْلِهٖ :

وَلَئِنْ نَطَقْتُ بِشُكْرِ بِرِّكَ مُفْصِحًا　　　فَلِسَانُ حَالِيْ بِالشِّكَايَةِ اَنْطَق

اور استعارہ لفظ مستعار کے اعتبار سے منقسم ہوتا ہے اصلیہ کی طرف، اور استعارۂ اصلیہ یہ ہے کہ جس میں مستعار لفظ اسم جامد ہو جیسے لفظ اسد کا استعارہ رجل کے لئے رأیت

اسدا یخاطب الناس مثال میں، اور تبعیہ کی طرف، استعارہ تبعیہ وہ ہے جس میں لفظ مستعار حرف ہو یا فعل ہو یا اسم مشتق ہو جیسے میں تم کو ضرور سولی پر چڑھاؤں گا کھجور کے تنوں پر، اور جیسے فلاں شخص مقروض کے دونوں کندھوں پر سوار ہو گیا اور جیسے اس کا قول اگر میں آپ کی بخشش کا شکر یہ بیان کروں، فصیح زبان سے (تو کیا حاصل) کیونکہ میری زبان حال شکایت کے بارے میں زیادہ بولنے والی ہے۔

تشریح:۔ یہ استعارہ کی دوسری تقسیم ہے کہ استعارہ لفظ مستعار کے اعتبار سے دو قسم پر ہے ایک اصلیہ اور دوسری قسم تبعیہ، استعارہ اصلیہ اس کو کہتے ہیں جس میں لفظ مستعار اسم جامد ہو جیسے رأیت اسداً یخاطب الناس میں اسد کا استعارہ ہے رجل کے لئے اور لفظ اسد اسم جامد ہے لہذا یہ استعارہ اصلیہ ہوا، اور پہلی تقسیم کے اعتبار سے یہ استعارہ تصریحیہ ہوا اس لئے کہ مشبہ بہ کی تصریح کی گئی ہے اور استعارہ تبعیہ اس کو کہتے ہیں کہ جس میں لفظ مستعار حرف ہو یا فعل ہو یا اسم مشتق ہو جیسے حرف کی مثال لاصلبنکم فی جذوع النخل، یہ مثال استعارہ تصریحیہ تبعیہ کی ہے، تصریحیہ اس لئے کہ اس استعارہ میں مشبہ بہ (فی) مذکور ہے اور مشبہ حرف علیٰ محذوف ہے اور تبعیہ اس لئے کہ یہ استعارہ حرف میں جاری ہے، حرف (علیٰ) کو تشبیہ دی ہے، حرف (فی) کے ساتھ لہذا تبعیہ ہوا، اور فعل کی مثال رَکِبَ فلانٌ کتفی غریمہ اس مثال میں رکب فعل میں استعارہ جاری ہے، لازَمَ: فعل کو تشبیہ دی ہے رَکِبَ کے ساتھ پھر مشبہ کو حذف کر دیا اور مشبہ بہ کی تصریح کی گئی لہذا استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہوا، اور اسم مشتق کی مثال ولئن نطقت بشکر برک مفصحاً فلسان حالی بالشکایۃ انطق، اس مثال میں انطق اسم مشتق ہے اس میں استعارہ جاری ہے کہ اَدُلُّ اسم مشتق کو تشبیہ دی ہے انطق کے ساتھ، پھر مشبہ کو حذف کر دیا لہذا یہ استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہوا۔

فائدہ:۔ استعارہ اصلیہ کو اصلیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اول امر ہی سے لفظ مستعار اسم جامد میں استعارہ ہوتا ہے، وہ کسی اور استعارہ کا تابع نہیں اس لئے اس کو اصلیہ کہتے ہیں

جیسے مثال مذکور میں لفظ اسد ہی میں استعارہ جاری ہے کہ اسد سے رجل کا استعارہ کیا ہے اور تبعیہ کو تبعیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ استعارہ ایک اور استعارہ کا تابع ہوتا ہے کہ پہلے اس میں استعارہ جاری ہوتا ہے اور اس کے واسطے سے پھر حروف، فعل اور اسم مشتق میں جاری ہوتا ہے، لہذا یہ استعارہ دوسرے استعارہ کا تابع ہوا اس لئے اس کو تبعیہ کہتے ہیں، مثلاً جب حرف میں استعارہ جاری ہو تو یہ استعارہ اصل میں معنیٰ حرف میں ہوگا اور پھر اس کے واسطے سے حروف میں جاری ہوگا، جیسے مثال مذکور میں علی حرف کو تشبیہ دی ہے حرف فی کے ساتھ، اور فی سے مراد علی ہے لیکن پہلے یہ استعارہ ان دونوں حرفوں کے معنیٰ میں جاری ہوا یعنی علی حرف کا معنی ہے استعلاء، اور فی کا معنیٰ ہے ظرفیت، لہذا استعلاء کو تشبیہ دی ظرفیت کے ساتھ اور ظرفیت سے استعارہ کیا استعلاء کا پھر یہ معنیٰ پائے جاتے ہیں حرف علی اور فی میں لہذا پھر ان حروف میں استعارہ جاری ہوا، لہذا یہ استعارہ ایک اور استعارہ کا تابع ہوا اس لئے اس کو تبعیہ کہتے ہیں، اسی طرح جس فعل یا اسم مشتق میں استعارہ جاری ہوگا وہ پہلے ان کے مصدر میں جاری ہوگا اور پھر ان کے توسط سے فعل اور اسم مشتق میں اس لئے ان کو بھی تبعیہ کہیں گے، مثلاً فعل کی مثال مذکور میں اصل میں ملازمتِ شدیدہ (مصدر) کو تشبیہ دی، رُکوب کے ساتھ پھر ان کے واسطے سے لازَمَ اور رکب میں استعارہ ہوا، ایسے ہی انطق اور ادلّ میں کہ اصل میں استعارہ دلالت اور نطق میں ہے جو مصدر ہے اور ان کے واسطے سے اسم مشتق میں جاری ہوا۔

وَتَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ ذِكْرِ الْمُلَائِمِ وَعَدَمِهِ اِلٰى مُجَرَّدَةٍ وَهِيَ الَّتِيْ ذُكِرَ فِيْهَا مُلَائِمُ الْمُشَبَّهِ نحوُ كَلَّمْتُ اَسَدًا يَرْمِي النِّبَالَ، وَاِلٰى مُرَشَّحَةٍ وَهِيَ الَّتِيْ ذُكِرَ فِيْهَا الْمُشَبَّهُ بِهٖ نحوُ نُوْرُ الْحَقِّ لَا يَخْفٰى، وَاِلٰى مُطْلَقَةٍ وَهِيَ الَّتِيْ لَمْ يُذْكَرْ فِيْهَا مُلَائِمٌ نحوُ لَا تَنْقُضُوا الْعُهُوْدَ، وَلَا يُعْتَبَرُ التَّجْرِيْدُ وَالتَّرْشِيْحُ اِلَّا بَعْدَ تَمَامِ

الْاِسْتِعَارَةِ بِالْقَرِيْنَةِ فَلَا تُعَدُّ قَرِيْنَةُ التَّصْرِيْحِيَّةِ تَجْرِيْدًا وَقَرِيْنَةُ الْمَكْنِيَّةِ تَرْشِيْحًا۔

اور استعارہ باعتبار ملائم کے ذکر کرنے اور عدم ذکر کے منقسم ہوتا ہے مجردہ کی طرف، اور مجردہ وہ ہے جس میں مشبہ کا ملائم ذکر کیا گیا ہو جیسے میں نے ایسے شیر سے بات کی جو تیر پھینک رہا تھا، اور مرشحہ کی طرف، اور مرشحہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ کا ملائم ذکر کیا گیا ہو جیسے حق کی روشنی پوشیدہ نہیں ہوتی، اور مطلقہ کی طرف، اور مطلقہ وہ ہے جس میں کسی کا ملائم ذکر نہ ہو جیسے عہدوں کو مت توڑ۔

اور تجرید اور ترشیح کا اعتبار استعارہ کے قرینہ کے ساتھ پورا ہونے کے بعد ہی ہوگا لہذا التصریحیہ کے قرینہ کو تجرید شمار نہیں کیا جائے گا اور نہ مکنیہ کے قرینہ کو ترشیح شمار کیا جائے گا۔

تشریح:- اس عبارت میں ملائم کے ذکر اور عدم ذکر کے اعتبار سے استعارہ کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں۔(۱) مجردہ (۲) مرشحہ (۳) مطلقہ، ملائم بمعنی مناسب، لازم۔

استعارہ مجردہ اس کو کہتے ہیں کہ جس استعارہ میں مشبہ کے ملائم کو ذکر کیا جاوے یعنی اس استعارہ میں مشبہ محذوف ہوتا ہے اور مشبہ بہ مذکور اور مشبہ بہ سے مشبہ کو مراد لیا جاتا ہے، تو پہلے تو ایک قرینہ ہوگا جو مشبہ بہ سے مشبہ کو سمجھانے والا ہوگا اور وہ قرینہ مشبہ کے لوازم میں سے کوئی لازم ہوگا پھر اس کے بعد ایک اور مشبہ کے ملائم کو ذکر کیا جاوے تو جس استعارہ میں قرینہ کے پائے جانے کے بعد مشبہ کا ملائم ذکر کیا جاوے اس کو استعارۂ مجردہ کہتے ہیں اور اس ملائم کے ذکر کرنے کو تجرید کہتے ہیں، جیسے کلمت اسداً یرمی النبال میں اسد کا استعارہ ہے رجل کے لئے اور اس پر قرینہ کلمت ہے اس لئے کہ حقیقی شیر سے بات کرنا ممکن نہیں لہذا یہ استعارہ قرینہ کے ساتھ پورا ہو گیا، اس استعارہ کو تصریحیہ کہتے ہیں، پھر قرینہ کے ساتھ ساتھ ایک دوسرا ملائم بھی ہے جو مشبہ کا ملائم ہے اور وہ ہے یرمی النبال اور یہ بھی مشبہ رجل کا

ملائم اور اسی کے مناسب ہے کیونکہ اسد میں تیر پھینکنے کی صلاحیت نہیں لہذا یہ استعارہ مجردہ ہوا اور یرمی النبال ملائم کے ذکر کرنے کو تجرید کہتے ہیں۔

اور استعارہ مرشحہ اس کو کہتے ہیں کہ جس استعارہ میں مشبہ بہ کے ملائم کو ذکر کیا جاوے اس کو مرشحہ کہتے ہیں، یہاں پر بھی وہ بات کہ مشبہ بہ کے ملائم کا ذکر کرنا استعارہ کے قرینہ کے ذریعہ پورا کرنے کے بعد ہوگا اور مشبہ بہ کے ملائم کا ذکر کرنا استعارۂ مکنیہ میں ہوگا جیسے نور الحق لا یخفی، اس مثال میں حق کو سورج کے ساتھ تشبیہ دی اور مشبہ بہ کو حذف کردیا اور مشبہ کو ذکر کیا اور مشبہ حق سے سورج مراد لیا، اور اس پر قرینہ ہے نور جو سورج کا لازم ہے، لہذا یہ قرینہ کے ساتھ استعارہ مکنیہ پورا ہوگیا اس کے بعد مشبہ بہ کا ملائم لا یخفی کو ذکر کیا لہذا مرشحہ ہوا۔

اور استعارہ مطلقہ اس کو کہتے ہیں جس میں مشبہ یا مشبہ بہ میں سے کسی کے ملائم کو ذکر نہ کیا جائے جیسے لاتنقضوا العہود اس مثال میں عہود کو تشبیہ دی رسّی کے ساتھ، پھر مشبہ بہ کو حذف کردیا اور اس پر ایک قرینہ دال ہے اور وہ لاتنقضوا ہے، لہذا یہ استعارۂ مکنیہ پورا ہوا اور اس کے بعد کوئی ملائم مذکور نہیں لہذا یہ مطلقہ ہوا۔

ولا یعتبر التجرید اس عبارت کا مطلب وہی ہے جو ابھی بتایا گیا کہ تجرید یعنی مشبہ کے ملائم کا ذکر اور ترشیح یعنی مشبہ بہ کے ملائم کا ذکر کا اعتبار استعارہ کے قرینہ کے ساتھ پورا ہونے کے بعد ہوگا، مثلاً ترشیح کا ذکر استعارۂ مکنیہ میں ہوگا تو پہلے استعارۂ مکنیہ قرینہ کے ساتھ پورا ہو جاوے پھر ترشیح کا اعتبار کیا جاوے، خلاصہ یہ ہوا کہ استعارۂ مکنیہ میں ایک قرینہ تو وہ ہوگا جو مشبہ سے مشبہ بہ مراد لیا ہے، اس پر دلالت کرے گا اور اس کے بغیر تو استعارہ مکنیہ مکمل ہوگا ہی نہیں پھر اس کے بعد ایک دوسرا ملائم ذکر کیا جاوے تب مرشحہ بنے گا۔

فائدہ:- استعارۂ مکنیہ میں جو قرینہ ہوگا وہ قرینہ اور ملائم دونوں مشبہ بہ کے لوازم میں سے ہوں گے ایسے ہی تجرید کا ذکر استعارۂ تصریحیہ کے قرینہ کے ساتھ مکمل ہونے کے

بعد ہوگا اسی وجہ سے اگر استعارہ مکنیہ یا تصریحیہ میں صرف استعارہ کو سمجھانے والا قرینہ ہے اور اس کے علاوہ کوئی قرینہ مذکور نہیں تو اس کا نام مطلقہ رکھا جاوے گا۔

تنبیہ:- اِعْلَمْ اَنَّ الْاِطْلَاقَ اَبْلَغُ مِنَ التَّجْرِیْدِ وَالتَّرْشِیْحَ اَبْلَغُ مِنَ الْاِطْلَاقِ وَالتَّجْرِیْدِ۔ جان لو کہ بیشک استعارہ مطلقہ زیادہ بلیغ ہے استعارہ مجردہ سے، اور استعارہ مرشحہ استعارہ مطلقہ اور مجردہ دونوں سے زیادہ بلیغ ہے۔

تشریح:- استعارہ میں چونکہ زیادہ اہمیت مشبہ بہ کی ہے اس لئے مشبہ بہ کے ملائم کی بھی زیادہ اہمیت ہوئی، لہذا استعارہ مرشحہ جس میں مشبہ بہ کے ملائم کا ذکر ہوتا ہے اس کی اہمیت زیادہ ہوگی اور وہ باقی دونوں سے زیادہ بلیغ ہوگا، اور مشبہ کی اتنی اہمیت نہ ہونے کی وجہ اس کے ملائم کی بھی اہمیت کم ہوگی لہذا مجردہ مطلقہ کے بعد کے درجہ میں بلیغ ہوا، ترشیح کا اطلاق اور تجرید سے زیادہ بلیغ ہونا اس وجہ سے ہے کہ مشبہ کے ذکر کے ساتھ مشبہ بہ کے ملائم کو جب اس کے ساتھ ذکر کیا جائے گا تو تشبیہ میں کامل اتحاد ثابت ہوگا گویا استعارہ ہے ہی نہیں اور یہ مشبہ عین مشبہ بہ ہے، اور اس کے لئے وہ شئی ثابت ہے جو مشبہ بہ کے لئے ثابت ہے اور وہ اتحاد کا دعوی تجرید میں اطلاق سے بھی زیادہ ضعیف ہے اس لئے تجرید کا درجہ اطلاق کے بھی بعد ہوگا۔ (جواہر البلاغہ)

فائدہ:- لَابُدَّ اَنْ یَّکُوْنَ الْمُشَبَّهُ بِهٖ کُلِّیًا کَاِسْمِ الْجِنْسِ وَعَلَمِهٖ حَتّٰی یَصِحَّ اِدِّعَاءُ دُخُوْلِ الْمُشَبَّهِ فِیْ جِنْسِ الْمُشَبَّهِ بِهٖ فَلَا تَتَاَتَّی الْاِسْتِعَارَةُ فِی الْعَلَمِ الشَّخْصِیِّ لِاَنَّهٗ یُنَافِی الْجِنْسِیَّةَ لِاَنَّ الْجِنْسَ یَقْتَضِی الْعُمُوْمَ وَالْعَلَمُ یَمْنَعُ الْعُمُوْمَ وَالْاِشْتِرَاکَ اِلَّا اَنَّهٗ یَجُوْزُ اَنْ تَکُوْنَ الْاِسْتِعَارَةُ عَلَمًا اِذَا کَانَ مُؤَوَّلًا بِالصِّفَةِ لِسَبَبِ اِشْتِهَارِهٖ بِوَصْفٍ مِنَ الْاَوْصَافِ کَاِشْتِهَارِ حَاتِمٍ بِالْجُوْدِ وَمَعْنٍ بِالْحِلْمِ وَقُسٍّ بِالْفَصَاحَةِ۔

ترجمہ:- استعارہ میں ضروری ہے یہ بات کہ مشبہ بہ کلی ہو جیسے اسم جنس اور علم جنس تا کہ مشبہ کے مشبہ بہ کے جنس میں داخل ہونے کا دعویٰ کرنا صحیح ہو، اسی لئے استعارہ علم شخصی میں جاری نہ ہوگا، اس لئے کہ علم شخصی جنسیت کے منافی ہے، اس لئے کہ جنس عمومیت کا تقاضہ کرتی ہے اور علم شخصی عموم اور اشتراکیت کو روکتا ہے ہاں مگر استعارہ علم شخصی میں اس وقت درست ہوگا جب کہ وہ علم سے صفت مراد لی گئی ہو اس علم کے اوصاف میں سے کسی وصف کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ سے جیسا کہ حاتم کا مشہور ہونا سخاوت کے ساتھ، اور معن کا حلم کے ساتھ اور قُس کا فصاحت کے ساتھ۔

تشریح:- یہ بات پہلے جان چکے ہو کہ تشبیہ سے مقصود مشبہ اور مشبہ بہ میں اتحاد کو ثابت کرنا ہے اسی وجہ سے جس تشبیہ میں وہ اتحاد زیادہ ہوگا اسی اعتبار سے وہ تشبیہ بلیغ شمار کی جاوے گی، اور اتحاد کا پیدا کرنا اسی وقت ممکن ہوگا جب کہ مشبہ کو جس مشبہ بہ کے ساتھ جوڑا جاتا ہے وہ مشبہ بہ عام ہو، تا کہ اس کی عمومیت میں شامل ہو کر گویا وہ مشبہ اس کے افراد واجزاء میں کا ایک فرد بن جاوے، لہذا مشبہ بہ کا کلی ہونا یعنی اس میں عمومیت کا ہونا ضروری ہے مثلاً مشبہ بہ اسم جنس ہو یا علم جنس ہو تو اب مشبہ کے مشبہ بہ میں دخول کا دعویٰ صحیح ہوگا برخلاف جب کہ مشبہ بہ علم شخصی ہو، اس لئے کہ جب مشبہ بہ علم شخصی ہے یعنی اس کا اطلاق صرف ایک مخصوص، معین فرد پر ہوتا ہے تو اب اگر اس کے ساتھ دوسرے کو جوڑ کر اتحاد ثابت کرنا چاہیں گے تو ممکن ہی نہ ہوگا اس لئے کہ مشبہ بہ میں مشبہ کو اپنے اندر لینے کی صلاحیت نہیں ہے لہذا علم شخصی میں استعارہ صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر علم شخصی بول کر اس کا وصف مشہور مراد لیا جاوے تو اس وقت اس میں عمومیت پیدا ہو جائے گی کیونکہ علم سے وہ معین ذات مراد نہیں بلکہ اس کا وصفِ مشہور مراد ہے اب اس کو مشبہ بہ بنا کر مشبہ کو اس کے ساتھ جوڑا جا سکتا ہے، جیسے حاتم بول کر ذات معین مراد نہ لے جس کا نام حاتم تھا بلکہ حاتم کا وصف مشہور جود وسخا، لہذا اب لفظ حاتم علم شخصی نہ رہا بلکہ اس کا معنیٰ جود وسخا ہو گیا جو عام ہے، لہذا اس کو مشبہ بہ بنا سکتے ہیں، اسی

طرح معنٰی بول کراس کی ذات مراد نہ لے بلکہ جس وصف کے ساتھ مشہور ہے یعنی حلم تو اب اس کو بھی مشبہ بہ بنا سکتے ہیں اسی طرح قُس بول کر فصاحت مراد لے۔

فائدہ:- اسم جنس اور علم جنس میں فرق یہ ہے کہ اسم جنس میں عمومیت کا معنی ہوتا ہے لیکن وہ اپنے تمام افراد پر ایک ساتھ صادق نہیں آتا بلکہ بدلیت کے طریقہ پر جیسے رجل، فرس، تو یہ تمام رجال اور فرس پر بولا جاسکتا ہے، لیکن ایک ساتھ تمام رجال کو رجل نہیں کہہ سکتے کہ یہ تمام افراد رجل میں شامل ہیں بلکہ بدلیت کے طریقہ پر رجل سب پر بولا جاتا ہے اس کو مثال سے سمجھئے مثلاً کسی نے کہا جاءنی رجل تو اس کا معنٰی یہ نہ ہوگا کہ رجل کے سب افراد آئے بلکہ یہ معنٰی ہوگا کہ ایک رجل آیا لیکن وہ کون سا، وہ بیان نہیں کیا گیا لہذا بدلیت کے طریقہ پر سب رجل کے افراد مراد ہوں گے یعنی ہوسکتا ہے کہ زید آیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عمرو آیا ہو یا اس کے علاوہ لیکن خارج میں آنا تو ایک ہی کے لئے ثابت ہوگا، اور علم جنس اس کو کہتے ہیں جس میں اس کے تمام افراد ایک ساتھ مراد لئے جاسکے، مثلاً ماء، تمرٌ تو ایک تمر، دو تمر اور دنیا بھر کی تمر سب ایک ہی ساتھ تمر میں شامل ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اسئلة

(۱) مَاالْمَجَازُ ؟ مجاز کے کیا معنی ہے (لغۃً واصطلاحاً)

(۲) کَمْ قِسْمًا الْمَجَازُ ؟ مجاز کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۳) مَاالْفَرْقُ بَیْنَ الْمَجَازِ وَالْاِسْتِعَارَۃِ ؟ مجاز (مرسل) اور استعارہ کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۴) مَاالْفَرْقُ بَیْنَ الْعَلَاقَۃِ وَالْقَرِیْنَۃِ۔ علاقہ اور قرینہ کے درمیان کیا فرق ہے؟ علاقہ وہ صفت مشترک ہے جو معنٰی اصلی اور معنٰی مجازی دونوں میں پائی جاوے اور قرینہ جس کو متکلم اپنے کلام میں معنٰی مجازی مراد لینے پر دلیل بنا دے۔

(۵) مَا الْاِسْتِعَارَةُ؟ استعارہ کے کیا معنٰی ہیں؟

(٦) کم نوعًا الاستعارةُ ؟ استعارہ کی کتنی قسمیں ہیں، طرفین کے ذکر کے اعتبار سے اور لفظ مستعار کے اعتبار سے اور ملائم کے اعتبار سے۔

(۷) مَا الْفَرْقُ بین الاستعارةِ التصریحیةِ و المکنیةِ۔ استعارہ تصریحیہ اور مکنیہ کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۸) مَا الْفَرْقُ بَیْنَ الْاِسْتِعَارَةِ الْاَصْلِیَّةِ وَالتَّبْعِیَّةِ۔ استعارہ اصلیہ اور تبعیہ کے درمیان فرق کیا ہے؟

(۹) مَا الْفَرْقُ بَیْنَ الاستعارة المرشّحةِ و الْمُجَرَّدَةِ وَالْمطْلَقَةِ۔ استعارہٗ مرشحہ اور مجردہ اور مطلقہ کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۱۰) مَتٰی یُعْتَبَرُ التَّرْشِیْحُ وَالتَّجْرِیْدُ، ترشیح اور تجرید کا کب اعتبار کیا جاوے گا۔

(۱۱) اُذْکُرْ اَقْسَامَ الْاِسْتِعَارَةِ التَّصْرِیْحِیَّةِ وَمَثِّلْ لِمَا تَقُوْلُ۔ استعارہ تصریحیہ کے اقسام بیان کرو اور جو بیان کرو اس کی مثال دو (دو قسمیں ہیں ا۔ اصلیہ ۲۔ تبعیہ۔ اور سفینہ کے ص (۹۹) پر جو مثالیں وہ تصریحیہ اصلیہ اور تصریحیہ تبعیہ ہی کی ہیں، (۱۲) اذکر اقسام الاستعارة المکنیة مع التمثیل، استعارہ مکنیہ کی اقسام مع امثلہ ذکر کرو، اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مکنیہ اصلیہ (۲) مکنیہ تبعیہ، مکنیہ اصلیہ کی مثال ص ۹۹ پر دیکھو، واذا المنیۃ انشبت الخ ہے اور مکنیہ تبعیہ کی مثال یُعجِبُنِی اِرَاقَةُ الضَّارِبِ دَمَ الظَّالِمِ۔ مجھے ضارب کے ظالم کا خون بہانے نے تعجب میں ڈال دیا، اس مثال میں ضرب شدید کو تشبیہ دی قتل کے ساتھ، ایذاء جامع کی وجہ سے، پھر ضرب شدید سے قتل مراد لیا گیا، اور لفظ مستعار اسم مشتق ہے لھذا استعارہٗ مکنیہ تبعیہ ہوا،

تنبیہ:۔ استعارہ مکنیہ فعل اور حرف میں جاری نہیں ہوتا صرف اسم مشتق میں جاری

ہوگا (جواہر البلاغۃ)

(۱۳) مَثِّلْ لِكُلٍّ مِنَ الْإِسْتِعَارَةِ التَّصْرِيْحِيَّةِ الْأَصْلِيَّةِ وَالتَّبَعِيَّةِ فِي الْفِعْلِ وَالْحَرْفِ وَالْمَكْنِيَّةِ الْأَصْلِيَّةِ۔ استعارہ تصریحیہ اصلیہ اور استعارہ تبعیہ فی الفعل والحرف اور مکنیہ اصلیہ کی مثال دو۔

تمرین اول

بَيِّنْ نَوْعَ الْإِسْتِعَارَةِ وَقَرِيْنَتَهَا وَالْجَامِعَ فِيْمَا يَأْتِيْ ۔آنے والے جملوں میں استعارہ کی قسم اور اس کا قرینہ اور جامع یعنی علاقہ کو بیان کیجئے۔

(۱) إِنَّكَ لَا تَجْنِيْ مِنَ الشَّوْكِ الْعِنَبَ۔ بیشک آپ کانٹوں سے انگور نہیں توڑ سکتے، شوک اور عنب میں استعارہ جاری ہوا ہے بداخلاق انسان کو تشبیہ دی شوک کے ساتھ اور عنب کے ساتھ بھی تشبیہ دی، اور مشبہ اچھا فائدہ ہے اور مشبہ کو محذوف کردیا اور مشبہ بہ کو ذکر کیا لہذا تصریحیہ ہوا، اور لفظ مستعار اسم جامد ہے تو اصلیہ ہوا، اور مزید مشبہ اور مشبہ بہ کا ملائم نہیں لہذا مطلقہ ہوا، اور جامع عدم نفع اور قرینہ لاتجنی ہے، نیز قرینہ حالیہ بھی ہے کہ عرب میں یہ جملہ مثل ہے یعنی بُرے آدمی سے اچھائی کی امید نہیں کی جاسکتی۔

(۲) اَلرَّبُّ قَدْ مَلَكَ وَلَبِسَ الْبَهَاءَ لَبِسَ الرَّبُّ الْعِزَّةَ وَتَنَطَّقَ، رب مالک ہوا اور رونق کو پہن لیا رب نے عزت کو پہنا اور اس کا کمر بند بنایا، البھاء اور العزۃ میں استعارہ جاری ہے اس میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہے، لباس مشبہ بہ محذوف ہے، جامع زینت اور قرینہ لبس جو مشبہ کا لازم ہے۔

(۳) تَخَرَّجْتُ عَلٰى بَحْرٍ لَا يُسْبَرُ غَوْرُهُ۔ میں تبحر عالم کے پاس فارغ ہوا جس کی گہرائی معلوم نہیں کی جاسکتی، بحر میں استعارہ تصریحیہ اصلیہ مرشحہ ہے، عالم

تبحر کو تشبیہ دی بحر کے ساتھ، جامع نفع ہے، اور قرینہ تخرجت، اور لا یسبر غورہ مشبہ بہ کا ملائم مذکور ہے۔

(۴) اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا۔ بیشک بعضے بیان البتہ جادہ ہے۔ سحرًا میں استعارہ تصریحیہ اصلیہ مطلقہ ہے، سحرًا مشبہ بہ اور بیان مشبہ محذوف اور من البیان قرینہ، اس لئے کہ مذکور بیان کو تشبیہ دینا مقصود نہیں بلکہ وہ بیان جو متکلم کی نیت میں ہے، اور جامع تاثیر ہے۔

(۵) اِکْفَهَرَّ وَجْهُ الْاُفُقِ، افق کا چہرہ بہت سیاہ ہوگیا، افق میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہے، افق مشبہ مذکور اور انسان مشبہ بہ محذوف اور قرینہ وجہ کی اضافت افق کی طرف اور جامع معاینہ بآسانی دیکھنا۔

(۶) بِالْمَاءِ تَحْیَا الْاَرْضُ، پانی ہی سے زمین زندہ ہوتی ہے، تحیا میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ مطلقہ ہے، تزین مشبہ محذوف، تحیا مشبہ بہ مذکور، قرینہ تحیا کی نسبت الارض کی طرف، جامع تزین وحیاۃ کا ایک دوسرے پر موقوف ہونا۔

(۷) قَتَلْتَ الْبُخْلَ مُذْ نَبَتَّ کَرِیْمًا۔ آپ نے بخل کو قتل کر دیا جب سے آپ سخی پیدا ہوئے۔ قتلت میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ مطلقہ ہے، ازلتَ مشبہ محذوف، قتلت مشبہ بہ مذکور، قرینہ قتلت کا وقوع بخل پر، جامع معدوم ہونا یعنی قتل کا نتیجہ معدوم ہے اسی طرح ازالہ کا نتیجہ بھی۔

(۸) مَنْ غَرَسَ الْمَعْرُوْفَ حَصَدَ الشُّکْرَ۔ جو احسان بوتا ہے شکریہ کاٹتا ہے، غرس میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ مطلقہ ہے، مشبہ فعل محذوف ہے، غرس مشبہ بہ مذکور قرینہ المعروف، کہ اس کو بویا نہیں جاتا، جامع اچھا نتیجہ۔

(۹) نَنَامُ وَالْمَوْتُ لَا یَنَامُ عَنَّا۔ ہم سوتے ہیں اور موت ہم سے نہیں سوتی، لا ینام میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ مطلقہ، لا یغفل مشبہ محذوف، قرینہ لا ینام کی نسبت

الموت کی طرف، اور جامع، نوم اور غفلت میں بدیہی ہے۔

(۱۰) قَدِمَ النَّاجِحُ يَجُرُّ اَذْيَالَ التِّيهِ وَالْاِفْتِخَارِ۔ کامیاب ہونے والا آدمی غرور اور فخر کا دامن گھسیٹتا ہوا آیا، التیہ والافتخار میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، قمیص محذوف، قرینہ اذیال کا ثبوت تیہ والافتخار کے لئے، اور یجر مشبہ بہ کا ملائم، اور جامع اِلصاق، کہ قمیص جیسے انسان سے لگا رہتا ہے اگر اچھا ہو تو زینت دیتا ہے ورنہ بدنما بناتا ہے، اسی طرح یہ اوصاف بھی انسان سے لگے رہتے ہیں۔

(۱۱) دُوْنَکَ غُصْنًا قَصَفَتْهُ الْمَنُوْنُ غَضًّا رَطِيبًا۔ اس شاخ کو لو جس کو موت نے توڑ دیا ہے تروتازہ ہونے کی حالت میں، غصنا میں استعارہ تصریحیہ، اصلیہ مرشحہ ہے، بچہ مشبہ محذوف، غصنا مشبہ بہ مذکور، المنون قرینہ، غضًّا رطیباً مشبہ بہ کا ملائم۔ غضا بمعنی تروتازہ، رطیباً تروتازہ اور جامع نرم نازک۔

(۱۲) مَنْ بَاعَ دِيْنَهٗ بِدُنْيَاهُ لَمْ تَرْبَحْ تِجَارَتُهٗ۔ جس نے اپنے دین کو دنیا کے بدلہ میں بیچا اس کی تجارت سودمند نہ ہوئی، دینہ میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، مبیع مشبہ بہ محذوف، دینہ مشبہ مذکور، قرینہ باع اور لم تربح تجارتہ مشبہ بہ کا ملائم، اور جامع اختیار کرنا پسند کرنا۔

(۱۳) تبسَّمتِ الرِّيَاضُ بِقدومِ الرَّبِيعِ۔ باغ موسم ربیع کے آنے سے مسکرایا، تبسمت میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ مرشحہ ہے، تبسمت مشبہ بہ، زَهَرَتْ مشبہ محذوف، قرینہ تبسمت کی نسبت الریاض کی طرف، اور جامع کھلنا، اور قدوم الربیع مشبہ بہ کا ملائم۔

(۱۴) تَلَظّٰى غَيْظًا۔ وہ غصہ سے بھڑک اٹھا، تلظی کی ضمیر میں استعارہ جاری ہے، استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہے، انسان جس کی طرف تلظی کی ضمیر راجع ہے مشبہ، اور آگ مشبہ بہ محذوف، اور تلظی کی نسبت انسان کی طرف قرینہ، اور جامع نقصان۔

تنبیہ:- ان جملوں میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ایک ہی جملہ میں دو تین

استعارہ ہیں لیکن ان میں سے اس کتاب میں صرف ایک کو ذکر کیا گیا ہے، مثلاً تبسمت الریاض الخ میں جیسے تبسمت میں استعارہ ہے۔اسی طرح ریاض میں بھی ہے کہ ریاض کو انسان کے ساتھ تشبیہ دی ہے اسی طرح دوسرے جملوں میں غور کرلیا جاوے۔

تمرین ثان

تَكَلَّمْ عَلَى الْإِسْتِعَارَةِ وَاِجْرَائِهَا فِي الْأَبْيَاتِ الْآتِيَةِ.

آنے والے اشعار میں استعارہ کی اقسام اور اس کے اجراء پر کلام کریں۔

تشریح:- دوسری تمرین میں استعارہ کی اقسام کو بیان کیا جاوے گا اور اس کے اجراء کو یعنی کون سے لفظ میں استعارہ ہے اور اس سے کیا معنیٰ مراد لیا، کیوں مراد لیا؟ کیا علاقہ ہے؟ ان باتوں کو بیان کیا جاوے گا۔

(۱) ثَوْبُ الرِّيَاءِ يَشِفُّ عَمَّا تَحْتَهُ ۔۔۔ فَإِذَا الْتَحَفْتَ بِهٖ فَإِنَّكَ عَارِ

ریاء کا کپڑا اپنے نیچے کی چیز کو ظاہر کردیتا ہے جب تو اس کو اوڑھے گا، تو بیشک تو ننگا ہے، بہ کہ ضمیر میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، کہ ریاء کو چادر کے ساتھ تشبیہ دی، جامع اشتمال ہے، پھر مشبہ ریاء کا استعارہ کیا اور مشبہ بہ محذوف ہے اور قرینہ التحفت ہے، جو مشبہ بہ کا لازم ہے، لہٰذا مکنیہ ہوا اور مشبہ اور مشبہ بہ دونوں جامد ہیں اس لئے اصلیہ ہوا اور مشبہ بہ کا ملائم فانک عار مذکور ہے، لہٰذا مرشحہ ہوا۔

(۲) اِنَّ الْعُلٰى حَدَّثَتْنِيْ وَهِيَ صَادِقَةٌ ۔۔۔ فِيْمَا تُحَدِّثُ اَنَّ الْعِزَّ فِي النَّقْلِ

بیشک بلندی نے مجھ سے بیان کیا اور وہ اپنی بات میں سچی ہے کہ بیشک عزت منتقل ہونے میں ہے، حدثتنی میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ مرشحہ ہے، دلّتنی کو تشبیہ دی حدثتنی کے ساتھ پھر مشبہ کو حذف کردیا اور مشبہ بہ کا استعارہ کیا، العلیٰ کی جانب حدثتنی کی نسبت کے قرینہ سے، اور جامع ایصال المعنیٰ الی الذہن ہے۔

(۳) لَدَى اَسَدٍ شَاكِي السِّلَاحِ مُقَذَّفٍ لَــــهُ لِبَدٌ اَظْـفَــارُهُ لَـم تُـقَلَّمِ

میں ایسے شیر کے پاس ہوں جو ہتھیاروں سے مسلح جنگ آزمودہ ہے اس کی گردن پر بال ہے، اس کے ناخن کاٹے نہیں گئے، اسد میں استعارہ تصریحیہ، اصلیہ مجردہ ہے، رجل مشبہ محذوف، قرینہ لدی یعنی شیر کے پاس کون کھڑا رہ سکتا ہے، معلوم ہوا کہ اسد میں استعارہ ہے، اسی طرح لہ لبد اظفارہ لم تقلم بھی قرینہ ہے، اور جامع شجاعت، اور شاکی السلاح مقذف ملائم مشبہ بہ، نیز اس استعارہ کو موشحہ بھی کہہ سکتے ہیں، استعارۂ موشحہ اس کا نام ہے جس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا ملائم مذکور ہو جیسے مثال مذکور میں شَاكِي السِّلَاحِ مُقَذَّفٍ یہ دونوں مشبہ کے ملائم ہے اور لَهُ لِبَدٌ اَظْفَارُهُ یہ مشبہ کا ملائم ہے، لہذا موشحہ ہو۔

حل لغات:- لدی بمعنی پاس، شاکی ب ضرب سے وہ آدمی جو ہتھیار باندھے ہوئے ہو، مقذف تفعیل سے اسم فاعل، کود پڑنے والا، باربار لڑنے والا، تجربہ کار، لم تقلم ناخن کاٹنے کے معنیٰ میں۔

(۴) اَلْمَجْدُ عُوْفِيَ مُذْ عُوْفِيْتَ وَالْكَرَمُ وَزَالَ عَنْكَ اِلَـى اَعْـدَائِكَ السَّقَمُ

بزرگی صحت مند ہوگئی جب سے آپ صحت مند ہوگئے، اور بخشش بھی اور بیماری تجھ سے زائل ہو کر تیرے دشمنوں کے پاس چلی گئی۔ المجد والکرم میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہے، انسان مشبہ بہ محذوف، قرینہ المجد والکرم کی جانب عوفی کی نسبت، اور جامع قابل رغبت وتعلق۔

(۵) حِصَانِيْ كَانَ دَلَّالَ الْمَنَايَا فَخَاضَ غُبَارَهَا وَشَرٰى وَبَاعَا

وَسَيْفِيْ كَانَ فِي الْهَيْجَا طَبِيْبًا يُدَاوِيْ رَاْسَ مَنْ يَشْكُوْ الصُّدَاعَا

میرا گھوڑا موتوں کا دلال (دلالی کرنے والا) تھا، پس وہ موتوں کے غبار میں گھسا کچھ خریدا اور کچھ بیچا اور میری تلوار لڑائی میں ڈاکٹر تھی علاج کرتی اس آدمی کے سر کا جو دردِ سر کی شکایت کرے۔

حصانی اور سیفی میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، دونوں کا مشبہ بہ انسان محذوف، حصانی کے استعارہ میں قرینہ دلال المنایا، اور جامع دلیری، اور شری اور باعا مشبہ بہ کا ملائم، اور سیفی میں قرینہ طیبیًا، اور جامع قطع اور دوسرا مصرع مشبہ بہ کا ملائم۔

(٦) اِذَا امْتَحَنَ الدُّنْیَا طَبِیْبٌ تَکَشَّفَتْ ۔۔۔ لَـهٗ عَنْ عَـدُوٍّ فِـیْ ثِیَـابِ صَدِیْقٍ

جب کوئی عقل مند دنیا کو آزماتا ہے تو اس کے سامنے ظاہر ہوتی ہے دشمن بن کر دوست کے لباس میں، الدنیا میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، انسان مشبہ بہ محذوف، قرینہ امتحن کا تعلق دنیا کے ساتھ، اور جامع ناکامی وکامیابی، یعنی جیسے انسان کے لئے امتحان کے وقت دونوں پہلو ہے اسی طرح دنیا میں بھی دونوں پہلو ہیں غالب پہلو ناکامی کا ہے کہ اکثر لوگ دنیا کے آنے کے بعد غلط راستہ اپنا لیتے ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتو دنیا نجات کا سبب ہے (جیسے علامہ رومؒ نے کونسی دنیا بہتر اور کونسی قابل ترک اس کو اس شعر میں بیان فرمایا:

آب اندر زیرِ کشتی پستی است ۔۔۔ آب در کشتی ہلاک کشتی است

اور دوسرا مصرع مشبہ بہ کا ملائم ہے۔

(٧) وَاِذَا تُبَاعُ کَرِیْمَةٌ اَوْ تُشْتَرٰی ۔۔۔ فَسِوَاکَ بَائِعُهَا وَاَنْتَ الْمُشْتَرِیْ

اور جب کوئی بزرگی کی چیز بیچی جاتی ہے یا خریدی جاتی ہے تو آپ کے علاوہ بیچنے والا ہوتا ہے اور آپ خریدنے والے ہوتے ہیں، کریمۃ میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، مبیع مشبہ بہ محذوف، قرینہ تباع کی نسبت کریمہ کی جانب، جامع قابل اختیار وحصول، اور دوسرا مصرع مشبہ بہ کا ملائم ہے۔

(٨) اَصُوْنُ عِـرْضِـیْ بِمَالِیْ لَا اُدَنِّسُهٗ ۔۔۔ لَا بَارَکَ اللّٰهُ بَعْدَ الْعِرْضِ بِالْمَالِ(١)

میں اپنی عزت کی حفاظت کرتا ہوں مال دے کر اس کو داغ دار ہونے نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ مال میں برکت نہ دیوے،

(١) حسان بن ثابتؓ

عزت برباد ہونے کے بعد، عرضی میں استعارۂ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہے، مشبہ بہ ثوب محذوف، لادنسہ لازم، قرینہ اور جامع عیوب چھپانا، نیز تزیّن وشرافت۔

(۹) وَمَا الْمَوْتُ بَيْنَ النَّاسِ اِلَّا مُهَنَّدٌ بِكَفِّ الْمَنَايَا وَالنُّفُوْسُ لَهَا غِمْدٌ

اور نہیں ہے موت لوگوں کے درمیان مگر ہندوستانی تلوار موتوں کے ہاتھ میں، اور نفوس اس کے لئے میان ہیں۔ المنایا میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، مشبہ بہ قاتل انسان محذوف، اور کف مشبہ بہ کا لازم قرینہ ہے اور جامع ختم، معدوم کرنا، والنفوس لہا غمد مشبہ بہ کا ملائم ہے۔

(۱۰) وَاِذَا اَرَادَ اللهُ نَشْرَ فَضِيْلَةٍ طُوِيَتْ اَتَاحَ لَهَا لِسَانَ حَسُوْدٍ

جب اللہ تعالیٰ کسی چھپی ہوئی فضیلت کو پھیلانا چاہتا ہے تو اس کے لئے حاسدوں کی زبان کو مقدر کر دیتے ہیں۔ فضیلۃ میں استعارہ اصلیہ مکنیہ مجردہ ہے، ثوب مشبہ بہ محذوف، طویت لازم، اور جامع تزین، اور اتاح لھا الخ مشبہ فضیلت کا ملائم ہے۔

مَبْحَثٌ فِى الْمَجَازِ الْمُرْسَلِ

یہ بحث ہے مجاز مرسل کے بیان میں

اَلْمَجَازُ الْمُرْسَلُ هُوَ مَجَازٌ عَلَاقَتُهٗ غَيْرُ الْمُشَابَهَةِ۔ مجاز مرسل وہ مجاز ہے جس کا علاقہ مشابہت کے علاوہ ہو۔

تشریح:- مجاز لغوی مفرد کی دو قسموں میں سے ایک استعارہ کو بیان کیا، اب دوسری قسم مجاز مرسل کا ذکر شروع ہو رہا ہے، چنانچہ اس کی تعریف بیان کی کہ مجاز مرسل اس مجاز کا نام ہے کہ جس کے معنیٰ حقیقی اور معنیٰ مجازی کے درمیان مشابہت کے علاوہ دوسرا کوئی علاقہ پایا

جاوے اور ساتھ ہی ایک قرینہ بھی ہو جو معنیٰ حقیقی مراد لینے سے مانع ہو۔

وَعَلَاقَاتُهُ كَثِيْرَةٌ الْمَشْهُوْرُ مِنْهَا (ا) السَّبَبِيَّةُ نحوُ رَعَتِ الْغَنَمُ الْغَيْثَ۔

ترجمہ:۔ اور مجاز مرسل کے علاقے بہت ہیں ان میں سے مشہور آٹھ ہیں پہلا سببیت کا علاقہ جیسے بکری نے بارش چری۔

تشریح: - اور مجاز مرسل کا علاقہ اول سببیت ہے یعنی معنیٰ حقیقی سبب ہو اور معنیٰ مجازی مسبّب ہو اور سبب بول کر مسبب مراد لیا جاوے تو سبب بول کر مسبب مراد لینے کا نام سببیت کا علاقہ ہے، جیسے رعت الغنم الغیث میں غیث بول کر گھاس کو مراد لیا اور گھاس کے لئے بارش سبب ہے اور قرینہ واضح ہے کہ بارش کو چرا نہیں جاتا۔

۲۔ المسببية نحو امطرت السماء نباتاً۔ مسببیت کا علاقہ جیسے آسمان نے گھاس کو برسایا، نباتا مسبب بول کر سبب بارش کو مراد لیا ہے، لہذا علاقہ سببیت کا ہوا۔

۳۔ الْجُزْئِيَّةُ نحوُ اَجْمَعَتِ الْاُمَمُ عَلٰى تَحْرِيْرِ الرِّقَابِ۔ جزئیت کا علاقہ جیسے امتوں نے اجماع کیا ہے گردنوں کے آزاد کرنے پر۔

(تشریح) یعنی جز بول کر کل مراد لینا جیسے رقاب جز بول کر پورے غلاموں کی ذات مراد ہے، اس کو جزئیت کا علاقہ کہتے ہیں۔

۴۔ الْكُلِّيَّةُ نحوُ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْ آذَانِهِمْ۔ کلیت کا علاقہ جیسے کفار اپنی انگلیوں کو کانوں میں کر دیتے ہیں،

تشریح:۔ کل بول کر جزء مراد لینا اس کو کلیت کا علاقہ کہا جاتا ہے، جیسے اصابع بول کر انامل یعنی پوروے انگلیوں کا جز مراد لیا ہے۔

۵۔ الْمَحَلِّيَّةُ نحوُ قَرَّرَ الْمَجْلِسُ كَذَا محلیت کا علاقہ جیسے مجلس نے

ایسا فیصلہ کیا۔

تشریح:۔محل بول کر حال مراد لینا اس کو محلیت کا علاقہ کہا جاتا ہے، محل جس میں کوئی شئی رہے یا رکھی جاوے، اور حال وہ شئی جو محل میں حلول کرے یا رہے جیسے مجلس محل ہے اس میں حال اہل مجلس ہے تو محل مجلس بول کر حال یعنی اہل مجلس کو مراد لیا۔

۶۔اَلْحَالِیَّةُ نحوُ حَفرتُ الْمَاءَ۔ حالیت کا علاقہ جیسے میں نے پانی کھودا، یعنی حال بول کر محل مراد لینا، الماء بول کر محل یعنی کنواں مراد لیا۔

۷۔اعتبار ما کَانَ نحو شَرِبْنَا بُنًّا۔ اعتبار ما کان کا علاقہ جیسے ہم نے قہوہ پیا۔

تشریح:۔اعتبار ما کان کا مطلب یہ ہے کہ ایک شئی وجود میں آنے سے پہلے جو تھی اس شئی کو بول کر موجود شئی کو مراد لیا جاوے، جیسے بُنّ وہ دانہ جس سے قہوہ بنتا ہے، تو بن بول کر قہوہ مراد لینا اعتبار ما کان کے علاقہ کی وجہ سے ہوا کہ موجود شئی پر وجود میں آنے سے پہلے والی شئی کا نام رکھ دیا۔

۸۔اِعْتِبَارُ مَایَکُوْنُ نحوُ اِنِّیْ اَرَانِیْ اَعْصِرُ خَمْرًا۔ اعتبار ما یکون کا علاقہ جیسے میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں۔

تشریح:۔اعتبار ما یکون پہلے کا برعکس کہ وجود میں آنے والی شئی بول کر اس سے پہلے کی شئی مراد لینا جیسے خمرًا بول کر عنباً مراد لیا کہ عنباً سے خمر وجود میں آئے گا تو جو ہونے والی ہے اس کو بول کر وہ شئی مراد لی جس سے وہ وجود میں آئے گی۔

فائدہ:۔ یَدْخُلُ فِی الْمَجَازِ الْمُرْسَلِ کُلُّ توسُّعٍ فِی الْکَلَامِ کَتَسْمِیَةِ الشَّئِ بِاسمِ اٰلَتِهٖ نحوُ اُذْکُرْنِیْ یَارَبِّ بِلِسَانِ صِدْقٍ اَوْ بِاسْمِ فَاعِلِهٖ نحوُ فَرَجَعُوْا اِلٰی اَنْفُسِهِمْ اَوْ بِاسْمِ مَفْعُوْلِهٖ نحوُ شَرِبْنَا الْحُمَیَّا وَقِیْلَ اِسْتِعْمَالُ الْمُفْرَدِ بَدَلًا مِنَ الْجَمْعِ وَعَکْسُهٗ۔

ترجمہ:۔ کلام میں جتنی توسعات ہے وہ سب مجاز مرسل میں داخل ہو جاتی ہے، جیسے آلہ کے نام سے کسی شئی کا نام رکھنا جیسے مجھے یاد کیجئے میرے آقا کی زبان سے، یا اس شئی کے فاعل کے نام سے اس کا نام رکھنا جیسے وہ لوگ لوٹے اپنی ذاتوں کی طرف یا اس شئی کے مفعول کے نام سے نام رکھنا جیسے ہمیں شراب نے پی لیا، اور کہا گیا ہے کہ مفرد کی جگہ جمع اور جمع کی جگہ مفرد کا استعمال بھی مجاز مرسل ہے۔

تشریح:۔ مجاز مرسل کے جو علاقے مشہور تھے اس کو بیان کرنے کے بعد فائدہ کے ذیل میں اور بھی علاقوں کی جانب اشارہ کرتے ہیں، چنانچہ بیان کیا کہ مجاز مرسل میں بہت زیادہ توسعات ہے کہ ادنی اور معمولی مناسبت کافی ہے، مجازی معنی میں استعمال کرنے کے لئے جیسے آلہ بول کر وہ شئی مراد لینا جس تک پہنچنے کے لئے وہ آلہ اور واسطہ ہے جیسے کسی کا ذکر و تذکرہ کرنا ہو تو زبان کے واسطے کے بغیر تذکرہ نہیں ہو سکتا ہے، لہذا زبان آلہ بول کر ذکر حسن مراد لینا کہ جس تک (زبان) آلہ سے پہنچا جاتا ہے، اسی علاقہ کا نام تسمیۃ الشی باسم آلہ ہے، اسی طرح ایک علاقہ تسمیہ الشی باسم فاعلہ ہے، اور اسکا مطلب یہ ہے کہ جو فاعل ہو اس کو مفعول بنا کر مفعول کہہ دینا جیسے فرجعوا الی انفسهم مثال میں انفسہم فاعل ہے اس لئے کہ وہ ہی انفس لوٹنے والے ہیں، لیکن اس فاعل کو مفعول بہ کہہ دیا اور ترکیب میں ان کو مفعول بہ بنا دیا، اور ایک علاقہ ہے تسمیۃ الشی باسم مفعولہ، یعنی مفعول ہو اس کو فاعل بنا کر فاعل کہہ دینا حالانکہ وہ حقیقۃ مفعول ہی ہے جیسے شربنا الحمیا اس مثال میں نا مفعول بہ ہے، اور الحمیا فاعل ہے، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے تو جو الحمیا مفعول ہے، اس کو فاعل کا نام دیا، اب اس بات کو عبارت سے سمجھئے کہ تسمیۃ الشئی باسم فاعلہ اور تسمیۃ الشئی باسم مفعولہ یعنی جس طرح اس سے اوپر کی مثال میں ذکر حسن مراد لیا آلہ بول کر، ٹھیک اسی طرح فرجعوا کا فاعل انفسہم بول کر مفعول مراد لیا، لہذا مفعول کو مراد لینا فاعل سے ہوا، اسی طرح سمجھئے کہ الحمیا جو مفعول ہے اس مفعول بہ کو بول کر ہم نے فاعل مراد لیا، یعنی جو حقیقت میں مفعول بہ ہے وہ بول کر ہم

نے اس کو ترکیب میں فاعل بنادیا لہذا فاعل کو مراد لینا مفعول سے ہوا، یا یوں کہو کہ مفعول کو فاعل بنانا ہوا، اسی طرح مفرد کی جگہ جمع اور جمع کی جگہ مفرد استعمال کرنا وہ بھی مجاز مرسل ہے، اگر مفرد بول کر جمع مراد لیوے تو اس علاقہ کو علاقۃ الخصوص کہتے ہے، اور جمع بول کر مفرد مراد لینے کو علاقۃ العموم کہتے ہیں، پہلے کی مثال لفظ ربیعہ اور قریش کہ اصل میں یہ ایک شخص کا نام ہے اس سے پورا قبیلہ مراد ہے، دوسرے کی مثال قولہ تعالیٰ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ اَیْ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم تو ناس جمع سے ایک فرد مراد لیا۔

اسئلة

(۱) مَاالْمَجَازُ الْمُرْسَلُ ؟ مجاز مرسل کے کیا معنی ہیں؟

(۲) مَا هِیَ عَلَاقَاتُ الْمَجَازِ الْمُرْسَلِ ؟ مجاز مرسل کے علاقیں کیا ہیں؟

(۳) اُذْکُرْ مِثَالَیْنِ لِکُلِّ عَلَاقَةٍ مِنْ عَلَاقَاتِه. اس کے علاقوں میں سے ہر علاقہ کی دو دو مثالیں بیان کریں۔

(۴) لِمَ سُمِّیَ بِالْمُرْسَلِ ؟ مجاز مرسل کا نام مجاز مرسل کیوں رکھا گیا۔ الجواب :- سُمِّیَ مُرْسَلًا لِاِطلَاقِهٖ عَنِ التَّقْیِیْدِ بِعَلَاقَةٍ وَاحِدَةٍ مَخْصُوْصَةٍ بَلْ له علاقاتٌ کثیرةٌ وَقِیْلَ سُمِّیَ مُرْسَلًا لانّه اُرْسِلَ عَنْ دَعْوَیٰ الاتِّحَادِ الْمُعْتَبَرَةِ فِی الِاسْتِعَارَةِ. یہ بات شروع باب میں بیان کی جا چکی ہے۔

(۵) عَرِّفْ کُلَّ عَلَاقَةٍ من عَلَاقَاتِ الْمَجَازِ الْمُرْسَلِ. مجاز مرسل کے تمام علاقوں کی تعریف کیجئے؟

(۶) اُذْکُرِ الْفَرْقَ بَیْنَ الْمَجَازِ المرسلِ وَالمجازِ بالاستعارةِ. مجاز مرسل اور مجاز بالاستعارہ کے درمیان فرق بیان کیجئے۔

تمرین

بَیِّنِ المجازَ المرسلَ وَوضّحِ العلاقَةَ وَالقَرینَةَفِیمَا یاتِیْ. آنے والے جملوں میں مجاز مرسل کو بیان کیجئے اور علاقہ اور قرینہ کی بھی وضاحت کیجئے۔

(۱) رعینا الغیث ہم نے بارش چرایا۔الغیث میں مجاز مرسل ہے،علاقہ سببیت کا اور قرینہ واضح ہے۔

(۲) اَمطَرَتِ السَّماءُ القمحَ آسمان نے گیہوں برسائے،القمح مسبب بول کر سبب بارش مراد لیا علاقہ مسببیت کا،قرینہ واضح ہے۔

(۳) تَبُثُّ الْحُکُوْمَةُ الْاَمْنَ فِیْ اَرْجَاءِ الْبِلَادِ. حکومت شہروں کے اطراف میں امن پھیلاتی ہے۔الامن مسبب بول کر اسبابِ امن مراد لیا،علاقہ مسببیت کا۔

(۴) لی عینٌ عَلٰی الْعَدُوِّ لِیَطَّلِعَ عَلیٰ اَحْوَالِهٖ میرا ایک جاسوس ہے دشمن کے لئے،تاکہ اس کے احوال کی اطلاع رکھے،عین بول کر جاسوس مراد لیا لہذا علاقہ جزئیت کا ہے،اور قرینہ کہ عین احوال کی اطلاع نہیں رکھ سکتی۔

(۵) شَرِبْتُ النِّیْلَ میں نے نیل کو پیا یعنی اس کا پانی،علاقہ محلیت کا۔

(٦) اِلْتَامَ الْمَجْلِسُ مجلس بھر گئی یعنی اہل مجلس علاقہ محلیت کا۔

(۷) اَثْنَتِ الْمَدْرَسَةُ عَلٰی هٰذِهِ التِّلْمِیْذِ الْمُجْتَهِدِ. مدرسہ نے اس محنتی طالب علم کی تعریف کی،المدرسۃ سے مراد ارباب مدرسہ،علاقہ محلیت کا۔

(۸) اَقَامُوْا فِیْ نَعِیْمٍ مِنَ الْعَیْشِ۔ وہ عیش کی خوشحالی میں رہے،یعنی نعیم من العیش بول کر اسباب اور نعمتیں مراد لی جو خوشحالی کے اسباب ہے،علاقہ مسببیت کا یا علاقہ حالیت کا کہ نعیم من العیش بول کر محل اور مکان مراد لیا۔

(۹) اَرَانِیَ اللّٰهُ وُجُوْهَکُمْ بِخَیْرٍ. مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کے چہروں کو

خیرت سے دکھلایا، وجوحکم بول کر ذوات مراد لیا، علاقہ جزئیت کا۔

(۱۰) بنی الرئیس المدرسۃ۔رئیس نے مدرسہ بنایا، رئیس سبب بول کر معمار مراد لیا علاقہ سببیت کا۔

(۱۱) غَرَسْتُ البُرتقالَ۔ میں نے برتقال بویا، برتقال نارنگی پھل جس کو نہیں بویا جاتا لہذا برتقال بول کر بیج مراد لیا، جس سے نارنگی وجود میں آتی ہے، علاقہ اعتبار ما یکون۔

(۱۲) قَامَتِ البِلَادُ وَقَعَدَتْ لِهٰذَا الْخَبَرِ۔ اس خبر کی وجہ سے شہر زیروزبر ہو گئے یعنی اہل شہر، علاقہ محلیت کا ہے۔

(۱۳) مَنْزِلٌ عَامِرٌ بِفَضْلِ الْمَوْلٰی ۔ اللہ کے فضل سے گھر بھرا ہوا ہے، منزل کو عامر کا فاعل بنایا حالانکہ گھر بھرنے والا نہیں، بلکہ بھرا جاتا ہے، علاقہ تسمیۃ الشئی باسم فاعلہ۔

(۱۴) ھٰذا یومٌ عَصیبٌ۔ یہ سخت دن ہے یوم ظرف اور محل بول کر مظروف اور حال مراد لیا لہذا علاقہ محلیت اور ظرفیت کا ہے۔

(۱۵) لَمْ تَربَحْ تِجَارَتُکَ ھٰذا العَامَ اس سال تیری تجارت نے نفع نہیں حاصل کیا، تجارت نفع نہیں کماتی بلکہ تاجر، تجارت تو سبب ہے، لہذا علاقہ سببیت کا،

(۱۶) سنۃٌ مُجدِبَۃٌ یہ سال قحط زدہ ہے، سنہ محل بولکر حال مراد لیا یعنی کھیتی درخت وغیرہ۔

(۱۷) یومُ فَرحٍ، خوشی کا دن، اس میں بھی یوم ظرف بول کر مظروف مراد لیا۔

(۱۸) لَعِبَتْ حُمَیَّا الطَّرَبِ بِالرُؤُوسِ خوشی کی شراب نے سروں کے ساتھ کھیلا، رؤوس بول کر ذوات مراد لی، لہذا علاقہ جزئیت کا ہے۔

(۱۹) وَکُلُّ امرئٍ یُولِی الْجَمِیلَ مُحَبَّبٌ وَکُلُّ مَکَانٍ یُنْبِتُ الْعِزَّ طَیِّبُ

ہر وہ انسان جو احسان کرتا ہے پیارہ ہوتا ہے، اور ہر وہ مکان جو عزت اگاتا ہے اچھا ہوتا ہے۔مکان بول کر اہل مکان مراد لیا، علاقہ محلیت کا ہے، قرینہ واضح ینبت کی نسبت

مکان کی طرف۔

(۲۰) اَحْسِنْ اِلَی النَّاسِ تَسْتَعْبِدْ قُلُوْبَهُمْ فَطَالَمَا اِسْتَعْبَدَ الْاِنْسَانَ اِحْسَانٌ

لوگوں پر احسان کروان کے دلوں پر قبضہ کرلوگے، اس لئے کہ بسا اوقات انسان کو احسان غلام بنالیتا ہے۔قلوب بول کر ذوات مراد لی، علاقہ جزئیت کا ہے، قرینہ الناس کا ذکر کہ قلوبہم سے وہی مراد ہے۔

(۲۱) سَيَعْلَمُ الْجَمْعُ مِمَّنْ ضَمَّ مَجْلِسُنَا بِاَنِّيْ خَيْرُ مَنْ تَسْعٰى بِهٖ قَدَمٌ

عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جن کو ہماری مجلس شامل تھی، اس بات کو کہ میں ان تمام لوگوں میں بہتر ہوں، جن کو قدم لے کر چلتے ہیں۔تسعی بہ قدم بول کر صاحب قدم مراد لیا، لہذا علاقہ جزئیت کا، یا تسمیۃ الشی باسم آلتہ۔

(۲۲) تَسِيْلُ عَلٰى حَدِّ الظُّبَاةِ نُفُوْسُنَا وَلَيْسَتْ عَلٰى غَيْرِ الظُّبَاةِ تَسِيْلُ

ہماری جانیں تلوار کی دھار پر بہتی ہیں، اور تلوار کی دھار کے علاوہ پر نہیں بہتیں۔نفوس بول کر جو سبب ہے دم (خون) مراد لیا ہے، علاقہ سببیت کا۔

(۲۳) مَا كُلُّ مَا يَتَمَنَّى الْمَرْءُ يُدْرِكُهٗ تَجْرِي الرِّيَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِي السُّفُنُ

نہ ہر وہ چیز جس کی آدمی تمنا کرے اس کو پا ہی لیوے، ہوائیں چلتی ہیں اس سمت کو جو کشتیاں نہیں چاہتیں۔سفن محل بول کر حال مراد لیا یعنی مسافرین لہذا علاقہ محلیت کا۔

(۲۴) بِلَادِيْ وَاِنْ جَارَتْ عَلَيَّ عَزِيْزَةٌ وَاَهْلِيْ وَاِنْ ضَنُّوْا عَلَيَّ كِرَامٌ

میرے شہر والے اگر چہ مجھ پر ظلم کریں، پیارے ہیں اور میرا اہل اگر چہ مجھ پر بخل کرے، باعزت ہیں۔بلادی محل بول کر حال مراد لیا، علاقہ محلیت کا ہوا۔

(۲۵) اَنَا الَّذِيْ نَظَرَ الْاَعْمٰى اِلٰى اَدَبِيْ وَاَسْمَعَتْ كَلِمَاتِيْ مَنْ بِهٖ صَمَمٌ

میں وہ ہوں کہ اندھے نے بھی میرے ادب کو دیکھ لیا، اور میرے کلمات نے بہروں کو بھی شنوا بنالیا۔ادبی لازم بول کر ملزوم یعنی صاحب ادب اور متکلم کی ذات کو مراد لیا، علاقہ

لازمیت کا ہوا۔

مَبۡحَثٌ فِی الۡمَجَازِ الۡمُرَکَّبِ

یہ بحث ہے مجاز مرکب کے بیان میں

شروع باب میں بیان کیا جا چکا کہ مجاز لغوی کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔مفرد،۲۔مرکب۔ پھر مفرد کی دو قسمیں، استعارہ، مجاز مرسل، ان دو قسموں کو بیان کرنے کے بعد یہاں سے مجاز لغوی مرکب اور اس کی اقسام کو بیان کیا جا رہا ہے۔

اَلۡـمَجَازُ الۡمُرَکَّبُ هُوَ اللَّفۡظُ الۡمُرَکَّبُ الۡمُسۡتَعۡمَلُ فِی غَیۡرِ مَا وُضِعَ لَهٗ لِعَلَاقَةٍ مَعَ قَرِیۡنَةٍ مَانِعَةٍ مِنۡ اِرَادَةِ الۡمَعۡنٰی الۡاَصۡلِیِّ۔

مجاز مرکب وہ لفظ مرکب ہے جو معنٰی غیر موضوع لہ میں مستعمل ہو کسی علاقہ کی وجہ سے ایک قرینہ کے ساتھ جو معنٰی اصلی کے مراد لینے سے مانع ہو۔

تشریح:۔ مجاز مرکب یعنی مجازی معنٰی مرکب اور جملہ میں جاری ہو کہ پورے جملے کو اپنے حقیقی معنی کے علاوہ معنی مجازی میں استعمال کیا جاوے ان دو معنوں میں کسی مناسبت کی وجہ سے اور ساتھ ایک قرینہ بھی ہو جو معنٰی حقیقی مراد لینے سے مانع ہو۔

ثُـمَّ اِنۡ کَانَتِ الۡعَلَاقَةُ الۡمُشَابَهَةُ سُمِّیَ اِسۡتِعَارَةً تَمۡثِیۡلِیَّةً اَوِ التَّـمۡثِیۡلَ عَلٰی سَبِیۡلِ الۡاِسۡتِعَارَةِ لِاِنۡتِزَاعِ وَجۡهِهٖ مِنۡ مُتَعَدِّدٍ کَمَا فِیۡ تَشۡبِیۡـهِ التَّـمۡثِیۡلِ وَذِکۡـرِ الۡـمُشَبَّـهِ بِـهٖ وَاِرَادَةِ الۡمُشَبَّـهِ کَمَا فِی الۡاِسۡتِعَارَةِ نَـحۡوُ قَوۡلِکَ لِمَنۡ یَتَرَدَّدُ فِیۡ اَمۡرٍ اِنِّیۡ اَرَاکَ تُقَدِّمُ رِجۡلًا وَتُؤَخِّرُ اُخۡرٰی۔

ترجمہ:۔ پھر اگر علاقہ مشابہت کا ہو تو اس مجاز مرکب کا نام رکھا جائے گا استعارہ

تمثیلیہ یا تمثیل علی سبیل الاستعارہ، اس کی وجہ شبہ کے متعدد امور سے نکلنے کی وجہ سے جیسا کہ تشبیہ تمثیل میں ہوتا ہے، اور مشبہ بہ کے ذکر کرنے اور مشبہ کے مراد لینے کی وجہ سے جیسا کہ استعارہ میں ہوتا ہے جیسے تیرا قول اس شخص کو جو کسی معاملہ میں تردد کرتا ہو کہ بیشک میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ ایک پیر آگے کرتے ہو اور دوسرے کو پیچھے کرتے ہو۔

تشریح:- جیسے مجاز لغوی مفرد کی دو قسمیں ہیں جس کو ہم نے ماقبل میں جانا، ٹھیک اسی طرح مجاز لغوی، مرکب کی بھی دو قسمیں ہیں، فرق صرف افراد اور ترکیب کا ہے جیسے مجاز لغوی مفرد میں اگر علاقہ تشبیہ کا ہو تو اس مجاز کو استعارہ کہتے ہیں، اسی طرح مجاز لغوی مرکب میں بھی اگر علاقہ تشبیہ کا ہو تو اس کو استعارہ تمثیلیہ یا تمثیل علی سبیل الاستعارہ کہتے ہیں، استعارہ تو اس لئے کہیں گے کہ جیسے ماقبل میں گزرا کہ اگر تشبیہ کے دو طرفوں میں سے ایک کو ذکر کر کے دوسرا مراد لینے کا نام استعارہ ہے تو یہاں پر بھی مشبہ بہ کو ذکر کر کے مشبہ کو مراد لیا جاتا ہے اور تمثیلیہ یا تمثیل اس لئے کہیں گے کہ جیسے تشبیہ تمثیل میں مذکور ہوا، کہ اگر تشبیہ کا وجہ شبہ متعدد امور سے منتزع ہو تو اس کو تشبیہ تمثیل کہتے ہیں تو یہاں بھی چونکہ وجہ شبہ متعدد امور سے منتزع ہے اس لئے اس کو تمثیلیہ کہیں گے، لہذا علاقہ تشبیہ کا ہونے کی صورت میں مجاز مرکب کا نام استعارہ تمثیلیہ ہوگا، جیسے کوئی آدمی کسی معاملہ اور کام میں تردد کرنے والا ہو کہ اس کو کرے یا نہیں، اسی وجہ سے وہ کبھی اس کی تیاری میں لگتا ہے اور کبھی رُک جاتا ہے ایسے آدمی کو انی اراک تقدم رجلا وتوخر اخریٰ کہنا تو یہ مذکورہ جملہ مشبہ بہ ہے اور مشبہ محذوف ہے حیئۃ المتردد فی أمر ھل یفعلہ أم لا اور مشبہ بہ ہیئۃ المتردد فی الدخول المقدم رجلہ تارۃ والمؤخر تارۃ۔ تو ملاحظہ فرمایئے کہ اس تشبیہ میں جو ہیئت دونوں کو جامع ہے وہ متعدد امور سے منتزع ہے اور وہ ہیئت حیرت اور بیقراری ہے۔

وَإِنْ كَانَتْ عَلَاقَتُهُ غَيْرَ الْمُشَابَهَةِ سُمِّيَ مَجَازًا مُرْسَلًا مُرَكَّبًا كَالْجُمَلِ الْخَبَرِيَّةِ إِذَا اسْتُعْمِلَتْ فِي الْإِنْشَاءِ كَقَوْلِهِ:

تَصَرَّمَتْ مِنَّا اُوَيْقَاتُ الصِّبَا   وَلَمْ نَجِدْ مِنَ الْمَشِيْبِ مَهْرَبًا

ترجمہ:- اور علاقہ غیر مشابہت کا ہو تو اس مجاز مرکب کا نام مجاز مرسل مرکب رکھا جاوے گا، جیسے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ میں استعمال کیا جاوے، جیسے شاعر کا قول گذر گئے ہم سے بچپن کے اوقات اور نہیں پایا ہم نے بڑھاپے سے بھاگنے کی جگہ۔

تشریح:- مجاز مرکب کی دوسری قسم ہے مجاز مرکب مرسل، اس کو کہتے ہیں کہ معنی حقیقی ومجازی میں علاقہ غیر مشابہت کا ہو جیسے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ پر استعمال کیا جاوے جیسے شاعر کا قول تصرمت منا اویقات الصبا، ولم نجد من المشیب مہربا۔ اس شعر کے ذریعہ شاعر نے اس کی خبر دینے کا ارادہ نہیں کیا اس لئے کہ اس کو تو ہر ایک جانتا ہے، لیکن شاعر کا مقصود اظہار حسرت وافسوس ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ استعمال کیا اور علاقہ ان دونوں کے درمیان یہ ہے کہ یہ خبر ایسی ہے جو حسرت اور افسوس کو پیدا کرتی ہے، تو خبر کا افسوس پیدا کرنے والا ہونا وہ اظہار حسرت کو مستلزم ہے یہ دونوں میں مناسبت ہے۔

مَتٰى شَاعَ اِسْتِعْمَالُ الْمَجَازِالْمُرَكَّبِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعَارَةِ سُمِّيَ مَثَلًا وَاسْتُعْمِلَ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ مُطْلَقًا فَلَا يُغَيَّرُ عَنْ مَوْرِدِهِ الْاَوَّلِ وَاِنْ لَمْ يُطَابِقِ الْمَضْرُوْبَ لَهٗ كَمَا يُقَالُ لِلرَّجُلِ الْمُتَعَنِّتِ الَّذِيْ يَطْلُبُ الْجَمْعَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ مُتَنَاقِضَيْنِ تَسْأَلُنِيْ اُمُّ الْخِيَارِ جَمَلًا يَمْشِيْ رُوَيْدًا وَيَكُوْنُ اَوَّلًا۔

ترجمہ:- جب مجاز مرکب کا استعمال استعارہ کے طریقہ پر مشہور ہو جاوے تو اس کو مثل کہا جائے گا، اور وہ ہمیشہ ایک ہی الفاظ کے ساتھ مستعمل ہوگا، لہذا وہ اپنے اول مورد اور مقام سے تبدیل نہیں کیا جائے گا اگر چہ وہ مضروب لہ کے مطابق نہ ہو، جیسا کہ ایسے ضدی آدمی کو جو دو متناقض کو جمع کرنے کا طالب ہو اس کو کہا جاوے، تسألنی ام الخیار جملا

بمعنی رویدًا اَوْ یکونُ اوَّلًا۔

تشریح:-جب مجاز مرکب کا استعمال استعارہ کے طریقہ پر مشہور ہو جاوے یعنی جب بھی اس کو استعمال کیا جاوے تو وہ بطور استعارہ ہی کے مستعمل ہوتو ایسے استعارہ کا نام مثل ہے، مثل جو کہاوتوں میں اور نمونہ ومثال کے طور پر مستعمل ہواور جب وہ مثل بن گیا تو مثل کے بارے میں تم اگلے اوراق میں یہ بات جان چکے ہو کہ اس میں اپنی طرف سے کوئی تغیر اور تبدیلی کرنے کی اجازت نہ ہوگی بلکہ وہ پہلی مرتبہ جس واقعہ میں جس عبارت کا استعمال ہوا اسی طریقہ پر ہروقت ہمیشہ استعمال کریں گے چاہے فی الحال ہم جس واقعہ میں استعمال کرتے ہیں اس مضروب لہ کے مطابق ہو یا نہ ہو، جیسے پہلے ایک واقعہ ہو چکا ہے کہ ام خیار نامی عورت نے اپنے محبوب سے ایسے اونٹ کا مطالبہ کیا جس میں دو متضاد وصف ہو ایک تو وہ آہستہ چلے اور پورے قافلہ میں سب سے آگے رہے، اوران دونوں باتوں کا اجتماع ممکن نہیں، اب یہ جملہ مثل کے طور پر مشہور ہو گیا لہذا کوئی ایسا آدمی جو دو متضاد چیزوں کا طالب ہو اس کو یہ جملہ کہنا، تو دیکھئے یہاں جس کو کہا جارہا ہے وہ مذکر ہے پھر بھی اس کے مطابق اس جملہ کو بنا کر نہیں کہا بلکہ اپنے اصلی عبارت ہی کے ساتھ مذکور ہوا۔

اسئلة

(۱) مَاالْمَجَازُ الْمُرَكَّبُ ؟ مجاز مرکب کی کیا تعریف ہے؟

(۲) كَمْ قِسمًا الْمَجَازُ الْمُرَكَّبُ؟ مجاز مرکب کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۳) مَا هُوَ الْمَجَازُ الْمُرَكَّبُ الْمُرْسَلُ ؟ مجاز مرکب مرسل کی کیا تعریف ہے؟

(۴) مَا هِيَ الْاِسْتِعَارَةُ التَّمْثِيلِيَّةُ وَلِمَ سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ ؟ استعارہ تمثیلیہ

کس کو کہتے ہیں اور اس کا نام استعارہ تمثیلیہ کیوں رکھا گیا؟

(۵) مَا الْفَرْقُ بَيْنَ تَشْبِيْهِ التَّمْثِيْلِ وَالْاِسْتِعَارَةِ التَّمْثِيْلِيَّةِ ؟ تشبیہ تمثیل اور استعارہ تمثیلیہ کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب:- تشبیہ تمثیل میں دو طرف مذکور ہوتے ہیں جب کہ استعارہ میں ایک محذوف۔

تمرين

بَيِّنِ الْمَجَازَ الْمُرَكَّبَ بِنَوْعَيْهِ وَوَضِّحِ الْعَلَاقَةَ فِيْمَا يَأْتِيْ.

آنے والے جملوں میں مجاز مرکب کی دو قسموں کو بیان کیجئے اور علاقہ کی وضاحت فرمایئے۔

(۱) زَارَنَا مَطَرُ الرَّبِيْعِ. موسم بہار کی بارش نے ہماری زیارت کی، مجاز مرسل مرکب ہے، جملہ خبریہ کوانشائیہ کی جگہ استعمال کیا گیا ہے اس جملہ سے اظہار سرور مقصود ہے۔

(۲) رَبِّ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِيْعُ اِصْطِبَارًا . اے میرے پروردگار میں صبر کی طاقت نہیں رکھ سکتا، مجاز مرسل مرکب ہے، خبر سے مقصود اظہار ضعف ہے۔

(۳) اَلْيَدُ لَا تَصْفِقُ وَحْدَهَا. تنہا ایک ہاتھ تالی نہیں بجاتا، استعارہ تمثیلیہ، خیر خواہی کا معاملہ ایک طرف سے نہیں ہوتا اس جملہ کو مذکور جملہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

(۴) وَافَقَ شَنٌّ طَبَقَةً، مشکیزہ ڈھکن کے بالکل موافق ہو گیا، استعارۂ تمثیلیہ کوئی شی کسی کے موافق آجائے اس وقت بولتے ہیں۔

(۵) يَاأَيُّهَا الْوَطَنُ الْعَزِيْزُ لَکَ الْبَقَاءُ. اے وطن عزیز تیرے لئے بقاء ہے۔ مجاز مرسل مرکب خبر سے دعاء مقصود ہے۔

(۶) لَا تُطِعْ اَمْرِیْ. میرا کہنا مت مانو۔ مجاز مرسل مرکب۔ انشاء سے

مقصود خبر ہے، یعنی جملہ انشائیہ خبر کی جگہ مستعمل ہے۔

(۷) اَنْتَ تَصْرَخُ فِیْ وَادٍ وَتَنْفُخُ فِیْ رَمَادٍ۔ آپ وادی میں چلا رہے ہیں اور راکھ میں پھونک مارتے ہیں، استعارہ تمثیلیہ، اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص فضول کام میں لگا ہوا ہو۔

(۸) لَا فُضَّ فُوْکَ۔ تیرے دانت نہ گرائے جائیں۔ یہ جملہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص بلند اور اچھا کام کرے تو لوگ دعاء دیتے ہیں کہ تیرے دانت نہ گرائے جائیں یعنی تو بوڑھا نہ ہو اور ہمیشہ ہمیش باقی رہے لہذا اس جملہ میں مجاز مرسل مرکب ہے، خبر سے مقصود دعاء ہے۔

(۹) رَمَتْنِیْ بِدَائِهَا وَانْسَلَّتْ۔ اپنی بیماری مجھ پر ڈال دی اور چلتی ہوئی سرک گئی، استعارہ تمثیلیہ، جب کہ کوئی اپنا عیب دوسرے پر ڈالے۔

(۱۰) کُنْتَ رِیْحًا فَقَدْ لَاقَیْتَ اِعْصَارًا۔ اگر تو ہوا تھا تو تیرا بگولہ سے پالا پڑ گیا، استعارہ تمثیلیہ، جب کہ کسی شریر کا بڑے شریر سے پالا پڑ جاوے اس وقت بولتے ہیں۔

(۱۱) الدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ خیر کی رہنمائی کرنے والا اس کے کرنے کے مانند ہے، خبر سے مقصود ترغیب ہے۔

(۱۲) ذَهَبَ الزَّمَانُ فَمَا لَهٗ مِنْ عَوْدَةٍ   وَاَتَی الْمَشِیْبُ فَأَیْنَ مِنْهُ الْمَهْرَبُ

زمانہ گذر گیا پھر اس کے لئے لوٹنا نہیں ہے اور بڑھاپا آ گیا تو اس سے بھاگنے کی جگہ کہاں ہے، مجاز مرسل مرکب ہے۔ خبر سے مقصود اظہار حسرت۔

(۱۳) وَمَنْ ذَا الَّذِیْ تَرْضٰی سَجَایَاهُ کُلُّهَا   کَفَی الْمَرْءُ نُبْلًا اَنْ تُعَدَّ مَعَایِبُهٗ

اور کون ہے جس کی تمام عادتوں سے تو راضی ہو، کافی ہے انسان کی بزرگی کے لئے کہ اس کے عیوب شمار کئے جائیں۔ دوسرا مصرع مثل ہے، اس وقت بولتے ہیں جب کہ یہ

بتانا مقصود ہو کہ کوئی انسان عیب سے خالی نہیں، لہذا اگر تمہارے عیوب لوگ بیان کریں تو کیا فکر کی بات ہے، یہ تو بزرگی کی علامت ہے، استعارہ تمثیلیہ۔

(۱۴) اِنَّ الْاَفَاعِیْ وَاِنْ لَانَتْ مُلَامَسُهَا عِنْدَ التَّقَلُّبِ فِیْ اَنْیَابِهَا الْعَطَبُ

یقیناً اژدھا اگر چہ اس کا چھونا نرم ہوتا ہے، پلٹنے کے وقت اس کے دانتوں میں زہر ہے۔ استعارہ تمثیلیہ، اس وقت بولتے ہیں جب کہ کسی آدمی کا ظاہر اچھا ہو اور باطن خراب۔

(۱۵) مَا اَقْصَرَ اللَّیْلَ عَلٰی الرَّاقِدِ وَاَهْوَنَ السُّقْمَ عَلٰی الْعَائِدِ

رات کتنی چھوٹی معلوم ہوتی ہے سونے والے پر اور بیماری کتنی آسان معلوم ہوتی ہے، عیادت کرنے والے پر، مجاز مرسل مرکب، انشاء (تعجب) سے مقصود خبر دینا ہے۔

(۱۶) یَا خَادِعَ الْبُخَلَاءِ فِیْ اَمْوَالِهِمْ هَیْهَاتَ تَضْرِبُ فِیْ حَدِیْدٍ بَارِدٍ

اے بخیلوں کو ان کے مال میں دھوکا دینے والے دور ہو (یہ کام چھوڑ) تو ٹھنڈے لوہے میں پیٹ رہا ہے، استعارہ تمثیلیہ، ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو فضول مشغلہ میں لگا ہو۔

(۱۷) اِنَّ الْحَمَاةَ اُوْلِعَتْ بِالْكَنَّهْ وَاُوْلِعَتْ حَمَاتُهَا بِالظِّنَّهْ

بیشک ساس بہو کے ساتھ تجسس میں لگی رہتی ہے اور اس کی ساس بدگمانی کے ساتھ لگی رہتی ہے۔ استعارہ تمثیلیہ، جب کہ کوئی آدمی کسی کے پیچھے پڑا ہو، اور بدگمانی میں لگا ہو۔

(۱۸) لَا تَكُنْ سُكَّرًا فَتَاْكُلَكَ النَّاسُ وَلَا حَنْظَلًا تُذَاقُ وَتُرْمٰی

شکر نہ بن کہ لوگ تجھ کو کھالیوے، اور نہ اندرائن بن کہ چکھا جاوے اور پھینک دیا جاوے۔ استعارہ تمثیلیہ یعنی اتنے نرم نہ بنو کہ لوگ دبالے اور تم سے غلط فائدہ اٹھالے اور اتنے سخت بھی نہ ہو کہ کوئی بات کرنے کو بھی تیار نہ ہو۔

(۱۹) وَمَا طَلَبُ الْمَعِیْشَةِ فِی التَّمَنِّیْ وَلٰكِنْ اَلْقِ دَلْوَكَ فِی الدِّلَاءِ

معاش کی طلب تمنا کرنے میں نہیں ہے، لیکن ڈولوں میں اپنا ڈول بھی ڈال دے۔ استعارہ تمثیلیہ یعنی جیسے لوگ کماتے ہیں تم بھی کماؤ۔

(۲۰) لَا تَقْطَعَنَّ ذَنَبَ الْأَفْعَى وَتُرْسِلَهَا   إِنْ كُنْتَ شَهْمًا فَأَتْبِعْ رَأْسَهَا الذَّنَبَا

ایسا ہرگز مت کرو کہ سانپ کی دم کاٹ کر اس کو چھوڑ دو، اگر تو عقل مند ہے تو اس کے سر کو دم کے ساتھ چل دے۔ استعارہ تمثیلیہ یعنی جو کام کرو پورا کرو۔

فائدہ: اس تمرین میں جن جملوں میں مجاز مرسل مرکب کے معنیٰ ہے ان میں علاقہ لازمیت کا ہے اور استعارہ میں تو تشبیہ کا علاقہ ہے ہی، اور قرینہ سب میں مخاطب کے احوال اور سیاق وسباق ہے۔



مبحث فی المجاز العقلی

یہ بحث ہے مجاز عقلی کے بیان میں

اَلْمَجَازُ الْعَقْلِيُّ هُوَ إِسْنَادُ الْفِعْلِ أَوْ مَا فِيْ مَعْنَاهُ إِلٰى غَيْرِ مَا هُوَ لَهٗ عِنْدَ الْمُتَكَلِّمِ فِي الظَّاهِرِ لِعَلَاقَةٍ مَعَ قَرِيْنَةٍ مَانِعَةٍ مِنْ إِسْنَادِهٖ إِلٰى مَا هُوَ لَهٗ۔

ترجمہ:۔ مجاز عقلی وہ فعل یا معنیٰ فعل کا اس کے علاوہ کی طرف نسبت کرنا جس کے لئے وہ فعل یا معنیٰ فعل ہے متکلم کے نزدیک ظاہر حال میں کسی علاقہ کی وجہ سے ایک قرینہ کے

ساتھ جو فعل یا معنیٰ فعل کی ماھولہ کی طرف کرنے سے مانع ہو۔

تشریح:۔ مجاز لغوی مع اس کے اقسام کے بیان کرنے کے بعد اب مجاز عقلی کو بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس کی تعریف کو بیان کیا کہ مجاز عقلی اس کو کہتے ہیں کہ فعل یا معنیٰ فعل کی اسناد اس کے علاوہ کی طرف کرنا جس کے لئے وہ فعل یا معنیٰ فعل ہے، یعنی جس کی طرف نسبت کرنی چاہئے اس کے علاوہ کی طرف کی جاوے بشرطیکہ کوئی علاقہ پایا جاوے، یعنی غیر ماھولہ کی طرف نسبت کسی مناسبت کی وجہ سے ہو ساتھ میں ایک قرینہ بھی ہو جو ماھولہ کی طرف اسناد کے مراد لینے سے مانع ہو، جب ان شرائط کے ساتھ غیر ماھولہ کی طرف اسناد ہو تو اس کو مجاز عقلی اور اسنادِ مجازی یا مجاز حکمی یا مجاز فی الاسناد کہا جاتا ہے۔ عند المتکلم فی الظاہر اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ متکلم کے ظاہری حال اور اعتقاد میں وہ فعل یا معنیٰ فعل جس کے لئے ہونا چاہئے اس کے علاوہ کی طرف نسبت کرنے کا نام مجاز عقلی ہے، لہذا اگر کوئی فعل غیر ماھولہ کی طرف منسوب ہے لیکن متکلم اسی کو ماھولہ سمجھ رہا ہے تو اس کے اعتقاد میں وہ حقیقت عقلیہ ہوگا نہ کہ مجاز عقلی، مثلاً شفی الطَّبیب المریض اس میں شفی فعل کی نسبت طبیب کی جانب ہے، اگر اس کلام کا قائل کوئی مومن موحد ہے تو یہ نسبت مجاز عقلی ہوگی، اس لئے کہ اس کے اعتقاد میں شفی کا حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہے، لہذا طبیب کی جانب نسبت اس کے اعتقاد کے اعتبار سے غیر ماھولہ کی جانب ہے اور اگر یہی جملہ کوئی دہریہ (خدا کا منکر) کہے تو طبیب کی جانب شفی کی نسبت حقیقت عقلیہ ہوگی، اس لئے کہ اس کے اعتقاد میں طبیب ہی حقیقی فاعل ہے۔

وَعَلَاقَاتُهُ اِمَّا الزَّمَانِيَّةُ نحوُ لَيْلٌ سَاهِرَةٌ۔

مجاز عقلی کے علاقوں میں سے یا تو علاقہ زمانیہ ہوگا جیسے جاگنے والی رات۔

تشریح:۔ مجاز عقلی کے لئے علاقوں کا ہونا ضروری ہے اب یہاں سے ان علاقات

کا ذکر کیا جارہا ہے کہ کون کون سے علاقے ہیں جن کی وجہ سے اسناد میں مجاز جاری ہوتا ہے، چنانچہ پہلا علاقہ بیان کیا کہ وہ علاقۂ زمانیہ ہے، یعنی فعل یا معنیٰ فعل کی نسبت بجائے اپنے فاعل حقیقی کے اس کے زمان کی طرف کی جاوے تو کہا جائے گا کہ علاقہ زمانیہ کی وجہ سے فاعل حقیقی کے بجائے زمان کی طرف نسبت کی جیسے لیلۃ ساھرۃ اس مثال میں ساھرۃ کی نسبت اس کی ضمیر کی طرف ہے جو لیل کی جانب راجع ہے، ملاحظہ فرمائیے کہ ساھرۃ کا فاعل حقیقی الناس ہے لیکن لوگوں کا جاگنا چونکہ رات میں ہوتا ہے اس لئے اس فاعل کے زمان کی طرف نسبت کردی۔

اَوِ الْمَکَانِیَۃُ سَالَ الْوَادِیْ اَیْ مَاؤُہٗ۔

ترجمہ:- یا مکانیت کا علاقہ ہو جیسے وادی بہی یعنی اس کا پانی۔

تشریح:- دوسرا علاقہ مکان کا ہے، یعنی حقیقی فاعل کے علاوہ اس فاعل کے فعل کرنے کی جگہ کی طرف فعل یا معنیٰ فعل کی نسبت کرنا جیسے سال الوادی اسمیں سال کی نسبت حقیقۃ ماء کی جانب ہونی چاہئے لیکن اس کے بجائے پانی جس جگہ بہتا ہے، اس مکان کی جانب کردی لہذا علاقہ مکانیت کا ہوا۔

اَوِ الْفَاعِلِیَّۃُ سَیْلٌ مُفْعَمٌ۔ یا علاقہ فاعلیت کا ہو، جیسے بھرا ہوا سیلاب۔

تشریح:- تیسرا علاقہ فاعلیت کا ہے یعنی فعل یا معنیٰ فعل اپنی وضع کے اعتبار سے منسوب ہونا چاہئے مفعول بہ (نائب فاعل) کی جانب، لیکن مجازاً اس مفعول بہ کے فاعل کی جانب اس کی نسبت کی جاوے جیسے سیل مُفعَمٌ۔ اس مثال میں مفعم اسمِ مفعول ہے اس لئے اس کی نسبت مفعول بہ کی جانب کرنا حقیقی نسبت ہے، اور وہ مفعول بہ وادی ہے، اس لئے کہ بھرا ہوا تالاب اور وادی وغیرہ ہوتا ہے نہ کہ سیلاب اس لئے کہ سیلاب تو بھرنیوالا ہے، یعنی فاعل ہے تو مفعول بہ کے بجائے فاعل کی طرف نسبت کی لہذا فاعلیت کا علاقہ ہوا۔

اَوِ الْمَفْعُوْلِیَّۃُ عِیْشَۃٌ رَاضِیَۃٌ۔ یا علاقہ مفعولیت کا ہو جیسے پسندیدہ عیش۔

تشریح:- چوتھا علاقہ مفعولیت کا ہے یعنی فعل یا معنٰی فعل کی حقیقی نسبت تو فاعل کی طرف ہونی چاہیے لیکن اس کے بجائے اس کی نسبت مفعول کی طرف کر دینا مجاز عقلی ہے، جیسے عیشۃ راضیۃ تو راضیۃ کا فاعل حقیقی مومنین ہے، لیکن ایمان والے جس چیز کو پسند کریں گے وہ عیش ہے، لہذا راضیہ کی نسبت فاعل حقیقی کے بجائے مفعول کی طرف کر دی اس لئے علاقہ مفعولیت کا ہوا۔

اَوِ الْمَصْدَرِیَّةُ جَدَّ جِدُّهٗ۔ یا علاقہ مصدریت کا ہو جیسے اس کی کوشش کامیاب ہوئی۔

تشریح:- پانچواں علاقہ مصدریت کا ہے یعنی فعل یا معنٰی فعل کی نسبت اس کے فاعل کے بجائے اس کے مصدر کی طرف کر دینا مجاز عقلی ہے۔ جیسے جدَّ جِدُّہٗ تو حقیقی فاعل تو کوشش کرنے والا ہے، یعنی جاد لیکن اس کو حذف کر کے فعل کے مصدر کی طرف نسبت کر دی گئی اس لئے علاقہ مصدریت کا ہوا۔

اَوِ السَّبَبِیَّةُ۔ بَنَی الْاَمِیْرُ الْمَدِیْنَةَ۔ یا علاقہ سببیت کا ہو، جیسے امیر نے شہر تعمیر کیا۔

تشریح:- چھٹا علاقہ سببیت کا ہے، یعنی فعل یا معنٰی فعل کی نسبت فاعل حقیقی کے بجائے اس کے سبب کی جانب کر دینا جیسے بنی الامیر المدینۃ تو اصل میں تعمیر کرنے والے معمار ہیں لیکن ان معماروں کے تعمیر کا سبب امیر ہے کہ انھوں نے یہ کام امیر کے حکم کی وجہ سے کیا، لہذا علاقہ سببیت کا ہوا۔

وَیُعْلَمُ مِمَّا تَقَدَّمَ اَنَّ الْمَجَازَ اللُّغَوِی یَکُوْنُ فِی اللَّفْظِ وَالْعَقْلِیَّ یَکُوْنُ فِی الْاِسْنَادِ۔

ترجمہ:- ماقبل عبارت سے یہ معلوم ہو گیا کہ مجاز لغوی لفظ میں جاری ہوتا ہے اور مجاز عقلی نسبت کرنے میں جاری ہوتا ہے۔

تشریح:- ماقبل میں مجاز لغوی کی تعریف اور اس کی اقسام کو جاننے سے اور مجاز عقلی کو جاننے سے یہ معلوم ہوگیا کہ مجاز لغوی کا تعلق لغات اور الفاظ سے ہے کہ مجازی معنٰی الفاظ میں جاری ہوگا اور مجاز عقلی کا تعلق اسناد اور نسبت کرنے کے ساتھ ہے، یعنی کہ مجاز اسناد میں جاری ہوگا، لغوی کا معنٰی لغت والا یعنی اس کا تعلق لغت سے ہے اور عقلی یعنی عقل والا یعنی وہ مجاز جس کا تعلق عقل اور سمجھنے سے ہے۔

تنبیہ:- لَا يَقَعُ هٰذَا الْمَجَازُ فِي الْإِسْنَادِ الْمُثْبَتِ فَقَطْ بَلْ فِي الْمَنْفِيِّ وَفِي النِّسْبَةِ الْإِضَافِيَّةِ أَيْضًا نَحْوُ مَا نَامَ لَيْلُهُ وَنَحْوُ مَكْرُ اللَّيْلِ وَجَرْيُ الْأَنْهَارِ وَغُرَابُ الْبَيْنِ۔

ترجمہ:- مجاز عقلی صرف مثبت اسناد میں جاری نہ ہوگا بلکہ منفی نسبتوں میں اور نسبت اضافیہ میں بھی جاری ہوگا جیسے اس کی رات نہیں سوئی اور رات کا مکر اور نہروں کا جاری ہونا اور جدائی کا کوا۔

تشریح:- ماقبل میں جو علاقات اور ان کی مثالوں کا ذکر کیا اس سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مجازِ عقلی صرف مثبت نسبتوں میں جاری ہوگا اور وہ بھی نسبتِ تامہ میں، اس لئے کہ وہ ساری مثالیں مثبت نسبتوں کی اور نسبت تامہ کی مذکور ہوئی تھی، لہذا صاحب کتاب تنبیہ کے عنوان سے اس وہم کو دور کررہے ہیں کہ ایسی بات نہیں کہ مجاز عقلی صرف مثبت نسبتوں میں جاری ہو، بلکہ منفی نسبتوں میں بھی جاری ہوگا، اسی طرح نسبت اضافیہ میں بھی جیسے مانام لیلہ میں علاقہ زمانیہ کی وجہ سے زمان کی طرف نسبت کی اور نسبت منفی ہے، اور مکر اللیل میں مکر زمان کی طرف مضاف ہے تو نسبت اضافیہ میں علاقۂ زمان کی وجہ سے مجازِ عقلی جاری ہے۔

جریُ الانہار میں علاقہ مکانیہ کی وجہ سے نسبت اضافیہ میں مجازِ عقلی جاری ہے، اور غراب البین میں علاقہ مُسَبَّبِیت کی وجہ سے نسبت اضافیہ میں مجاز عقلی جاری ہے، غراب البین کا معنٰی جدائی کا کوا ایک کوا جو سیاہ رنگ کا ہوتا ہے، اس کے متعلق عرب کا اعتقاد تھا کہ اس

کے سامنے آنے سے دوستوں میں جدائی ہو جاتی ہے، اس لئے اس کو غراب البین کہا جاتا ہے، لہذا غراب سبب ہوا بین اور جدائیگی کے لئے اور بین مسبب ہوا، تو غراب کی اضافت مسبب کی جانب ہوئی اس لئے علاقہ مسببیت کا ہوا۔

اسئلة

(۱) مَا الْمَجَازُ الْعَقْلِيُّ وَمَا الْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَجَازِ اللُّغَوِيِّ؟ مجاز عقلی کیا ہے اور مجاز عقلی اور لغوی کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۲) لِاَيِّ شَيْءٍ يَكُوْنُ الْاِسْنَادُ فِي الْمَجَازِ الْعَقْلِيِّ ؟ مجاز عقلی میں کس چیز کی طرف نسبت ہوتی ہے؟

(۳) مَا الْفَرْقُ بَيْنَ الْعَلَاقَتَيْنِ الزَّمَانِيَّةِ وَالْمَكَانِيَّةِ؟ علاقہ زمانیہ اور مکانیہ کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۴) اُفْرُقْ بَيْنَ الْفَاعِلِيَّةِ وَالْمَفْعُوْلِيَّةِ؟ علاقۂ فاعلیت اور مفعولیت کے درمیان فرق بیان کیجئے؟

(۵) اُفْرُقْ بَيْنَ الْمَصْدَرِيَّةِ وَالسَّبَبِيَّةِ؟ علاقۂ مصدریت اور علاقۂ سببیت کے درمیان فرق بیان کیجئے؟

تمرین

بَيِّنِ الْمَجَازَ الْعَقْلِيَّ وَوَضِّحْ عَلَاقَتَهُ فِيْمَا يَأْتِيْ۔

آنے والے جملوں میں مجاز عقلی بیان کرو اور اس کے علاقے کی وضاحت کریں۔

(۱) هَزَمَ الْاَمِيرُ الْاَعْدَاءَ وَهُوَ فِيْ قَصْرِهٖ۔ امیر نے اپنے محل میں رہتے ہوئے دشمنوں کو شکست دی۔ ہزم کی نسبت الامیر کی طرف کرنے میں مجاز عقلی ہے، فاعل حقیقی لشکر ہے اس کی جانب نسبت چھوڑ کر امیر کی جانب کی، علاقہ سببیت کی وجہ سے۔

(۲) جَدَّ جِدُّهٗ اس کی کوشش کامیاب ہوئی، فاعل حقیقی جاد کے بجائے مصدر کی جانب نسبت کی لہذا علاقہ مصدریت کا ہوا۔

(۳) قَرَّرَتِ الْمَدْرَسَةُ نَجَاحَ زَيْدٍ۔ مدرسہ نے زید کے کامیاب ہونے کا فیصلہ کیا، فاعل حقیقی اہل المدرسہ کے بجائے مکان کی جانب نسبت کی، لہذا علاقہ مکانیت کا ہوا۔

(۴) قَامَتِ الصَّلٰوةُ نماز کھڑی ہوئی، فاعل حقیقی مصلی کے بجائے مفعول کی جانب نسبت کی۔ علاقہ مفعولیت کا ہوا، اس لئے کہ نماز کو قائم کیا جاتا ہے، قائم ہوتی نہیں۔

(۵) الدَّهْرُ نِعْمَ الْمُؤَدِّبُ زمانہ بہترین ادب سکھانے والا ہے، نعم کی نسبت اہل زبان کے بجائے مؤدب کی جانب ہوئی جس سے مقصود الدہر ہے تو گویا کہ نعم کی نسبت الدھر کی جانب ہوئی، علاقہ زمانیہ کی وجہ سے۔

(۶) سَعٰي سَعْيُهٗ اس کی کوشش کامیاب ہوئی، علاقہ مصدریت کا ہے۔

(۷) كُلُّ مَكَانٍ نَضِرٌ، ہر جگہ تروتازہ ہے، نضر کی نسبت فاعل حقیقی پودے کے بجائے مکان کی طرف ہوئی، علاقہ مکانیت کا ہوا۔

(۸) هٰذِهٖ سَنَةٌ مُجْدِبَةٌ فَالْعَيْشُ شَاقٌّ وَالْمَعِيْشَةُ غَالِيَةٌ یہ سال قحط سالی کا ہے اس لئے آرام مشکل ہے، اور آرام دہ چیز مہنگی ہے، مجدبۃ مصدر کی نسبت فاعل حقیقی ناس یا زمین کے بجائے سنۃ زمان کی طرف ہوئی، علاقہ زمانیہ کا ہوا۔

(۹) اَلْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ۔ اچھی زمین کہ اس کی گھاس نکلتی ہے اپنے پروردگار کے حکم سے، یخرج فعل لازم لا کر اس کی نسبت نبات مفعول کی طرف

کردی اور اس کو فاعل بنادیا، لہذا علاقہ مفعولیت کا ہوا حالانکہ اس کا حقیقی فاعل اللہ تعالٰی ہے۔

(۱۰) وَمِنْ نَكِدِ الدُّنْيَا عَلَى الحُرِّ اَنْ يَرىٰ عَدُوًّا لَهُ مَا مِنْ صَدَاقَتِهِ بُدٌّ

شریف آدمی پر دنیا کی مصیبت میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے دشمن کو دیکھے کہ اس سے دوستی کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، نکد کی اضافت مضاف الیہ حقیقی اہل دنیا کے بجائے مکان کی طرف کردی ہے، علاقہ مکانیت کا ہوا۔

(۱۱) نِعَمَ الْمُعِيْنُ عَلَى الْمُرُوْءَةِ لِلْفَتٰى مَالٌ يَصُوْنُ عَلَى التَّبَذُّلِ نَفْسَهُ

جوان کی شرافت پر بہترین مددگار وہ مال ہے جو اس کے نفس کو ذلیل ہونے سے بچائے، یصون کی نسبت فاعلِ حقیقی اللہ تعالٰی کے بجائے ایک سبب کی طرف کردی لہذا علاقہ سببیت کا ہوا۔

(۱۲) وَالْهَمُّ يَخْتَرِمُ الْجَسِيْمَ نَحَافَةً وَيُشِيْبُ نَاصِيَةَ الصَّبِيِّ وَيُهْرِمُ

اور غم موٹے جسم والے آدمی کو کھود کر دبلا بنا دیتا ہے اور بچے کی پیشانی کے بال کو سفید کردیتا ہے اور بوڑھا بنادیتا ہے۔

یخترم کی نسبت فاعل حقیقی اللہ تعالٰی کے بجائے سبب کی طرف ہوئی، علاقہ سببیت کا ہوا۔

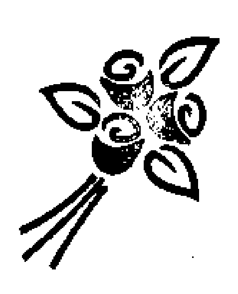
(۱۳) الدَّهْرُ يَفْتَرِسُ الرِّجَالَ فَلَا تَكُنْ مِمَّنْ تُطِيْشُهُ الْمناصِبُ وَالرُّتَبُ

زمانہ لوگوں کو پھاڑتا ہے اس لئے آپ ان لوگوں میں سے نہ ہو جن کو عہدے اور مرتبے پریشان کرتے ہیں۔ یفترس کی نسبت فاعل حقیقی اہل زمان کے بجائے الدھر زمان کی طرف ہوئی، علاقہ زمانیت کا ہوا۔

(۱۴) مَا كُلُّ مَا يَتَمَنَّى الْمَرْءُ يُدْرِكُهُ تَجْرِيْ الرِّيَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِي السُّفُنُ

نہ ہر وہ چیز جس کی انسان تمنا کرے اس کو پالیوے، ہوائیں چلتی ہیں اس سمت کو جو

کشتیاں نہیں چاہتیں۔ لاتشتھی کی نسبت فاعل حقیقی مسافرین اور اہل سفن کے بجائے مکان کی طرف ہوئی، اس لئے علاقہ مکانیت کا ہوا۔



الباب الثالث فی الکِنایَةِ

تیسرا باب کنایہ کے بیان میں

جیسا کہ علم بیان کے شروع میں جان چکے ہو کہ معنٰی مرادی کے ادا کرنے کے باعتبار وضوح الدلالة علی المعنٰی کے تین طریقے ہیں (۱) تشبیہ (۲) مجاز (۳) کنایہ، ان تین میں سے دو کو بیان کرنے کے بعد اب کنایہ کو بیان کیا جارہا ہے۔

الکِنَایَةُ لفظٌ اُرِیدَ بِہٖ لازِمُ مَعْنَاہُ مَعَ جَوَازِ اِرادةِ ذٰلِکَ الْمَعْنٰی نحوُ جَعْفَرٌ مَھْزُوْلُ الْفَصِیْلِ۔

ترجمہ:- کنایہ وہ لفظ ہے جس سے اس کا لازمی معنٰی مراد لیا گیا ہو اس اصلی معنٰی کے مراد لینے کے جائز ہونے کے ساتھ ساتھ جیسے جعفر اونٹنی کے دبلے بچے والا ہے۔

تشریح:- جب کوئی لفظ بول کر لازم معنٰی مراد لیا جاوے لیکن لازم معنٰی کے ساتھ ساتھ معنٰی اصلی اور حقیقی بھی مراد لیا جا سکتا ہو، تو اس کو کنایہ کہا جاتا ہے، اور اگر لازمی معنٰی کے ساتھ معنٰی حقیقی مراد لینا صحیح نہ ہو تو اس کو مجاز کہتے ہیں، جیسے کہ تم مجاز کی تعریف میں جان چکے، جیسے جعفر مهزول الفصيل، مهزول الفصيل سے کنایہ کیا ہے اس بات کا کہ جعفر بہت زیادہ سخی ہے، کیونکہ مہمانوں کے لئے اس نے اونٹنی بھی ذبح کر دی جس کی وجہ سے اس اونٹنی کا دودھ پیتا بچہ بھی دبلا ہو گیا، تو سخی ہونا لازم۔ اور مجازی معنٰی ہے لیکن اگر اس کے حقیقی معنٰی مراد لئے جاویں تو بھی صحیح ہے کہ جعفر کے پاس اونٹنی کا دبلا بچہ ہے۔

فائدہ:- کنایہ کی تعریف جاننے سے مجاز اور کنایہ کے درمیان فرق بھی واضح ہو گیا کہ مجاز میں معنٰی حقیقی مراد لینا جائز نہیں جب کہ کنایہ میں جائز ہے، (۲) نیز یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کنایہ حقیقت اور مجاز کے درمیان ایک واسطہ ہے نہ تو وہ حقیقت ہے، کیونکہ اس کے لفظ سے اس کے معنٰی حقیقی مراد نہیں ہوتے بلکہ اس کے لازم معنٰی مراد ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ مجاز ہے کیونکہ مجاز میں معنٰی غیر حقیقی مراد لیتے وقت یہ ضروری ہے کہ معنٰی حقیقی کے مراد لینے سے منع کرنے والا کوئی قرینہ موجود ہو (المنہاج الواضح) مفتاح البلاغۃ ۳۳۱۔

وَتَنْقَسِمُ الْكِنَايَةُ بِاعْتِبَارِ الْمَكْنِيِّ عَنْهُ اِلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ (۱) قِسْمٌ يَكُوْنُ الْمَكْنِيُّ عَنْهُ صفة قَرِيْبَةً كَقَوْلِ الْخَنْسَاءِ طَوِيْلُ النِّجَادِ رَفِيْعُ الْعِمَادِ، سَادَ عَشِيْرَتَهُ اَمْرَدًا اَوْ بَعِيْدَةً نحوُ كَثِيْرُ الرَّمَادِ اِذَا مَا شَتَا۔

ترجمہ:- اور کنایہ مکنی عنہ کے اعتبار سے تین قسم میں منقسم ہوتا ہے، ایک قسم یہ ہے کہ مکنی عنہ صفت قریبہ ہو جیسے خنساء کا قول (اپنے بھائی صخر کی مدح میں) میرا بھائی لمبے

پر تلے والا، بلند عمارت والا، امرد ہونے کی حالت ہی میں قبیلہ کا سردار ہو گیا، یا مکنی عنہ صفت بعیدہ ہو جیسے ممدوح بہت راکھ والا ہے جب کہ سردی کا زمانہ ہو۔

تشریح:۔ یہاں سے کنایہ کی تقسیم اول کو بیان کیا جا رہا ہے جو تقسیم مکنی عنہ کے اعتبار سے ہے یعنی لفظ بول کر جس معنیٰ کو مراد لیا ہے جو لفظ سے مطلوب ومقصود ہے، اس مکنی عنہ کے اعتبار سے کنایہ کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم یہ ہے کہ مکنی عنہ یعنی لفظ سے کنایۃً جو معنیٰ مراد لیا ہے وہ صفت ہو (۲) یا مکنی عنہ موصوف ہو (۳) مکنی عنہ نہ موصوف ہو اور نہ صفت بلکہ نسبت ہو، پہلی قسم جس میں مکنی عنہ صفت ہو یعنی کنایہ کے ذریعہ کسی موصوف کی صفت کو طلب کیا جاتا ہو جو صفت مذکور نہ ہو بلکہ اس کی جگہ کوئی دوسری صفت کو ذکر کیا گیا ہو جو صفت مقصودہ کو مستلزم ہو پھر مکنی عنہ صفت یا صفت قریبہ ہوگی یا صفت بعیدہ، صفت قریبہ کا مطلب یہ ہے کہ مذکور صفت اور مکنی عنہ صفت ان دونوں کے درمیان وسائط بالکل نہ ہو یا کم ہو، اور بعیدہ یعنی صفت مذکورہ اور مکنی عنہ صفت کے درمیان وسائط کثیرہ ہو، جیسے صفت قریبہ کی مثال، خنساء کا قول جو اپنے بھائی صخر کی تعریف میں، طویل النجاد رفیع العماد ساد عشیرتہ امردا اس شعر میں ممدوح کی جن صفات کا قصد کیا ہے وہ مذکور نہیں ہیں بلکہ ان کی جگہ دوسری صفات کو ذکر کیا گیا ہے، مثلاً طویل النجاد سے لمبا قد مراد لیا گیا ہے وہ اس طریقے پر کہ پرتلے کا لمبا ہونا مستلزم ہے لمبے قد کو ورنہ اگر قد چھوٹا ہو تو اس کو اپنے قد کے مطابق تلوار کو لٹکانا ہوگا، نجاد تلوار لٹکانے کا پرتلہ۔ اس طرح رفیع العماد سے سرداری کا کنایہ کیا ہے کہ عموماً سردار کی عمارت بلند ہوتی ہے، الحاصل مکنی عنہ صفت ہے اور صفتِ قریبہ ہے کہ درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے، اور صفت بعیدہ کی مثال کثیر الرماد اذا ما شتا تو کثیر الرماد سے سخی ہونے کا کنایہ کیا ہے تو مکنی عنہ صفت ہے اور وہ صفت بعیدہ ہے اس لئے کہ کثیر الرماد اور سخاوت ان دونوں کے درمیان بہت سے واسطے ہیں، مثلاً زیادہ راکھ کا ہونا دال ہے زیادہ لکڑیاں جلنے پر، اور لکڑیوں کا زیادہ جلنا دال ہے زیادہ کھانا پکنے پر، اور زیادہ کھانا پکنا دال ہے مہمانوں کی آمد پر، اور مہمانوں کی آمد سخی کے

یہاں ہوا کرتی ہے، ملاحظہ فرمایئے مکنی عنہ صفت تک پہنچنے کے لئے درمیان میں تین واسطے ہیں۔

فائدہ:- کثیر الرماد کے ساتھ اذا ما شتا کی قید ممدوح کے بہت زیادہ سخی ہونے کو بتلانے کے لئے ہے، کیونکہ موسم سرما میں عموماً عربوں کے پاس خورد ونوش کی چیزیں اور اسباب معیشت کم ہوجاتے ہیں تب بھی ممدوح کی سخاوت رکتی نہیں۔

(۲) وَقِسْمٌ يَكُوْنُ الْمَكْنِيُّ عَنْهُ نِسْبَةً كَقَوْلِهِ:

إِنَّ الْمُرُوْءَةَ وَالسَّمَاحَةَ وَالنَّدٰى ... فِيْ قُبَّةٍ ضُرِبَتْ عَلٰى ابْنِ الْحَشْرَجِ

اور دوسری قسم یہ ہے کہ مکنی عنہ نسبت ہو جیسے اس کا قول: یقیناً سخاوت، مروت اور بخشش اس قبہ میں ہے جو ابن حشرج پر بنایا گیا ہے۔

تشریح:- دوسری قسم مکنی عنہ نسبت ہو یعنی وہ نسبت مقصود ہو جو کسی صفت کی کسی موصوف کی طرف کی جاوے اور یہ کنایہ اس طریقہ پر ہوگا کہ متکلم، صفت اور موصوف دونوں کو ذکر کرے لیکن صفت کی نسبت موصوف کی طرف نہ کرے بلکہ موصوف کے کسی متعلق کی طرف کرے جو اصل موصوف کی طرف نسبت کو مستلزم ہو، مثلاً مثال مذکور میں شاعر نے صفات کو ذکر کیا ہے اور اس کا موصوف حشرج بھی مذکور ہے لیکن ان صفات کی نسبت عبداللہ بن حشرج کی طرف صراحۃً نہیں کی گئی بلکہ اس قبہ کی طرف کی جو قبہ ابن حشرج کے لئے بنایا گیا ہے، تو اب غور کیجئے جب صفات کی نسبت قبہ کی طرف کی تو وہ نسبت اصل نسبت کو مستلزم ہوگئی یعنی ابن حشرج کی طرف نسبت کو مستلزم ہوگئی جو مطلوب ہے، اس لئے کہ جب وہ صفات ایسے قبہ میں ہے جو قبہ ابن حشرج کا ہے تو مراد اس سے یہی ہوگا کہ وہ صفات منسوب ہے، صاحب قبہ ابن حشرج کی طرف، الحاصل یہ کہ مکنی عنہ یہاں نسبت ہے۔

(۳) وَقِسْمٌ يَكُوْنُ الْمَكْنِيُّ عَنْهُ لَا صِفَةً وَلَا نِسْبَةً بَلْ موصوفاً وَاحِدَ الْمَعْنٰى كَقَوْلِهِ:

الضَّارِبِيْنَ بِكُلِّ اَبْيَضَ مِخْذَمٍ   وَالطَّاعِنِيْنَ مَجَامِعَ الْاَضْغَانِ

اَوْ مَجْمُوْعَ مَعَانٍ كَقَوْلِكَ: حَيٌّ ،مُسْتَوِيُ الْقَامَةِ عَرِيْضُ الْاَظْفَارِ، كنايةً عنِ الْإِنْسَانِ۔

ترجمہ:- اور تیسری قسم یہ ہے کہ مکنی عنہ نہ صفت ہو اور نہ نسبت بلکہ موصوف ہو، چاہے ایک معنٰی والا موصوف ہو جیسے مدوحین مارنے والے ہیں ہر سفید کاٹنے والی تلوار سے، اور نیزہ مارنے والے ہیں کینوں کے جمع ہونے کی جگہوں پر۔ یا موصوف چند معانی کے مجموعہ والا ہو جیسے زندہ، سیدھی قامت والا، چوڑے ناخن والا ہے۔

تشریح:- کنایہ کی تیسری قسم یہ ہے کہ مکنی عنہ نہ صفت ہو اور نہ نسبت بلکہ موصوف ہو اور یہ کنایہ اس طریقہ پر ہوگا کہ متکلم صفت اور نسبت دونوں کو ذکر کرے، مگر موصوف کو ذکر نہ کرے بلکہ موصوف کی جگہ کسی صفت کو ذکر کر دیا گیا ہو جیسے شاعر کے قول میں جو مجامع الاضغان کا لفظ ہے اس کا کنایہ کر رہا ہے قلوب سے اور قلوب نہ تو صفت ہے اور نہ نسبت بلکہ مجامع الاضغان صفت کا موصوف ہے، تو اس مثال میں صفت کا کنایہ موصوف سے ہوا، لہذا مکنی عنہ موصوف ہوا، پھر صفت کا کنایہ جس موصوف سے کیا جائے گا وہ موصوف واحد المعنٰی ہوگا، یا مجموع المعنٰی ہوگا یعنی وہ موصوف یا تو ایسا ہوگا جس کے ساتھ ایک ہی معنٰی مخصوص ہے، یا چند معانی مخصوص ہیں جیسے اول کی مثال مذکورہ شعر میں مجامع الاضغان صفت کا کنایہ قلوب سے کیا اور قلوب خاص ہے ایک ہی معنٰی کے ساتھ یعنی دل ہی کینہ کے جمع ہونے کی جگہ ہے، کسی اور جگہ کینہ جمع نہیں ہوتا تو وہ موصوف ایسا ہے جو واحد المعنٰی ہے۔

ثانی کی مثال حیّ مستوی القامۃ، طویل الاظفار، ان تین معانی کا کنایہ کیا انسان سے اور یہ تینوں معانی انسان کے ساتھ خاص ہے، لہذا انسان مکنی عنہ موصوف مجموع معانٍ ہوا، اس بات کو یوں بھی سمجھ سکتے ہو کہ جس صفت کا کنایہ موصوف سے کیا جاوے اگر وہ صفت مذکورہ ایک ہے تو موصوف واحد المعنٰی ہوا، اور اگر چند صفات کا کنایہ کر کے ایک موصوف مراد

لیا جائے تو وہ ایسا موصوف ہوا جو چند معانی والا یعنی چند صفات والا ہے، واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم۔

تنبیہ:- کنایہ کی اس تیسری قسم میں یہ شرط ہے کہ وہ صفت یا صفات موصوف مکنی عنہ کے ساتھ خاص ہو اس سے کسی اور موصوف کی طرف تجاوز کرنے والی نہ ہو تا کہ ان صفات سے موصوف کی طرف انتقال حاصل ہو۔ جواہر البلاغۃ ۳۴۹

وَتَنْقَسِمُ بِاِعْتِبَارِ الْوَسَائِطِ اِلٰی ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ (۱) تَلْوِيْحٌ، وَهُوَ مَا كَثُرَتْ فِيْهِ الْوَسَائِطُ نحوُ فُلَانٌ كَثِيْرُ الرَّمَادِ۔

ترجمہ:- اور کنایہ، وسائط کے اعتبار سے تین قسموں کی طرف منتقل ہوتا ہے پہلی قسم تلویح ہے اور تلویح وہ کنایہ ہے جس میں وسائط زیادہ ہوں جیسے فلاں بہت راکھ والا ہے۔

تشریح:- کنایہ کی تقسیم اول سے فراغت کے بعد اب اس کی تقسیم ثانی کو بیان کر رہے ہیں اور یہ تقسیم باعتبار وسائط اور لوازم کے ہے اور اس تقسیم کے ماتحت چار قسمیں ہیں۔(۱) تلویح (۲) رمز (۳) ایماء (۴) تعریض۔ ان میں سے پہلی قسم تلویح ہے، تلویح اس کنایہ کو کہتے ہیں جس کے لازم اور ملزوم کے درمیان وسائط زیادہ ہوں جیسے کثیر الرماد سے کرم اور سخاوت مراد لینا، اور ان دو کے درمیان وسائط و لوازم زیادہ ہیں جیسے ماقبل میں مذکور ہوا۔

(۲) وَرَمْزٌ هُوَ مَا قَلَّتْ فِيْهِ الْوَسَائِطُ اَوْ لَمْ تَكُنْ مَعَ خَفَاءِ اللُّزُوْمِ نحوُ زيدٌ عَرِيضُ الْوِسَادَةِ وعمروٌ اَقْمَرَ لَيْلُهٗ۔

ترجمہ:- دوسری قسم رمز ہے اور رمز وہ کنایہ ہے جس میں وسائط کم ہوں یا بالکل نہ ہوں لیکن لازمی معنٰی پوشیدہ ہو جیسے زید چوڑے تکیہ والا ہے اور عمرو کی رات چاندنی والی ہوگئی۔

تشریح:- کنایہ کی دوسری قسم رمز ہے، اور رمز اس کنایہ کو کہتے ہیں جس کے لازم

اور ملزوم کے درمیان وسائط کم ہوں یا بالکل نہ ہوں لیکن لازمی معنٰی مخفی ہو جیسے زیدٌ عریض الوسادۃ اس مثال میں عریض الوسادۃ سے بیوقوفی سے کنایہ کیا ہے اور وہ صفت قریبہ ہے، درمیان میں صرف ایک واسطہ ہے لیکن لازمی معنٰی بیوقوفی مخفی ہے، کنایہ اس طریقہ پر کیا کہ چوڑا تکیہ دال ہے موٹے چوڑے سر پر، اور سر کا چوڑا ہونا عموماً بیوقوفوں کا ہوتا ہے، ملاحظہ فرمایئے، ایک واسطہ سے لازمی معنٰی تک پہنچ گئے لیکن لازمی معنٰی کے مخفی ہونے کی وجہ سے ذہن جلدی اس تک منتقل نہیں ہوتا، درمیان میں ایک بھی واسطہ نہ ہو اس کی مثال عمرٌو اقمر لیلہ۔ عمر کی رات چاندنی ہوگئی، اس سے مراد عمرو کے بال سفید ہوگئے، رات سے کالے بال اور اقمر سے سفید ہونا مراد لیا اور درمیان میں کوئی واسطہ نہیں لیکن لازمی معنٰی مخفی ہے، جس کی طرف ذہن جلدی سے منتقل نہیں ہوتا۔

(۳) وَاِشَارَةٌ وَاِيمَاءٌ وهو مَا قَلَّتْ فِيهِ الْوَسَائِطُ اَوْ لَمْ تَكُنْ مَعَ وُضُوحِ اللُّزُوْمِ كَقَوْلِهِ:

اَوَمَا رَاَيْتَ الْمَجْدَ اَلْقٰى رَحْلَهٗ　　　فِيْ آلِ طَلْحَةَ ثُمَّ لَمْ يَتَحَوَّلِ

وقوله:

اَقِيْمُوْا بَنِيْ اُمِّيْ صُدُوْرَ مَطِيِّكُمْ　　　فَاِنِّيْ اِلٰى قَوْمٍ سِوَاكُمْ لَاَمْيَلُ(۱)

ترجمہ:- تیسری قسم اشارہ اور ایماء ہے اور اشارہ اور ایماء وہ کنایہ ہے جس میں وسائط بہت کم ہوں یا بالکل نہ ہوں لیکن لازمی معنٰی مخفی ہو جیسے شاعر کا قول کیا آپ نے نہیں دیکھا شرافت کو کہ اس نے اپنا کجاوہ آل طلحہ میں ڈال دیا پھر وہاں سے ہٹی نہیں، اور شاعر کا قول میرے ماں کے بیٹوں اپنی سواری کے سینے کو سیدھا کر لو اس لئے کہ میں تمہارے علاوہ دوسری قوم کی طرف مائل ہو رہا ہوں۔

تشریح:- کنایہ کی تیسری قسم اشارہ اور ایماء ہے اور اشارہ اور ایماء اس کنایہ کو کہتے ہیں کہ جس کے لازم اور ملزوم کے درمیان وسائط کم

(۱) یہ شعر شنفری کا ہے

ہوں یا بالکل نہ ہوں لیکن لازمی معنٰی واضح ہو جس کی طرف بآسانی ذہن منتقل ہو جاتا ہو، جیسے:

اَوَمَا رَاَیْتَ الْمَجْدَ اَلْقٰی رَحْلَهٗ فِیْ آلِ طَلْحَةَ ثُمَّ لَمْ یَتَحَوَّلِ

شاعر نے اس شعر میں مجد کے کجاوہ ڈالنے کی نسبت آل طلحہ کی جانب کر کے کنایۃً اس نسبت کو مراد لیا ہے کہ مجد و شرافت آل طلحہ میں ہے تو ملاحظہ فرمائیے جو معنٰی سے کنایہ کر رہا ہے، وہ نسبت ہے اس کے درمیان اور ملزوم کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے لیکن وہ لازمی معنٰی اتنا واضح ہے کہ اس کا سمجھنا بآسانی ہو سکتا ہے، اس لئے کہ شرافت کوئی ایسی چیز نہیں جس کے لئے کجاوہ جیسا محل ہو، بلکہ اس کا محل شریف لوگ ہیں لہذا وسائط کے کم ہونیکی وجہ سے ایماء واشارہ ہوا۔

وسائط بالکل نہ ہوں اس کی مثال دوسرا شعر ہے، اقیموا بنی اُمی صدرور مطیکم الخ اس شعر میں بنی امی سے مراد بھائی ہے درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے اور ساتھ ہی لازمی معنٰی بہت واضح ہے۔

وَهُنَاکَ نَوْعٌ مِنَ الْكِنَايَةِ يُسَمّٰى تَعْرِيضًا وهُوَ اَنْ يُشِيْرَ الْمُتَكَلِّمُ بِكَلَامِهٖ اِلٰى شَيْءٍ يَفْهَمُهُ السَّامِعُ بِالْقَرَائِنِ نحوُ قَوْلُکَ لِمَنْ يَضُرُّ غَيْرَهٗ خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ۔

ترجمہ:- یہاں کنایہ کی ایک اور قسم ہے جس کا نام تعریض رکھا جاتا ہے اور تعریض یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام سے کسی ایسی چیز کی طرف اشارہ کرے جس کو سامع قرائن سے سمجھ جاوے جیسے آپ کا قول ایسے شخص کو جو غیروں کو نقصان دیتا ہو، لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع دے۔

تشریح:- کنایہ کی چوتھی قسم باعتبار وسائط کے تعریض ہے اور تعریض وہ کنایہ ہے

کہ متکلم مخاطب کے سامنے کوئی کلام کرکے اس سے دوسرے معنٰی کی طرف اشارہ کرے جو دوسرا معنی مخاطب قرائن سے سمجھ جاوے، مثلاً کوئی شخص لوگوں کو تکلیف دیا کرتا ہے اور اس سے ایذا رسانی ہوتی رہتی ہے ایسے شخص کو آپ علیہ الصلوٰۃ کا یہ فرمان سنانا خیر الناس من ینفع الناس، تو غور کیجئے متکلم اپنے اس کلام کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ اے مخاطب تم کو اپنی عادت سے باز آجانا چاہئے اور اپنی اصلاح کرلینی چاہئے، لیکن یہ بات تعریض اور کنایہ کے طور پر کہی تا کہ مخاطب کا نام نہ لینے کی وجہ سے اس کے شر سے محفوظ رہے اور ساتھ ہی مخاطب کی فضیحت اور رسوائی نہ ہو۔

اسئلۃ

(۱) مَاالْكِنَايَةُ ؟ کنایہ کی کیا تعریف ہے؟

(۲) مَاالْفَرْقُ بَيْنَ الْكِنَايَةِ وَالْمَجَازِ اللُّغَوِيِّ؟ کنایہ اور مجاز لغوی کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۳) كَمْ قِسْمًا الْكِنَايَةُ بِاعْتِبَارِ الْمَكْنِيِّ عَنْهُ ؟ مکنی عنہ کے اعتبار سے کنایہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۴) كَمْ قِسْمًا بِاعْتِبَارِ الْوَسَائِطِ ؟ وسائط کے اعتبار سے کنایہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۵) مَا الْفَرْقُ بَيْنَ التَّلْوِيْحِ وَالرَّمْزِ وَالْاِيْمَاءِ وَالتَّعْرِيْضِ ؟ تلویح، رمز، ایماء اور تعریض کے درمیان کیا فرق ہے؟

تمرین

وَضِّحْ نَوْعَ الْكِنَايَةِ بِاعْتِبَارِ الْمَكْنِيِّ عَنْهُ وَالْوَسَائِطِ وَالْخَفَاءِ وَالْوُضُوحِ فِيمَا يَلِيْ۔

ترجمہ:- مکنی عنہ اور وسائط وخفاء ووضوح کے اعتبار سے کنایہ کے انواع کو بیان کیجئے، آنے والے جملوں میں :

(۱) الطَّاهِرُ الذَّيْلِ النَّقِيُّ الْكَفِّ لَا يَخَافُ مِنَ الْعَدْلِ ۔ پاک دامن، صاف ہتھیلی والا، انصاف سے خوف نہیں کرتا، الطاہر الذیل سے مراد دیانت اور النقی الکف سے معاملہ کی صفائی لہذا المکنی عنہ صفت قریبہ اور لازمی معنٰی واضح ہے اور درمیان میں وسائط بھی نہیں لہذا ایماء واشارہ۔

(۲) حَيٌّ مُسْتَوِي الْقَامَةِ عَرِيضُ الْأَظْفَارِ۔ وہ زندہ سیدھی قامت والا چوڑے ناخن والا المکنی عنہ موصوف (مجموع المعانی) انسان ہے اور ایماء ہے۔

(۳) قَابَلْتُ اَخْضَرَ الْاَسْنَانِ۔ میں نے سبز چراگاہ والے سے ملاقات کی اخضر الاسنان سے مراد بخی ہے، لہذا المکنی عنہ صفت قریبہ اور ایماء اور اشارہ ہے۔

(۴) الْمَرْءُ بِاَخِيهِ يَشُدُّ عَضُدَهُ۔ انسان اپنے بھائی سے اپنا بازو مضبوط کرتا ہے، مکنی عنہ استعانت صفت قریبہ اور ایماء ہے۔

(۵) هُوَ رَحْبُ الصَّدْرِ طَوِيْلُ الْبَاعِ فِيْ نَظْمِ الشِّعْرِ۔ وہ وسیع دل والا لمبے ہاتھ والا ہے شعر کے نظم میں، رحب الصدر سے مراد سخاوت صفتِ قریبہ اور اشارہ، اور طویل الباع سے کامل مہارت صفت قریبہ اور مثل ہے لہذا ایماء۔

(۶) اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَ النَّاسُ شَرَّ لِسَانِهِ۔ مومن وہ ہے کہ لوگ اس کی زبان کے شر سے محفوظ رہیں (تعریض)۔

(۷) اَعْرِفُ فِيْكَ عَيْبًا۔ میں تجھ میں ایک عیب جانتا ہوں یعنی تو عیب دار ہے، مکنی عنہ نسبت یا صفت اور اشارہ۔

(۸) مَنْ لَا يُكْرِمُ نَفْسَهُ لَا يُكْرَم ، جو اپنا اکرام نہیں کرتا وہ اکرام نہیں کیا جاتا (تعریض)

(۹) اَظْلَمَتِ الدُّنْيَا فِيْ عَيْنَيْهِ۔ اس کی آنکھوں میں دنیا اندھیری ہوگئی، یعنی وہ دنیا سے مایوس ہوگیا اس پر مصیبت آپڑی۔ مکنی عنہ بڑی مصیبتیں (صفت اور اشارہ)۔

(۱۰) نَوَّرَ غُصْنُ شَبَابِهِ۔ اس کی جوانی کی ٹہنی کلی والی ہوگئی، مکنی عنہ اس کا بڑھاپا شروع ہوگیا، جس طرح ڈالی پر کلی چمکتی ہے اسی طرح اس کے کالے بالوں میں سفید بال چمکنے لگے، صفت اور رمز یا کنایہ ہے کہ وہ شادی شدہ ہوگیا کہ ایک کے بجائے دو ہوگئے، جیسے ڈالی پر کلی آئی تو دو ہوگئے۔

(۱۱) بِيْضٌ صَنَائِعُنَا سُوْدٌ وَقَائِعُنَا خُضْرٌ مَرَابِعُنَا حُمْرٌ مَوَاضِيْنَا

ہمارے کارنامے سفید ہیں، ہماری جنگیں کالی ہیں ہماری رہنے کی جگہ سرسبز ہیں ہماری کاٹنے والی تلواریں سرخ ہیں، بیض صنائعنا سے مراد اچھے ہونا، سود وقائعنا سے مراد خطرناک دھواں دار، خضر مرابعنا سے مراد خوش حالی، حمر مواضینا سے مراد بہادر لہذا سب میں مکنی عنہ صفت قریبہ اور ایماء ہے۔

(۱۲) تَعَوَّدَ بَسْطَ الْكَفِّ حَتّٰى لَوْ اَنَّهُ اَرَادَ اِنْقِبَاضًا لَمْ تُطِعْهُ اَنَامِلُهُ

وہ عادی ہوگیا ہے ہتھیلی کے پھیلانے کا یہاں تک کہ اگر وہ بند کرنے کا ارادہ بھی کرے تو اس کی انگلیاں اس کی اطاعت نہیں کریں گی، یعنی دیتے دیتے اتنی عادت ہوگئی کہ اب اگر بخل کرنا چاہے اور ہاتھ سکڑنے کا ارادہ بھی کرے تو بند نہیں کرسکتا، مکنی عنہ صفت اور اشارہ۔

(۱۳) وَمَا يَكُ فِيَّ مِنْ عَيْبٍ فَاِنِّيْ جَبَانُ الْكَلْبِ مَهْزُوْلُ الْفَصِيْلِ

اور جو بھی عیب مجھ میں ہو تو ہو، اس لئے کہ میں بزدل کتے والا دبلے اونٹنی کے بچہ والا ہوں، جبان الکلب اور مہزول الفصیل سے مراد سخاوت ہے، لہذا مکنی عنہ، صفت قریبہ

اور رمز ہے اور شعر کا مطلب یہ ہے کہ کثرت سے مہمانوں کے آنے کی وجہ سے میرا کتابزدل ہو گیا اور بھوکنا چھوڑ دیا اور اونٹنی کو ذبح کرنے کی وجہ سے اس کا بچہ دبلا ہو گیا۔

(۱۴) لَا یَنْزِلُ الْمَجْدُ اِلَّا فِیْ مَنَازِلِنَا كَالنَّوْمِ لَيْسَ لَهُ مَاوىٰ سِوىٰ الْمُقَلِ

شرافت نہیں اترتی ہے مگر ہمارے ہی گھروں میں جیسے کہ نیند کہ اس کے لئے آنکھ کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں ہے، مکنی عنہ نسبت اور اشارہ ہے۔

(۱۵) وَنُكْرِمُ جَارَنَا مَادَامَ فِيْنَا وَنُتْبِعُهُ الْكَرَامَةَ حَيْثُ مَالَا

ہم اپنے پڑوسی کی عزت کرتے ہیں جب تک وہ ہمارے پاس ہوتے ہیں اور اس کے پیچھے کر دیتے ہیں عزت کو جہاں وہ جاوے مکنی عنہ صفت ہے (سخاوت) اور ایماء۔

تمرین عامؓ

تَكَلَّمُ عن عِلْمِ الْبَيَانِ عَلىٰ مَا يَأْتِيْ

آنے والے جملوں میں علم بیان کی ابحاث جاری کیجئے۔

(۱) اِنَّمَا تَحْسُنُ الرِّيَاضُ اِذَا مَا ضَحِكَتْ فِيْ خِلَالِهَا الْاَظْهَارُ۔

باغ اسی وقت اچھے لگتے ہیں جب کہ ان کے درمیان کلیاں مسکرانے لگے، اَظْھَارٌ میں استعارہ جاری ہے، اس کو تشبیہ دی انسان کے ساتھ اور اس کا لازم اور قرینہ ضحکت ہے، پھر مشبہ بہ محذوف کر دیا لہذا استعارہ مکنیہ ہوا، دونوں طرف جامد ہے اس لئے اصلیہ ہوا اور مزید کوئی ملائم نہیں اس لئے مطلقہ ہوا، الحاصل اظہار میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہے۔

(۲) قَدْ اَوْرَقَتْ فِيْكَ اٰمَالِيْ بِوَعْدِكَ لِيْ وَلَيْسَ فِيْ وَرَقِ الْاٰمَالِ لِيْ ثَمَرٌ

۔یقیناً آپ سے وابستہ میری امیدیں پتہ آور ہوگئی ہے آپ کے مجھ کو وعدہ دینے کی وجہ سے لیکن امیدوں کے پتوں میں میرے لئے کوئی پھل نہیں، ورق الآمال میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، مشبہ بہ شجر، قرینہ ورق، اور ثمر مشبہ بہ کا ملائم نیز کنایہ کی قسم تعریض ہے کہ اس کلام سے متکلم مخاطب کو یہ بات کہنا چاہتا ہے کہ آپ بڑے بے وفا ہو۔

(۳) ثَمَرُ الْكَدِّ نَجَاحٌ وَغِنًى   وَرِدَاءُ الْفَقْرِ مِنْ نَسْجِ الْكَسْلِ

مشقت ومحنت کا پھل کامیابی اور مالداری ہے اور فقر کی چادر کاہلی کی بنی ہوئی ہے، کنایہ کی قسم تعریض ہے، کہ تم بڑے سست ہو اسی وجہ سے تنگ دستی اور افلاس میں مبتلاء ہو، نیز لفظ الکدّ میں استعارہ مکنیہ اصلیہ تخیلیہ ہے، کد کا مشبہ بہ شجر ہے، اور قرینہ ثمر ہے، اور ثمر کا اثبات کد کے لئے تخیلیہ۔

(۴) اَلزَّهْرُ يَلْقَاكَ بِابْتِسَامٍ   وَالرِّيحُ تَلْقَاكَ بِالْقُبُوْلِ

پھول آپ سے مسکرا کر ملتا ہے اور ہوا آپ سے ملتی ہے، قبولیت کے ساتھ۔الزھر میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، انسان مشبہ بہ، ابتسام لازم، اور یلقاک ملائم مشبہ بہ۔ اس طرح ریح میں بھی استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، نیز اس کلام سے مقصود آپ عالی مقام اور بڑے رتبہ کے آدمی ہیں کہ ہوا بھی اپ کا استقبال کرتی ہے، لہذا کنایہ کی قسم نسبت ہے اور رمز ہے۔

(۵) الدَّهْرُ لَوْلَاكَ مَا رَقَّتْ سَجَايَاهُ   وَالْمَجْدُ لَفْظٌ عَرَفْنَا مِنْكَ مَعْنَاهُ

اگر آپ نہ ہوتے تو زمانے کی طبیعت نرم نہ ہوتی اور بزرگی ایسا لفظ ہے جس کا معنیٰ ہم نے آپ ہی سے پہچانا۔کنایہ کی قسم نسبت کہ اس جملہ سے مقصود مخاطب کی جانب بزرگی کی نسبت کرنا لہذا مکنی عنہ نسبت اور ایماء واشارہ ہے۔

(۶) تَأَمَّلْ إِلَى الدُّوْلَابِ وَالنَّهْرِ إِذْ جَرَى   وَدَمْعُهُمَا بَيْنَ الرِّيَاضِ غَزِيرٌ

رہٹ اور نہر میں غور کیجئے جب کہ وہ جاری ہو اور ان دونوں کے آنسوں باغ کے

درمیان بہ رہے ہوں۔

كَأَنَّ نَسِيمَ الرَّوْضِ قَدْ ضَاعَ مِنْهُمَا　　فَأَصْبَحَ ذَا يَجْرِيْ وَذَاكَ يَدُوْرُ

گویاباغ کی بادِنسیم ان دونوں سے چھین لی گئی، پس نہر بھاگنے لگی اور رہٹ گھومنے لگا، دولاب اور نہر میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہے، مشبہ بہ انسان اور قرینہ دمع۔

(۷) بَاكِيَةٌ يَضْحَكُ فِيْهَا بَرْقُهَا　　مَوْصُوْلَةٌ بِالْاَرْضِ مُرْخَاةُ الطُّنُبِ

بادل رونے والا ہے ہنستی ہے اس میں اس کی بجلی، زمین کے ساتھ ملا ہوا ہے رسیاں لٹکائے ہوئے۔(موصولۃ اور مرخاۃ اور باکیۃ تمام صفات ہیں بادل کی) برقھا کی ضمیر بادل کی طرف لوٹ رہی ہے، اس میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مجردہ ہے، مشبہ بہ انسان، یضحک لازم ہے اور برق اور موصولۃ ملائم ہے، مشبہ کا۔

(۸) وَذِيْ رَحِمٍ قَلَّمْتُ اَظْفَارَ ضِغْنِهٖ　　بِحِلْمِيْ عَنْهُ وَهُوَ لَيْسَ لَهٗ حِلْمٌ

اور بعض ذی رحم محرم کہ میں نے ان کے کینے کے ناخنوں کو کاٹ دیا ان سے بردباری کر کے حالانکہ ان کے لئے بردباری نہیں ہے، ضغن میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہے، مشبہ بہ درندہ اور لازم اظفار ہے، اور وذی رحم میں واو بمعنی رب ہے۔

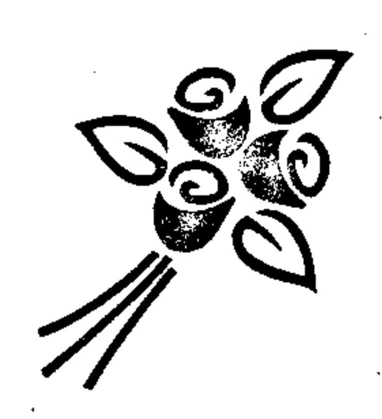
(۹) وَسَارِيَةٍ لَا تَمَلُّ الْبُكَاءَ　　جَرٰى دَمْعُهَا فِيْ خُدُوْدِ الثَّرٰى

اور بہت سی راتوں کو آنے والی بدلیاں رونے سے نہیں اکتاتی اور ان کے آنسو مٹی کے رخساروں میں جاری ہیں، واو بمعنی رب ہے، بادل میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، انسان مشبہ بہ اور بکاء لازم اور جری دمعھا مشبہ بہ کا ملائم۔

(۱۰) فَانْهَضْ اِلٰى صَهَوَاتِ الْمَجْدِ مُعْتَلِيًا　　فَالْبَازُ لَمْ يَاْوِ اِلَّا عَالِيَ الْقُلَلِ

تو بلند ہوتا ہوا شرافت کی پیٹھ پر سوار ہو جا، اس لئے کہ باز نہیں ٹھکانا بناتا مگر بلند چوٹیوں پر۔ مجد میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہے، فرس مشبہ بہ، صہوات لازم، اور معتلیا ملائم مشبہ بہ، نیز کنایہ کی قسم تعریض ہے کہ اس سے مخاطب کو بزرگ کی جانب ترغیب دینا

مقصود ہے۔



علم البدیع

شروع کتاب میں تمہید کے ذیل میں یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ بلاغت کے تین علم ہیں، ان میں سے دو علم یعنی علم معانی اور علم بیان کو ذکر کرنے کے بعد اب تیسرا علم علم بدیع ذکر کیا جا رہا ہے، یہ بات یاد رہے کہ کلام کی فصاحت اور بلاغت علم بیان اور علم معانی پر موقوف ہے اس لئے کہ فصیح و بلیغ ایسے کلام کا نام ہے جو مقتضائے حال کے مطابق ہو، چاہے اس کلام کو جس انداز سے بھی تعبیر کریں اور کلام کو مقتضاء حال کے مطابق بنانے والا علم علم معانی ہے، اور علم بیان سے اس معنٰی مرادی کو کلام کی صورت میں باعتبار وضوح کے مختلف طریقوں سے

ادا کیا جاتا ہے، اور جب یہ دو باتیں کسی کلام میں پائی جاویں تو وہ کلام بلیغ ہوگا، اور جو کلام بلیغ ہوتا ہے اس کا حسین ہونا اور مزین ہونا ضروری ہے، لہذا ان دو علموں سے کلام کا ذاتی حسن پیدا ہوگا، پھر علم بدیع اس مزین کلام کو مزید مزین بنانے کا کام کرے گا تو اب یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ تینوں علوم کلام میں حسن پیدا کرتے ہیں اور اس کو مزین بناتے ہیں، لیکن پہلے دو علم کے ذریعہ پیدا ہونے والا حسن ذاتی ہوتا ہے اور علم بدیع سے عارضی حسن پیدا ہوتا ہے، جیسے کوئی حسین وجمیل عورت جس میں حسن و جمال کے تمام اوصاف موجود ہو اور پھر مزید اپنے کو زیورات اور اچھے ملبوس سے مزین کرے تو ظاہر سی بات ہے کہ ان خارجی چیزوں کی وجہ سے اس کا حسن دوبالا ہوگا لیکن ان کے نہ ہونے کی صورت میں اس کے ذاتی حسن میں کوئی خلل اور نقص نہ ہوگا۔

البَدِيعُ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ وُجُوْهُ تَحْسِيْنِ الْكَلَامِ الْمُطَابِقِ لِمُقْتَضَى الْحَالِ وَهٰذِهِ الْوُجُوْهُ ما يرجع منها إلى تحسين المعنى يسمى بالمحسّنات المعنوية ومَا يَرْجِعُ مِنْهَا اِلٰى تَحْسِيْنِ اللَّفْظِ يُسَمّٰى بِالْمُحَسِّنَاتِ اللَّفْظِيَّةِ۔

بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعہ اس کلام کے تحسین کے طریقے جانے جاوے جو کلام مقتضی الحال کے مطابق ہو اور ان طریقوں میں سے بعض طریقہ وہ ہے جو تحسین معنٰی سے تعلق رکھتے ہیں ان کو محسنات معنویہ کہا جاتا ہے، اور بعض وہ ہیں جو تحسین لفظ سے تعلق رکھتے ہیں ان کو محسنات لفظیہ کہا جاتا ہے۔

تشریح:- بدیع کے معنٰی لغۃً عجیب، غریب، ایک شئی کا بغیر نمونہ کے پیدا کرنا اور اصطلاح میں بدیع ایسے علم کا نام ہے جس کے ذریعہ مقتضی الحال کے مطابق کلام کے مزید حسین بنانے کے طریقے معلوم ہوں، پھر کلام کو مزید حسین بنانے والے یہ طریقے دو قسم کے ہیں یا تو ان طریقوں کا تعلق کلام کے معنٰی کے ساتھ ہوگا یعنی معنی کے اعتبار سے کلام میں مزید

حسن پیدا کریں گے ان طریقوں کو محسنات معنویہ کہا جاتا ہے (۲) یا تو ان طریقوں کا تعلق کلام کے لفظ سے ہوگا اور ان کے الفاظ کلام میں حسن پیدا کریں گے ان کو محسنات لفظیہ کہتے ہیں۔



اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِی الْمُحَسِّنَاتِ الْمَعْنَوِیَّةِ

پہلا باب محسنات معنویہ کے بیان میں

اَلْمُحَسِّنَاتُ الْمَعْنَوِیَّةُ کَثِیْرَةٌ اَلْمَشْهُوْرُ مِنْهَا ،(۱) اَلتَّوْرِیَّةُ وَهِیَ اَنْ یُذْکَرَ لَفْظٌ لَهٗ مَعْنَیَانِ قَرِیْبٌ وَبَعِیْدٌ هُوَ الْمَقْصُوْدُ لِقَرِیْنَةٍ

خَفِيَّةٍ كَقَوْلِهٖ:

اَرَىٰ ذَنَبَ السِّرْحَانِ فِي الْاُفُقِ سَاطِعًا فَهَلْ مُمْكِنٌ اَنَّ الْغَزَالَةَ تَطْلُعُ

ترجمہ:- محسنات معنویہ بہت ہیں ان میں سے مشہور یہ ہیں، پہلا توریہ۔توریہ یہ ہے کہ ایک لفظ ذکر کیا جاوے جس کے دو معنٰی ہوں، ایک قریب دوسرا بعید اور بعید ہی معنٰی مقصود ہو کسی پوشیدہ قرینہ کی وجہ سے جیسے شاعر کا قول: میں بھیڑیئے کی دم کو افق میں بلند ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوں تو کیا ممکن ہے کہ ہرن کا بچہ طلوع ہو جائے۔

تشریح:-محسنات معنویہ کا یعنی معنٰی کلام کو مزین کرنے کا پہلا طریقہ توریہ ہے، توریہ اس کو کہتے ہیں کسی ایسے لفظ کو ذکر کیا جاوے جس کا ایک قریبی معنٰی ہو اور ایک بعیدی معنٰی، اور کلام میں بعیدی معنٰی ہی مقصود ہو، اور اس پر کوئی قرینہ مخفیہ دلالت کرتا ہو، جیسے ذنب السرحان کا قریبی معنٰی بھیڑیئے کی دم اور بعیدی معنٰی صبح کاذب، اور غزالہ کا قریبی معنٰی وہ ایک جانور کا نام ہے، یعنی ہرن کا، اور بعیدی معنٰی آفتاب، اور شاعر نے افق اور ساطعاً اور تطلع کے قرینہ سے وہی بعیدی معنٰی کا قصد کیا ہے لہذا اس کلام میں توریہ ہے۔

(۲) الطِّبَاقُ وَهُوَ الْجَمْعُ بَيْنَ مَعْنَيَيْنِ مُتَنَافِيَيْنِ نحوُ الْاَوَّلُ وَالْآخِرُ وَهُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَلِكُلِّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔

تَنْبِيه:- الطِّبَاقُ فِيْ الْاَوَّلِ بَيْنَ اِسْمَيْنِ وَفِي الثَّانِيْ بَيْنَ فِعْلَيْنِ وَفِي الثَّالِثِ بَيْنَ حَرْفَيْنِ۔

ترجمہ:- طباق وہ دو متضاد معنوں کو جمع کرنا ہے جیسے اول ہے اور آخر ہے وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور ہر نفس کے لئے وہ ہے جو اس نے کمایا اور اس پر اس کا بوجھ ہے جو اس نے کمایا،

تنبیہ:۔پہلی مثال میں دواسموں میں ہے اور دوسری میں دوفعلوں میں اور تیسری میں دوحرفوں میں۔

تشریح:۔محسّنات معنویہ اور معنی کلام کو مزین کرنے کا دوسرا طریقہ طباق ہے، اور طباق اس کو کہتے ہیں کہ کلام میں دومتقابل معنوں کو جمع کر دینا چاہے وہ دومتقابل اسم ہوں یا فعل ہو یا حرف ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ مقابل الفاظ ایک ہی کلام میں ہوں یا ایسے دو کلام یا دو جملوں میں ہوں جو دونوں معنیً متحد و متصل ہوں، جیسے دواسموں میں تقابل کی مثال اللہ الاول و الآخر تو اول اور آخر دونوں میں تقابل ظاہر ہے، اسی طرح دوفعلوں میں تقابل کی مثال ھو یحیی و یمیت اور دوحرفوں میں تقابل کی مثال ولکل نفس ما کسبت و علیھا ما اکتسبت ، اس مثال میں لام اور علیٰ دوحرف ہیں اور ان دونوں کے درمیان تقابل ہے، اس لئے کہ لام اختصاص کے لئے آتا ہے، یعنی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ چیز اس کا حق ہے اور اس کے ساتھ خاص ہے جبکہ علیٰ اس کے برخلاف استعلاء کے لئے آتا ہے یعنی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ اس کے ذمے حق ہے، اس کو ادا کرنا ضروری ہے، اور ان دو میں تضاد ظاہر ہے۔

(۳) اَلْـمُقَابَلَةُوَهِيَ اَنْ يُّوْتٰى بِمَعْنَيَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ ثُمَّ بِمَا يُقَابِلُ كُلًّا مِنْهُـمَا عَلَى التَّـرْتِيْبِ كَقَوْلِهٖ مَا اَحْسَنَ الدِّيْنَ وَالدُّنْيَا اِذَا اجْتَمَعَا۔ وَاَقْبَحَ الكفر وَالْاِفْلَاسَ بِالرَّجُلِ۔

ترجمہ:۔ مقابلہ یہ ہے کہ ایک جملہ میں دومعنی یا اس سے زائد لائے پھر اسی ترتیب سے اس کو لاوے جو ان میں سے ہر ایک کے مقابل ہو جیسے کتنا اچھا ہے دین اور دنیا جب کہ دونوں جمع ہوں اور کتنا برا ہے آدمی کے ساتھ کفر اور افلاس۔

تشریح:۔محسنات معنویہ کا تیسرا طریقہ مقابلہ ہے، اور یہ طریقہ حقیقت میں طباق میں شامل ہے، مقابلہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک جملے میں دو یا چند معنوں کو لاوے پھر ان معنوں

کے مقابل کو لاوے اسی ترتیب سے یعنی پہلے کے مقابل پہلے اور دوسرے کے مقابل دوسرے نمبر پر، جیسے شعر میں مااحسن الدین والدنیا اذا اجتمعا واقبح الکفر والافلاس بالرجل تو ملاحظہ فرمایئے پہلے مصرعہ میں دو معنٰی مذکور ہیں دین اور دنیا اس کے بعد ان دونوں کے مقابل معنوں کو لائے کفر اور افلاس، کفر دین کے مقابل اور افلاس دنیا کے مقابل۔

فوائد:- اَلْاُوْلٰی لِلطِّبَاقِ ضَرْبٌ اٰخَرُ یُدْعٰی طِبَاقُ السَّلْبِ وَھُوَ اَنْ یُجْمَعَ بَیْنَ فِعْلَیْنِ مِنْ مَصْدَرٍ وَاحِدٍ اَحَدُھُمَا مُثْبَتٌ وَالْاٰخَرُ مَنْفِیٌّ نحوُ یَسْتَحْیِیْ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ۔

ترجمہ:- پہلا فائدہ: طباق کی ایک دوسری قسم ہے جس کو طباق سلب کہا جاتا ہے اور طباق سلب یہ ہے کہ ایک ہی مصدر کے دو فعلوں کو جمع کیا جاوے کہ ان دونوں میں سے ایک مثبت ہو اور دوسرا منفی ہو جیسے وہ لوگوں سے شرماتا ہے اور اللہ سے نہیں شرماتا۔

تشریح:- فوائد کے ذیل میں تین قسمیں ذکر کرتے ہیں، ان کا شمار طباق ہی میں ہے اگرچہ ان کا نام دوسرا ہو جیسے ان میں سے ایک قسم جس کو طباق سلب کہا جاتا ہے، اور طباق سلب کی صورت یہ ہے کہ ایک مصدر کے دو فعل ذکر کیے جائیں اور ان میں سے ایک مثبت ہو اور دوسرا منفی ہو، جیسے یستحی من الناس ولا یستحیی من اللہ اس جملہ میں حیاء مصدر کے دو فعل مذکور ہیں ایک مثبت اور دوسرا منفی اس کو طباق سلب کہتے ہیں۔

اَلثَّانِیَۃُ یُلْحَقُ بِالطِّبَاقِ اِیْھَامُ التَّضَادِ وَھُوَ مَا بُنِیَ عَلَی الْمُضَادَّۃِ تَاْوِیْلًا فِی الْمَعْنٰی اَوْ تَخْیِیْلًا فِی اللَّفْظِ نحوُ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَشَاءُ، مَنْ تَوَلَّاہُ فَاِنَّہٗ یُضِلُّہٗ وَ یَھْدِیْہِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ۔

دوسرا فائدہ: طباق کے ساتھ ایہام التضاد کو بھی ملحق کیا جاتا ہے اور ایہام التضاد یہ

ہے کہ تضاد کی بنیاد رکھی گئی ہو معنٰی میں تاویل کر کے یا لفظ میں تضاد کا خیال کرتے ہوئے، جیسے وہ معاف کرتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور عذاب دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور جو شخص شیطان سے دوستی کرے گا تو وہ اس کو گمراہ کردے گا اور جہنم کے عذاب تک پہنچادے گا۔

تشریح:۔۔ دوسری قسم جس کو طباق کیساتھ لاحق کیا جاتا ہے وہ ایہام التضاد ہے، اور ایہام التضاد اس کو کہتے ہیں کہ دومعنوں کے درمیان حقیقت میں تضاد نہ ہو بلکہ تضاد کو معنی میں تاویل کر کے ثابت کیا گیا ہو یا الفاظ میں تضاد کا کا خیال کیا گیا ہو حالانکہ معنٰی کے اعتبار سے کوئی تضاد نہ ہو جیسے یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء میں تعذیب کا مقابلہ مغفرت سے ہے، حالانکہ ان دونوں میں حقیقت کے اعتبار سے کوئی تقابل اور تضاد نہیں بلکہ تاویل کر کے تضاد کو ثابت کیا ہے اور وہ اس طریقہ پر کہ مغفرت کے مقابل میں مؤاخذہ ہے اور مؤاخذہ کی ایک صورت عذاب ہے، لہذا عذاب بھی مغفرت کا مقابل ہوا، تو یہ تاویل کر کے تضاد ثابت کیا گیا ہے۔ تخییلاً فی اللفظ کی مثال من تولّاهُ فانّهٗ یُضِلّهٗ ویهدیه الی عذاب السَّعیر۔ اس میں ضلالت کے مقابل میں ہدایت کا لفظ ہے، لیکن اس مثال میں ہدایت سے مراد پہنچانا ہے یعنی یھد یہ معنی میں یقودہ کے اور ان دومعنوں میں کوئی تضاد نہیں لیکن نفس الفاظ کو دیکھا جاوے تو اس کے معنٰی میں تضاد کا خیال اور وہم پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ ضلالت کے مقابل میں ہدایت کا لفظ ہے تو اس مثال میں معنی اور آیت کے مفہوم کے اعتبار سے کوئی تضاد نہیں، البتہ نفس الفاظ کو دیکھا جاوے تو ان کے معنٰی میں تضاد ہے، لہذا یہ تضاد الفاظ میں خیال کیا ہوا ہے۔

اَلثَّالِثَةُ مَتٰی ذُکِرَ فِیْ اَثْنَاءِ الْکَلَامِ اَلْوَانٌ یُرَادُ بِهَا التَّوْرِیَةُ اَوِ الْکِنَایَةُ وَوَقَعَ التَّقَابُلُ بَیْنَ الْاَلْوَانِ کَانَ نَوْعٌ مِنَ الْبَدِیْعِ یُسَمّٰی التَّدْبِیْجُ مِنْ حَقِّهٖ اَنْ یُعَدَّ حِیْنَئِذٍ مِنَ الطِّبَاقِ نحوُ یَوْمَ تَسْوَدُّ

وُجُوهٌ وَتَبْيَضُّ وُجُوهٌ۔

تیسرا فائدہ : جب کلام کے درمیان میں کچھ رنگ ذکر کئے جائیں اور ان سے توریہ یا کنایہ کا ارادہ کیا جاوے اور ان رنگوں کے درمیان تقابل واقع ہوتو یہ بھی بدیع کی ایک قسم ہوگی جس کو تدبیج کہتے ہیں، اس کا حق یہ ہے کہ اس کو اس وقت طباق میں سے شمار کیا جاوے، جیسے جس دن کچھ چہرے سیاہ ہوں گے اور کچھ چہرے سفید ہوں گے۔

تشریح:۔تیسری قسم جو فوائد کے ذیل میں ذکر کی جارہی ہے اور وہ طباق ہی کی ایک صورت ہے وہ تدبیج ہے، اور تدبیج اس کو کہتے ہیں کہ اثناء کلام میں چند ایسے الوان کا ذکر کیا جاوے جن میں آپس میں تقابل ہو اور ان الوان سے توریۃً یا کنایۃً دوسرے معنٰی مراد لئے جائیں، جیسے یوم تسود وجوہ وتبیض وجوہ اس مثال میں تبیض وجوہ اور تسود وجوہ یعنی چہروں کا سفید ہونا اور چہروں کا سیاہ ہونا ان دو رنگوں کو ذکر کیا اور ان دونوں میں تقابل بھی ہے اور ان سے کنایۃً یا توریۃً فاجرین اور صالحین مراد لئے، لہذا ان الوان کے ذکر کرنے کا نام تدبیج ہے اور یہ حقیقت میں طباق ہی کی ایک صورت ہے۔

(۴) مُرَاعَاةُ النَّظِيْرِ وَهِيَ اَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ اَمْرٍ وَمَا يُنَاسِبُهُ بِغَيْرِ التَّضَادِ كَقَوْلِهِ:

الْخَيْلُ وَاللَّيْلُ وَالْبَيْدَاءُ تَعْرِفُنِيْ وَالسَّيْفُ وَالرُّمْحُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

ترجمہ:۔ مراعاۃ النظیر اور وہ یہ ہے کہ ایک چیز اور بغیر تضاد والے اس کے مناسب کو جمع کیا جاوے جیسے شاعر کا قول گھوڑا رات اور میدان مجھے پہچانتے ہیں اور تلوار نیزہ کاپی اور قلم بھی۔

تشریح:۔محسنات معنویہ کا چوتھا طریقہ مراعاۃ النظیر ہے اور مراعاۃ النظیر اس کو کہتے ہیں کہ چند نظیروں اور باہم مناسب والے کلمات کو جمع کردینا لیکن ان کلمات میں مناسبت تضاد کے علاوہ کی ہو اس لئے کہ اگر تضاد کی مناسبت ہے تو اس کا نام طباق ہوگا،

مراعاۃ النظیر کی مثال یہ شعر ہے:

اَلْخَیْلُ وَاللَّیْلُ وَالْبَیْدَاءُ تَعْرِفُنِیْ　　وَالسَّیْفُ وَالرُّمْحُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

شاعر نے اپنے اس شعر میں پہلے تین کلمات خیل، لیل، بیداء تینوں میں جمع کیا ہے ان میں مناسبت یہ ہے کہ مسافر آدمی کے لئے یہ تینوں کی ضرورت ہے، اسی طرح سیف اور رمح ان دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ بہادر آدمی ان دونوں سے کام لیتا ہے، اور قرطاس اور قلم کاتب کیلئے ضروری ہے اس اعتبار سے دونوں میں مناسبت ہے۔

(۵) اَلْاِسْتِخْدَامُ وَهُوَ اَنْ یُّذْکَرَ لَفْظٌ بِمَعْنًی وَیُعَادُ اِلَیْهِ ضَمِیْرٌ اَوْ اِشَارَةٌ بِمَعْنًی آخر اَوْ ضَمِیْرَانِ یُرَادُ بِثَانِیْهِمَا غَیْرُ مَا اُرِیْدَ بِاَوَّلِهِمَا، فَالْاَوَّلُ کَقَوْلِهٖ، اِذَا نَزَلَ السَّمَاءُ بِاَرْضِ قَوْمٍ رَعَیْنَاهُ وَاِنْ کَانُوْا غِضَابًا، وَالثَّانِیْ نحوُ نَزَلْتُ الْعَقِیْقَ وَنَظَمْتُ مِنْ ذٰلِکَ عِقْدًا، وَالثَّالِثُ کَقَوْلِهٖ

وَالْعَیْنُ قَرَّتْ بِهِمْ لَمَّا بِهَا سَمَحُوْا　　وَاسْتَخْدَمُوْهَا مَعَ الْاَعْدَاءِ فَلَمْ تَنَمْ

ترجمہ:- استخدام اور وہ یہ ہے کہ ایک لفظ ایک معنی میں ذکر کیا جاوے اور اس کی طرف ضمیر لوٹائی جاوے یا اشارہ کیا جاوے دوسرے معنٰی میں، یا دو ضمیریں لوٹائی جاویں کہ دوسری ضمیر سے اس معنٰی کے علاوہ کا ارادہ کیا جاوے، جس کا ارادہ کیا ہے پہلی ضمیر سے، پہلی کی مثال جیسے شاعر کا قول جب کسی قوم کی زمین میں بارش اترتی ہے تو ہم اس کو (گھاس) چراتے ہیں، اگرچہ وہ ناراض ہی ہو۔ اور دوسرے کی مثال جیسے میں مقام عقیق میں اترا اور میں نے اس عقیق پتھر سے ہار پرویا، اور تیسرے کی مثال اور آنکھ ٹھنڈی ہوئی ان کی وجہ سے جب کہ انہوں نے سونے کی سخاوت کی اور جاسوس سے دشمنوں کے مقابلے میں خدمت لی تو آنکھ نہیں سوئی۔

تشریح:- محسنات معنویہ کا پانچواں طریقہ استخدام ہے، اور استخدام اس کو کہتے

ہیں کہ ایک لفظ سے دو تین معنٰی مراد لئے جاویں، اس کی تین صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ ایک لفظ ذکر کیا جاوے، پھر اس کی طرف ضمیر لوٹاوے تو ضمیر سے دوسرے معنٰی مراد لیوے تو دیکھئے جب ضمیر کو لائے تو اس سے وہی معنٰی مراد ہونا چاہئے جو مرجع کا ہے، لیکن مرجع سے الگ معنٰی اور اس کی ضمیر سے الگ تو گویا ایک لفظ سے دو معنٰی کی خدمت لی، جیسے إذا نزل السماء بارض قوم رعيناه وان كانوا غضاباً۔ اس شعر میں السماء سے مراد بارش ہے، پھر اس کی ضمیر جو رعیناہ میں ہے اس سے گھاس کو مراد لیا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک لفظ کو ذکر کرے پھر اس کی طرف اسم اشارہ سے اشارہ کرے اور اسم اشارہ سے دوسرے معنٰی مراد لیوے، جیسے نزلت العقيق ونظمت من ذالك عقداً، تو عقیق سے مراد ایک جگہ و مقام ہے پھر اس کی طرف ذالک کے ذریعہ اشارہ کیا لیکن ذالک سے دوسرا معنٰی مراد لیا، یعنی عقیق پتھر، اور تیسری صورت یہ ہے کہ ایک لفظ کو ذکر کرے اور اس کی طرف دو ضمیریں لوٹاویں اور دونوں ضمیروں سے الگ الگ معنٰی مراد لیوے، جیسے والعين قرت بهم لما بها سمحوا واستخدموها مع الاعداء فلم تنم، تو غور کیجئے اس شعر میں ایک لفظ عین کو ذکر کیا آنکھ کے معنٰی میں پھر اس کی طرف ضمیر کو لوٹایا بھا سمحوا کی ھا ضمیر تو اس سے ذھب سونا مراد لیا پھر ایک دوسری ضمیر کو لوٹایا واستخدموھا میں ھا ضمیر تو اس سے جاسوس مراد لیا تو گویا ایک لفظ سے تین معانی مراد لئے۔

(٦) اَلْجَمْعُ وَهُوَ اَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ مُتَعَدَّدٍ فِيْ حُكْمٍ وَاحِدٍ كَقَوْلِهٖ:

اِنَّ الشَّبَابَ وَالْفَرَاغَ وَالْجِدَةَ ۔۔۔ مُفْسِدَةٌ لِلْمَرْءِ اَىُّ مَفْسَدَةٍ

ترجمہ:- جمع اور وہ یہ ہے کہ متعدد چیزوں کو ایک ہی حکم میں جمع کر دیا جاوے جیسے اس کا قول: یقیناً جوانی، فراغت اور مالداری انسان کو پورے طور پر برباد کر دینے والی چیزیں ہیں۔

تشریح:-محسنات معنویہ کا چھٹا طریقہ جمع ہے، اور جمع اس کو کہتے ہیں کہ متعدد چیزوں کو ایک ہی حکم میں جمع کر دینا جیسے مذکورہ شعر میں شباب، فراغ اور جدۃ تین چیزوں کو حکم افساد میں جمع کر دیا۔

(۷) اَلتَّفْرِيْقُ وَهُوَ اَنْ يُّفَرَّقَ بَيْنَ مُتَعَدِّدٍ مِنْ نَوْعٍ وَّاحِدٍ كَقَوْلِهٖ:

مَا نَوَالُ الْغَمَامِ يَوْمَ رَبِيْعٍ   كَنَوَالِ الْاَمِيْرِ وَقْتَ سَخَاءٍ

فَنَوَالُ الْاَمِيْرِ بَدْرَةُ عَيْنٍ   وَنَوَالُ الْغَمَامِ قَطْرَةُ مَاءٍ

ترجمہ:- تفریق یہ ہے کہ ایک نوع کی متعدد چیزوں کے درمیان فرق کر دیا جاوے جیسے شاعر کا قول موسم ربیع میں بادلوں کی سخاوت ایسی نہیں جیسی کہ امیر المومنین کی سخاوت بخشش کے دن میں، اس لئے کہ امیر کی سخاوت سونے کی تھیلی ہے اور بادلوں کی سخاوت تو پانی کا قطرہ ہے۔

تشریح:-محسنات معنویہ کا ساتواں طریقہ تفریق ہے اور تفریق اس کو کہتے ہیں کہ ایک نوع کی دو یا چند چیزوں کو بیان کر کے پھر ان چیزوں میں باعتبار حکم کے فرق کر دیا جاوے جیسے مثال مذکور میں شاعر نے پہلے شعر میں ایک نوع کی دو چیزیں ذکر کی، ایک تو نوالِ امیر اور دوسری چیز نوالِ ربیع پھر دوسرے شعر میں ان دونوں میں تفریق کر دی کہ امیر کی سخاوت کو ربیع کی سخاوت پر فوقیت ثابت کر دی، لہذا ان دونوں میں تفریق کر دی کہ ایک نوال کو گھٹایا اور دوسرے کو بڑھایا، حالانکہ مطلق نوال ہونے میں دونوں برابر تھے۔

(۸):-اَلتَّقْسِيْمُ وَهُوَ اِمَّا اِسْتِيْفَاءُ اَقْسَامِ الشَّيْءِ كَقَوْلِهٖ:

اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ مَتَاعٌ   وَالْجَاهِلُ الْجَاهِلُ مَنْ يَّصْطَفِيْهَا

مَا مَضٰى فَاتَ وَالْمُؤَمَّلُ غَيْبٌ   وَلَكَ السَّاعَةُ الَّتِيْ اَنْتَ فِيْهَا

وَاِمَّا ذِكْرُ مُتَعَدِّدٍ وَّاِرْجَاعُ مَا لِكُلٍّ اِلَيْهِ عَلَى التَّعْيِيْنِ وَهُوَ

التَّفْسِيْرُ نحوُ لَا يَنْجَحُ اِلَّا الْمُتَادِّبُ وَالْمُجْتَهِدُ هذا بِاِجْتِهَادِهٖ وَذٰلِکَ بِحُسْنِ سِيَرِهٖ وَاَمَّا ذِکْرُ اَحْوَالِ الشَّيْءِ مُضَافًا اِلٰی کُلٍّ مِنْهَا مَايَلِيْقُ بِهٖ کَقَوْلِهٖ:

اَنْتَ بَدْرٌ حُسْنًا وَشَمْسٌ عُلُوًّا   وَحُسَامٌ عِزًّا وَبَحْرٌ نَوَالًا

ترجمہ:- تقسیم اور وہ کسی چیز کی تمام اقسام کو گھیر لینا ہے جیسا شاعر کا قول یہ دنیوی زندگی بلاشبہ متاع قلیل ہے اور مکمل جاہل وہ ہے جو اس کا انتخاب کرے، جو گذر گیا وہ فوت ہوگیا اور جس کی امید ہے وہ غائب ہے، اور تیرے لئے وہی وقت مفید ہے جس میں تو ہے، یا متعدد چیزوں کا ذکر کرنا اور ہر ایک کے لئے متعین طور پر اس چیز کو منسوب کرنا جو اس کے لئے ہے، جیسے نہیں کامیاب ہوتا ہے مگر باادب اور مجتہد آدمی یہ اپنی محنت کی وجہ سے اور وہ اپنے حسنِ اخلاق کی وجہ سے، یا ایک چیز کے لئے کئی احوال ذکر کرنا اور ان میں سے ہر ایک کی طرف وہ چیز منسوب کی جاوے جو اس کے مناسب ہو جیسے شاعر کا قول آپ چودھویں کا چاند ہے حسن کے اعتبار سے اور سورج ہے بلندی کے اعتبار سے اور تیز تلوار ہے غلبہ کے اعتبار سے اور سمندر ہے بخشش کے اعتبار سے۔

تشریح:- محسنات معنویہ کا آٹھواں طریقہ تقسیم ہے، اور تقسیم کا اطلاق تین امور پر ہوتا ہے، پہلا امر یہ کہ متکلم اپنے کلام میں کسی شئی کے تمام اقسام کا احاطہ کرے، جیسے اس شعر میں **انما هذه الحياة الدنيا متاع والجاهل الجاهل من يصطفيها، ما مضى فات والمؤمل غيبٌ ولک الساعة التي انت فيها**۔ دوسرے مصرعہ میں شاعر نے زمانے کی تینوں اقسام ماضی اور حال اور مستقبل کا احاطہ کرلیا ہے، دوسرا امر یہ کہ متعدد چیزوں کو ذکر کرکے پھر ہر ایک کے لئے متعین طور پر اس کے مناسب حکم اور دلیل کو بیان کیا جاوے، جیسے مثال مذکور **لا ينجح الا المتادب والمجتهد هذا باجتهاده وذالک بحسن سيره**، میں پہلے دو چیزوں **المتاب والمجتهد** کو ذکر کیا پھر ہر ایک

کی علت کو بھی بیان کیا متعین طور پر، اور وہ اس طریقہ پر کہ ھذا اسم اشارہ قریب سے المجتھد کی جانب اشارہ کر کے بیان کیا کہ مجتھد کا کامیاب ہونا اس کی محنت اور اجتہاد کی وجہ سے ہے اور ذالک اسم اشارہ بعید سے متادب کی علت کو بیان کیا، تیسرا امر یہ کہ ایک ہی چیز کے لئے کئی احوال ذکر کیے جائیں پھر ہر ایک حال کے مناسب کوئی وصف یا قید اس حال کے ساتھ جوڑ دیا جاوے، جیسے شاعر کے قول میں:

اَنْتَ بَدْرٌ حُسْنًا وَشَمْسٌ عُلُوًّا　　وَحُسَامٌ عَزًا وبَحْرٌ نَوَالا

اس شعر میں شاعر نے مخاطب کے چار احوال ذکر کئے اور ہر حال کے مناسب ایک ایک قید کو بھی ذکر کر دیا ہے، مثلاً شاعر نے مخاطب کے چار احوال بدر، شمس، حسام اور بحر کو ذکر کئے اور ہر ایک کے مناسب چار قیودات بھی ذکر کیں حسنا، علوا عزا اور نوالا۔

تنبیہ:- يَقْرُبُ مِنَ التَّقْسِيمِ بِضْعَةُ اَنْوَاعٍ بَدِيْعِيَّةٍ لَا تَخْتَلِفُ عَنْهُ كَثِيْرًا مِنْهَا الطَّيُّ وَالنَّشْرُ كَقَوْلِهِ :

ثَلَاثَةٌ تُشْرِقُ الدُّنْيَا بِبَهْجَتِهَا　　شَمْسُ الضُّحٰى وَأبواسحاق وَالْقَمَرُ

وَالْإِيْضَاحُ وَالْجَمْعُ مَعَ التَّفْرِيْقِ وَالْجَمْعُ مَعَ التَّقْسِيْمِ وَكُلُّهَا مُتَقَارِبَةٌ۔

ترجمہ:- تقسیم کے قریب ہے بدیع کی چند قسمیں جو اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے، ان میں سے ایک الطی والنشر ہے، جیسے اس کا قول تین چیزیں دنیا کو روشن کرتی ہیں اپنی خوبصورتی سے، صبح کا سورج اور ابواسحاق اور چاند، اور ایضاح اور جمع مع التفریق اور جمع مع التقسیم اور یہ تمام کے معانی قریب قریب ہیں۔

تشریح:- تنبیہ کے ذیل میں چار اقسام اور بیان کرتے ہیں جو بدیع کی مستقل انواع ہیں لیکن ان چاروں کا معنیٰ تقسیم کے قریب قریب ہے اس لئے ان کو اشارۃً بیان کر دیا، مستقل ایک نوع اور قسم کا عنوان دے کر بیان نہیں کیا ان چار میں سے ایک طی ونشر ہے، طی ونشر کا مطلب یہ ہے کہ پہلے متعدد چیزوں کو اجمالاً ذکر کیا جاوے پھر ہر ایک کو الگ

الگ ذکر کیا جاوے، جیسے مذکورہ شعر میں شاعر نے ایک حکم تین چیزوں پر لگایا اور ان تینوں کو اجمالاً بیان کیا پھر ہر ایک کی وضاحت کی جیسے:

ثَلَاثَةٌ تُشْرِقُ الدُّنْيَا بِبَهْجَتِهَا   شَمْسُ الضُّحٰى وَأبو اسحاق وَالْقَمَرُ

اس شعر میں ثلاثۃ سے تین متعدد چیزیں ہیں جن پر ایک حکم لگا پھر دوسرے مصرعہ میں ان کی وضاحت کی، شمس الضحیٰ اس سے مراد معتصم باللہ اور ابواسحاق معتصم کا والد، القمر معتصم کی والدہ، اور ایک نوع ایضاح ہے جو تقسیم کے قریب ہے، اور ایضاح کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ بول کر پھر اس کی وضاحت کی جاوے اور ایک قسم جمع مع التفریق ہے یعنی متکلم ایک حکم میں دو یا چند چیزوں کو جمع کرے پھر ہر ایک کو اس کے اس حکم میں داخل ہونے کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے الگ بیان کرے، جیسے شاعر کے اس قول میں:

فَوَجْهُکَ کَالنَّارِ فِیْ ضَوْءِ هَا   قَلْبِیْ کَالنَّارِ فِیْ حَرِّهَا

اس شعر میں وجہ اور قلب دونوں کو نار کے حکم میں جمع کرنے کے بعد دونوں کو الگ کر کے ذکر کیا، اور ایک نوع جمع مع التقسیم ہے، یعنی متکلم دو یا چند چیزوں کو جمع کرے ایک حکم میں پھر ہر ایک کو الگ کرے، تقسیم کرتے ہوئے یا پہلے تقسیم کی جاوے پھر ان کو جمع کیا جاوے۔

(۹) تَاكِيْدُ الْمَدْحِ بِمَا يُشْبِهُ الذَّمَّ وَهُوَ إِمَا اَنْ يُسْتَثْنٰى مِنْ صِفَةِ ذَمٍّ مَنْفِيَةٍ صفةُ مدحٍ عَلٰى تَقْدِيْرِ دُخُوْلِهَا فِيْهَا كَقَوْلِهٖ:

لَا عَيْبَ فِيْهِمْ سِوٰى اَنَّ النَّزِيْلَ بِهِمْ   يَسْلُوْا عَنِ الْاَهْلِ وَالْاَوْطَانِ وَالْحَشَمِ

وَاِمَّا اَنْ يُثْبَتَ لِشَيْءٍ صِفَةُ مَدْحٍ وَيُؤْتٰى بَعْدَهَا بِاَدَاةِ اِسْتِثْنَاءٍ تَلِيْهَا صِفَةُ مَدْحٍ اُخْرٰى كَقَوْلِهٖ:

فَتىً كَمُلَتْ اَوْصَافُهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ   جَوَادٌ فَمَا يُبْقِيْ عَلَى الْمَالِ بَاقِيًا

ترجمہ:- تاکید المدح بما یشبہ الذم اور وہ یہ ہے کہ منفی صفتِ ذم سے صفت مدح

کا استثناء کیا جاوے اس صفت مدح کے صفت ذم میں داخل ہونے کی تقدیر پر جیسے شاعر کا قول ان ممدوحین میں کوئی عیب نہیں ہے، مگر بے شک ان کے پاس آنے والا اپنے اہل اور وطن اور خدام کو بھول جاتا ہے یا کسی چیز کیلئے ایک صفت مدح کو ثابت کیا جاوے اور اس کے بعد اداتِ استثناء کو لایا جاوے کہ جس کے ساتھ دوسری صفت مدح متصل ہو، جیسے شاعر کا قول: اس جوان کے تمام اوصاف مکمل ہیں مگر یہ کہ وہ اتنا سخی ہے کہ وہ مال پر کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتا۔

تشریح:۔محسنات معنویہ کا نواں طریقہ تاکید المدح بمایشبہ الذم ہے یعنی مدح کو مؤکد کرنا اس انداز اور طریقہ سے جو ذم کے مشابہ ہو کہ ظاہر میں ایسا لگ رہا ہو کہ ذم اور برائی بیان کر رہا ہے، لیکن حقیقت میں وہ مدح کو اور مؤکد کر رہا ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ کہ پہلے منفی صفتِ ذم کو لاوے پھر اس منفی صفتِ ذم سے ایک صفت مدح کا استثناء کرے یہ مانتے ہوئے کہ وہ صفت مدح صفت ذم میں داخل ہے، جیسے شاعر کے اس شعر میں:

لَا عَیْبَ فِیْهِمْ سِوٰی اَنَّ النَّزِیْلَ بِهِمْ　　　یَسْلُوْا عَنِ الْاَهْلِ وَالْاَوْطَانِ وَالْحَشَمِ

اس میں غور کیجئے کہ صفت ذم عیب کو ذکر کر کے اس کی نفی کر دی اور صفت ذم کی نفی کرنا وہ مدح ہے یعنی یہ کہ ممدوح میں کوئی عیب نہیں تو یہ مدح اور تعریف ہے، پھر حرف استثناء کے ذریعہ ایک صفت مدح کا اس انداز سے استثناء کیا گویا کہ وہ صفت ماقبل منفی صفت میں داخل ہے، چنانچہ سوی کے ذریعہ استثناء کیا تو اب غور کیجئے کہ جب استثناء ہوگا تو ایسا معلوم ہوگا کہ ممدوح میں کوئی عیب نہیں مگر وہ عیب جو سوی کے بعد میں ذکر کیا جا رہا ہے تو استثناء سے ذم کا تصور ہوگا اور حقیقت میں وہ صفت مدح ہے، لہذا پہلے جو مدح ہوئی اس کی تاکید ہوئی اس لئے اس کو تاکید المدح بمایشبہ الذم کہہ دیا۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے کسی شئی کے لئے ایک صفت مدح کو ثابت کرے

پھر حرف استثناء کو لا دے اور اس کے بعد متصلاً دوسری صفت مدح کو لا دے تو یہاں پر بھی تاکید المدح بمایشبہ الذم کی صورت ہوگی کہ جب ایک صفت مدح کو ثابت کر کے حرف استثناء کو لائیں گے تو اب وہم ہوگا کہ ممدوح میں یہ صفت مدح تو ہے لیکن حرف استثناء کے بعد ایک برائی کو بھی بیان کیا جا رہا ہے، لیکن حقیقت میں اس کے بعد بھی ایک صفت مدح ہے جو پہلے والے مدح کو اور زیادہ مؤکد کرے گا، جیسے:

فَتىً كَمُلَتْ اَوْصَافُهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ جَوَادٌ فَمَا يُبْقِى عَلَى الْمَالِ بَاقِيًا

ملاحظہ فرمایئے کہ پہلے فتی کے لئے ایک صفت کمالِ اوصاف کو ثابت کر کے حرف استثناء غیر کو لائے جو ذم کا وہم پیدا کرتا ہے، لیکن اس کے بعد بھی صفت مدح کو لائے جواد فما یبقی علی المال باقیا، جس نے اور زیادہ ماقبل کو مؤکد کر دیا۔

تنبیہ:- قَدْ يُلْحَقُ بِهٰذا النوع ثلاثةٌ اُخرىٰ لقرابةٍ بينهُنَّ وَهِيَ الْهَزْلُ الَّذِي يرادُ بِهِ الجِدُّ كقوله:

اذامَا تَمِيمِيٌّ اَتَاكَ مُفَاخِرًا فَقُلْ عَدِّ عَنْ ذَا كَيْفَ اَكْلُكَ لِلضَّبِّ

وَالْهَجْوُ فِي مَعْرِضِ الْمَدْحِ وَالتَّهَكُّمُ نحوُ كَقَوْلِهٖ:

يَا لَهٗ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ يَرْفَعُهُ اللهُ اِلَى اَسْفَلَ

کبھی اس قسم کے ساتھ تین قسمیں دوسری بھی لاحق کر لی جاتی ہیں ان کے درمیان قرابت کی وجہ سے اور وہ ھزل ہے جس سے حقیقت مراد لی گئی ہو جیسے اس کا قول جب آپ کے پاس کوئی تمیمی آدمی فخر کرتا ہوا آئے تو تو ان سے کہہ دے کہ ان باتوں کو چھوڑ دو تمہارا گوہ کا کھانا کیسا ہے، اور تعریف کے پیرائے میں ہجو اور مزاق اڑانا جیسے اس کا قول: واہ رے اس کا نیک عمل کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیچے کی طرف اٹھائے۔

تشریح:- تنبیہ کے ذیل میں دوسری تین قسمیں بیان کرتے ہیں جو تاکید المدح بماشبہ الذم کے ساتھ ملحق ہے اور ملحق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں اور تاکید المدح بمایشبہ

الذم میں معنی قرابت پائی جاتی ہے، ان میں سے پہلی قسم ھزل ہے جس سے حقیقت کا ارادہ کیا جاوے تو یہ تاکید المدح بمایشبہ الذم کے قریب اس اعتبار سے ہے کہ جیسے وہ ظاہر میں ذم کے مشابہ ہے لیکن حقیقت میں وہ مدح ہے اسی طرح یہاں مذاق کے انداز میں حقیقت کو مراد لیتا ہے کہ ظاہر میں معلوم ہو رہا ہے مذاق، لیکن اس سے مذاق کا ارادہ نہیں بلکہ حقیقت کو بیان کرنا، جیسے مذکورہ شعر میں:

اِذامَا تَمِیْمِیٌّ اَتَاکَ مُفَاخِرًا　　فَقُلْ عَدِّ عَنْ ذَا کَیْفَ اَکْلُکَ لِلضَّبِّ

اس شعر میں کیف اکلک للضب سے ہزل مراد نہیں بلکہ مخاطب کی کمینگی اور حقیقت کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے۔

اور دوسری قسم مدح کے پیرائے میں ہجو اور برائی بیان کرنا ہے جیسے:

یَا لَهٗ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ　　یَرْفَعُهُ اللہُ اِلٰی اَسْفَلَ

اس شعر میں انداز اختیار کیا مدح کا لیکن وہ ہجو اور برائی بیان کر رہا ہے، تیسری قسم تہکم، اور تہکم کا معنٰی مسخری کرنا یہ بھی تاکید المدح بمایشبہ الذم کی تیسری صورت ہے کہ مسخری کر کے مخاطب کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔

(۱۰) حُسْنُ التَّعْلِیْلِ وَهُوَ اَنْ تُدْعٰی لِوَصْفٍ عِلَّةٌ غَیْرُ حَقِیْقِیَّةٍ کَقَوْلِهٖ:

مَا زَلْزَلَتْ مصر مِنْ کَیْدِ اَلَمَّ بِهَا　　لٰکِنَّهَا رَقَصَتْ مِنْ عَدْلِکُمْ طَرَبًا

ترجمہ:۔ حسن تعلیل اور وہ یہ ہے کہ کسی وصف کے لئے علتِ غیر حقیقیہ کا دعوٰی کیا جائے جیسے شاعر کا قول: مصر میں زلزلہ کسی خفیہ تدبیر کی وجہ سے نہیں آیا جو اس کو لاحق ہوئی ہو، لیکن وہ آپ کے انصاف کی وجہ سے خوشی سے ناچنے لگا۔

تشریح:۔ محسنات معنویہ کا دسواں طریقہ حسن تعلیل ہے، حسن تعلیل اس کو کہتے ہیں کہ کسی وصف کے لئے جو حقیقی علت ہو اس کے علاوہ دوسری علتِ غیر حقیقیہ کا دعوٰی کیا

جاوے جیسے مذکورہ شعر میں مصر میں زلزلہ آنے کا حقیقی سبب تو دوسرا ہے لیکن شاعر نے اس کی اچھی علت کو بیان کیا کہ اس میں زلزلہ کا آنا اس وجہ سے ہوا کہ ممدوحین کے عدل وانصاف کی وجہ سے مارے خوشی کے زمین میں رقص اور ناچ پیدا ہوا، یہی علت غیر حقیقیہ کو منسوب کرنے کا نام حسن تعلیل ہے۔

(۱۱) اِئْتِلَافُ اللَّفْظِ مَعَ الْمَعْنٰی وَهُوَ اَنْ تَكُوْنَ الْاَلْفَاظُ مُوَافَقَةً لِلْمَعَانِیْ بِأَنْ یُوْتٰی بِالْعِبَارَةِ الشَّدِیْدَةِ لِنحوِ الْفَخْرِ وَالْحَمَاسَةِ وَاللَّیِّنَةِ لِنحوِ الشَّوْقِ وَالْاِسْتِعْطَافِ وَنحوِهِمَا كَقَوْلِهٖ:

اِذَا مَا غَضِبْنَا غَضْبَةً مُضَرِیَّةً ۔۔۔ هَتَكْنَا حِجَابَ الشَّمْسِ اَوْقَطَرَتْ دَمَا

وَاِذَا مَا اَعَرْنَا سَیِّدًا مِنْ قَبِیْلَةٍ ۔۔۔ ذُرٰی مِنْبَرٍ صَلّٰی عَلَیْنَا وَسَلَّمَا

وقوله:

اَرْجُ النَّسِیْمِ سَرٰی مِنَ الزَّوْرَآءِ ۔۔۔ سَحَرًا فَاَحْیَا مَیِّتَ الْاَحْیَاءِ

ترجمہ:- ائتلاف اللفظ مع المعنٰی اور وہ یہ ہے کہ الفاظ معانی کے موافق ہو اس طور پر کہ فخر اور دلیری کے مانند کے لئے سخت عبارت لائی جاوے، اور شوق اور مہربانی طلب کرنے اور ان کے مانند کے لئے نرم عبارت لائی جاوے، جیسے اس کا قول: جب ہم قبیلۂ مضر کی طرح غصہ ہوتے ہیں تو سورج کے پردے پھاڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ خون ٹپکاتا ہے، جب ہم کسی قبیلہ کے سردار کو منبر کی بلندی دیتے ہیں تو وہ ہم پر درود اور سلام بھیجتا ہے، اور شاعر کا قول: بادِنسیم کی خوشبورات کے آخری حصہ میں مقام زوراء سے چلی تو اس نے زندوں میں مردوں کے مانند کو زندہ کردیا۔

تشریح:- محسنات معنویہ کا گیارھواں طریقہ ائتلاف اللفظ مع المعنی ہے یعنی الفاظ وعبارت کا معنٰی کے مناسب ہونا، یعنی جیسا معنٰی اور مفہوم ادا کرنا ہے اسی جیسی عبارت کو لانا

مثلاً فخر اور دلیری وغیرہ کو بیان کرنے کے لئے سخت عبارت کو لانا جیسے اس شعر میں:

إِذَا مَا غَضِبْنَا غَضْبَةً مُضَرِيَّةً هَتَكْنَا حِجَابَ الشَّمْسِ أَوْ قَطَرَتْ دَمَا

وَإِذَا مَا أَعَرْنَا سَيِّدًا مِنْ قَبِيلَةٍ ذُرَى مِنْبَرٍ صَلّٰى عَلَيْنَا وَسَلَّمَا

اس شعر میں دیکھئے دلیری کے مفہوم کو کس سخت عبارت سے ادا کیا مثلاً هتكنا حجاب الشمس اور قطرت دماً اور صلی علینا و سلما یہ تمام الفاظ ایک سخت مفہوم کو ادا کر رہے ہیں اور شوق اور استعطاف کے معنٰی کو کتنی نرم عبارت سے ادا کیا، مثلاً لفظ ارج اور نسیم اور سرای سحر او غیرہ۔

(۱۲) أُسْلُوْبُ الْحَكِيْمِ وَهُوَ تَلَقِّى الْمُخَاطَبِ بِغَيْرِ مَا يَتَرَقَّبُهُ أَوِ السَّائِلِ بِغَيْرِ مَا يَطْلُبُهُ تَنْبِيْهًا عَلٰى أَنَّهُ هُوَ الْأَوْلٰى بِالْقَصْدِ فَالْأَوَّلُ يَكُوْنُ بِحَمْلِ الْكَلَامِ عَلٰى خِلَافِ مُرَادِ قَائِلِهٖ كَقَوْلِ الْقَبَعْثَرِيِّ لِلْحَجَّاجِ وَقَدْ تَوَعَّدَهٗ بِقَوْلِهٖ لَأَحْمِلَنَّكَ عَلَى الْأَدْهَمِ مِثْلُ الْأَمِيْرِ يَحْمِلُ عَلَى الْأَدْهَمِ وَالْأَشْهَبِ فَقَالَ لَهٗ وَيْلَكَ إِنَّمَا أَرَدْتُّ الْحَدِيْدَ فَقَالَ لَأَنْ يَكُوْنَ حَدِيْدًا خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ بَلِيْدًا۔

وَالثَّانِیْ يَكُوْنُ بِتَنْزِيْلِ السُّؤَالِ مَنْزِلَةَ سُؤَالٍ آخَرَ مُنَاسِبٍ لِحَالَةِ السَّائِلِ كَقَوْلِ الْأُسْتَاذِ لِتَلَامِيْذِهٖ وَقَدِ اسْتَخْبَرُوْهُ عَنِ الْاِمْتِحَانِ اِجْتَهِدُوْا۔

ترجمہ:- اسلوب حکیم اور وہ مخاطب کو اس کے خلاف بات کہنا جس کا وہ منتظر ہے یا سائل کو اس کے علاوہ جواب دینا جس کا وہ مطالبہ کرتا ہے، اس بات پر تنبیہ کرنے کی وجہ سے کہ یہی دوسری بات مقصد کے زیادہ لائق ہے پس پہلا معنٰی حاصل ہوگا کلام کو اس کے قائل کی مراد کے خلاف پر محمول کرنے سے جیسے قبعثری کا قول حجاج بن یوسف کو، جب کہ حجاج اس کو اپنے اس قول سے اس کو دھمکی دے رہا تھا کہ ''میں ضرور تجھے ادھم (بیڑی) پر سوار کروں گا

،امیر کے مانند کالے اور بھورے گھوڑے پر سوار کرتے ہیں، تو حجاج نے اس سے کہا تیرا ناس ہو میں نے حدید یعنی لوہا مراد لیا ہے، تو قبعثری نے کہا البتہ تیز گھوڑا بہتر ہے سست ہونے سے اور دوسرا معنٰی حاصل ہوگا سوال کو دوسرے سوال کے درجہ میں اتارنے کی وجہ سے جو دوسرا سوال سائل کے حال کے مناسب ہے، جیسے استاذ کا اپنے تلامذہ سے کہنا جب کہ وہ اس سے امتحان کے متعلق خبر دریافت کرتے ہوں خوب محنت کرو۔

تشریح:۔محسنات معنویہ کا بارہواں طریقہ اسلوب حکیم ہے، یعنی مخاطب یا سائل کو حکیمانہ جواب دینا چاہے مخاطب کسی اور بات کا منتظر ہو یا سائل کوئی دوسرا سوال کرتا ہو لیکن جواب دوسرا دیا جاوے اور ایسا اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ سائل اور مخاطب کو متنبہ کرے کہ اصل مقصد کے مناسب یہ بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں لہذا تم کو یہ معنٰی مراد لینا چاہئے یا اس کا سوال کرنا چاہئے ، مذکور بات سے معلوم ہوا کہ اسلوب حکیم کی دو صورتیں ہیں ایک تو مخاطب کو جس بات کا انتظار ہے اس کے خلاف جواب دیا جاوے، اور دوسری صورت یہ کہ سائل کے سوال کے خلاف دوسرا جواب دیا جاوے، ان میں سے پہلی صورت اور پہلا معنٰی اُس وقت حاصل ہوگا جب کہ مخاطب نے ایک کلام کیا لیکن سامع نے اس کے کلام کو اس کی مراد کے خلاف پر محمول کیا اور اسی اعتبار سے اس سے کلام شروع کر دیا، مثلاً قبعثری جو رؤساء عرب اور فصحاء میں سے ایک فصیح و بلیغ مرد گذرا ہے، جو ان خوارج میں سے تھا جنھوں نے امیر المومنین حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کی تھی، وہ ایک مرتبہ انگور کے باغ میں چند لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے درمیان حجاج کا تذکرہ چھڑ گیا تو قبعثری نے حجاج کے متعلق یہ بددعائیہ کلمات کہے۔ اَللّٰهُمَّ سَوِّدْ وَجْهَهٗ وَاقْطَعْ عُنُقَهٗ وَاسْقِنِيْ مِنْ دَمِهٖ، چنانچہ اس کے بعد یہ بات حجاج تک پہنچ گئی جو بڑا ظالم و جابر حاکم تھا اس نے قبعثری کو بلا کر اس کے متعلق سوال کیا تو قبعثری نے کہا کہ ہاں کہا تھا لیکن میری مراد انگور تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکادے اور اس کو نچوڑوں پھر میں شیرہ کو پیوں، لیکن حجاج نے اس کی بات نہ مانی اور اس کو

دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ لاحملنک علی الادھم تو اس کے جواب میں فوراً قبعثری نے ''مثل الامیر یحمل علی الادھم والاشھب'' کہا تو دیکھئے متکلم نے ادھم سے مراد بیڑی لی لیکن قبعثری نے اس کے خلاف پر اس کو محمول کر کے ادھم سے سیاہ گھوڑا لیا اور ساتھ میں اشھب کو بھی ذکر کر دیا تاکہ پتہ چلے کہ ادھم سے میں نے سیاہ گھوڑا مراد لیا ہے تو جب قبعثری نے یہ بات کہی تو حجاج نے اس سے کہا کہ ویلک انما اردت الحدید، یعنی ادھم سے مراد بیڑی اور لوہا ہے گھوڑا نہیں، تو جب حجاج نے حدید کہا تو فوراً قبعثری نے حدید کو تیز رفتار کے معنٰی میں لے کر اس کو جواب دیا، لأنْ یکون حدیداً خیر من ان یکون بلیدا ،تو غور کیجئے مخاطب کی مراد کے خلاف پر اس کے کلام کو قبعثری نے محمول کر کے اس کو جواب دیا، پھر اس کے بعد حجاج نے کہا کہ اس کو اٹھاؤ تو جیسے اس کے صاحبوں نے اس کو اٹھایا تو فوراً قبعثری بولا سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہٗ مقرنین ،تو حجاج نے کہا اس کو پٹخ دو زمین پر تو جیسے ہی اس کو زمین پر ڈالا تو اس نے کہا

،چنانچہ حجاج اس کی فصاحتِ بیانی سے متعجب ہوا اور اس کو معاف کر دیا۔

دوسری صورت یعنی سائل کو اس کے مطالبہ کے خلاف جواب دینا اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ سائل کے سوال کو دوسرے سوال کے درجہ میں مان لیا جاوے پھر اس کو اس کے مطابق جواب دیا جاوے، جیسے تلامذہ نے اپنے استاذ سے سوال کیا کہ امتحان کب ہوگا تو جواب دینا چاہئے تھا کہ فلاں تاریخ کو امتحان ہے لیکن یہ جواب دینے کے بجائے ان کو جواب دیا، اجتھدوا خوب محنت کرو، یعنی استاذ نے ان کے سوال کو دوسرے سوال کے درجہ میں اتارا کہ آپ لوگوں کو یہ سوال کرنا چاہئے کہ ہم اب کیا کریں؟ اور یہ سوال آپ لوگوں کے حال کے مناسب ہے اور اسی سوال کے مطابق جواب دیا، اجتھدوا۔

☆☆☆☆

اسئلة

(۱) ماھُوَ عِلمُ البَدِیعِ ؟علم بدیع کیا ہے؟

(۲)مَالفَرقُ بَینَ المُحَسّنَاتِ المَعنَوِیَّةِ وَاللَّفظِیَّةِ ؟محسنا ت معنویہ اور لفظیہ کے درمیان کیافرق ہے؟

(۳)اُذکُر اَنواعَ المُحَسّنَاتِ المَعنَوِیَّةِ ؟ محسنات معنویہ کے اقسام کوذکر کیجئے؟

(۴) مَاالفَرقُ بَینَ التَّورِیَةِ وَالاِستِخدَامِ ؟ توریہ اوراستخدام کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۵)مَاالفَرقُ بَینَ الطّبَاقِ وَالمُقَابَلَةِ؟ طباق اور مقابلہ کے درمیان کیافرق ہے؟

(۶)مَا هِیَ مُرَاعَاةُ النَّظِیرِ؟مراعات النظیر کسے کہتے ہیں؟

(۷) مَا ھُوَ الجَمعُ ؟جمع کسے کہتے ہیں؟

(۸)مَا ھُوَ التَّفرِیقُ ؟تفریق کسے کہتے ہیں؟

(۹)اُذکُرِ التَّقسِیمَ بِاَنوَاعِہِ الثَّلَاثَةِ ؟تقسیم کواس کی تینوں قسموں کے ساتھ بیان کیجئے؟

(۱۰) مَا ھُوَ تَاکِیدُ المَدحِ بِمَا یُشبِہُ الذَّمَّ ؟ تاکیدالمدح بمایشبہ الذم کو بیان کیجئے؟

(۱۱)مَا ھو حُسنُ التَّعلیلِ؟ حسن تعلیل کسے کہتے ہیں؟

(۱۲) ما ھُوع اِئتِلَافُ اللَّفظِ مَعَ المَعنٰی ؟ائتلاف اللفظ مع المعنٰی کی تعریف کیجئے؟

(۱۳)مَا هُوَ اُسلوبُ الْحَکِیم ؟اسلوب حکیم کیا ہے؟

تمرین

بَیِّنْ اَنْوَاعَ المحسّنَاتِ البَدِیعِیَّۃ فِیمَا یَأْتِیْ

مندرجہ ذیل اشعار میں محسنات بدیعیہ کی اقسام بیان کیجئے۔

(۱) تَاَمَّلْ اِلَی الدُّوْلَابِ وَالنَّھْرِ اِذْ جَرٰی　　وَدَمْعُھُمَا بَیْنَ الرِّیَاضِ غَزِیْرُ

کَاَنَّ نَسِیْمَ الرَّوْضِ قَدْ ضَاعَ مِنْھُمَا　　فَاَصْبَحَ ذَا یَجْرِیْ وَذَاکَ یَدُوْرُ

رہٹ اور نہر کی جانب غور کریں جب وہ جاری ہو اور ان دونوں کے آنسوں باغ کے درمیان بہہ رہے ہیں گویا کہ باغ کی بادِ نسیم ان دونوں سے چھین گئی ہے، اس لئے نہر دوڑنے لگی اور رہٹ گھومنے لگا۔

اس شعر میں محسنات معنویہ میں سے حسن تعلیل ہے کہ نہر اور رہٹ کے دوڑنے اور چکر لگانے کی ایک عجیب علت بیان کی کہ وہ حصولِ بادِ نسیم میں ایسا کر رہے ہیں، حالانکہ یہ علت، علت غیر حقیقیہ ہے۔

(۲) وَالصُّبْحُ قَدْ اَخَذَتْ اَنَامِلُ کَفِّہٖ　　فِیْ کُلِّ جَیْبٍ لِلظَّلَامِ مُزَرَّرِ

فَکَاَنَّمَا فِی الْغَرْبِ رَاکِبُ اَدْھَمَ　　یَحُثُّہٗ فِی الشَّرْقِ رَاکِبُ اَشْقَرَ

صبح کہ اس کی ہتھیلی کے پوروں نے اندھیرے کے ہر گھنڈی لگے ہوئے گریباں کو پکڑ لیا تو گویا کہ مغرب میں کالے گھوڑے کا ایک سوار ہے جس کو مشرق میں سرخ وزرد رنگ کا گھوڑ سوار دوڑا رہا ہے۔

اس شعر میں ادہم واشقر اور غرب اور شرق متضاد چیزوں کو جمع کیا ہے، اس لئے اس میں صنعتِ طباق ہے، مزرر، زرر سے اسم مفعول بٹن لگایا ہوا۔

(۳) آرَاؤُکُمْ وَوُجُوْھُکُمْ وَسُیُوْفُکُمْ　　فِی الْحَادِثَاتِ اِذَادَجَوْنَ نُجُوْمٌ

تمہاری رائے اور تمہارے چہرے اور تلواریں حادثات میں جب وہ گھیر لیوے
ستارے ہیں، چند چیزوں کو ایک حکم میں جمع کرلیا اس لئے اس میں جمع ہیں، دَجُوْنَ ب نمر
سے جس کے معنی رات کی تاریکی چھاجانا۔

(۴) اُرَاعِیْ النَّجْمَ فِیْ سَیْرِیْ اِلَیْکُمْ وَیَرْعَاهُ مِنَ الْبَیْدَا جَوَادِیْ

میں آپ کی طرف چلنے میں ستاروں کو دیکھتا ہوں اور میرا گھوڑا میدان سے گھاس
چرتا ہے۔ نجم کو ذکر کیا ستارے کے معنٰی میں اور اس کی طرف ضمیر لوٹائی یرعاہ میں ہٰ ضمیر تو اس
سے گھاس مراد لیا، لہذا اس میں صنعت استخدام ہے۔

(۵) وَالْحِلْمُ وَالْجُوْدُ فِیْهِ وَالْعَفَافُ وَمَا تَحْوِی الْکِرَامَ مِنَ الْاَخْلَاقِ وَالشِّیَمِ

ممدوح میں بردباری، سخاوت، پاکدامنی اور وہ تمام اخلاق وعادات ہیں جو شریفوں
میں ہوتی ہیں، اس شعر میں تین چیزوں کو ایک حکم میں جمع کردیا اس لئے اس میں جمع ہے۔

(۶) فَجُوْدُ کَفِّیْهِ لَمْ تُقْلِعْ سَحَائِبُهٗ عَنِ الْعِبَادِ وَجُوْدُ السُّحُبِ لَمْ یَقُمِ

اس کے ہاتھوں کی سخاوت کی بدلیاں بندوں سے نہیں ہٹیں اور بادل کی سخاوت قائم
نہیں رہی اس شعر میں ایک نوع کی دو چیزیں جود میں فرق کردیا اس لئے اس میں تفریق
ہے۔

(۷) وَاعْلَمُ عِلْمَ الْیَوْمِ وَالْاَمْسِ قَبْلَهٗ وَلٰکِنَّنِیْ عَنْ عِلْمِ مَافِیْ غَدٍ عَمٍ

میں جانتا ہوں آج کا علم اور گذشتہ کل کا بھی لیکن اس علم سے جو آئندہ کل میں ہے
بے خبر ہوں۔ اس شعر میں ایک شئی کے مکمل اقسام کو بیان کیا، اس لئے تقسیم ہے، عَمٍ عَمِیٌ کا
مخفف ہے، بمعنی اندھا۔

(۸) فَاِنَّ الْحَقَّ مَقْطَعُهٗ ثَلَاثٌ یَمِیْنٌ اَوْ شُهُوْدٌ اَوْ جَلَاءٌ

یقیناً حق ثابت کرنے کی تین چیزیں ہیں، قسم، گواہ یا معاملہ کی وضاحت۔ اس شعر
میں پہلے اجمالاً تین چیزوں کو بیان کیا پھر ہر ایک کی وضاحت کی گئی ہے اس لئے طی ونشر

(۹) فَتًى كَمُلَتْ اَوْصَافُهُ غَيْرَ اَنَّهُ جَوَادٌ فَمَا يُبْقِيْ عَلَى الْمَالِ بَاقِيًا

یہ ایسا جوان ہے جس کے تمام اوصاف کامل ہیں مگر بیشک وہ ایسا سخی ہے کہ اپنے مال میں کچھ باقی نہیں چھوڑا۔ یہ شعر گذر چکا ہے، اس میں تاکید المدح بمایشبہ الذم ہے۔

(۱۰) يَا وَاشِيًا حَسُنَتْ فِيْنَا اِسَاءَتُهُ نَجّٰى حِذَارُكَ اِنْسَانِيْ مِنَ الْغَرَقِ

اے چغلی کرنے والے اس کی برائی کرنا ہمارے بارے میں اچھا ہوا آپ کے ڈر نے میری آنکھ کی پتلی کو غرق ہونے سے بچایا، اس شعر میں توریہ ہے، انسان کا ایک قریبی معنٰی ہے جو مشہور ہے اور ایک بعیدی معنٰی آنکھ کی پتلی اور یہاں وہی بعیدی معنٰی مراد لیا قرینہ کی وجہ سے، اور بہت سوچنے سے سیاق وسباق سے معلوم ہوگا یعنی اگر آپ چغلی نہ کرتے تو میں گناہ میں پھنستا پھر روتا لیکن آپ کی چغلی کرنے کے ڈر سے میں گناہ سے بچتا رہا جس نے میری آنکھ کو آنسوں میں غرق ہونے سے بچالیا۔

(۱۱) لَهُمْ اَسَامٍ سَوَامٍ غَيْرُ خَافِيَةٍ مِنْ اَجْلِهَا صَارَ يُدْعٰى الْاِسْمُ بِالْعَلَمِ

ممدوحین کے اونچے اونچے نام ہیں جو پوشیدہ نہیں، اسی وجہ سے نام کو علم کہا جاتا ہے ہاس میں حسن تعلیل ہے کہ اسم کو علم کہنے کی کا ایک علت غیر حقیقیہ کو بیان کیا گیا حالانکہ اسم کو علم اس لئے کہتے ہیں کہ علم بمعنٰی علامت کے ہے اور اس کی وجہ سے مسمّٰی کی معرفت اور پہچان ہوتی ہے، تو گویا یہ اسم مسمّٰی پر علامت ہے۔

(۱۲) فَلَمَّا عَرَفْتُ الدَّارَ قُلْتُ لِرَبْعِهَا اَلَا اِنْعَمْ صَبَاحاً اَيُّهَا الرَّبْعُ وَاسْلَمْ

جب میں نے اس سرزمین کو پہچان لیا تو میں نے اس کے گھر سے کہا کہ اے گھر تیری صبح بخیر ہو اور بعافیت ہوں۔ اس شعر میں توریہ ہے، دار کا قریبی معنٰی چھوڑ کر بعیدی معنٰی مراد لیا ہے، یعنی زمین یا محلہ۔

(۱۳) وَحَيَاتِكُمْ وَحَيَاتِكُمْ قَسَمًا وَلِيْ عُمْرِيْ بِغَيْرِ حَيَاتِكُمْ لَمْ اَحْلِفْ

لَوْ اَنَّ رُوْحِیْ فِیْ یَدِیْ وَوَهَبْتُهَا　　لِمُبَشِّرِیْ بِقُدُوْمِکُمْ لَمْ اُنْصِفِ

تمہاری زندگی اور تمہاری زندگی قسم اور میں نے اپنی عمر میں تمہاری زندگی کے علاوہ کی قسم نہیں کھائی، اگر میری روح میرے ہاتھ میں ہوتی اور میں اس کو آپ کے آنے کی خوش خبری دینے والے کو ہبہ کردیتا تب بھی انصاف نہ کرتا۔ اس میں حیات، حیات میں فرق کردیا ایک کے ساتھ قسم کا حکم اور دوسرے کے ساتھ عدم قسم کا۔

وَثَمَّ بَعْضُ اَشْکَالٍ دُوْنَ مَا تَقَدَّمَ شُهْرَةً مِنْهَا

(۱۳) اَلْاِلْتِفَاتُ وَهُوَ اِنْصِرَافُ الْمُتَکَلِّمِ مِنَ الْاِخْبَارِ اِلَی الْغَیْبَةِ اَوِ الْخِطَابِ وَقِیْلَ مِنْ کُلٍّ مِنَ الْمُتَکَلِّمِ وَالْخِطَابِ وَالْغَیْبَةِ اِلٰی صَاحِبِهٖ عَلٰی غَیْرِ مَا یَقْتَضِیْهِ سِیَاقُ الْکَلَامِ اِفْتِنَانًا فِی الْحَدِیْثِ وَحَمْلًا لِلسَّامِعِ عَلٰی فَضْلِ اِصْغَاءٍ کَقَوْلِهٖ:

مَتٰی کَانَ الْخِیَامُ بِذِیْ طُلُوْحٍ　　سُقِیْتِ الْغَیْثُ اَیَّتُهَا الْخِیَامُ

وَقَوْلُهٗ:

تَطَاوَلَ لَیْلُکَ بِالْاِثْمِدِ　　وَنَامَ الْخَلِیُّ وَلَمْ اَرْقُدِ

ترجمہ:- اور یہاں بعض دوسری شکلیں ہیں جو ماقبل سے شہرت کے اعتبار سے کم ہیں ان میں سے ایک التفات ہے اور وہ متکلم کا اخبار یعنی تکلم سے خطاب یا غیبو بیت کی طرف کلام کا پھیرنا ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ تکلم، خطاب اور غیبت میں سے ہر ایک کا پھیرنا اپنے صاحب کی طرف سیاق کلام کے تقاضہ کے خلاف بات میں تفنن پیدا کرنے کے لئے اور سامع کو مزید توجہ پر ابھارنے کے لئے جیسے اس کا قول: ”جب خیمے مقام ذی طلوح میں ہوں تو اے خیموں بارش تم کو سیراب کرے، اور جیسے اس کا قول: اے نفس تیری رات مقام اثمد میں لمبی ہوگئی غم سے خالی سوگیا اور میں نہیں سویا۔

تشریح:- یہاں سے محسنات معنویہ کی ان شکلوں اور صورتوں کو بیان کرتے ہیں جو

ماقبل میں مذکور طریقوں کے مقابلہ میں کم مشہور ہیں،ان میں سے پہلا طریقہ التفات ہے اور التفات اس کو کہتے ہیں کہ مقام تکلم کا ہو اور تکلم کے صیغے سے کلام کا خطاب کی جانب یا غیبوبیت کی جانب پھیرنا اور بعض لوگوں نے التفات کا یہ معنٰی بیان کیا ہے کہ تکلم،خطاب اور غیبوبیت میں سے ہر ایک کا دوسرے کی جانب پھیرنا یعنی تکلم کا خطاب کی جانب یا غیبوبیت کی جانب اس طرح خطاب کا تکلم کی جانب، یا غیبوبیت کی جانب اور غیبوبیت کا تکلم اور خطاب کی جانب، یہ کل چھ صورتیں حاصل ہوگئیں اور پہلے قول کے اعتبار سے دو صورتیں حاصل ہوگئیں کہ تکلم کا یا تو خطاب کی جانب پھیرنا یا غیبوبیت کی جانب۔

اور مقام اور سیاق کلام کے تقاضہ کے خلاف کلام کا لانا اس لئے ہوتا ہے تا کہ بات میں تفنن اور جدت پیدا ہو اور ساتھ ہی سامع اور مخاطب کو مزید متوجہ کرنے کے لئے،اس لئے کہ بسا اوقات ایک ہی انداز کے کلام سے اُکتاہٹ پیدا ہوتی ہے،اور توجہ کم ہوجاتی ہے، لہذا کلام کو دوسری جانب پھیر دیا تا کہ کلام میں تفنن بھی پیدا ہو اور توجہ بھی بڑھ جاوے، جیسے شاعر کے اس قول میں:

مَتٰی كَانَ الْخِيَامُ بِذِیْ طُلُوْحٍ　　سَقَيْتِ الْغَيْثُ اَيَّتُهَا الْخِيَامُ

اس میں شاعر نے غیبوبیت سے خطاب کی جانب التفات کیا ہے وہ اس طریقہ پر کہ پہلے شاعر نے غیبوبیت کے صیغہ سے کلام شروع کیا،مثلاً متی کان الخیام بذی طلوح تو الخیام یہ غائب کا صیغہ ہے پھر اسی کو مخاطب بنا کر دوسرے مصرع میں اس سے خطاب کیا یعنی سقیت الغیث ایتھا الخیام اس میں ایتھا الخیام اسی غائب کو مخاطب بنالیا تو یہ غیبوبیت سے خطاب کی جانب التفات ہوا۔

دوسری مثال جس میں خطاب سے تکلم کی جانب التفات ہوا ہے،شاعر کا یہ شعر ہے:

تَطَاوَلَ لَيْلُكِ بِالْاَثْمِدِ　　وَنَامَ الْخَلِیُّ وَلَمْ اَرْقُدِ

تو اس شعر میں شاعر نے پہلے اپنے نفس کو مخاطب کیا اور کلام کیا تیری رات لمبی ہوگئی

پھر خطاب سے التفات کر کے تکلم کا صیغہ استعمال کیا، اور بعد میں اس نے صیغہ تکلم استعمال کیا اُلَم اَرْقُدِ۔

(۱۴) تَجَاهُلُ الْعَارِفِ وَهُوَ اَنْ يُسَاقَ الْمَعْلُوْمُ مَسَاقَ الْمَجْهُوْلِ لِنُكْتَةٍ كَالتَّعَجُّبِ وَالْمَدْحِ وَالذَّمِّ وَالتَّوْبِيخِ وَالْإِنْكَارِ نحوُ اَفَسِحْرٌ هٰذا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ وَاَقَوْمٌ آلُ حِصْنٍ اَمْ نِسَاءٌ ؟ وكَقَوْلِهِ :

اَيَا شَجَرَ الْخَابُوْرِ مَالَكَ مُوْرِقًا　　كَاَنَّكَ لَمْ تَجْزَعْ عَلٰى ابْنِ طَرِيْفٍ

تجاہل عارف اور وہ یہ ہے کہ کسی نکتہ کی وجہ سے معلوم شئی کو مجہول کے درجہ میں اتار لیا جاوے، جیسے تعجب، مدح، ذم، توبیخ اور انکار (کا نکتہ) جیسے کیا یہ جادو ہے، یا تم سمجھتے نہیں ہو اور کیا آل حصن مرد ہیں یا عورت؟ اور جیسے اس کا قول: اے خابور کا درخت تجھے کیا ہوا کہ تو پتی دار ہے، گویا کہ تم ابن طریف پر گریہ وزاری نہیں کرتے۔

تشریح:۔محسنات معنویہ کا ایک طریقہ تجاہل عارف ہے اور تجاہل عارف اس کو کہتے ہیں کہ متکلم کسی وجہ اور بات کو جانتا ہے لیکن تعجب، مدح، ذم، توبیخ یا انکار کی غرض سے اس بات اور وجہ سے ناواقفیت کا اظہار کرے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان افسحر ھذا ام انتم لا تبصرون ملاحظہ فرمایئے: یہ قول باری تعالیٰ قیامت کے دن جب کفار کو جہنم میں ڈالا جائے گا اس وقت فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے کہ جہنم حق ہے وہ کوئی جادو اور بناوٹ نہیں لیکن چونکہ کفار دنیا میں نبی کو ساحر اور ان کی باتوں کو سحر کہا کرتے تھے اس لئے ان کو بطور توبیخ کے کہا جا رہا ہے کہ بتاؤ یہ آگ اور جہنم جادو ہے یا جس طرح دنیا میں سوجھتا نہیں تھا اب بھی نہیں سوجھ رہا ہے۔

دوسری مثال اَقَوْمُ آلُ حِصْنٍ ام نساءٌ اس سوال سے یہ مطلب نہیں کہ متکلم کو اس کا علم نہیں کہ آل حصن مرد ہیں یا عورتیں بلکہ ان کی مذمت اور بزدلی کو بیان کرنے کے

لئے اپنے آپ کو جاہل بنا کر اس انداز کا کلام کیا، تیسری مثال:

اَیَا شَجَرَ الْخَابُوْرِ مَالَکَ مُوْرِقًا   کَاَنَّکَ لَمْ تَجْزَعْ عَلٰی ابْنِ طَرِیْفٖ

شاعر کو یقیناً معلوم ہے کہ شجر خابور پتی دار کیوں ہے لیکن پھر بھی اظہار تعجب اور ممدوح ابن طریف کی موت کو عظیم بیان کرنے کے لئے اپنے آپ کو ناواقف ثابت کر رہا ہے۔

(۱۵) اِرْسَالُ الْمَثَلِ وَهُوَ اَنْ یَّاْتِیَ الشَّاعِرُ فِیْ بَیْتِهٖ وَالنَّاثِرُ فِیْ فَقْرَةٍ مِنْ کَلَامِهٖ بِمَثَلٍ اَوْ مَا یَجْرِیْ مَجْرَی الْمَثَلِ مِنْ حِکْمَةٍ اَوْ تَنْبِیْهٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِکَ مِمَّا یَصِحُّ اَنْ یُّتَمَثَّلَ بِهٖ کَقَوْلِهٖ:

اُعَلِّلُ النَّفْسَ بِالْاٰمَالِ اَرْقُبُهَا   مَا اَضْیَقَ الْعَیْشَ لَوْلَا فُسْحَةُ الْاَمَلِ

وَیَقْرُبُ مِنْ هٰذَا النَّوْعِ الْکَلَامُ الْجَامِعُ وَیَکُوْنُ فِیْ بَیْتٍ کَامِلٍ مِنَ الشِّعْرِ وَیُحَاکِیْهِمَا التَّمْثِیْلُ۔

ترجمہ:- ارسال مثل اور وہ یہ ہے کہ شاعر اپنے مصرعہ میں یا نثر نگار اپنے کلام کے کسی فقرے میں کوئی مثل کو لاوے یا قائم مقام مثل یعنی حکمت یا تنبیہ یا اس کے مانند کو کہ جس کا مثل کے طور پر بیان کرنا صحیح ہو، جیسے شاعر کا قول میں نفس کو بہلاتا ہوں ان امیدوں کے ذریعہ جن کا میں انتظار کرتا ہوں، زندگی کتنی تنگ ہوتی اگر امیدوں کی وسعت نہ ہوتی، اور اس نوع یعنی ارسال مثل کے قریب ہے کلام جامع، اور شعر کے پورے بیت میں ہوتا ہے اور ان دونوں کی طرح تمثیل ہے۔

تشریح:-محسنات معنویہ کا ایک طریقہ ارسال المثل ہے ارسال المثل اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شاعر یا ناثر اپنے کلام میں کوئی مثل ذکر کرے یا قائم مقام مثل، مثلاً کوئی حکمت کی بات یا تنبیہ وغیرہ کو کہ جس حکمت وغیرہ کو مثل اور کہاوت کے طور پر استعمال کرنا صحیح ہو اور اپنے کلام میں اس طرح مثل اور کہاوت لانے کی غرض اپنے کلام میں وزن پیدا کرنا ہوتا

ہے، جیسے اس کی مثال:

أُعَلِّلُ النفسَ بالآمالِ أرقُبُها ۔۔۔ ما أضيَقَ العَيشَ لَولا فُسحَةُ الأمَلِ

اس شعر میں دوسرا مصرعہ ایک مثل ہے جس کو شاعر نے اپنے کلام میں وزن پیدا کرنے کے لئے یہاں ذکر کر دیا ہے اور وزن سے مراد کلام کا موثر بنانا اور ارسال مثل کے قریب قریب ہے کلام جامع بلکہ دونوں ایک ہی ہے، فرق اتنا ہے کہ کلام جامع پورے بیت میں مثل لانے کا نام ہے اور ارسال مثل میں بیت کے ایک مصرعہ میں مثل کو لایا جاتا ہے،

تنبیہ:۔ارسال مثل کے ضمن میں جو بیت لفظ مذکور ہے، اس سے مراد مصرعہ ہے۔ ویحاکیهما التمثیل اس کا مطلب یہ ہے کہ ارسال مثل اور کلام جامع کی طرح تمثیل بھی ہے یعنی کسی واقعہ پر کوئی مثل بیان کر دینا اس کو تمثیل کہتے ہیں، مثلاً اس واقعہ پر کہ کسی ظالم کو کسی نے مغلوب اور زیر کر دیا اور اس واقعہ پر یہ مثل بول دینا کہ لکل فرعون موسیٰ یہ تمثیل ہے۔

(۱۶) اَلْمُبَالَغَةُ وَهِيَ اَنْ يُدَّعٰى لِشَيْءٍ وَصْفٌ يَزِيْدُ عَلٰى مَافِي الْوَاقِعِ وَهِيَ ثَلَاثَةُ اَقْسَامٍ، التَّبْلِيْغُ وَهُوَ وَصْفُ شَيْءٍ بِالْمُمْكِنِ فِي الْعَقْلِ وَالْعَادَةِ كَقَوْلِهٖ :

وَنُكْرِمُ جَارَنَا مَادَامَ فِيْنَا ۔۔۔ وَنُتْبِعُهُ الْكَرَامَةَ حَيْثُ مَالَا

ترجمہ:- مبالغہ اور وہ یہ ہے کہ کسی شئی کے لئے ایسے وصف کا دعویٰ کیا جاوے جو اس سے زیادہ ہو جو واقع میں ہے اور وہ تین قسموں پر ہیں۔(۱) تبلیغ اور وہ کسی شئی کا ایسا وصف بیان کرنا جو عقلاً و عادۃً ممکن ہو، جیسے شاعر کا قول اور ہم ہمارے پڑوسیوں کا اکرام کرتے ہیں، جب وہ ہمارے درمیان ہوتے ہیں اور ہم کرامت کو ان کے پیچھے کر دیتے ہیں جہاں وہ جائیں۔

تشریح:- محسنات معنویہ کا سولہواں طریقہ مبالغہ ہے اور مبالغہ اس کو کہتے ہیں کہ کسی

چیز میں حقیقت میں جتنی صفت اور معنی پایا جاتا ہے اس سے کہیں زیادہ کا دعویٰ کیا جائے، اس کو مبالغہ کہتے ہیں مبالغہ کی تین قسمیں ہیں (۱) تبلیغ (۲) اغراق (۳) غلو، تبلیغ اس کو کہتے ہیں کہ حقیقت سے زیادہ ایسا وصف بیان کیا جاوے جو عقلاً اور عادۃً ممکن ہو، جیسے شاعر کے اس شعر میں:

وَنُكْرِمُ جَارَنَا مَادَامَ فِينَا ۔۔۔ وَنُتْبِعُهُ الْكَرَامَةَ حَيْثُ مَالاَ

اس شعر میں شاعر نے حقیقت میں ہونے والی شئی سے زیادہ کا دعویٰ کیا ہے کہ ہم اپنے پڑوسیوں پر برابر سخاوت کرتے ہیں جب تک وہ ہمارے درمیان رہتے ہیں اتنی بات تو ٹھیک ہے لیکن دوسرے مصرعہ میں حقیقت سے زیادہ کا دعویٰ کیا ہے کہ اگر وہ کہیں بھی چلے جاوے ہم کرامت اور عزت کو ان کے ساتھ لگا دیتے ہیں، یہ دعویٰ حقیقت سے بڑھ کر ہے، لیکن وہ عقلاً و عادۃً ممکن ہے اور وہ اس طریقہ پر کہ وہ ہمارے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہم سے اس قدر متاثر ہوئے اور ہمارے اوصاف کو اتنا اپنایا کہ وہ بھی سخی بن گئے، اور وہ لوگ بھی اکرام کرنے والے بن گئے اب ان اوصاف کے ساتھ وہ کہیں بھی جاتے ہیں باعزت رہتے ہیں۔

وَالْإِغْرَاقُ وَهُوَ وَصْفُ الشَّيْءِ بِالْمُمْكِنِ بِالْعَقْلِ دُوْنَ الْعَادَةِ كَقَوْلِهٖ:

لَا تَرَانِيْ مُصَافِحًا كَفَّ يَحْيٰ ۔۔۔ اِنَّنِيْ اِنْ فَعَلْتُ ضَيَّعْتُ مَالِيْ

لَوْ يَمَسُّ الْبَخِيْلُ رَاحَةَ يَحْيٰ ۔۔۔ لَسَخَتْ نَفْسُهٗ بِبَذْلِ النَّوَالِ

ترجمہ:- اور اغراق اور وہ یہ ہے کہ کسی شئی کا ایسا وصف بیان کرنا جو عقلاً ممکن ہو نہ کہ عادۃً جیسے اس کا قول: ''آپ مجھ کو یحیٰ کی ہتھیلی سے مصافحہ کرتے ہوئے نہیں دیکھیں گے اگر میں نے مصافحہ کیا تو میں اپنا مال ضائع کر دوں گا اگر بخیل بھی یحیٰ کی ہتھیلی کو چھولے تو اس کا نفس بھی مال کی بخشش کر کے سخی ہو جاوے گا۔

تشریح:- مبالغہ کی دوسری قسم اغراق ہے اور اغراق اس کو کہتے ہیں کہ کسی شئی کے لئے ایسا وصف بیان کیا جاوے جو عقلاً تو ممکن ہو لیکن ایسا عادۃً ہوتا نہ ہو، جیسے مذکورہ شعر میں شاعر نے سخی کی سخاوت کو اس قدر مبالغہ کے ساتھ بیان کیا کہ وہ اتنا سخی ہے کہ اگر میں اس سے مصافحہ بھی کروں تو میرا ہاتھ بھی سخاوت کرنے لگے جس کی وجہ سے میں اپنے تمام مال کی سخاوت کروں گا اور نتیجۃً میرا سارا مال ضائع ہو جاوے گا اور سخی اتنا سخی ہے کہ اگر بخیل بھی اس کے ہاتھ کو چھو لیوے تو وہ بھی سخی بن جاوے، تو غور کیجئے اس شعر میں شاعر نے جو دعویٰ کیا ایسا کبھی ہوا نہیں اور نہیں ہو سکتا لیکن عقلاً ممکن ہے کہ عقل اس کو مانتی ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ میں ایسی تاثیر پیدا کر دے۔

وَالْغُلُوُّ وَهُوَ الْوَصْفُ بِالْمُسْتَحِيْلِ فِي الْعَقْلِ وَالْعَادَةِ كَقَوْلِ زُهَيْرٍ:

لَوْ كَانَ يَقْعُدُ فَوْقَ الشَّمْسِ مِنْ كَرَمٍ ۔۔۔ قَوْمٌ بِاٰبَائِهِمْ اَوْ مَجْدِهِمْ قَعَدُوْا

ترجمہ:- اور غلو اور وہ کسی شئی کا ایسا وصف بیان کرنا جو عقلاً و عادۃً محال ہو جیسے زہیر کا قول، اگر کوئی قوم شرافت کی وجہ سے یا اپنے باپ داداؤں یا ان کی بزرگی کی وجہ سے سورج پر بیٹھتی تو یہ لوگ بیٹھتے۔

تشریح:- اس شعر میں شاعر نے جس شئی کا ممدوحین کے لئے دعویٰ کیا ہے یعنی سورج پر بیٹھنا نہ وہ عقلاً ممکن ہے اور نہ وہ عادۃً۔

وَالْمَقْبُوْلُ مِنَ الْغُلُوِّ مَا ضُمَّ اِلَيْهِ مَا يُقَرِّبُهُ اِلَى الصِّحَّةِ كَفِعْلِ مُقَارَبَةٍ اَوْ اَدَاةِ فَرْضٍ مِثْلُ كَادَ وَلَوْ اَوْ جَاءَ فِيْ مَعْرِضِ هَزَلٍ كَقَوْلِهٖ:

لَكَ اَنْفٌ يَا ابْنَ حَرْبٍ ۔۔۔ اَنِفَتْ مِنْهُ الْاُنُوْفُ

اَنْتَ فِي الْبَيْتِ تُصَلِّيْ ۔۔۔ وَهُوَ فِي السُّوْقِ يَطُوْفُ

ترجمہ:- اورغلو میں سے مقبول وہ ہے جس میں ایسے الفاظ ملائے گئے ہوں جو اس کو صحت کے قریب کردے جیسے فعل مقاربہ یا حروف فرض مثلاً کاد اور لو یا جو ہزل کی جگہ میں واقع ہو جیسے اس کا قول: ''آپ کی ایسی ناک ہے اے ابن حرب کہ اس سے بہت سی ناکیں نفرت کرتی ہیں، آپ گھر میں نماز پڑھتے ہوتے ہیں اور ناک بازار میں طواف کرتی رہتی ہے۔

تشریح:- غلو میں چونکہ ایسے وصف کا دعویٰ ہوتا ہے جو عقلاً وعادۃً محال ہوتا ہے اس لئے ایسے کلام میں یہ بات پسندیدہ ہے کہ اس میں ایسے الفاظ لاوے جو اس غلو والے کلام کو صحت کے قریب کردے مثلاً افعال مقاربہ کاد وغیرہ، یا حروف فرض لو وغیرہ تاکہ ان کے ذریعہ ایک درجہ میں وہ کلام صحت کے اور اپنانے کیقابل ہو جاوے ورنہ اگر ایسے الفاظ نہ لائے جائیں تو وہ کلام لا اعتبار اور جھوٹ پر محمول ہوگا، یا تو غلو والا کلام ہزل اور ہنسی مزاق کی جگہ استعمال کیا جاوے اور ایسے مقام میں بھی ایسا کلام یوں سمجھ کر کہ یہ صرف ہنسی مذاق کی نیت سے کہا ہے قبول کرلیا جاتا ہے، جیسے مذکورہ شعر ہزل کی جگہ واقع ہے ورنہ ایسا ہرگز ممکن نہیں کہ کسی کی اتنی لمبی ناک ہو کہ وہ گھر میں نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی ناک بازار میں گشت کررہی ہو (تاکہ گشت کرکے دوسرے نمازیوں کولاوے)

(۱۷) التَّلْمِيحُ وَهُوَ اَنْ يُشَارَ فِيْ اَثْنَاءِ الْكَلَامِ اِلٰى قِصَّةٍ مَعْلُوْمَةٍ وَنَحْوِهَا كَقَوْلِهٖ:

اِذَا جَاءَ مُوسىٰ وَاَلْقَى الْعَصَا ۔۔۔ فَقَدْ بَطَلَ السِّحْرُ وَالسَّاحِرُ

وَيَدْخُلُ فِيْ بَابِ التَّلْمِيحِ الْعُنْوَانُ وَهُوَ اَنْ يَاْخُذَ الْمُتَكَلِّمُ فِيْ غَرَضٍ لَهُ مِنْ وَصْفٍ اَوْ فَخْرٍ وَنَحْوِهَا ثُمَّ يَأْتِيْ لِقَصْدِ تَكْمِيْلِهٖ بِاَلْفَاظٍ تَكُوْنُ اِشَارَةً لِاَخْبَارٍ مُتَقَدِّمَةٍ وَقِصَصٍ سَالِفَةٍ كَقَوْلِهٖ:

وَمَنْ فَعَلَ الْمَعْرُوْفَ مَعَ غَيْرِ اَهْلِهٖ ۔۔۔ يُلَاقِيْ كَمَا لَاقٰى مُجِيْرُ اُمِّ عَامِرٍ

تلمیح اور وہ یہ ہے کہ کلام کے درمیان کسی مشہور قصہ یا اس کے مانند کی طرف اشارہ کیا جاوے جیسے اس کا قول جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور لاٹھی ڈالی تو جادو اور جادوگر سب باطل ہو گیا، اور تلمیح کے باب میں عنوان بھی داخل ہے، اور عنوان یہ ہے کہ متکلم اپنی کسی غرض یعنی وصف بیان کرنے یا فخر کرنے یا اس کے مانند کسی کو بیان کرنے کے لئے کلام شروع کریں پھر اس کی تکمیل کے لئے ایسے الفاظ لاویں جو گذشتہ خبروں یا گذرے ہوئے قصوں کی طرف اشارہ کرنیوالے ہوں جیسے اس کا قول جو شخص غیر اہل میں نیکی کرتا ہے وہ ایسا بدلا پاتا ہے جیسا کہ بجو کو پناہ دینے والے نے پایا۔

تشریح:- محسنات معنویہ کا سترہواں طریقہ تلمیح ہے، اور تلمیح اس کو کہتے ہیں کہ متکلم بات کرتے کرتے اپنی بات اور کلام کے درمیان کسی مشہور قصہ کی جانب اشارہ کردے جیسے مذکورہ شعر اذا جاء موسیٰ اثناء کلام میں ذکر کر کے متکلم ایک مشہور قصہ کی جانب اشارہ کرنا چاہتا ہے، اور وہ قصہ یہ ہے کہ جب جادوگروں نے اپنا جادو کا سامان ڈالا اور اپنا کرتب دکھایا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ ایک بڑا اژدھا بن گیا جس نے تمام سانپوں کو کھالیا اور جادو کا خاتمہ کر دیا، تو اس طرح قصہ معلومہ کی جانب اشارہ کرنے کا نام تلمیح ہے۔

تلمیح کے قریب قریب عنوان بھی ہے اور عنوان تلمیح کے مفہوم میں داخل ہے اور عنوان کا مطلب یہ ہے کہ متکلم اپنی کسی غرض کو بیان کرنا شروع کرے، مثلاً کسی کی تعریف کرنا یا فخر کرنا یا اس کے مانند ہجو وغیرہ کو بیان کرنا شروع کرے اور اپنے اس مقصد اور غرض کو پورا کرنے کے لئے ایسی عبارت لاوے جو گذشتہ خبروں اور قصوں کی جانب اشارہ کر رہی ہو جیسے مذکورہ شعر میں شاعر نے غیر اہل پر احسان کرنے اور اس کے نقصانات کو بیان کرنا شروع کیا پھر اپنے اسی مقصد کو اور غرض کو پورا کرنے کی نیت سے ایسی عبارت کو ذکر کیا جو ایک قصہ کی جانب اشارہ کر رہی ہے اور اس سے متکلم کا مقصد بھی پورا ہو رہا ہے اور وہ عبارت

یہ ہے کہ اگر غیر اہل پر احسان کرے گا تو ایسا بدلا پاوے گا جیسا کہ ام عامر یعنی بجو کو پناہ دینے والے نے بدلا پایا، اور یہ دوسرا مصرعہ ایک واقعہ کی جانب اشارہ کر رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے بجو کے بچے کو پالا، اور اس کو دودھ پلا کر بڑا کیا لیکن جب وہ بڑا ہو گیا تو اس نے موقع پا کر اپنے احسان کرنے والے کا گلا پھاڑ دیا اور اس کا خون پی لیا، تو غور کیجئے اس قصہ کی طرف اشارہ کرنے سے متکلم جو بات کہنا چاہتا تھا اس بات کی تکمیل بھی ہو رہی ہے اور ایک قصہ کی جانب اشارہ بھی ہو رہا ہے، اسی کا نام عنوان ہے۔

(۱۸) النَّزَاهَةُ وَهِيَ اَنْ يَّأْتِيَ الشَّاعِرُ فِيْ مَعْرِضِ الْهَجْوِ وَمَا شَاكَلَهُ بِالْفَاظٍ مُحْتَشَمَةٍ مُنَزَّهَةٍ عَمَّا يَخْدِشُ الْاٰذَانُ الطَّاهِرَةُ وَيَنْفِرُ ذَوُو الْاَطْبَاعِ اللَّطِيْفَةِ. كَقَوْلِهٖ.

فَغُضَّ الطَّرْفَ اِنَّكَ مِنْ نُمَيْرٍ ۔۔۔ فَلَا كَعْبًا بَلَغْتَ وَلَا كِلَابًا

ترجمہ:- نزاہت اور یہ ہے کہ شاعر ہجو اور اس کے مانند کے مقام میں با ادب (باوقار) الفاظ لائے جو پاک کانوں کی سمع خراشی اور لطیف طبیعت والوں کی نفرت سے پاک ہوں، جیسے اس کا قول آپ نگاہ نیچی رکھئے اس لئے کہ آپ قبیلۂ نمیر میں سے ہے، نہ آپ قبیلہ کعب کو پہنچ سکتے ہیں نہ قبیلہ کلاب تک۔

تشریح:- محسنات معنویہ کا اٹھارہواں طریقہ نزاہت ہے، نزاہت اس کو کہتے ہیں کہ شاعر کسی کی ہجو کو تو بیان کرے لیکن ہجو بیان کرنے میں اس کا خیال رکھے کہ ایسے حقیر اور غیر مہذب الفاظ استعمال نہ کرے جس کو باذوق حضرات سننا پسند نہیں کرتے اور پاکیزہ طبیعت کے لوگ جس سے نفرت کرتے ہوں، جیسے شعر میں شاعر قبیلہ نمیر کے ایک آدمی کی ہجو بیان کر رہا ہے کہ آپ قبیلۂ نمیر جیسے حقیر و ذلیل قبیلے کے آدمی ہیں اس لئے آپ کو ہمیشہ نگاہ کو جھکا کر رہنا چاہئے، سر اٹھانا نہیں چاہئے اس لئے کہ فضیلت میں نہ آپ قبیلہ کعب کو پہنچ سکتے ہیں نہ قبیلۂ کلاب کو اس شعر میں شاعر نے ہجو کیا لیکن اس کے لئے باادب الفاظ استعمال کئے

اور حقیر الفاظ سے احتراز کیا ہے۔ اسی کو نزاہت کہتے ہیں۔

اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الْمُحَسِّنَاتِ اللَّفْظِیَّةِ

دوسرا باب محسنات لفظیہ کے بیان میں

اَلْمُحَسِّنَاتُ اللَّفْظِیَّةُ کَثِیْرَةٌ مِنْهَا:

(۱) اَلْجِنَاسُ وَهُوَ تَشَابُهُ اللَّفْظَیْنِ فِی النُّطْقِ لَا فِی الْمَعْنٰی وَیَکُوْنُ تَامًّا وَغَیْرَ تَامٍّ، فَالتَّامُّ مَا اتَّفَقَ لَفْظَاهُ فِیْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ وَهَیْآتِهَا وَنَوْعِهَا وَتَرْتِیْبِهَا نحوُ اَصْلَحْتُ سَاعَةً فِیْ سَاعَةٍ وَغَیْرُ تَامٍّ وَهُوَ مَا اخْتَلَفَ لَفْظَاهُ فِی عَدَدِ الْحُرُوْفِ اَوْ هَیْئَاتِهَا اَوْ نَوْعِهَا اَوْ تَرْتِیْبِهَا نحوُ الْهَوٰی مطیَّةُ الْهَوَانِ، وَاِذَا زَلَّ الْعَالِمُ زَلَّ بِزَلَّتِهِ الْعَالَمُ، وَالْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْهَا الْخَیْرُ وَالْجَاهِلُ لَا یَعْلَمُ مَا یَعْمَلُ۔

ترجمہ:- محسنات لفظیہ بہت ہیں ان میں چند یہ ہیں:

جناس اور وہ دو لفظوں کا بولنے میں مشابہ ہونا ہے نہ کہ معنٰی میں اور جناس تام ہوتا ہے اور غیر تام، اور جناس تام وہ ہے جس کے دونوں لفظ عددِ حروف، اس کی ہیئت، اس کی نوع اور اس کی ترتیب میں متفق ہوں جیسے میں نے ٹھیک کیا گھڑی کو ایک گھنٹہ میں اور غیر تام وہ ہے جس کے دونوں الفاظ مختلف ہوں، عددِ حروف میں، یا حروف کی ہیئت میں یا اس کی نوع میں یا اس کی ترتیب میں جیسے خواہش نفس ذلت کی سواری ہے، اور جب عالم پھسلے تو اس کے پھسلنے سے دنیا پھسل جاتی ہے اور گھوڑے کی پیشانی میں خیر بندھی ہوتی ہے، اور جاہل

نہیں جانتا ہے وہ جو عمل کرتا ہے۔

تشریح:- اب یہاں سے صاحب کتاب محسنات معنویہ کے طریقوں کو بیان کرنے کے بعد محسنات لفظیہ کے طریقوں کو بیان کرتے ہیں، یعنی ان طریقوں کو بیان کرتے ہیں جو الفاظ اور کلام کو مزین کرنے والے ہیں چنانچہ بیان کیا کہ وہ طریقے بہت سارے ہیں ان میں سے چند طریقے یہاں بیان کئے جاتے ہیں، ان میں سے پہلا طریقہ جناس ہے، اور جناس اس کو کہتے ہیں کہ متکلم اپنے کلام میں دو ایسے لفظ ذکر کریں جو تلفظ اور بولنے میں ایک جیسے ہوں لیکن معنٰی کے اعتبار سے دونوں کا معنٰی الگ الگ ہو، جناس کی دو قسمیں ہیں (۱) جناس تام (۲) جناس غیر تام۔ جناس تام اس کو کہتے ہیں کہ جن دو لفظوں میں جناس ہے وہ دو لفظ چار باتوں میں متفق ہوں، ایک تو دونوں کے حروف کی تعداد برابر ہوں، دوسرے دونوں کے حروف کی ہیئت ایک ہو، یعنی دونوں لفظوں کے حرکات وسکنات ایک طرح کے ہوں، اور تیسری بات کہ دونوں لفظ، نوع میں متفق ہوں، یعنی پہلا لفظ جس حرف پر ختم ہوتا ہو اسی حرف پر دوسرا بھی ختم ہوتا ہو، تو یہ دونوں لفظ نوع میں متفق ہے، چوتھی بات کہ دونوں لفظ کے حروف کی ترتیب ایک ہو، یعنی پہلے لفظ میں پہلا جو حرف ہو اور اس کے بعد دوسرا اور تیسرا جو حرف ہو دوسرے لفظ میں اسی ترتیب سے حروف کو لایا جاوے اس کو کہا جائے گا کہ دونوں لفظ ترتیب حروف میں متفق ہیں، جیسے اصلحت ساعۃ فی ساعۃ اس میں دو ساعت میں جناس تام ہے کہ ان میں چاروں باتوں میں اتفاق ہے، اور دوسری قسم جناس غیر تام ہے، اور غیر تام اس کو کہتے ہیں کہ ان چار باتوں میں سے تین باتوں میں اتفاق ہو البتہ کسی ایک بات میں اختلاف ہو، تو تین میں اتفاق کی وجہ سے جناس اور ایک جیسا ہونا ہوگا، لیکن ایک میں اختلاف کی وجہ سے وہ جناس ناقص ہوگی، جیسے ہر ایک کی مثال بالترتیب کتاب میں مذکور ہے، مثلاً الھوی مطیۃ الھوان، اس مثال میں ھوی اور ھوان میں عدد حروف کے علاوہ باقی تین باتوں میں اتفاق ہے، دوسری مثال اذا زل العالم زل بزلتہ العالم، اس

مثال میں العالم اور العائم میں ہیئت کے علاوہ باقی تین باتوں میں اتفاق ہے تیسری مثال الخیل معقود فی نواصیھا الخیر اس میں خیر اور خیل میں نوع کے علاوہ باقی تین میں اتفاق ہے۔اور چوتھی مثال الجاھل لایعلم مایعمل میں یعلم اور یعمل میں ترتیب کے علاوہ باقی تین میں اتفاق ہے اس لئے ان چاروں میں جناس غیر تام ہے۔

(۲) والسَّجْعُ وَهُوَ تَوَافُقُ الْفَاصِلَتَيْنِ نَثْرًا فِي الْحَرْفِ الْاَخِيْرِ نحوُ لَا تُبَادِرْ بِالْجَوَابِ قَبْلَ اِسْتِيْفَاءِ الْخِطَابِ.

ترجمہ:- اور سجع اور وہ نثر کلام میں دو فاصلوں کا اخیری حروف میں موافق ہونا ہے، جیسے بات پوری ہونے سے پہلے جواب دینے میں جلدی نہ کرو۔

تشریح:- محسنات لفظیہ کا دوسرا طریقہ سجع ہے اور سجع اس کو کہتے ہیں کہ نثر اور غیر منظوم کلام میں دو جملوں کے آخری حرف کا متفق ہونا ہے جیسے لا تبادر بالجواب ایک جملہ ہے جو ب پر ختم ہوا اور دوسرا جملہ ہے قبل استیفاء الخطاب اور وہ بھی ب پر ختم ہوا، اسی کا نام سجع ہے۔

(۳) الاِقْتِبَاسُ وَهُوَ اَنْ يُضَمَّنَ الْكَلَامُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ اَوِ الْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهٍ لَا يَكُوْنُ فِيْهِ اِشْعَارٌ بِاَنَّهُ مِنْهُمَا نحوُ لَا تَتَّخِذُوْا الدُّنْيَا الْفَانِيَةِ سُوْقًا، اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا، وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ فلا تفعَلَنَّ شَيْئًا رِيَاءً لِلْمَخْلُوْقَاتِ وَلَا بَأْسَ بِتَغْيِيْرٍ يَسِيْرٍ فِي اللَّفْظِ الْمُقْتَبَسِ لِلْوَزْنِ اَوْ غَيْرِهٖ كَقَوْلِهٖ:

وَلَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى نَعَمْ وَاِنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى.

ترجمہ:- اقتباس اور وہ یہ ہے کہ کلام میں قرآن یا حدیث میں سے کسی جملہ کو اس طریقہ پر ملا دیا جاوے کہ پتہ نہ چلے کہ ملایا ہوا جملہ قرآن یا حدیث کا ہے، جیسے فانی دنیا کو بازار (مشغلہ) نہ بناؤ، یقیناً باطل مٹنے والا ہے اور اعمال کا دارومدار نیتوں ہی پر ہے، لہذا

کوئی کام مخلوق کو دکھلانے کے لئے ہرگز مت کرو۔

اور لفظ مقتبس میں وزن وغیرہ کے لئے تھوڑی سی تبدیلی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے اس کا قول "نہیں ہے انسان کے لئے مگر جو اس نے کمایا، یا وہ اپنی کوشش کا ثمرہ ضرور دیکھ لے گا۔

تشریح:- محسنات لفظیہ کا تیسرا طریقہ اقتباس ہے، اور اقتباس اس کو کہتے ہیں کہ قرآن یا حدیث کے کسی جملے کو اپنے کلام میں اس انداز سے ملا لیوے کہ پتہ نہ چلے کہ یہ قرآن یا حدیث کے جملے ہیں جیسے اپنے کلام میں قرآن کے کسی جملے کو ملا لینے کی مثال لا تتخذو الدنیا الفانیة سوقاً ان الباطل کان زھوقاً، اس میں ان الباطل کان زھوقاً جو قرآن پاک کی آیت ہے اس کو اس انداز سے کلام میں سمو لیا کہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ قرآن کی آیت ہے اس لئے کہ متکلم نے ایک بات کہی "لا تتخذوا الدنیا الفانیة سوقاً، اور اس کی دلیل کے طور پر اس آیت کو ذکر کیا جس سے یہ پورا کلام متکلم کا کلام معلوم ہوتا ہے، حدیث کو اپنے کلام میں ملانے کی مثال "انما الاعمال بالنیات فلا تفعلن شیئاً ریاءً للمخلوقات" اس میں پہلا جملہ انما الاعمال بالنیات حدیث پاک کا ٹکڑا ہے، جس کو مابعد والے جملے کے لئے تمہید کے طور پر لایا گیا ہے، جس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ حدیث کا ٹکڑا ہے، اسی کا نام اقتباس ہے، اقتباس میں اگر وزن وغیرہ کی رعایت کے لئے لفظ مقتبس میں معمولی تبدیلی کر دی جاوے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، معمولی تبدیلی کی وجہ سے وہ اقتباس سے خارج نہ ہوگا مثلاً و لیس للانسان الا ما سعی نعم وان سعیه سوف یری" اس مثال میں لفظ نعم کو زیادہ کیا گیا ہے، وزن شعر کے لئے۔

فائدة:- اِنْ غُيِّرَ الْمُقْتَبَسُ تَغْيِيْرًا كَثِيْرًا خَرَجَ عَنْ بَابِ الْاِقْتِبَاسِ اِلٰى بَابِ الْعَقْدِ وَهُوَ اَنْ يَعْمِدَ النَّاظِمُ إلى كلامٍ مَنْثُوْرٍ فَيَنْظِمَهٗ مُتَصَرِّفًا فِيْهِ بِمَا يُلَائِمُ الْوَزْنَ مِنْ تَغْيِيْرٍ وَتَقْدِيْمٍ

وَتَاخِيرٍ وَحَذْفٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ كَقَوْلِهٖ:

كَفٰى حُزْنًا بِدَفْنِكَ ثُمَّ اِنِّىْ نَفَضْتُ تُرَابَ قَبْرِكَ عَنْ يَدَيَّا

وَكَانَتْ فِىْ حَيَاتِكَ لِىْ عِظَاتٌ فَاَنْتَ الْيَوْمَ اَوْعَظُ مِنْكَ حَيًّا

فَاِنَّهٗ عُقِدَ فِىْ عَجُزِ الْبَيْتِ الثَّانِىْ قَوْلُ اَحَدِ الْحُكَمَاءِ لَمَّا مَاتَ الْاِسْكَنْدَرُ:

كَانَ الْمَلِكُ اَمْسِ اَنْطَقَ مِنْهُ الْيَوْمَ وَهُوَ الْيَوْمَ اَوْعَظُ مِنْهُ اَمْسِ

ترجمہ:- اگر اقتباس شدہ جملے میں بہت زیادہ تبدیلی کر دی جاوے تو وہ اقتباس کے باب سے نکل کر عقد کے باب میں داخل ہو جائے گا اور عقد یہ ہے کہ نظم کہنے والا نثر کلام کو لے پھر اس کو نظم بنالے، وزن کے مناسب اس میں تغییر، تقدیم وتاخیر اور حذف وغیرہ کا تصرف کرتے ہوئے، جیسے اس کا قول آپ کے دفن کا غم کافی تھا پھر میں نے آپ کے قبر کی مٹی کو اپنے دونوں ہاتھوں سے جھاڑ دی۔ آپ کی زندگی میں میرے لئے نصیحتیں تھیں پس آپ آج زیادہ ناصح ہیں زندگی کے مقابلے میں، پس بیشک دوسرے بیت کے اخیر میں اسکندر کی موت کے وقت کسی حکیم کے قول کو ملایا گیا ہے، بادشاہ کل گذشتہ آج سے زیادہ بولنے والے تھے، اور وہ آج کل سے زیادہ ناصح ہیں۔

تشریح:- اگر اقتباس شدہ جملے میں بہت زیادہ تغیر وتبدیلی کر دی جاوے تو پھر اس کو عقد کہیں گے اور عقد اس کا نام ہے کہ کوئی نظم کہنے والا کسی کے نثر کلام کو لیوے پھر اس میں وزن اور قافیہ وغیرہ کی رعایت کے لئے تقدیم وتاخیر حذف وغیرہ کا تغیر کر دے، جیسے جب اسکندر کا انتقال ہوا تو کسی حکیم نے یہ نثر کلام کہا تھا'' کان الملک امس انطق منہ الیوم وھو الیوم اوعظ منہ امس'' اسی نثر کلام کو کسی شاعر نے نظم میں تبدیل کر دیا اور اس کو اپنے اشعار میں ملاتے ہوئے کہا:

كَفى حُزناً بدَفنِك ثم إنني نفضتُ تراب قبرك عن يديا
وَكانتْ فِي حياتِكَ لي عظاتٌ فأنتَ اليومَ أوعظُ منكَ حيّاً

ان اشعار میں دوسرے بیت کے آخری مصرعہ میں اسی حکیم کے نثر کلام کو منظوم بنا کر ملا دیا اسی کا نام عقد ہے۔

(۴) اَلْحَلُّ وَهُوَ اَنْ يَعْمِدَ الْكَاتِبُ اِلٰى مَا نَظَمَهُ غَيْرُهُ فَيَرْوِيْهِ بِالنَّثْرِ بِلَفْظِهٖ اَوْ بِبَعْضِهٖ نحوُ قَوْلُهٗ: "اَلْعِيَادَةُ سُنَّةٌ مَاجُوْرَةٌ وَمَكْرُمَةٌ مَاثُوْرَةٌ وَمَعَ هٰذا فَنَحْنُ الْمَرْضٰى وَنَحْنُ الْعُوَّادُ وَكُلُّ وِدَادٍ لَا يَدُوْمُ لَيْسَ بِوِدَادٍ" حُلَّ فِيْهِ قَوْلُ الْقَائِلِ:

اِذَا مَرِضْنَا اَتَيْنَاكُمْ نَعُوْدُكُمْ وَتُذْنِبُوْنَ فَنَاْتِيْكُمْ وَنَعْتَذِرُ

ترجمہ:- حل اور وہ یہ ہے کہ کاتب اس کا قصد کرے جس کو اس کے علاوہ نے نظم کیا ہے اور اس کو نثر میں بیان کرے، انھیں الفاظ کے ساتھ یا بعض الفاظ کے ساتھ، جیسے اس کا قول بیمار پرسی کرنا اجر و ثواب والی سنت ہے، اور منقول عزت کی چیز ہے اور اس کے باوجود ہم ہی مریض ہیں اور ہم ہی عیادت کرنے والے ہیں، اور ہر وہ دوستی جو دائمی نہ ہو وہ دوستی نہیں ہے، اس میں شاعر کے اس قول کو کھول دیا گیا ہے جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو ہم آتے ہیں تمہارے پاس عیادت کرنے کے لئے، آپ غلطی کرتے ہیں پھر بھی ہم معذرت کرتے ہیں۔

تشریح:- محسنات لفظیہ کا چوتھا طریقہ حل ہے، اور حل مثل عقد کے ہے، فرق اتنا ہے کہ عقد میں کسی کے نثر کلام کو تغیر کر کے نظم میں پرونے کا نام ہے، اور حل اس کو کہتے ہیں کہ کسی کے منظوم کلام میں تغیر و تبدیلی کر کے نثر میں منتقل کرنے کو کہتے ہیں، جیسے شاعر کے مذکورہ شعر اذا مرضنا اتيناكم نعودكم کو نثر میں منتقل کر کے کسی نے کہا العيادة سنة ماجورة الخ تو مذکور نثر کلام میں ملاحظہ فرمائیے کہ کس قدر تغیر و تبدیلی ہوئی ہے۔

(۵) التَّضمِينُ اَوِ الْاِيْدَاعُ اَوِ الْاِسْتِعَانَةُ هُوَ اَنْ يُضَمِّنَ النَّاظِمُ شِعْرَهُ شَيْئًا مِنْ شِعْرِ غَيْرِهٖ بعد اَنْ يوطِئَ له تَوْطِئَةً حَسَنَةً تُلْحِمُهُ بِكَلَامِهٖ وَيَكُوْنُ بِبَيْتٍ اَوْ بِبَعْضِ بَيْتٍ كَقَوْلِهٖ:

اِيَّاكَ يَعْنِيْ مَنْ غَدَا مُتَنَاشِدًا	بَيْتًا رَوَوْهُ عَلٰى مُرُوْرِ الْاَعْصُرِ
وَاِذَا تُبَاعُ كَرِيْمَةٌ اَوْ تُشْتَرٰى	فَسِوَاكَ بَائِعُهَا وَاَنْتَ الْمُشْتَرِيْ

وَقَوْلِ الْآخَرِ:

عَلٰى اَنِّيْ سَاُنْشِدُ عِنْدَ بَيْعِيْ	اَضَاعُوْنِيْ وَاَيَّ فَتًى اَضَاعُوْا

وَلَابُدَّ مِنَ التَّنْبِيْهِ عَلَى الْمُضَمَّنِ مَالَمْ يَكُنْ مِنْ شِعْرٍ مَشْهُوْرٍ لَدَى الْاُدَبَاءِ۔

ترجمہ:- تضمین یا ایداع یا استعانت وہ یہ ہے کہ نظم لکھنے والا اپنے شعر میں غیر کا شعر داخل کر دے بعد اس کے کہ اس کے لئے ایک اچھی تمہید لائے جو غیر کے کلام کو اپنے کلام کے ساتھ ملا دیوے، اور تضمین پورے بیت کی بھی ہوتی ہے اور بعض بیت کی بھی، جیسے اس کا قول، تجھ ہی کو مراد لیتا ہے جو کوئی اس شعر کو پڑھنے والا ہوتا ہے، جس کو لوگ ایک زمانہ دراز سے روایت کرتے آرہے ہیں، جب کوئی بزرگی کی چیز بیچی جاتی ہے یا خریدی جاتی ہے تو آپ کے علاوہ اس کو بیچنے والا ہوتا ہے اور آپ ہی خریدنے والے ہوتے ہیں، اور دوسرے شاعر کا قول علاوہ بریں کہ میں اپنے بیچے جانے کے وقت یہ شعر پڑھوں گا، ان لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا کس عظیم جوان کو ضائع کیا، اور ملائے ہوئے شعر پر تنبیہ کرنا ضروری ہے جب کہ وہ شعر اُدباء کے نزدیک مشہور نہ ہو۔

تشریح:- محسنات لفظیہ کا پانچواں طریقہ تضمین ہے، اور تضمین اس کو کہتے ہیں کہ نظم کلام کہنے والا اپنے علاوہ کے نظم کو لے کر اپنے کلام میں ملا لیوے اس انداز سے کہ ملانے سے پہلے ایک ایسی اچھی تمہید کو بیان کرے جو غیر کے نظم کو اپنے نظم کے ساتھ ملا لیوے، لیکن

شرط یہ ہے کہ وہ ملا ہوا منظوم کلام اگر ادباء کے نزدیک مشہور نہ ہو تو اس پر تنبیہ کرنا ضروری ہے کہ یہ نظم کسی اور کا ہے، نیز وہ غیر کا ملایا ہوا نظم کبھی مکمل بیت ہوتا ہے اور کبھی بعض بیت ،دونوں کی تضمین ہوسکتی ہے، جیسے مکمل بیت کی تضمین کی مثال شاعر کا یہ قول:

اِیَّـاکَ مَـنْ غَـدَا مُتَـنَـاشِـدًا   بَیْتًـا رَوَوْهُ عَـلٰی مُرُوْرِ الْاَعْصُـرِ

وَاِذَا تُبَـاعُ کَـرِیْـمَةٌ اَوْ تُشْتَـرٰی   فَسِوَاکَ بَائِعُهَا وَاَنْتَ الْمُشْتَرِیْ

اس میں دوسرے مکمل بیت کی تضمین ہے جس کو شاعر نے ایک تمہیدی شعر کے بعد ذکر کیا ہے، جس تمہید کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ یہ دونوں بیت ایک ہی ناظم کی ہے۔اور بعض بیت کی تضمین کی مثال:

عَلٰی اَنِّـیْ سَـاُنْشِـدُ عِـنْدَ بَیْعِیْ   اَضَـاعُـوْنِـیْ وَاَیَّ فَتًـی اَضَاعُـوْا

اس بیت میں دوسرا مصرعہ کسی اور شاعر کا ہے جس کو ناظم نے ایک تمہید کے بعد اپنے نظم میں ملالیا ہے اسی کو تضمین کہتے ہیں اور اسی کا دوسرا نام ایداع اور استعانت ہے۔

(٦) سَرِقَاتُ الْکَلَامِ وَهِیَ اَنْ یَّاْخُذَ النَّاثِرُ اَوِ الشَّاعِرُ مَعْنًی لِغَیْرِهٖ بِدُوْنِ تَغْیِیْرٍ وَهُوَ النَّسْخُ وَالْاِنْتِحَالُ کَقَوْلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ مُنْتَحِلًا بَیْتَیْ مُعْنٍ وَهُمَا.

اِذَا اَنْتَ لَمْ تُنْصِفْ اَخَاکَ وَجَدْتَهٗ   عَلٰی طَرَفِ الْهِجْرَانِ اِنْ کَانَ یَعْقِلُ

وَیَرْکَبُ حَدَّ السَّیْفِ مِنْ اَنْ تَضِیْمَهٗ   اِذَا لَمْ یَکُنْ عَنْ شَفْرَةِ السَّیْفِ مَزْحَلُ

اَوْ بِتَغْیِیْرٍ یَسِیْرٍ کَاَنْ تُبَدَّلَ الْاَلْفَاظُ بِمَا یُرَادِفُهَا اَوْ بِمَا یُضَادُّهَا فِی الْمَعْنٰی کَمَا لَوْ قِیْلَ فِیْ بَیْتِ حَسَّانَ:

بِیْضُ الْوُجُوْهِ کَرِیْمَةٌ اَحْسَابُهُمْ   شُمُّ الْاُنُوْفِ مِنَ الطِّرَازِ الْاَوَّلِ

سُوْدُ الْوُجُوْهِ لَئِیْمَةٌ اَحْسَابُهُمْ   فُطْسُ الْاُنُوْفِ مِنَ الطِّرَازِ الْاٰخِرِ

ترجمہ: —سرقات الکلام اور وہ یہ ہے کہ نثر نگار یا شاعر اپنے علاوہ کے معنی کو

بغیر کسی تبدیلی کے لے اور اسی کو نسخ اور انتحال بھی کہتے ہیں ، جیسے عبداللہ بن الزبیر شاعر کا قول معن ابن اوس کی دو شعروں کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا تھا اور وہ دونوں شعر یہ ہیں:

اگر آپ اپنے بھائی کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کریں گے تو آپ اس کو جدائیگی کے کنارے پر پائیں گے اگر وہ عقل مند ہے، اور وہ تلوار کی دھار پر سوار ہوجائے گا، اس کے مقابلہ میں کہ تو اس پر ظلم کرے جبکہ وہ تلوار کی دھار سے الگ ہونے کا کوئی راستہ نہیں پائے گا۔

یا تھوڑی سی تبدیلی کر کے اپنی طرف منسوب کرلے، مثلاً الفاظ کو ان کے مرادف الفاظ سے بدل دیا جائے یا ایسے الفاظ سے بدل دیا جائے جو معنٰی میں ان کے متضاد ہوں، جیسا کہ اگر حسان بن ثابت کے شعر میں کہا جائے:

سفید چہرے والے اچھے نسب والے، اونچی ناک والے پہلے طرز کے لوگوں میں سے ہیں، کالے چہرے والے برے نسب والے، چپٹی ناک والے بعد کے طرز کے لوگوں میں سے ہیں۔

تشریح: -محسنات لفظیہ کا چھٹا طریقہ سرقات الکلام ہے اور اسی کو نسخ اور انتحال بھی کہتے ہیں سرقات الکلام اس کو کہتے ہیں کہ کوئی ناثر یا شاعر اپنے علاوہ کے کلام کو لیوے اور اس میں کچھ تبدیلی کئے بغیر اس کو اپنی طرف منسوب کر کے پیش کرے اس کو سرقات الکلام یعنی کلام کی چوری کرنا کہا جاتا ہے، جیسے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات میں یہ دو شعر پیش کئے۔

اِذَا اَنْتَ لَمْ تُنْصِفْ اَخَاکَ وَجَدْتَه　　عَلٰی طَرَفِ الهِجْرانِ اِن کان یعقِلُ

ویر کب حدَّ السیْفِ من اَن تَضِیْمَهٗ　　اذا لم یکن عن شفرۃ السیف مزحل

تو امیر معاویہؓ نے یہ اشعار سن کر متعجب ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر (یہ عبداللہ بن زبیر کی کنیت ہے)اب تو آپ ماشاء اللہ شاعر بن گئے، ابھی یہ بات ہو رہی تھی اور عبداللہ بن

زبیر وہاں موجود تھے کہ معن بن اویس مزنی بھی وہاں پر آپہونچے انھوں نے بھی ایک قصیدہ سنایا اور انھوں نے اپنے قصیدے میں ان دو اشعار کو بھی پڑھا تب حضرت امیر معاویہؓ نے عبداللہ سے فرمایا کہ ابھی تو آپ نے مجھے بتایا کہ یہ اشعار میرے ہیں؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ آخر معن تو میرے رضائی بھائی ہی تو ہیں، مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ ان کے اشعار کو اپنی طرف منسوب کرلوں، اس طرح کسی کے کلام کو اپنی طرف منسوب کر لینا سرقات الکلام کہا جاتا ہے۔

تنبیہ:- یہاں عبداللہ بن زبیر سے مراد مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہے بلکہ یہ زبیر کا لفظ بروزن عَلِیْم زاء کے فتحہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور معن سے مشہور سخی معن بن زائدہ مراد نہیں بلکہ میم کے ضمہ کے ساتھ مُعن بن اوس مزنی مراد ہے۔

اور یہ صورت بھی سرقات الکلام میں داخل ہے کہ کسی کے کلام میں معمولی تبدیلی کرکے اپنی طرف منسوب کرلیا جاوے مثلاً کسی کے کلام میں بعض الفاظ کی جگہ مرادف الفاظ کو اپنی طرف سے ذکر کریں یا متضاد الفاظ کو ذکر کریں تو اس کو بھی سرقات الکلام ہی کہتے ہیں، جیسے مشہور صحابی شاعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسانؓ بن ثابت کے اس شعر میں تبدیلی کی جاوے اور وہ شعر یہ ہے۔

بِیْضُ الْوُجُوْهِ كَرِيْمَةٌ اَحْسَابُهُمْ شُمُّ الْاُنُوْفِ مِنَ الطِّرَازِ الْاَوَّلِ

اس شعر میں متضاد الفاظ کے ذریعہ تبدیلی کرکے مثلاً یوں کہا جاوے:

سُوْدُ الْوُجُوْهِ لَئِيْمَةٌ احسابهمْ فطسُ الْاُنُوْفِ مِنَ الطِّرَازِ الآخِرِ

ملاحظہ فرمایئے اصل شعر کے ہر لفظ کی جگہ متضاد الفاظ کو ذکر کیا گیا ہے۔

فَاِنْ اُخِذَ الْمَعْنٰى بِبَعْضِ اللَّفْظِ وَكَانَ الْكَلَامُ الثَّانِىْ دُوْنَ الْاَوَّلِ اَوْ مُسَاوِيًا لَهٗ دُعِىَ اِغَارَةً وَمَسْخًا كَمَا قَالَ اَبُوْ الطَّيِّبِ فِىْ قَوْلِ ابى تمام:

هَيۡهَاتَ لَا يَأۡتِي الزَّمَانُ بِمِثۡلِهٖ ۔۔۔ اِنَّ الزَّمَانَ بِمِثۡلِهٖ لَبَخِيۡلُ

اَعۡدٰى الزَّمَانَ سَخَاؤُهٗ فَسَخَا بِهٖ ۔۔۔ وَلَقَدۡ يَكُوۡنُ بِهِ الزَّمَانُ بَخِيۡلًا

اَوۡ يُؤۡخَذُ الۡمَعۡنٰى وَحۡدَهٗ وَيَكُوۡنُ الثَّانِيۡ دُوۡنَ الۡاَوَّلِ اَوۡ مُسَاوِيًا لَهٗ وَهٰذَا يُسَمّٰى اِلۡمَامًا، وَسَلۡخًا كَقَوۡلِ اَبِيۡ تَمَامٍ:

وَالصَّبۡرُ يُحۡمَدُ فِي الۡمَوَاطِنِ كُلِّهَا ۔۔۔ اِلَّا عَلَيۡكَ فَاِنَّهٗ لَا يُحۡمَدُ

وَقَدۡ كَانَ يُدۡعٰى حَامِلُ الصَّبۡرِ حَازِمًا ۔۔۔ فَاَصۡبَحَ يُدۡعٰى حَازِمًا حِيۡنَ يَجۡزَعُ

ترجمہ:- پس اگر معنیٰ کو لیا جائے بعض الفاظ کے ساتھ اور کلام ثانی پہلے سے کم درجہ کا ہو یا اس کے برابر ہو تو اس کو اغارہ اور مسخ کہتے ہیں جیسا کہ ابوالطیب متنبی نے ابوتمام کے قول میں کہا، یہ بات دور چلی گئی زمانہ اس کے مثل کو پیدا نہیں کرے گا، یقیناً زمانہ اس جیسے آدمی کو پیدا کرنے میں البتہ بخیل ہے اسکی سخاوت زمانہ کو بھی عام ہوگئی تو زمانہ نے اس کی سخاوت کردی اور زمانہ البتہ اس کے ساتھ بخیل تھا، یا صرف معنیٰ لیا جائے اور کلام ثانی پہلے سے کم درجہ کا ہو یا اس کے برابر ہو اور اس کا نام المام اور سلخ رکھا جاتا ہے۔ جیسے ابوتمام کا قول ''اور صبر کی تعریف کی جاتی ہے ہر جگہ میں مگر تجھ پر (تیری وفات پر) تو یقیناً صبر کی تعریف نہیں کی جاتی ہے اور حاملِ صبر کو عقل مند کہا جاتا تھا پھر عقلمند کہا جانے لگا جو گریہ وزاری کرے (تجھ پر)۔

تشریح:- سرقات الکلام کی دوسری بھی دو صورتیں ہیں ان میں سے پہلی جس کو اغارہ اور مسخ کہا جاتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کے کلام کے پورے معنیٰ اور مفہوم کو نہ لیا جاوے البتہ اس کے بعض الفاظ کو لیا جاوے اور بعض کو اپنی طرف سے ذکر کیا جائے، اور یہ دوسرا کلام پہلے کلام سے کم درجہ کا ہو یا زیادہ سے زیادہ اس کے ہم رتبہ ہو جیسے ابوتمام کا یہ شعر جو اس نے محمد بن حمید کے مرثیہ میں کہا تھا:

هيهات لا ياتي الزمان بمثله ۔۔۔ ان الزمان بمثله لبخيل

ابوطیب متنبی نے اسی مضمون کو اپنے شعر میں کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ لے لیا ہے وہ شعر یہ ہے:

اعدی الزمان سخاؤہ فسخا بہ ولقد یکون بہ الزمان بخیلا

ابوطیب متنبی نے اپنے بیت کے دوسرے مصرعہ کے معنیٰ کو ابوتمام کے بیت کے دوسرے معنیٰ سے اخذ کیا ہے اور ابوالطیب کا شعر پہلے کے مقابل میں کم رتبہ ہے اس لئے کہ ابوالطیب نے اپنے شعر میں لقد کان کے بجائے لقد یکون مضارع کا صیغہ استعمال کیا ہے حالانکہ ماضی کا صیغہ زیادہ مناسب تھا جو زمانہ کے بخل کا یقینی ہونا ظاہر کرتا ہے، اور صیغہ مضارع میں وہ معنیٰ نہیں جب کہ ابوتمام نے زمانہ کے بخل کا معنیٰ جملہ اسمیہ سے ادا کیا ہے جس میں یقین کے معنیٰ کے ساتھ دوام اور استمرار کا بھی معنیٰ ہے، سرقات الکلام کی تیسری صورت جس کو الما م اور سلخ کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کے کلام کا صرف معنیٰ لیا جاوے اور تمام الفاظ اپنے ہو اور کلامِ ثانی اصل کلام سے کم درجہ کا ہو یا زیادہ سے زیادہ اس کے مساوی ہو جیسے کسی شاعر نے اپنے بیٹے کے مرثیے میں یہ شعر پڑھا تھا:

وَالصَّبْرُ يُحْمَدُ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا اِلَّا عَلَيْكَ فَاِنَّهُ لَا يُحْمَدُ

اس مضمون اور معنیٰ کو ابوتمام نے اپنے الفاظ میں اس طرح اخذ کیا ہے:

وَقَدْ كان يدعى حامل الصبر حازماً فاصبح يدعىٰ حازماً حين يجزع

ملاحظہ فرمائیں کہ ابوتمام نے اسی مضمون کو ادا کیا ہے لیکن تمام الفاظ اپنے ہیں کسی کا کوئی لفظ نہیں لیا ابوتمام کا یہ شعر پہلے سے کم درجہ ہے اس لئے کہ پہلا شعر مضمون کے ادا کرنے میں واضح الدلالت ہے جب کہ ابوتمام کا اس قدر واضح نہیں ہے۔



خاتمةٌ

فِی حُسْنِ الْاِبْتِدَاءِ وَالتَّخَلُّصِ وَالْاِنْتِهَاء

یہ خاتمہ ہے حسن ابتدا اور حسن تخلص اور حسن انتہا کے بیان میں

تشریح:- یہ خاتمہ فن ثالث کا تتمہ ہے اس خاتمہ میں تین بحثوں کو ذکر کریں گے اور فن ثالث کے اختتام کے مناسبت سے حسن انتہاء پر کلام کو ختم کیا جائے گا لیکن اس کے بعد مزید افادہ کی غرض سے چند صنعتوں کو بھی ذکر کیا جائے گا۔

(۱) حُسْنُ الْاِبْتِدَاءِ هُوَ اَنْ يُّجْعَلَ اَوَّلُ الْكَلَامِ عَذْبَ اللَّفْظِ حُسْنَ السَّبْکِ، صَحِيْحَ الْمَعْنٰى، كَقَوْلِهٖ:

طَلَعْتُمْ بُدُوْرًا فِیْ اَعَزِّ الْمَطَالِعِ فَبَشَّرَنِیْ قَلْبِیْ بِسَعْدِ طَوَالِعِیْ

وَاِنْ كَانَ فِيْهِ اِشَارَةٌ لَطِيْفَةٌ اِلَى الْمَقْصُوْدِ ازْدَادَ بِهَا حُسْنًا وَسُمِّیَ بِبَرَاعَةِ الْاِسْتِهْلَالِ كَقَوْلِهٖ فِی التَّهْنِئَةِ بِالشِّفَاءِ مِنْ مَرَضٍ:

اَلْمَجْدُ عُوْفِیَ اِذْ عُوْفِيْتَ وَالْكَرَمُ وَزَالَ عَنْکَ اِلٰى اَعْدَائِکَ السَّقَمُ

حسن ابتدا وہ یہ ہے کہ اول کلام میں شیریں الفاظ اچھی ساخت اور صحیح المعنیٰ الفاظ لائے جائے جیسے اس کا قول آپ لوگ ماہ کامل بن کر طلوع ہوئے، عزیز مطلع میں، پس

بشارت دی میرے دل نے میرے نصیبے کی سعادت کی اور اگر اس میں مقصود کی طرف لطیف اشارہ ہو تو اس سے حسن میں اضافہ ہو جائے گا اور اس کو براعتِ استہلال کہا جائے گا جیسے شاعر کا قول مرض سے شفایابی کی مبارکبادی دینے کی صورت میں، جب آپ شفایاب ہو گئے تو شرافت اور کرم بھی شفایاب ہو گئے اور بیماری آپ سے زائل ہو کر آپ کے دشمن کی طرف چلی گئی۔

تشریح:۔ خاتمہ میں ذکر کی جانے والی تین باتوں میں سے پہلی بات حسن ابتداء ہے، حسن ابتداء اس کو کہتے ہیں کہ کوئی ناثر یا ناظم اپنے کلام کی ابتداء شیریں الفاظ، اچھی ساخت اور صحیح المعنٰی عبارت سے کرے تاکہ سامعین اول مرحلہ میں اس کے کلام کے مشتاق ہوں جیسے شاعر کا یہ قول:

طلعتم بدوراً فی اعز المطالع　　　فبشرنی قلبی بسعد طوالعی

اس شعر میں کس قدر اچھے الفاظ اور مخاطب کو لبھانے والے الفاظ سے کلام کی ابتداء کی ہے، اور اگر شروع میں ایسی عبارت اور الفاظ لائے جائیں جو مقصود کی جانب اشارہ کرتے ہوں تو اس کو براعۃ استہلال کہتے ہیں جیسے شاعر نے اپنے ممدوح کو بیماری سے شفایابی کی مبارک بادی پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

اَلْمَجْدُ عُوْفِیَ اِذْ عُوْفِیْتَ وَالْکَرَمُ　　　وَزَالَ عَنْکَ اِلٰی اَعْدَائِکَ السَّقَمُ

اس شعر میں غور کیجئے کہ شاعر نے کس انداز سے لطیف اشارہ کر دیا ہے اپنے مقصد کی طرف کہ جب آپ صحت مند ہو گئے تو شرافت و بخشش بھی صحت مند ہو گئی لہذا آپ اب اپنی سخاوت سے مجھ کو نوازیں گے۔

(۲) حُسْنُ التَّخَلُّصِ هُوَ الْانتقال مِمَّا افْتُتِحَ بِهِ الکلامُ اِلَی الْغَرَضِ الْمَقصود بِرَابِطَةٍ تَجْعَلُ بَعْضَهُ اٰخِذاً بِرِقابِ بَعْضٍ کَقَوْلِهٖ:

خَلِیْلَیَّ اِنِّیْ لَا اَرٰی غَیْرَ شَاعِرٍ　　　فَکَمْ مِنْهُمُ الدَّعْوٰی وَمِنِّیَ الْقَصَائِدُ

فَلَا تَعْجَبَا اِنَّ السُّيُوْفَ كَثِيْرَةٌ   وَلٰكِنَّ سَيْفَ الدَّوْلَةِ الْيَوْمَ وَاحِدٌ

ترجمہ:- حسن تخلص وہ منتقل ہونا ہے اس سے جس سے کلام شروع ہوا ہے غرض مقصود کی طرف ایک ایسے رابطہ کیساتھ کہ وہ رابطہ بعض کلام کو بعض کی گردن پکڑنے والا بنا دیوے (یعنی باہم پیوست کردے) جیسے متنبی کا قول: اے میرے دونوں دوستو! میں ایک شاعر کے علاوہ کسی کو شاعر نہیں سمجھتا اس لئے کہ ان میں کتنے ہی لوگوں کے دعوے ہیں اور میرے تو قصیدے ہیں۔

آپ تعجب نہ کریں اس لئے کہ تلواریں تو بہت ہیں، لیکن اس وقت سیف الدولہ ایک ہی ہے۔

تشریح:- خاتمہ کی دوسری بحث حسن تخلص ہے اور حسن تخلص اس کو کہتے ہیں کہ متکلم جس مقصد کے لئے کلام شروع کریں اس سے دوسری غرض کی طرف کلام کو پھیر دیں، اور ان دونوں کے درمیان کوئی ایسا قوی رابطہ لے آوے جو ان دونوں کو باہم پیوست رکھے اور ان میں مناسبت باقی رہے جیسے متنبی کا یہ شعر خلیلی انی الخ اس میں غور کیجئے شاعر نے پہلے اپنی تعریف میں کلام شروع کیا پھر روئے سخن کو پھیرتے ہوئے اپنے کلام کو سیف الدولہ کی تعریف میں شروع کردیا، اور ان دو کلاموں کے درمیان لفظ فلا تعجبا لایا جو ان دونوں میں ربط اور مناسبت پیدا کر رہا ہے، بلکہ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ پورا ایک ہی مفہوم کے لئے کلام لایا گیا ہے۔

(۳) حُسْنُ الْاِنْتِهَاءِ هُوَ اَنْ يُجْعَلَ آخِرُ الْكَلَامِ عَذْبَ اللَّفْظِ حُسْنَ السَّبْكِ صَحِيْحَ الْمَعْنٰى تَامَّ الْفَائِدَةِ كَقَوْلِهٖ:

وَاَنْتَ جَدِيْرٌ اِذَا بَلَّغْتُكَ بِالنَّدٰى   وَاِنِّيْ بِمَا اَمَّلْتُ مِنْكَ جَدِيْرٌ

فَاِنْ تُوْلِنِيْ مِنْكَ الْجَمِيْلَ فَاَهْلُهٗ   وَاِلَّا فَاِنِّيْ عَاذِرٌ وَشَكُوْرٌ

وَاِذَا اشْتَمَلَ عَلٰى مَا يُشْعِرُ بِالْاِنْتِهَاءِ اِزْدَادَ حُسْنًا وَسُمِّيَ بِبَرَاعَةِ

الْمَقْطَعِ كَقَوْلِهٖ :

حُسْنُ اِبْتِدَائِیْ بِهٖ اَرْجُوْ التَّخَلُّصَ مِنْ نَارِ الْجَحِیْمِ وَهٰذَا حُسْنُ مُخْتَتِمِیْ۔

حسن ابتداء وہ یہ ہے کہ آخر کلام میں شیریں الفاظ اچھی ساخت صحیح المعنیٰ اور فائدے کوتام کرنے والے الفاظ لائے جائیں جیسے ابونواس کا قول:

جب میں آپ کے پاس پہنچوں تو آپ بخشش کرنے کے لائق ہیں اور میں جو آپ سے امید باندھوں اس کے لائق ہوں، پس آپ اگر مالک بنادیں اپنے احسان کا تو آپ اہل الجمیل ہیں ورنہ پس میں معذور سمجھوں گا اور شکر گذار ہوں گا، اور اگر کلام ایسے الفاظ کو شامل ہو جو کلام کے پورا ہونے کی خبر دیتے ہو تو کلام کا حسن دوبالا ہو جائے گا، اور اس کو براعت مقطع کہا جائے گا، جیسے اس کا قول میں اپنی حسن ابتداء کی وجہ سے نار جہنم سے چھٹکارے کی امید رکھتا ہوں اور یہی میرا حسنِ اختتام ہے۔

تشریح:۔۔۔ خاتمہ کی تیسری بحث حسن انتہا ہے، اور حسن انتہاء اس کو کہتے ہیں کہ متکلم اپنے کلام کے اخیر میں شیریں الفاظ اچھی ساخت صحیح المعنیٰ اور فائدے سے بھر پور الفاظ کو لائے اور اسی پر اپنا کلام ختم کرے تو اس کا نام حسن انتہاء ہے، جیسے ابونواس کے اشعار میں:

وَاَنْتَ جَدِیْرٌ اِذَا بَلَغْتُکَ بِالنَّدیٰ وَاِنِّیْ بِمَا اَمَّلْتُ مِنْکَ جَدِیْرٌ

فَاِنْ تُوْلِنِیْ مِنْکَ الْجَمِیْلَ فَاَهْلُهٗ وَاِلَّا فَاِنِّیْ عَاذِرٌ وَشَکُوْرٌ

ان اشعار میں پہلے شاعر نے اپنا مدّعی اور مقصود بیان کیا کہ میں آپ کی جانب سے ہونے والی بخشش کا زیادہ اہل ہوں، لہذا آپ کو مجھ پر احسان کرنا چاہئے لیکن مدّعی بیان کرنے کے بعد آخری مصرعہ فانی عاذر وشکور کہہ کر کلام ختم کیا جو الفاظ شیریں اور تام الفائدہ ہے اسی کو حسن الانتہاء کہتے ہیں، اور اگر کلام میں ایسے الفاظ ذکر کئے جائیں جو کلام کے اختتام پر دال ہوں تو اس کی وجہ سے کلام کا حسن دوبالا ہو جائے گا اور اس کا نام براعت مقطع ہوگا جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں ہے:

حُسْنُ اِبْتِدَائِیْ بہ اَرْجُوْ التَّخلص من نَار الجحیم وھٰذا حسن مختتمی

یہ شعر شاعر نے اخیر میں ذکر کیا اور یہ کلام کے انتہاء پر دلالت کرتا ہے، کہ اب متکلم کا کلام پورا ہو رہا ہے اسی کا نام براعت مقطع ہے، جیسے عام طور پر بات کے اخیر میں ایسے دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں جو اس پر دال ہے کہ اب بات پوری ہوگئی اسی قبیل کا یہ شعر بھی ہے۔

☆☆☆☆

اسئلة

(۱) اُذْکُرْ اَنْوَاعَ الْمُحسنات اللفظية؟ محسنات لفظیہ کے اقسام کو بیان کیجئے؟

(۲) مَا ھُوَ الجناس ؟ جناس کسے کہتے ہیں؟

(۳) مَا الفرق بین الجناس التام وغیر التام میں کیا فرق ہے؟

(۴) مَا ھُوَ السجع؟ سجع کسے کہتے ہیں؟

(۵) ما ھو الاقتباس ؟ اقتباس کی کیا تعریف ہے؟

(۶) ما ھو حسنُ الابتداء ؟ حسن ابتداء کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۷) ما ھو حسن الانتهاء؟ حسن انتہاء کیا ہے؟

(۸) ما الفرق بین براعتی الاستھلال و المقطع؟ براعت استہلال اور براعت مقطع میں کیا فرق ہے؟

بین انواع المحسنات اللفظية فیما یاتی

آنے والے اشعار میں محسنات لفظیہ کی قسمیں بیان کرو؟

(۱) اِنْ جِئْتَ سِلْعًا فَسَلْ عَنْ جِیْرَةِ الْعَلَمِ وَقُلْ سَلَامٌ عَلٰی عَرَبٍ بِذِیْ سَلَمٍ۔

اگر تم جاؤ سلع پہاڑ کے پاس تو پوچھنا پہاڑ کے پڑوسیوں کے متعلق اور کہنا سلام مقام ذی سلم کے عرب کو۔

علم اور سلم میں جناس غیر تام ہے، نوع کے علاوہ باقی تینوں امور میں موافق ہیں۔

سلعأمدنیہ منورہ میں ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے، ذی سلم عرب کے ایک مقام کا نام ہے۔

(۲) يُرِيكَ يَسَارُهَا اَوفِيْ يَسَارٍ　　　وَبِالْيُمْنٰى تَنَالُ نَدًى وَيُمْنًا

محبوبہ کا بایاں ہاتھ تم کو دکھلاتا ہے بھرپور مالداری اور داہنے ہاتھ سے پائے گا بخشش اور برکت، یسار اور یسار میں۔یمنی اور یمنی میں جناس تام ہے۔

(۳) عَضَّنَا الدَّهْرُ بِنَابِهِ　　　لَيْتَ مَا حَلَّ بِنَا بِهِ

كُلُّ مَنْ مَالَ اِلَيْهِ　　　خَامِلٌ لَيْسَ بِنَابِهِ

ہم کو زمانہ نے کاٹا اپنے دانت سے کاش وہ مصیبت جو ہم پر نازل ہوئی وہ اس پر نازل ہوتی جو بھی اس کی طرف مائل ہوا وہ کمینہ ہے، وہ شریف نہیں ہے، بنابہ تین مرتبہ مذکور ہے اس میں جناس تام ہے۔

(۴) فَنَحْنُ فِيْ جَذَلٍ وَالرُّوْمُ فِيْ وَجَلٍ　　　وَالْبَرُّ فِى شُغُلٍ وَالْبَحْرُ فِى خَجَلٍ

ہم خوشی میں ہیں اور رومی ڈر میں ہیں اور خشکی مشغولی میں ہے اور سمندر شرمندگی میں ہے، وجل، خجل، جذل میں جناس غیر تام ہے۔

(۵) قَالُوْا الْحُمَيَّا شَرَابٌ　　　لِلْاُنْسِ وَالْبَسْطِ جَاءَتْ

فَقُلْتُ رَدًّا عَلَيْهِمْ　　　بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ

انہوں نے کہا حمیا ایسی شراب ہے جو الفت اور انبساط کے لئے آئی ہے تو میں نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا بری پینے کی چیز ہے اور قبیح ہے۔دوسرے بیت کا آخری مصرعہ قرآن پاک کی آیت ہے جس کو اپنے اشعار میں ملالیا ہے اس لئے اقتباس ہے۔

(۶) نَثَرَتْ عُقُوْدَ سَمَائِهَا الْاَنْدَاءُ　　　بِيَدِ النَّسِيْمِ فَلِلثَّرىٰ اِثْرَاءُ

شبنم نے اپنے آسمان کے ہاروں کو بکھیر دیا نسیم کے ہاتھ سے، پس ترمٹی کے لئے مالداری ہے۔

حسن ابتداء ہے، کہ ابتداء میں شیریں الفاظ صحیح المعنیٰ اچھی ساخت والی عبارت لایا، نیز ثرای اور اثراء میں جناس غیر تام ہے۔

(۷) السَّيْفُ اَصْدَقُ اِنْبَاءً مِنَ الْكُتُبِ فِيْ حَدِّهِ الْحَدُّ بَيْنَ الْجِدِّ وَاللَّعِبِ

تلوار کتابوں کے مقابلہ میں سچی خبر دینے والی ہے، اس کی دھار میں حقیقت اور مجاز کے درمیان حد فاصل ہے حد اور جد میں جناس غیر تام اور دو حد میں جناس تام ہے۔

(۸) حُكْمُ الْمَنِيَّةِ فِي الْبَرِيَّةِ جَارٍ مَا هٰذِهِ الدُّنْيَا بِدَارِ قَرَارٍ

موت کا حکم مخلوق میں جاری ہے، نہیں ہے یہ دنیا ٹھہرنے کی جگہ۔

دوسرا مصرعہ قرآن پاک کی آیت ہے جس میں بہت زیادہ تغیر ہوا ہے اس لئے عقد ہے اصل آیت یہ ہے۔

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هذه الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ؟

(۹) قَدْ شَرَّفَ اللهُ اَرْضًا اَنْتَ سَاكِنُهَا وَشَرَّفَ النَّاسَ اِذْ سَوَّاكَ اِنْسَانًا

اللہ تعالیٰ نے زمین کو شرف بخشا جس میں آپ رہتے ہیں اور لوگوں کو شرف بخشا اس لئے کہ آپ کو انسان بنایا، یہ شعر متنبی کے قصیدے کا آخری شعر ہے، اس لئے حسن مقطع ہے۔

تنبیہات

اولاً: اِعْلَمْ اَنَّ اَنْوَاعَ الْبَدِيْعِ تَبْلُغُ نحوَ مِأَةٍ وَّخَمْسِيْنَ نَوْعًا وَقَدْ مَرَّ الْكَلَامُ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنْهَا فِيْ تَضَاعِيْفِ الْكِتَابِ فِيْ غَيْرِ بَابِهَا فَاِنَّ اَنْوَاعَ الْاِطْنَابِ مثلًا وَالْاِيْجَازِ وَالتَّشْبِيْهِ

وَالْاِسْتِعَارَةِ، وَالْكِنَايَةِ وَضُرُوْبِهَا تُعَدُّ مِنَ الْمُحَسِّنَاتِ الْبَدِيْعِيَّةِ۔

ترجمہ:- جان لوکہ بیشک بدیع کے انواع قریبًا ایک سو پچاس تک پہنچتی ہیں اور ان میں سے بہت سی انواع پر کتاب کی سطروں میں بدیع کے باب کے علاوہ میں کلام گذر چکا ہے، مثلاً اطناب کی انواع اور ایجاز، تشبیہ، استعارہ اور کنایہ اور ان کی انواع شمار کی جاتی ہیں، محسنات بدیعیہ میں سے۔

ثانیاً : اَنَّ كَثِيْرًا مِنَ الْاَشْكَالِ الْبَدِيْعِيَّةِ مُتَشَابِهَةٌ لَا يُكَادُ يُلْحَظُ الْفَرْقُ بينها وقد اُشِيْرَ الى البعض فى مواضعه واُهمِلَ البعضُ الآخرُ لندور وقوعه فى الكلام۔

ترجمہ: دوسری تنبیہ کہ بیشک بہت سی بدیعی شکلیں آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں کہ جن کے درمیان فرق کا لحاظ کرنا ممکن نہیں ہے، اور بعض کی جانب تو ان کے مقامات میں اشارہ بھی کر دیا گیا، اور دوسری بعض کو ان کے کلام میں واقع ہونے کے نادر ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

ثَالِثًا: اَنَّ بَعْضَ المحسناتِ لا يُستعمَلُ اِلا فى الشِّعرِ والبعضُ الْاٰخرُ نَادِرٌ اَوْ هُوَ صَنَاعَةٌ لَفْظِيَّةٌ لا كَبِيْرَ اَمْرٍ وَرَائَهَا وَلَا تُوْرِثُ الْمَعْنٰى بَهْجَةً وَرَوْنَقًا فَلِذَالِكَ اُهْمِلَ ذِكْرُهَا تَمَامًا اِلَّا اَنَّهَا تَتْمِيْمًا لِلْفَائِدَةِ نَذْكُرُ بَعْضَهَا هُنَا اِرْضَاءً لِطَالِبِيْ التَّوَسُّعِ۔

ترجمہ:- تیسری تنبیہ کہ بیشک بعض محسنات کا استعمال صرف اشعار میں ہوتا ہے اور دوسری بعض نادر الوقوع ہے، یا وہ صرف صناعت لفظی ہے جن کے پیچھے کوئی بڑا فائدہ نہیں ہے اور نہ وہ معنٰی میں حسن و رونق پیدا کرتی ہے اس لئے ان تمام کے ذکر کو چھوڑ دیا گیا ہے، ہاں مگر فائدہ کو تام کرنے کے خاطر اور وسعت کے طلبگاروں کو راضی کرنے کے لئے بعض محسنات کا تذکرہ یہاں کر دیتے ہیں۔

تشریح:- صاحب کتاب نے علم بدیع کے تتمہ کے طور پر ایک خاتمہ کو ذکر کیا جس میں تین ابحاث کو ذکر کیا، جن میں سے آخری بحث حسن انتہاء لاکر کتاب کے حسن اختتام اور حسن انتہاء کی جانب اشارہ کر دیا، لیکن علم بدیع کی ان انواع کو جان کر کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ علم بدیع کی صرف اتنی ہی اقسام ہیں، حالانکہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی انواع ہیں لہذا اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے تنبیہات کے ضمن میں تین تنبیہات لاکر اسی بات پر تنبیہ کی کہ بدیعی انواع اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری ہیں، اور نمونہ کے طور پر دو چند کو اخیر میں ذکر بھی کر دیا، چنانچہ پہلی تنبیہ میں بیان کیا کہ علم بدیع کے انواع ڈیڑھ سو کے قریب ہیں جن میں سے بعض کو تو علم معانی اور علم بیان میں ذکر کر دیا ہے، حالانکہ وہ علم بدیع کی انواع ہیں، مثلاً اطناب اور ایجاز کی انواع، ان کو علم معانی میں بیان کیا اور تشبیہ استعارہ اور کنایہ اور ان کی اقسام کو علم بیان میں بیان کیا حالانکہ یہ سب علم بدیع کی انواع ہیں، نیز دوسری تنبیہ میں بیان کیا کہ علم بدیع کی بہت سی شکلیں ایسی ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے اتنی مشابہ ہیں کہ انمیں فرق کرنا ممکن نہیں، اور ایسی شکلیں بھی بہت ہیں ان میں سے بعضوں کی جانب تو کتاب میں اشارہ بھی کر دیا گیا ہے، مثلاً ص ۱۲۱ پر تنبیہ کے ذیل میں یقرب من التقسیم بضعۃ انواع بدیعیۃ الخ اس عبارت میں چار انواع کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ تقسیم جو علم بدیع کی ایک نوع ہے اسی کے قریب قریب طی ونشر اور ایضاح جمع مع التفریق اور جمع مع التقسیم ہے، نیز ص ۱۲۲ تنبیہ کے ذیل میں تین شکلیں اور بیان کی ہیں، ھزل اور ہجو فی معرض المدح اور تہکم یہ تینوں مستقل انواع ہیں جو تاکید المدح بما یشبہ الذم کے مشابہ ہیں، اسی طرح اور بھی مقامات میں اشارہ کر دیا گیا ہے تو ملاحظہ فرمائیں کہ ان انواع کو مستقل عنوان اور نمبر شمار کے تحت ذکر نہیں کیا گیا لیکن وہ بھی بدیع کی انواع ہی ہے، ان باتوں کو دیکھا جائے تو بدیعی انواع بہت ہو جائے گی، اور تیسری تنبیہ میں بیان کیا کہ بعض انواع بدیعیہ ایسی ہیں جن کا استعمال صرف اشعار میں ہوتا ہے، اور بعض ایسی ہے جن کا وقوع عدم کے

درجہ میں ہیں، ایسے ہی بعض ایسی ہے جنکا تعلق صرف صناعت لفظیہ کے ساتھ ہیں معنی میں کوئی حسن وخوبی پیدانہیں کرتی اور ساتھ ہی ان سے کوئی خاص صنعت اور حسن کا تعلق بھی نہیں، ان وجوہات کی وجہ سے ان تمام انواع کے ذکر کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

الحاصل اوپر مذکور تشریح کے ذریعہ اتنی بات کھل کر سامنے آگئی کہ بدیعی انواع صرف اتنی نہیں ہے جن کو بدیع کے باب کے ماتحت ذکر کی ہے، بلکہ ان کے علاوہ بھی بہت ساری ہیں جن میں سے بعض کو تو نفس کتاب ہی میں اشارۃً یا صراحۃً لیکن بدیع کے باب کے علاوہ میں ذکر کر دیا ہے، اور بعض کے ذکر ہی کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔

فَمِنْ هٰذِهِ الْاَنْوَاعِ (۱) تَشَابُهُ الْاَطْرَافِ وَهُوَ ضَرْبٌ مِنَ التَّكْرَارِ يَقُوْمُ بِاَنْ يَذْكُرَ النَّاظِمُ لَفْظَةَ الْقَافِيَةِ فِيْ اَوَّلِ بَيْتٍ يَلِيْهَا كَقَوْلِهٖ:

اذا نَزَلَ الْحَجَّاجُ اَرْضًا مَرِيْضَةً   تَتَبَّعَ اَقْصٰى دَائِهَا فَشَفَاهَا

شَفَاهَا مِنَ الدَّاءِ الْعُضَالِ الَّذِىْ بِهَا   هُمَامٌ إذَاهَزَّ الْقَنَاةَ سَقَاهَا

پس ان انواع میں سے تشابہ الاطراف ہے اور وہ تکرار کی ایک قسم ہے جو حاصل ہوتی ہے، اس طریقے سے کہ ناظم قافیہ کے لفظ کو اُس بیت کے شروع میں ذکر کرے جو قافیہ سے متصل ہے، جیسے اس کا قول جب حجاج کسی بیمار زمین میں اترتا ہے، تو وہ اس کی بیماری کی انتہاء کو تلاش کر کے اس کا علاج کر دیتا ہے، اس کا علاج کرتا ہے، اس لاعلاج بیماری سے جو وہاں ہوتی ہے، وہ ایسا سردار ہے کہ جب وہ نیزے کو حرکت دیتا ہے تو اس کو سیراب کرتا ہے۔

تشریح:-زیادتی کے طلبگاروں کو راضی کرنے کے لئے مزید بیان کی جانے والی انواع میں سے پہلی نوع تشابہ الاطراف ہے تشابہ الاطراف اس کو کہتے ہیں کہ ناظم ایک بیت کو ذکر کرے اور اس کے قافیہ سے دوسرے بیت کی ابتداء کرے اس کو تشابہ الاطراف کہتے

ہیں، جیسے:

اذا نَزَلَ الحَجَّاجُ اَرْضًا مَرِيْضَةً تَتَبَّعَ اَقْصٰى دَائِهَا فَشَفَاهَا

شَفَاهَا مِنَ الدَّاءِ الْعُضَالِ الَّذِیْ بِهَا هُمَامٌ إذاهَزَّ الْقَنَاةَ سَقَاهَا

اس میں ملاحظہ فرمائیں، پہلے بیت کا قافیہ یعنی آخری شفاھا ہے اسی لفظ سے دوسرے بیت کی ابتداء ہوئی جس کی وجہ سے دو بیت کے طرف مشابہ ہوگئے۔

شعر کی تشریح یہ ہے کہ حجاج جب کسی ایسی جگہ جاتا ہے جہاں منافقت کا مرض ہو تو وہ اس مرض کو جان لیتا ہے اور اس کا فوری طور پر علاج کر دیتا ہے اور ان تمام منافقین کا صفایا کر دیتا ہے، اور وہ ایسا سردار ہے کہ جب نیزہ کو ہلاتا ہے تو ضرور اس کو سیراب کر دیتا ہے یعنی کسی کو قتل کر کے اس کے خون سے نیزہ خون آلود کر دیتا ہے۔

(۲) التَّشْرِيْعُ اَوْ ذُو الْقَافِيَتَيْنِ هُوَ اَنْ يَبْنِیَ الشَّاعِرُ بَيْتَهٗ عَلٰى قَافِيَتَيْنِ بِحَيْثُ اِذَا اَسْقَطَ بَعْضَهٗ كَانَ الْبَاقِیْ شِعْرًا مُفِيْدًا كقوله:

لَا يَعْرِفُ الشَّوْقَ اِلَّا مَنْ يُكَابِدُهٗ وَلَا الصَّبَابَةَ اِلَّا مَنْ يُعَانِيْهَا

فَلَوْ اُرِيْدَ الْوُقُوْفُ عَلٰى اِلَّا بَعْدَ الشَّوْقِ وَالصَّبَابَةِ لَاستقام الـمعنٰى وَالْوَزْنُ نحوُ لَا يَعْرِفُ الشَّوْقَ اِلَّا ...... وَلا الصَّبَابَةَ اِلَّا ....

وفِی البيت علاوةٌ علٰى التَّشْرِيْعِ الاكتفاءُ وهو اَنْ يحْذِفَ الاديبُ شيئًا من كَلامِهٖ يَستغْنی عَنْ ذِكْرِهٖ بدلالةِ العَقلِ۔

ترجمہ:- تشریع یا ذو القافیتین وہ ہے کہ شاعر کا اپنے شعر کو دو قافیہ پر اس طرح بنانا کہ اگر اس کا بعض حصہ ساقط کر دے تو بھی باقی حصہ مفید شعر باقی رہے جیسے اس کا قول۔

نہیں جانتا ہے شوق کو مگر جو اس کو جھیل رہا ہے اور نہ عشق کو جانتا ہے مگر وہ جو اس کی زحمت اٹھاتا ہے، تو اگر الا پر ٹھہرنے کا ارادہ کیا جائے جو شوق اور صبابہ کے بعد ہے تو معنی اور

وزن درست رہیں گے، جیسے لا یعرف الشوق الا...... ولا الصبابۃ الا...... نہیں جانتا ہے شوق کو مگر اور نہ عشق کو مگر، اور شعر میں تشریع کے علاوہ اکتفاء بھی ہے، اور اکتفاء یہ ہے کہ ادیب اپنے کلام کا کچھ حصہ حذف کر دے کہ جس کے ذکر سے استغناء ہو دلالت عقل کی وجہ سے۔

تشریح:- ان انواع میں سے ایک نوع تشریع ہے اس کو ذو القافیتین اور توشیع بھی کہتے ہیں اور تشریع اور ذو القافیتین کا مطلب یہ ہے کہ شاعر اپنے شعر کی بناء عروض کے اوزان میں سے دو وزن اور دو قافیہ پر اس طرح کرے کہ اگر اس شعر میں سے اس کا بعض حصہ حذف کر دیا جائے تو اس کا ایک وزن تو ٹوٹ گیا لیکن شعر کی بناء دو وزن پر ہونے کی وجہ سے وہ شعر دوسرے وزن میں چلا جاوے جس کی وجہ سے اس کا وزن درست رہے ساتھ ہی شعر دو قافیہ پر ہونے کی وجہ سے حذف کے بعد بھی قافیہ باقی رہے جیسے:

لا یــعــرف الشــوق الا مــن یــکــابــده

ولا الــصــبــابۃ الا مــن یــعــانیهــا

یہ شعر ذو القافیتین کے ساتھ ذو الوزنین بھی ہے کہ اگر اس کا بعض حصہ یعنی دونوں مصرعوں میں الا کے مابعد والا حصہ حذف کر دیا جائے اور الا پر ٹھہر جائے تو بھی شعر کا وزن اور قافیہ باقی رہتا ہے، مثلاً حذف کے بعد باقی شعر اس طرح رہے گا...... لا یعرف الشوق الا...... ولا الصبابۃ الا...... ملاحظہ فرمایئے کہ حذف کے بعد قافیہ کا باقی رہنا تو ظاہر ہے اسی طرح حذف کے بعد یہ شعر دوسرے وزن میں چلا گیا جس کی وجہ سے وزن بھی باقی ہے، الحاصل یہ شعر دو وزن اور دو قافیہ والا تھا، جس میں سے ایک کو حذف کرنے کے بعد دوسرا وزن اور دوسرا قافیہ باقی رہا، نیز حذف کے بعد شعر کا معنیٰ بھی درست رہتا ہے اور وہ اس طریقے پر کہ مذکورہ شعر میں اکتفاء بھی ہے جس کا مفہوم ابھی ذیل میں بیان کیا جائے گا، لہذا قرینہ کی وجہ سے شعر کا مفہوم اور معنیٰ سمجھا جائے گا۔

اور اسی شعر میں تشریع کے علاوہ بدیع کی ایک نوع اور بھی پائی جاتی ہے اور وہ اکتفاء

ہے، اکتفاء اس کو کہتے ہیں کہ ادیب اور شاعر اپنے کلام میں سے دلالتِ عقل کی وجہ سے کچھ حصہ حذف کردے جیسے مذکورہ شعر میں الا کے مابعد والے الفاظ پر قرینہ موجود ہے اور وہ إلا ہے جس سے عقل یہ فیصلہ کرے گی کہ کلام ابھی ادھورا ہے، اس کے بعد ایک اور بھی لفظ ہونا چاہئے لہذا اس قرینہ اور دلالت کی وجہ سے حذف کرنے کو اکتفاء کہتے ہیں کہ کلام ابھی ادھورا ہے، اس کے بعد ایک اور بھی لفظ ہونا چاہئے، لہذا اس قرینہ اور دلالت کی وجہ سے حذف کرنے کو اکتفاء کہتے ہیں۔

(۳) اَلْعَكْسُ وَهُوَ اَنْ يَاتِيَ الْمُتَكَلِّمُ بِكَلَامٍ ثُمَّ يَعْكِسُهُ فَيُقَدِّمُ مَا اَخَّرَ وَيُؤَخِّرُ مَا قَدَّمَ نحوُ كَلَامُ الْمُلُوكِ ملوك الكلام، وعَادَاتُ السَّادَاتِ سَادَاتُ الْعَادَاتِ وَكَقَوْلِهِ:

رَقَّ الزُّجَاجُ وَرَاقَتِ الْخَمْرُ فَتَشَابَهَا فَتَشَاكَلَ الْاَمْرُ
فَكَأَنَّمَا خَمْرٌ وَلَا قَدَحٌ وَكَأَنَّمَا قَدَحٌ وَلَا خَمْرٌ

ترجمہ:- عکس اور وہ یہ ہے کہ متکلم ایک کلام کو ذکر کرے پھر اس کو الٹا کردے پس مؤخر کو مقدم کردے اور مقدم کو مؤخر کردے، جیسے بادشاہوں کا کلام کلام کا بادشاہ ہوتا ہے، اور سرداروں کی عادتیں عادتوں کی سردار ہوتی ہے اور جیسے اس کا قول:

''شیشہ پتلا ہوا اور شراب صاف شفاف ہوئی، پس دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہوئے اور معاملہ مشکل ہوگیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ شراب ہے اور پیالا نہیں ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے پیالا ہے اور شراب نہیں ہے۔

تشریح:- انہی انواع میں سے ایک نوع عکس ہے، اور عکس کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ متکلم ایک کلام ذکر کرے پھر اسی کلام کو الٹ دے کہ مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کردے، جیسے ذکر کردہ مثالوں سے عکس کا معنٰی بالکل واضح طور پر سمجھا جاسکتا ہے، شعر کی تشریح یہ ہے کہ شاعر شیشہ اور خمر کی صفائی بیان کررہا ہے کہ دونوں اتنے صاف ہیں کہ ایک دوسرے میں

تمیز نہیں ہوسکتی، یا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف بوتل رکھی ہوئی ہے، یا صرف شراب ہے، بوتل نہیں یعنی دونوں کی شفافیت اس قدر ہے کہ دونوں ایک شئ معلوم ہورہی ہے۔

(۴) التردیدُ، هو اَنْ یَذْکُرَ النَّاظِمُ اَوِ الْاَدِیْبُ فِیْ کَلَامِهٖ لفظةً فیعِیدُها بعینها، مع مُتَعَلَّقٍ آخرَ تُفِیدُبه معنًی زائدًا وهذا النوعُ یَشْبَهُ التَّکْرَارَ والتعطف نحو :

اَبْدیٰ البدیعُ له الوصفَ البدیعَ وفی　　نظمِ البدیعِ حلا تردیدُه بِفَمِی

ترجمہ:- تردیدوہ یہ ہے کہ ناظم یا ادیب اپنے کلام میں ایک لفظ کو ذکر کرے پھر وہی لفظ دوبارہ لاوے ایک دوسرے متعلق کے ساتھ جس کی وجہ سے وہ ایک زائد معنٰی کا فائدہ دیوے، اور یہ قسم تکرار اور تعطف کے مشابہ ہے، جیسے اس کے بدیع نے وصفِ بدیع کو ظاہر کیا، اور بدیع کے نظم میں اس کا لوٹانا شیریں ہوا، میرے منھ سے۔

تشریح:- انھیں انواع میں سے ایک نوع تردید ہے، تردید اس کو کہتے ہیں کہ متکلم اپنے کلام میں کوئی لفظ ذکر کرے پھر اسی لفظ کو دو تین مرتبہ ذکر کرے اور ہر مرتبہ اس کو الگ الگ متعلق کے ساتھ ذکر کرے تا کہ ہر مرتبہ ایک نیا فائدہ حاصل ہو جیسے کلام اللہ شریف میں فبای الآءِ ربکما تکذبان کی تکرار تردید کے قبیل سے ہے کہ ہر نئی نعمت کے بعد اس کا اعادہ ہے کہ جس کی وجہ سے وہ ہر مرتبہ ایک نئے مضمون اور نئی بات کو سمجھا تا ہے اور کتاب میں تردید کی مثال یہ شعر ہے:

اَبْدیٰ البدیع له الوصف البدیع وفی　　نظم البدیع حلا تردیده بفمی

اس شعر میں لفظ بدیع کو تین مرتبہ ذکر کیا اور تینوں کا متعلق الگ الگ ہے لہذا زائد معنٰی کا پیدا ہونا ظاہر ہے پہلے بدیع کا تعلق قصیدے سے ہے اور دوسرے کا وصف کے ساتھ اور تیسرے کا نظم کے ساتھ، اور تردید تکرار اور تعطف کے مشابہ ہے، تکرار کا معنٰی تو واضح ہے ایک لفظ کو دو چند مرتبہ ذکر کرنا، اور تعطف سے مراد بھی تردید ہی ہے ان دونوں میں کوئی فرق

نہیں ہے جیسے: ابو ہلال عسکری نے اپنی کتاب ''الصناعتین'' میں تعطف کی تعریف کرتے ہوئے بیان کیا'' والتعطف ان تذکر اللفظ ثم تکررہ والمعنی مختلف''اور تبریزی نے اپنی کتاب الوافر میں تعطف کا نام تردید ہی رکھا ہے، ماخوذ از المعجم المفصل فی علوم البلاغۃ۔ص ۳۸۷

(۵) التکرارُ اَوِ التکریرُ وَقَدْ مَرَّ ذِکرُہٗ ھوَ اَنْ یَذْکُرَ النَّاظِمُ اَوِ الْکَاتِبُ لَفْظَۃً ثُمَّ یُعِیدُھَا لِتَقْرِیرِ الْمَعْنٰی فِیْ ذِھْنِ السَّامِعِ سَوَاءٌ کَانَتِ اللَّفْظَۃُ مَوْصُوْلَۃً بِاُخْتِھَا اَوْ مَفْصُوْلَۃً کَقَوْلِہٖ

حَتّٰی مَتٰی یَا صَاحِبِیْ لَا تَرْعَوِیْ حَتّٰی مَتٰی حَتّٰی متٰی والی متٰی

ترجمہ:۔ تکرار یا تکریر اس کا تذکرہ گزر چکا ہے، وہ یہ ہے کہ ناظم یا کاتب ایک لفظ ذکر کرے اور پھر اس کو دوبارہ ذکر کرے سامع کے ذہن میں بٹھانے کے لئے چاہے وہ لفظ اپنے متعلق کے ساتھ ملا ہوا ہو یا جدا ہو جیسے اس کا قول، اے میرے دوست کب تک باز نہیں آئے گا (جہالت سے) کب تک کب تک اور کب تک......۔

تشریح:-ان انواع میں سے ایک نوع تکرار ہے، اس کو تکریر بھی کہا جاتا ہے، تکرار کا بیان ص ۸۱ پر گزر چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک لفظ کو دو یا چند بار ذکر کیا جاوے اور اس سے مقصود یہ ہو کہ یہ بات سامع کے ذہن میں راسخ ہو جاوے اس کو تکرار کہتے ہیں چاہے وہ مکرر ذکر کیا جانے والا لفظ وہی پہلے لفظ کے متعلق کیساتھ تعلق رکھتا ہو یا اس کے علاوہ مستقل الگ متعلق کے ساتھ تعلق رکھتا ہو، دونوں صورتوں کو تکریر کہا جاوے گا جیسے کتاب میں مذکور مثال میں متی متی کی تکرار ہے، اور پہلا حتیٰ متٰی متعلق ہے لاترعوی سے، اسی کے ساتھ باقی سب متعلق ہے، اور تردید میں جو تکرار ہوتی ہے اس میں ہر لفظ مکرر کا متعلق الگ ہوتا ہے، اس کو بھی تکریر کہتے ہیں اور اس کو تردید بھی کہا جاتا ہے۔

(۶) مَا لَا یَسْتَحِیْلُ بِالْاِنْعِکَاسِ وَھُوَ اَنْ یَاتِیَ الْمُتَکَلِّمُ

بِكَلَامٍ لَوْ عَكَسَهُ لَكَانَ عَكْسُهُ كَطَرْدِهِ، هٰذا النَّوْعُ لَا يُعَدُّ مِنَ الْمَحاسِنِ اِلَّا اِذا بَرِئَ مِنَ التَّكَلُّفِ وَالعِقَادَةِ وَقَدْ يَكُوْنُ فِي النَّثْرِ وَالنَّظْمِ نحوُ اَرَانَا الْاِلٰهُ هِلَالًا اَنَارًا اَوْ كَقَوْلِهٖ:

مَوَدَّتُهُ تَدُوْمُ لِكُلِّ هَوْلٍ　　وَهَلْ كُلٌّ مَوَدَّتُهُ تَدُوْمُ

ترجمہ:- مالا یستحیل بالانعکاس اور وہ یہ ہے کہ متکلم ایک ایسا کلام لاوے کہ اگر اس کو الٹا کر دے تب بھی وہ سیدھے کی طرح رہے اور یہ نوع محسنات میں سے اس وقت شمار ہوگی جب کہ وہ تکلف اور گنجلک سے بری ہو اور یہ نوع نثر میں بھی ہوتی ہے اور نظم میں بھی، جیسے اللہ تعالیٰ نے ہم کو چمکتا ہوا چاند دکھلایا اور جیسے اس کا قول اس ممدوح کی محبت ہمیشہ رہتی ہے ہر مصیبت کے وقت اور کیا ہر ایک کی محبت ہمیشہ رہتی ہے۔

تشریح:- ان انواع میں سے ایک نوع مالا یستحیل بالانعکاس ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ متکلم ایسا کلام لاوے کہ اگر اس کلام کو آخری حرف سے پڑھنا شروع کرے تو وہ سیدھے کلام ہی کی طرح بنے اس کا الٹا بھی سیدھا ہی بنے، اس کو مالا یستحیل بالانعکاس کہتے ہیں، مگر اس نوع کا شمار محسنات میں سے اس وقت ہوگا جب کہ ایسا کلام لانے میں کوئی تکلف نہ کرنا پڑے نیز ایسا کلام لانے میں انغلاق اور پیچیدگی پیدا نہ ہو جائے اور یہ نوع نثر اور نظم میں پائی جاتی ہے۔

جیسے نثر کی مثال ارانا الالہ ہلالاً انارا، اس مثال میں غور کیجئے کلام کی ابتداء ہوئی ہمزہ سے اس کے بعد راء پھر الف پھر نون الخ اب اخیر سے ابتداء کی طرف دیکھیں تو بھی پہلا حرف ہمزہ پھر راء پھر الف پھر نون الخ اب اگر اخیر سے پڑھنا شروع کرے تو یہ کلام ارانا الالہ ھلالا انارا ہی بنے گا، اسی طرح نظم کی مثال مودتہ تدوم لکل ھول وھل کل مودتہ تدوم، اس نظم میں بھی غور کیجئے اگر اخیر سے پڑھنا شروع کریں تو ایسا ہی کلام بنے گا جیسا کہ سیدھا ہے، مثلاً کلام کی ابتداء میم، واؤ، دال، تا اور ہ الخ سے ہوئی، اب اخیر سے دیکھو پہلا

حرف میم پھر واو پھر دال پھر تا الخ ہے۔

(۷) الترتیبُ وھو اَنْ یَقْصِدَ الْمُتَکَلِّمُ ذِکْرَ اَفْعَالٍ اَوْ اَوْصَافٍ شَتّٰی لِمَوْصُوْفٍ وَاحِدٍ فَیَاتِیَ بِھَا مُرَتَّبَۃً تَرْتِیْبًا طَبِیْعِیًّا اَوْ بِحَسَبِ وَقُوْعِھَا نحوُ:

اَلَمُّوْا فَحَیُّوْا ثُمَّ قَامُوْا فَوَدَّعُوْا فَلَمَّا تَوَلُّوْا کَادَتِ النَّفْسُ تَزْھَقُ

ترجمہ:- ترتیب اور وہ یہ ہے کہ متکلم ایک موصوف کے چند افعال یا چند اوصاف کے بیان کا قصد کرے پھر ان کو ترتیب طبعی پر مرتب ذکر کرے یا ان کے واقع ہونے کے اعتبار سے مرتب کر کے ذکر کرے، جیسے محبوبین آئے پھر انھوں نے سلام کیا، پھر وہ کھڑے ہوئے، پھر الوداع کہا، پس جب وہ جانے لگے تو قریب تھا کہ جان نکل جائے۔

تشریح:- ان انواع میں سے ایک نوع ترتیب ہے، اور ترتیب اس کو کہتے ہیں کہ متکلم کسی ایک موصوف کے چند افعال اور کاموں کو یا اس کے چند اوصاف کو بیان کرنے کا قصد کرے، لیکن بیان کرنے میں اسکا خیال رکھے کہ وہ افعال اور اوصاف ترتیب طبعی پر ترتیب وار ہو، یا وہ وقوع کے اعتبار سے جس ترتیب سے واقع ہوئے ہیں اسی ترتیب سے ذکر بھی کریں، جیسے:

اَلَمُّوْا فَحَیُّوْا ثُمَّ قَامُوْا فَوَدَّعُوْا فَلَمَّا تَوَلُّوْا کَادَتِ النَّفْسُ تَزْھَقُ

اس شعر میں شاعر نے محبوبین کے چند افعال کا ذکر کیا اور ان کو اسی ترتیب پر ذکر کیا جس ترتیب پر واقع ہوئے، مثلاً محبوبین کا فعل پہلا تو آنا پھر اس کے بعد سلام کرنا پھر بات چیت کے بعد کھڑا ہونا، پھر الوداعی کلام کرنا، تو وقوع میں جو ترتیب ہے وہی ترتیب ذکر کرنے میں بھی ہے، اسی کا نام ترتیب ہے، اور ترتیب طبعی کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان: " ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ تُرابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَۃٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَۃٍ ثُمَّ یُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْا اَشُدَّکُمْ ثُمَّ لِتَکُوْنُوْا شُیُوْخًا" اس آیت میں ملاحظہ فرمائیں کہ ترتیب طبعی وخلقی پر کلام مرتب کیا گیا ہے۔

(۸) التَّعْدِيْدُ اَوْ سِيَاقَةُ الْاَعْدَادِ وَهُوَ اَنْ يَاْتِيَ الْاَدِيْبُ بِكَلِمَاتٍ مُنْفَرِدَةٍ يُوْقِعُهَا عَلٰى سِيَاقٍ وَاحِدٍ يَضُمُّهَا الْعَاطِفُ تُحَلّٰى عَادَةً بِمُطَابَقَةٍ اَوْ جِنَاسٍ كَقَوْلِهٖ:

اَلْخَيْلُ وَاللَّيْلُ وَالْبَيْدَاءُ تَعْرِفُنِيْ وَالسَّيْفُ وَالرُّمْحُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

ترجمہ:- تعدید یا سیاقۃ الاعداد اور وہ یہ ہے کہ ادیب کا الگ الگ کلمات کو لانا کہ جن کو ایک ہی انداز پر پیش کرے کہ حرف عاطف ان تمام کلمات کو جمع کرے، اکثر تعدیہ والے کلام کو مطابقت یا جناس سے آراستہ کیا جاتا ہے، جیسے اس کا قول:

گھوڑ ارات اور جنگل مجھے پہنچانتے ہیں، اور تلوار، نیزہ، کاپی اور قلم بھی۔

تشریح:- ان انواع میں سے ایک نوع تعدید ہے، اور اس کا دوسرا نام سیاقۃ الاعداد ہے، تعدید یا سیاقۃ الاعداد اس کو کہتے ہیں کہ متکلم چند الگ الگ کلمات کو ایک ہی سیاق اور ترتیب پر اس طرح ذکر کرنے کہ حرف عطف ان کلمات کو باہم ملا دیوے، اور بظاہر تعدد کا وہم پیدا ہوتا ہو اس کو تعدید کہتے ہیں۔

سیاق واحد کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام کلمات یا تو کسی کی صفات ہو یا وہ سب کلمات مبتدا ہو وغیرہ ذلک ان کا سیاق ایک ہی ہوا، جیسے ھو الاول والآخر والظاھر والباطن اس میں تمام کلمات کو ایک ہی سیاق پر یعنی صفات بنا کر ذکر کیا اور کتاب میں مذکور مثال میں تمام کلمات مبتدا بن کر واقع ہیں۔

تحلی عادۃ بمطابقۃ او جناس، اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تعدید والے کلام میں اگر مطابقت یعنی طباق کی یا جناس کی بھی رعایت کی جائے تو وہ کلام اور زیادہ آراستہ اور مزین ہوگا جیسے مذکورہ مثال میں تعدید کے ساتھ ساتھ خیل اور لیل میں جناس غیر تام بھی ہے۔

(۹) التَّوْزِيْعُ هُوَ اَنْ يَلْتَزِمَ الْاَدِيْبُ فِيْ كَلَامِهٖ حَرْفًا مَخْصُوْصًا فِيْ جَمِيْعِ اَلْفَاظِهٖ اَوْ اَكْثَرِهَا مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ نحوُ قَوْلِهٖ:

سَیْفٌ یَسُرُّکَ سَلُّهٗ وَسُؤَالُهٗ   لِمَسَاءَةٍ تُؤْسٰی وَسَلْبِ نُفُوْسٍ

ترجمہ:- توزیع وہ یہ ہے کہ ادیب اپنے کلام میں کسی حرف مخصوص کا التزام کرے بغیر تکلف کے اس کے تمام الفاظ میں، یا اکثر الفاظ میں جیسے اس کا قول: وہ ایسی تلوار ہے جس کا کھینچنا اور اس کا سوال کرنا تجھے خوش کردے گا ایسی مصیبت کی وجہ سے جس کی غم خواری کی جاوے اور جانوں کو لینے کے لئے۔

تشریح:- ان انواع میں سے ایک نوع توزیع ہے، اور توزیع اس کو کہتے ہیں کہ متکلم اپنے کلام کے تمام الفاظ میں یا اکثر الفاظ میں اس بات کا التزام کرے کہ ہر کلمہ میں کوئی مخصوص حرف لاوے، بشرطیکہ ایسے التزام میں کوئی تکلف نہ کرے جیسے:

سَیْفٌ یَسُرُّکَ سَلُّهٗ وَسُؤَالُهٗ   لِمَسَاءَةٍ تُؤْسٰی وَسَلْبِ نُفُوْسٍ

اس شعر کے تمام کلمات میں حرف سین کے لانے کا التزام کیا ہے، اسی کا نام توزیع ہے۔

(۱۰) اَلْاِلْتِزَامُ هُوَ اَنْ یَاْتِیَ النَّاظِمُ قَبْلَ حُرُوْفِ الرَّوِیِّ بِمَا لَا یَلْزَمُ فِی التَّقْفِیَةِ مِنْ حَرْفٍ مَخْصُوْصٍ اَوْ اَکْثَرَ کَقَوْلِهٖ:

کُلْ وَاشْرَبِ النَّاسَ عَلٰی خِبْرَةٍ   فَهُمْ یَمُرُّوْنَ وَلَا یَعْذُبُوْنَ

وَلَا تُصَدِّقْهُمْ اِذَا حَدَّثُوْا   فَاِنَّهُمْ مِنْ عَهْدِهِمْ یَکْذِبُوْنَ

ترجمہ:- التزام وہ یہ ہے کہ ناظم حرف روی سے پہلے کسی حرف مخصوص یا زیادہ حروف کا التزام کرے جو قافیہ بندی میں ضروری نہ ہو جیسے اس کا قول: "کھا اور پی لوگوں کے ساتھ باخبر ہو کر اس لئے کہ لوگ کڑوے ہوتے ہیں میٹھے نہیں ہوتے اور تو ان کی تصدیق مت کر جب وہ بات کہیں، اس لئے کہ وہ اپنے عہد کے جھوٹے ہوتے ہیں۔

تشریح:- ان انواع میں سے ایک نوع التزام ہے، اور التزام اس کو کہتے ہیں کہ ناظم اپنے قصیدے میں حروف روی سے پہلے کسی مخصوص حرف یا اس سے زیادہ حروف کے لانے کا انتظام کرے کہ جن حروف کے بغیر شعر کی قافیہ بندی میں کوئی فرق نہ آتا ہو، حرف روی سے مراد بیت کا آخری حرف جس پر قصیدہ کی بنا ہوتی ہے اور جس کی طرف قصیدہ منسوب ہوتا ہے، مثلاً کسی قصیدہ کے تمام ابیات کے اخیر میں لام ہو تو کہا جاوے گا کہ یہ قصیدہ لامیہ ہے اور قافیہ لام ہے، اور اگر میم ہو تو قصیدہ میمیہ کہا جائے گا، جیسے شاعر کے اس شعر میں حرف روی سے پہلے تین حروف کے لانے کا التزام کیا ہے اگر اس کو نہ بھی لاتا تب بھی قافیہ میں کوئی فرق نہ آتا، جیسے:

كُلْ وَاشْرَبِ النَّاسَ عَلٰى خِبْرَةٍ　　فَهُمْ يَمُرُّوْنَ وَلَا يَعْذُبُوْنَ

وَلَا تُصَدِّقْهُمْ إِذَا حَدَّثُوْا　　فَإِنَّهُمْ مِنْ عَهْدِهِمْ يَكْذِبُوْنَ

اس شعر کا قافیہ اور حرف روی نون ہے اس سے پہلے واو، ب اور ذال کے لانے کا التزام کیا گیا ہے۔

(۱۱) الحذف، هو ان يلتزم الناظم في بيتٍ او اكثر من شعره حذف حرفٍ من حروف الهجاء او نوعٍ منها دون تكلّفٍ ولا تعقيدٍ نحو قوله وقد حذف منه الحروف المعجمة:

اعدد لحسادك حد السلاح   واورد الأمل ورد السماح

ترجمہ:- حذف وہ یہ ہے کہ ناظم اپنے شعر کے کسی ایک بیت میں یا زیادہ ابیات میں التزام کرے حروف ہجاء میں سے کسی حرف مخصوص یا اس کے کسی نوع کو بلا کسی تکلف اور پیچیدگی کے حذف کرنے کا جیسے اس کا قول، اور حال یہ ہے کہ اس میں سے حروف معجمہ یعنی نقطے والے حروف کو حذف کر دیا گیا ہے اپنے حاسدوں کے لئے ہتھیار کی دھار کو تیار کر کے اٹھ اور امید کرنے والے کو سخاوت کے گھاٹ پر اتار دے۔

تشریح:- ان انواع میں سے آخری نوع حذف ہے اور حذف اس کو کہتے ہیں کہ نظم کلام کرنے والا اپنے اشعار میں سے کسی ایک بیت یا اس سے زیادہ میں اس بات کا التزام کرے کہ پورے بیت میں کوئی ایک خاص حرف کو حذف کر دے، مثلاً اس کا التزام کرے کہ پورے بیت میں حرف لام نہ آوے یا اس کا التزام کرے کہ حروف کی ایک خاص نوع کو حذف کر دے مثلاً پورے بیت میں حروف معجمہ کو حذف کرنے کا التزام کرے یا حروف مہملہ کو حذف کرنے کا التزام کرے، اور معجمہ اور مہملہ دونوں حروف کی دو نوعیں ہیں، معجمہ کا مطلب نقطہ والا حروف اور مہملہ یعنی بغیر نقطے والا حرف، اس طرح کے التزام کا نام